عرض مصنفؒ

الحمد للّٰہ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم.

اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے فہم قرآن کی چوتھی جلد مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ جس سے اکیس (21) پاروں کی تفسیر مکمل ہوئی۔ ہم تیسری جلد میں یہ لکھ چکے تھے کہ فہم دین کورس کے لیے طوالت کے پیش نظر 16 سپارے کافی ہیں۔ لیکن کسی کے شوق کے پیش نظر ہم پورے قرآن پاک کی تفسیر سے منع نہیں کرتے۔ اللہ کا شکر ہے کہ احباب کے اصرار پر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے مزید ایک جلد مکمل ہوئی اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں باقی حصے بھی مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اہل علم سے درخواست ہے کہ وہ فہم دین کورس جو کہ مسائل، اصول، عقائد، حدیث اور ترجمہ و تفسیر پر مشتمل اسلامیات کا مکمل کورس ہے اس کی افادیت کو سمجھیں اور اس کو پھیلانے میں لگیں۔ خصوصاً جوان علماء کے لئے یہ علمی تبلیغ کا عمدہ ذریعہ ہے اور خود ان کو بھی اس سے علمی ترقی حاصل ہوگی انشاء اللہ۔

خواتین کے حلقوں میں اس کے پڑھنے پڑھانے کی طرف توجہ ہو تو بہت فائدے کی امید ہے۔ لڑکیوں کے مدرسوں میں خواتین کے لئے دو گھنٹے روزانہ کے حساب سے ایک سال میں یہ پورا کورس پڑھایا جا سکتا ہے۔

ہم اس حصہ کے کمپوزر جناب شاہد خاں صاحب اور ناشر جناب فضل ربی ندوی صاحب کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے اس حصہ کی نشر و اشاعت میں حصہ لیا۔

عبدالواحد

جامعہ مدنیہ لاہور

جمادی الثانیہ 1440ھ

بسم الله حامداً و مصلیاً

تفسیر فہم قرآن کی چوتھی جلد پیش خدمت ہے۔ یہ جلد قارئین کرام کے ہاتھوں میں اس وقت آ رہی ہے جب حضرت مصنف علیہ الرحمۃ ہمارے درمیان موجود نہیں۔ اللہ ان کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے۔ یہ جلد سورہ انبیاء (۱۷ ویں پارے) سے سورہ احزاب (۲۲ ویں پارے) تک کے حصے پر مشتمل ہے۔ اس کی تسوید و تبییض کا کام سے حضرتؒ نے اپنی صحت اور کچھ علالت کے زمانے میں مکمل فرما لیا تھا تاہم حروف خوانی (Proof Reading) وغیرہ کے مراحل کی وجہ سے تاخیر سے طبع ہوئی۔

اگرچہ فہم دین کورس میں شامل تفسیر قرآن کا سلسلہ تین جلدوں (۱۶ پاروں تک) مکمل ہو گیا تھا تاہم حضرت مصنف رحمہ اللہ کا ارادہ تھا کہ یہ مبارک سلسلہ آگے بھی جاری رہے اور پایہ تکمیل تک پہنچے۔ اس ارادے سے یہ چوتھی جلد لکھنی شروع فرمائی تھی جو زندگی کے آخری ایام میں پوری ہوئی۔ اس سے اگلے حصے کی تفسیر کا کام تشنہ تکمیل ہے۔ دعا اور کوشش ہے کہ اس حصے کی تکمیل بھی جلد ہو جائے۔ **وما ذلک علی الله بعزیز اللهم وفقنا لما تحب و ترضی من القول والفعل والعمل والنیة والهدی انک علی کل شئ قدیر.**

عبداللہ

دارالافتاء/ جامعہ دارالتقویٰ لاہور

جمادی الاولیٰ ۱۴۴۳ھ

سورۃ انبیاء

ربط: پچھلی سورت کی آخری آیتوں میں منکرین کے قرآن پاک سے اعراض کرنے کا مضمون چل رہا تھا۔ اس میں یہ بھی بتایا گیا تھا کہ اعراض کرنے والوں کا انجام برا ہے اور اس میں جو تاخیر ہو رہی ہے اس کی چند وجوہات ہیں۔ آگے بتاتے ہیں کہ خاص ان پر عذاب کے آنے اور کس وقت آنے کی بات ہے وہ تو اپنی جگہ پر ہے ہی اس سے بھی بڑھ کر جس چیز کا خیال رکھنا زیادہ ضروری ہے وہ یہ ہے کہ قیامت کا دن پیش آنے والا ہے جو دنیا میں انسانوں کے کیے ہوئے اعمال کے حساب کتاب کا دن ہے اور وہ روز بروز قریب ہو رہا ہے لیکن یہ منکرین اس سے بھی غفلت میں ہیں۔

سُوْرَةُ الْاَنْبِيَآءِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّاثْنَتَا عَشْرَةَ اٰيَةً وَّسَبْعُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ۝١

مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَ

هُمْ يَلْعَبُوْنَ ۝٢ لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ

ترجمہ: قریب آ گیا ہے لوگوں کے لیے ان کا حساب اور وہ غفلت میں اعراض کئے ہوئے ہیں۔ نہیں آتی ان کے پاس کوئی نصیحت ان کے رب کی طرف سے نئی مگر یہ سنتے ہیں اس کو اس حال میں کہ یہ کھیل میں لگے ہیں، غافل ہیں ان کے دل۔

تفسیر: قرآن پاک سے اعراض کرنے والے عذاب کے مستحق ہیں لیکن جیسے پچھلی سورت میں گذرا اس کے آنے میں چند وجوہات سے تاخیر ہو رہی ہے لیکن اعراض کرنے والوں کو چاہیے کہ وہ یہ بات پیش نظر رکھیں کہ جزا و سزا کا ایک بڑا دن آنے والا ہے اور وہ روز بروز قریب ہو رہا ہے اور دنیوی عذاب سے پہلے ہی موت آ گئی تو سمجھو کہ اس کے لیے وہ دن قائم ہو گیا۔ علاوہ ازیں گذرے ہوئے زمانے کے اعتبار سے بھی قیامت قریب ہے کیونکہ باقی رہ جانے والا زمانہ کم ہے۔ اس دن کی فکر کرنا

بہت ضروری ہے۔ منکرین یہ نہیں سوچتے کہ (لوگوں کے لیے ان کا حساب) وکتاب (قریب آ گیا ہے) لیکن (یہ لوگ) یعنی مشرکین وغیرہ سخت (غفلت میں ہیں) اور جب ان کو کوئی نصیحت اور تنبیہ کی جاتی ہے تو اس سے (اعراض کرتے ہیں) گویا ان کو خدا تعالیٰ کے حضور نہ پیش ہونا ہے اور نہ حساب دینا ہے۔ آخرت کی طرف سے ان کی بے فکری کی یہ حالت ہے کہ (جب بھی ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے) بذریعہ قرآن (کوئی ایسی نئی نصیحت آتی ہے) کہ اگر اس پر اخلاص کے ساتھ غور وفکر کرتے تو دین و دنیا سب درست ہو جاتی لیکن (وہ تو اس کو اس حال میں سنتے ہیں کہ وہ کھیل میں لگے ہوئے ہیں) اور (ان کے دل غافل ہیں) تو غور کرنے کی نوبت کہاں سے آئے۔

ربط: جب نصیحتیں سنتے سنتے تنگ آ گئے تو چند منکرین نے خفیہ میٹنگ کر کے یہ طے کیا کہ قرآن اور پیغمبر کے متعلق اس طرح کا پروپیگنڈا کرو۔

وَاَسَرُّوا النَّجْوَى ۖ الَّذِيْنَ
ظَلَمُوْا ۖ هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ
تُبْصِرُوْنَ ۝٣ قٰلَ رَبِّيْ يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۖ
وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝٤ بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۢ بَلِ
افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ۚ فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ ۝٥
مَآ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا ۚ اَفَهُمْ
يُؤْمِنُوْنَ ۝٦

ترجمہ: اور چپکے چپکے سرگوشی کی ان لوگوں نے جنہوں نے بے انصافی کی کہ نہیں ہے یہ شخص مگر بشر تمہارے جیسا۔ تو کیا تم آتے ہو جادو میں اس حال میں کہ تم دیکھتے ہو۔ (رسول نے) کہا میرا رب جانتا ہے بات کو آسمان میں ہو یا زمین میں اور وہ ہے سننے والا جاننے والا۔ بلکہ کہا انہوں نے کہ پریشان خواب ہیں بلکہ گھڑ لیا ہے اس (رسول نے) اس (قرآن) کو بلکہ یہ شاعر ہیں۔ (اور اگر یہ رسول اس کا انکار کریں) تو چاہئے کہ یہ (رسول) لائیں ہمارے پاس کوئی کھلی نشانی جیسی کہ پہلے رسول دے کر بھیجے گئے۔ نہیں ایمان لائی ان

سے پہلے کوئی بستی (یعنی اس کی آبادی) ہلاک کیا ہم نے جس کو تو کیا اب یہ ایمان لائیں گے؟

تفسیر: جب نصیحت سنتے سنتے تنگ آ گئے تو (چند ظالموں نے) یعنی شرک کے علمبرداروں نے اس وجہ سے کہ راز فاش نہ ہو خفیہ میٹنگ کی اور (چپکے چپکے طے کیا کہ) رسول کے خلاف اس طرح کا پروپیگنڈہ کرو کہ دعوائے رسالت کے (یہ) دعویدار تو (محض تمہاری طرح بشر ہیں) نہ فرشتہ ہیں اور نہ ہم سے کوئی ظاہری امتیاز رکھتے ہیں البتہ ان کو جادو آتا ہے اور جو کلام یہ پڑھ کر سناتے ہیں چونکہ اس کا اثر بہت قوی ہے تو یہ لامحالہ جادو کا کلام ہے (پھر تم کو کیا ہے کہ تم دیکھتے بھالتے جادو میں پھنستے ہو)۔ اس پروپیگنڈے کی تجویز سے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو آگاہ فرما دیا تو (آپ ﷺ نے کہا) تم کتنا ہی چھپا کر مشورے کرو (میرا رب) ہر چیز سے باخبر ہے اور وہ (آسمان و زمین کی ہر بات کو جانتا ہے اور وہ) خوب (سننے والا جاننے والا ہے)۔ لیکن لوگوں میں کبھی کہتے ہیں کہ قرآن جادو کا کلام ہے، کبھی کہتے ہیں کہ نہیں (بلکہ) یہ پریشان خواب ہیں) اور کبھی کہتے کہ نہیں پریشان خوابوں میں ایسی معقولیت اور ایسی حکمت و مصلحت نہیں ہوتی بلکہ اس) قرآن (کو انہوں نے) یعنی محمد ﷺ نے (اپنے پاس سے گھڑ لیا ہے)۔ اور کبھی یہ سوچ کر کہ گھڑا ہوا کلام ایسا اثر نہیں رکھتا تو مجبور ہو کر کہتے ہیں کہ نہیں یہ گھڑا ہوا کلام نہیں ہے (بلکہ یہ) تو عمدہ (شاعر ہیں) اور شاعروں کی طرح اونچے خیالات کو مخصوص اور موثر اسلوب میں پیش کرتے ہیں۔ غرض یہ کچھ بھی ہو سکتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ کے رسول نہیں ہو سکتے۔ اگر یہ واقعی رسول ہیں تو (ان کو چاہئے کہ کوئی) ایسا کھلا معجزہ اور (ایسی کھلی نشانی ہمارے پاس لائیں جیسی کہ پہلے رسول دے کر بھیجے گئے تھے) مثلاً قوم ثمود کی طرف حضرت صالح علیہ السلام بھیجے گئے تھے اور انہوں نے ایک چٹان میں سے اونٹنی نکال کر دکھائی لیکن ان کی قوم نے پھر بھی نہ مانا۔ اسی طرح (جس بستی) والوں (کو ہم نے ہلاک کیا اس سے پہلے وہ اپنے فرمائشی معجزے دیکھ کر بھی ایمان نہ لائی تھی) تو مشرکین مکہ آپ ﷺ کی بہت سی کھلی کھلی نشانیاں جو پچھلے انبیاء کی نشانیوں سے کچھ کم نہ تھیں دیکھ چکے ہیں جن میں سے سب سے بڑھ کر قرآن کا معجزہ ہے۔ چونکہ محض ڈھٹائی سے ایسا مطالبہ کر رہے ہیں اس لیے اگر ان کو ان کا فرمائشی معجزہ دکھا بھی دیا جائے (تو کیا یہ ایمان لے آئیں گے؟) ہرگز نہیں یہ تب بھی نہیں مانیں گے پھر اللہ تعالیٰ کی عام عادت کے موافق تباہ و برباد کیے جائیں گے جب کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت تقاضا کرتی ہے کہ ان کو بالکلیہ تباہ نہ کیا جائے اور زیادہ سے زیادہ لوگ ایمان لے آئیں۔ پھر چونکہ یہ رسول اللہ ﷺ کی اپنی قوم کے لوگ ہوں گے اور آپ کے تربیت یافتہ ہوں گے تو اسلام کو اپنی میراث سمجھ کر اس کو دنیا میں غالب کرنے کے لیے جہاد کریں گے۔

ربط: اوپر مشرکین کی یہ بات ذکر ہوئی کہ انہوں نے اس پروپیگنڈا کو اختیار کیا هَلْ هٰذَا اِلَّا بَشَرٌ

مِثْلُكُمْ (یہ تو محض تمہاری طرح کے بشر ہیں)۔ آگے اس کا جواب دیتے ہیں۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ
فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَمَا جَعَلْنٰهُمْ
جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ۝ ثُمَّ
صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ فَاَنْجَيْنٰهُمْ وَمَنْ نَّشَآءُ وَاَهْلَكْنَا
الْمُسْرِفِيْنَ ۝

ترجمہ: اور نہیں بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے مگر مردوں کو کہ ہم وحی کرتے تھے ان کی طرف تو پوچھ لو اہل کتاب سے اگر تم نہیں جانتے۔ اور نہیں بنایا ہم نے ان کو ایسا جسم جو نہ کھاتے ہوں کھانا اور نہ تھے وہ ہمیشہ رہنے والے۔ پھر سچا کر دیا ہم نے ان کے ساتھ وعدے کو تو نجات دی ہم نے ان کو اور جس کو ہم نے چاہا، اور ہلاک کیا ہم نے حد سے نکلنے والوں کو۔

تفسیر: اے رسول! مشرکوں نے جو یہ کہا کہ محمد ﷺ محض ان جیسے بشر ہیں تو یہ کوئی اعتراض کی بات نہیں کیونکہ جن رسولوں کے معجزوں اور نشانیوں کا حوالہ دے کر وہ آپ سے اپنی فرمائشی نشانیوں کا مطالبہ کرتے ہیں وہ بھی بشر اور انسان تھے اور ان کے بشر ہونے کی دلائل یہ ہیں:

i- (ہم نے آپ سے پہلے صرف مردوں کو) جو جنس بشر سے ہوتے ہیں (رسول بنا کر بھیجا) اور (ہم ان کی طرف وحی کرتے تھے) یعنی اپنے احکام ان کو بھیجتے تھے۔ تو (اگر اتنی) مشہور (بات سے بھی تم لاعلم ہو تو اہل کتاب) یعنی یہود و نصاریٰ (سے) جن سے تمہارے تعلقات ہیں (پوچھ لو) کہ پہلے زمانوں میں جو انبیاء اور رسول آئے وہ بشر تھے یا فرشتے تھے۔

ii- ان میں بشری خصوصیات تھیں مثلاً (ہم نے ان کے) فرشتوں کی طرح کے (جسم نہ بنائے تھے کہ نہ وہ کھانا کھاتے تھے (اور نہ وہ) خدا کی طرح (ہمیشہ رہنے والے تھے) بلکہ ان کو موت بھی آتی تھی۔

لیکن ان کے بشر ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ ان کو دوسرے انسانوں پر کوئی فوقیت و فضیلت اور امتیاز حاصل نہ ہو بلکہ ان کو یقیناً امتیاز حاصل تھا اور وہ یہ کہ ہم نے ان کو مخلوق کی ہدایت کے لیے کھڑا کیا اور ہم ان کی طرف وحی اتارتے تھے اور ان کی بے سروسامانی کی حالت میں ہم مخالفوں کے مقابلے میں

ان کی مدد کرنے کا وعدہ کرتے تھے (پھر ہم نے ان سے کیے ہوئے وعدے کو سچا کر دکھایا اور ہم نے ان کو اور مزید جن کو ہم نے چاہا ان کو) ظالم کافروں سے (نجات دی اور حد سے نکلنے والوں کو) جو سخت سرکش تھے اور تکبر کرنے والے تھے (ہلاک کیا)۔ بے شک حضرت محمد ﷺ بھی جنس بشر سے ہیں لیکن آپ کو وہ تمام امتیازات اور فضیلتیں حاصل ہیں جو ابھی ذکر ہوئیں اس لیے مشرکوں کو چاہیے کہ وہ اپنا انجام سوچ لیں۔

ربط: قرآن اور اس سے اعراض کا جو مضمون چل رہا تھا آگے پھر اس کی طرف لوٹتے ہیں اور ایک عجیب انداز سے قرآن کی ترغیب دیتے ہیں۔

لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝١٠

ترجمہ: اتاری ہے ہم نے تمہاری طرف ایک کتاب، اس میں تمہارا ذکر ہے کیا پھر بھی تم نہیں سمجھتے۔

تفسیر: دیکھو (ہم نے تمہاری طرف ایک کتاب اتاری ہے) اس کتاب سے مراد قرآن ہے۔ اس قرآن (میں تمہارا ذکر) یعنی تمہارے لیے نصیحت (ہے) اور اس میں سب برا بھلا انجام سمجھا دیا گیا ہے اگر کچھ بھی عقل ہوگی تو عذاب الٰہی سے بچنے کی کوشش کرو گے اور قرآن کی قدر پہچانو گے جو تمہاری عزت وشرف کی ایک بڑی دستاویز ہے کیونکہ یہ تمہاری زبان میں ہے اور تمہاری ہی قوم کے ایک فرد کامل پر ہم نے اسے اتارا ہے (تو کیا پھر بھی تم) اس بات کو (سمجھتے نہیں ہو) کہ تم احسان فراموشی کی روش اختیار کر رہے ہو اور اس میں تمہارے لیے دنیا وآخرت دونوں میں برا انجام ہے۔

ربط: اب دنیا ہی میں برے انجام کی کچھ تفصیل بھی سن لو۔

وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً
وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ۝١١ فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ
مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ ۝١٢ لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ
وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْـَٔلُوْنَ ۝١٣ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝١٤
فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ ۝١٥

ترجمہ: اور کتنی ہی پیس ڈالیں ہم نے بستیاں جو تھیں ظالم اور پیدا کر دیے ہم نے ان کے بعد اور لوگ۔ پھر جب محسوس کیا انہوں نے ہمارا عذاب تو وہ اس (بستی) سے بھاگنے لگے۔ (ہم نے کہا) مت بھاگو اور لوٹ جاؤ اس (بستی کی طرف تم) عیش کا (سامان) دیے گئے تھے جس میں اور (لوٹ جاؤ) اپنے گھروں کی طرف شاید تم پوچھے جاؤ۔ انہوں نے کہا ہائے ہماری ہلاکت! بلاشبہ ہم تھے ظالم (و گناہگار)۔ پھر مسلسل رہی ان کی یہ فریاد یہاں تک کہ کر دیا ہم نے ان کو کٹا ہوا بجھا ہوا۔

تفسیر: (اور کتنی ہی بستیاں تھیں) جن میں ہم نے اپنے رسول بھیجے جو طویل عرصے تک ان کو تبلیغ کرتے رہے اور اللہ کے احکامات کی فرمانبرداری کی ترغیب دیتے رہے اور انہوں نے معجزے بھی دکھائے لیکن بستیوں والے کفر پر ہی اڑے رہے تو ایسی (کتنی ہی بستیوں کو جو ظالم تھیں) یعنی ان میں رہنے والے ظالم و کافر تھے (ہم نے انہیں پیس دیا) اور تباہ و برباد کر ڈالا (اور) ایسا نہیں ہوا کہ ان کو برباد کرنے سے ہماری زمین اجڑ گئی ہو بلکہ (ہم نے ان کے بعد اور لوگ پیدا کر دیئے) وہ گئے تو دوسروں کو ان کی جگہ بسا دیا۔ اور ان لوگوں کی آخری وقت کی یہ حالت تھی کہ (جب انہوں نے ہمارے عذاب کی آہٹ محسوس کی تو) بستیوں سے جان بچا کر (بھاگنے لگے)۔ اس وقت تکوینی طور پر اور استہزاء کے طور پر ان سے کہا گیا کہ (مت بھاگو) ٹھہرو (اور) اپنی ان بستیوں کی طرف اور اپنے گھروں کی طرف واپس چلو جن میں تم عیش کا سامان دیئے گئے تھے شاید کہ تم پوچھے جاؤ) یعنی ہوسکتا ہے کہ وہاں کوئی تم سے پوچھے کہ آپ لوگ بڑے آدمی ہیں جن کی ہر موقع پر پوچھ ہوتی ہے پھر آپ ہم کمتر طبقے کو چھوڑ کر کہاں بھاگ گئے تھے اور ہم اس عذاب سے بچنے کے لیے کس سے مشورہ کرتے اور کس کی رائے پر عمل کرتے۔ جب منکرین نے عذاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تب اپنے جرموں کا اعتراف کیا اور کہا ہائے ہماری کم بختی! (بے شک ہم ظالم) و مجرم (ہیں۔ ان کی یہ پکار مسلسل رہی) لیکن اب توبہ کا وقت نہ رہا تھا اس لیے ان کی پکار قبول نہ ہوئی (یہاں تک کہ ہم نے ان کو کٹی ہوئی کھیتی کا ڈھیر کر دیا یا بجھی ہوئی آگ کی راکھ کا ڈھیر) کہ ان میں نہ تاب و توانائی تھی اور نہ حس و حرکت تھی۔

ربط: پچھلی آیتوں میں منکرین و مشرکین پر عذاب کی کچھ تفصیل بتا کر آگے تنبیہ کرتے ہیں کہ پچھلی قوموں کی طرح دنیا کی زندگی کو کھیل و تماشا سمجھ کر انجام سے غافل نہ ہو بلکہ خوب سمجھ لو کہ دنیا آخرت کے لیے پیدا کی گئی ہے۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ﴿١٦﴾ لَوْ اَرَدْنَآ

اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّآ ۖ اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿١٧﴾ بَلْ
نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ۚ وَ
لَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ ﴿١٨﴾

ترجمہ: اور نہیں پیدا کیا ہم نے آسمان کو اور زمین کو اور جو کچھ ان کے مابین ہے اس کو کھیلتے ہوئے اور اگر ہم چاہتے کہ بنالیں کھلونا تو بنا لیتے ہم اس کو اپنے پاس سے اگر ہم کو بنانا ہوتا۔ بلکہ ہم پھینک مارتے ہیں سچ کو جھوٹ پر پھر وہ (سچ) اس (جھوٹ) کا سر پھوڑ دیتا ہے پھر وہ (جھوٹ) جاتا رہتا ہے۔ اور تمہارے لیے خرابی ہوگی ان باتوں سے جو تم بناتے ہو۔

تفسیر: (اور ہم نے آسمان کو اور زمین کو اور جو کچھ ان کے مابین ہے اس کو کھیلتے ہوئے پیدا نہیں کیا) یعنی کھیل تماشے کے طور پر پیدا نہیں کیا کہ دنیا میں آئے، من مانی زندگی گزاری اور بس قصہ ختم ہو گیا نہ زندگی کا کوئی مقصد اور نہ ہی کوئی ذمہ داری۔ خوب اچھی طرح سمجھ لو کہ دنیا آخرت کے لیے پیدا کی گئی ہے اور دنیا میں کی گئی ہر نیکی و برائی کا بدلہ ملے گا اور ذرے ذرے کا حساب دینا ہوگا۔ مرنے سے قصہ ختم نہیں ہوتا بلکہ قصہ کا بڑا حصہ تو موت سے شروع ہوتا ہے۔ اور ایسے کھیل تماشے کے کام بالفرض ہماری شان کے لائق ہوتے اور (ہم ارادہ) بھی (کرتے کہ یونہی کوئی) مشغلہ اور (کھیل تماشا بنا) کر کھڑا کر (دیں تو اگر ہم کو کرنا ہوتا تو یہ چیز ہم خود) اپنی قدرت سے (کر گذرتے) تمہارے کچھ کہنے سننے کی ضرورت نہ ہوتی۔ لیکن دنیا محض کھیل تماشا نہیں ہے بلکہ مقابلے کا میدان ہے جہاں حق و باطل کا مسلسل ٹکراؤ ہے جس میں (ہم حق کو باطل پر پھینکتے ہیں) یعنی حق کو باطل پر حملہ آور ہونے کی جرأت و طاقت دیتے ہیں (تو وہ) حملہ کر کے (باطل کا سر پھوڑ دیتا ہے اور باطل جاتا رہتا ہے)۔ اسی سے تم اپنی مشرکانہ اور احمقانہ باتوں کا انجام سمجھ لو کہ حق جب پوری قوت سے تم سے ٹکرائے گا اس وقت تمہارے لیے بڑی خرابی ہوگی) شرک کی (ان باتوں سے جو تم) اپنی طرف سے (بناتے) اور گھڑتے (ہو)۔

ربط: پیچھے بتایا تھا کہ شرکیہ باتوں سے بڑا نقصان ہوتا ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ آگے بتاتے ہیں کہ شرک کے مقابلہ میں توحید ہے اور دین اسلام میں توحید بہت اہم چیز ہے اور اس پر کاربند رہنا بہت ضروری ہے۔

وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ
وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ۝١٩
يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ۝٢٠ اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً
مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ ۝٢١ لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ
اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝٢٢
لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ ۝٢٣ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ
دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ ۚ هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ
وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ الْحَقَّ
فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝٢٤ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ
اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ۝٢٥ وَقَالُوا اتَّخَذَ
الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ۝٢٦ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ
بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ۝٢٧ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ
وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ
خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ۝٢٨ وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْٓ اِلٰهٌ مِّنْ
دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ۝٢٩
اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا
رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ؕ
اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ ۝٣٠ وَجَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ

بِهِمْ وَجَعَلْنَا فِيهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ ﴿٣١﴾
وَجَعَلْنَا السَّمَاءَ سَقْفًا مَّحْفُوظًا ۖ وَهُمْ عَنْ آيَاتِهَا
مُعْرِضُونَ ﴿٣٢﴾ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ
وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ﴿٣٣﴾

ترجمہ: اور اسی کے ہیں جو کوئی ہیں آسمانوں میں اور زمین میں۔ اور جو اس کے پاس ہیں وہ نہ سرکشی کرتے ہیں اس کی عبادت سے اور نہ کاہلی کرتے ہیں۔ تسبیح کرتے ہیں رات اور دن تھکتے نہیں ہیں۔ کیا بنا لیے ہیں انہوں نے معبود زمین سے وہ (جو) زندہ کرتے ہیں۔ اگر ہوتے ان دونوں (آسمان و زمین) میں معبود علاوہ اللہ کے تو یہ دونوں خراب ہو جاتے۔ سو پاک ہے اللہ عرش کا مالک اس سے جو یہ بتاتے ہیں۔ نہیں وہ پوچھا جائے اس کے بارے میں جو وہ کرے اور یہ پوچھے جا سکتے ہیں۔ کیا بنا لیے انہوں نے علاوہ اللہ کے معبود۔ تو کہہ لاؤ اپنی دلیل۔ یہی بات ہے میرے ساتھ والوں کی اور یہی بات ہے مجھ سے پہلے والوں کی۔ پر ان کے اکثر افراد نہیں سمجھتے حق بات کو سو وہ اعراض کرتے ہیں۔ اور نہیں بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول مگر وحی کی اس کی طرف کہ نہیں ہے کوئی لائق بندگی سوا میرے سو صرف میری عبادت کرو۔ اور کہتے ہیں بنا لیا ہے رحمان نے بیٹا۔ پاک ہے وہ بلکہ (جن کو خدا کا بیٹا کہا وہ) بندے ہیں معزز۔ نہیں آگے بڑھ سکتے (وہ معزز بندے) رحمان سے بولنے میں اور وہ اس کے حکم پر کام کرتے ہیں۔ وہ جانتا ہے جو کچھ ان کے سامنے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے اور وہ سفارش نہیں کرتے مگر اس کی جس سے اللہ راضی ہو اور وہ اس کی ہیبت سے ڈرتے ہیں۔ اور جو کوئی ان میں سے کہے کہ میں ہوں معبود اللہ کے علاوہ سے سو اس کو ہم بدلہ (میں) دیں گے دوزخ۔ اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں ظالم لوگوں کو۔ کیا نہیں دیکھا ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا کہ سب آسمان اور زمین بند تھے پھر ہم نے کھول دیا ان دونوں (آسمان اور زمین) کو۔ اور بنائی ہم نے پانی سے ہر چیز زندہ۔ کیا پھر یہ یقین نہیں رکھتے۔ اور بنائے ہم نے زمین میں پہاڑ کہ کہیں جھک پڑے زمین ان (لوگوں) کو لے کر اور بنائے ہم نے زمین میں کشادہ راستے تا کہ وہ راہ پائیں۔ اور بنایا ہم نے آسمان کو محفوظ چھت اور یہ

لوگ اس آسمان کی نشانیوں سے اعراض کرتے ہیں۔ اور وہی ہے جس نے پیدا کیا رات کو اور دن کو اور سورج کو اور چاند کو۔ سب اپنے اپنے دائرے میں تیر رہے ہیں۔

تفسیر: توحیدِ خداوندی کے دلائل یہ ہیں:

1- (اور اسی) اللہ (کے ہیں جو کوئی ہیں آسمانوں میں اور زمین میں) یعنی انسان، جنات اور فرشتے سب اللہ تعالیٰ کی ملکیت اور مخلوق ہیں تو خالق و مالک کو چھوڑ کر اپنی جیسی مخلوق کی عبادت کرنا بڑا ظلم ہے جو کسی طرح بھی روا نہیں۔

2- (اور جو) فرشتے (اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں) اور اس کی بارگاہ کے مقرب ہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت سے ذرا سرکشی نہیں کرتے اور اپنے پروردگار کے لیے انتہائی عظمت کا یقین کر کے اس کے لیے انتہائی درجے کی عاجزی کرنے کو اپنی سعادت سمجھتے ہیں اور اس میں کچھ کاہلی و سستی نہیں کرتے۔ (وہ شب و روز اس کی تسبیح) اور یاد (میں لگے رہتے ہیں نہ تھکتے ہیں) اور نہ اکتاتے ہیں بلکہ تسبیح و ذکر ہی ان کی غذا ہے۔ جس طرح ہم ہر وقت سانس لیتے ہیں اور دوسرے کام بھی کرتے رہتے ہیں یہی کیفیت ان کی تسبیح و ذکر کی ہے۔ وہ کسی کام پر مامور ہوں، کسی خدمت میں لگے ہوں ایک منٹ بھی تسبیح و ذکر سے غافل نہیں ہوتے۔ جب مقربین بارگاہ فرشتے صرف اللہ تعالیٰ ہی کو اپنا خالق و مالک جان کر صرف اس کی عبادت کرتے ہیں تو انسانوں کے خالق و مالک بھی صرف اللہ ہیں ان کو بھی صرف اسی کی عبادت کرنی چاہیے۔

3- آسمان والے فرشتے تو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں تو (کیا) ان مقرب فرشتوں کے برخلاف (مشرکین نے زمین کی کچھ ہستیوں کو معبود بنا لیا ہے جو مشرکوں کو زندہ کر دیں گی) جب اللہ تعالیٰ ان کو اپنے عذاب سے ہلاک کر دیں۔ ظاہر ہے کہ کوئی مخلوق ایسا نہیں کر سکتی تو وہ عبادت کے لائق نہ ہوئی۔

4- (اگر ان دونوں میں) یعنی آسمان و زمین میں (اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور معبود ہوتے تو دونوں) کے نظام (خراب ہو جاتے)۔

ایک سے زیادہ خدا ہونے کے بطلان پر یہ نہایت پختہ اور واضح دلیل ہے جو قرآن نے اپنے انداز میں دی ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ عبادت کہتے ہیں کامل عاجزی اختیار کرنے کو اور کامل عاجزی صرف اسی ذات کے سامنے اختیار کی جا سکتی ہے جو اپنی ذات و صفات میں ہر طرح کامل ہو اور اپنی ذات و صفات کے وجود میں بھی کسی کا محتاج نہ ہو۔ ایسی ذات کو ہم اللہ یا خدا کہتے ہیں۔ ضروری ہے کہ خدا کی ذات ہر قسم کے عیوب اور نقائص سے پاک ہو۔ نہ وہ کسی حیثیت سے ناقص ہو نہ بیکار، نہ عاجز ہو نہ مغلوب، نہ کسی دوسرے سے دبے نہ کوئی اس کے کام میں روک ٹوک کر سکے۔

اب اگر فرض کیجئے آسمان و زمین میں دو خدا ہوں تو دونوں کی شان وہی ہو گی جو ابھی ذکر ہوئی۔ اس وقت دیکھنا یہ ہے کہ عالم کی تخلیق و تدبیر دونوں کے کلی اتفاق سے ہے یا کبھی آپس میں اختلاف ہو جاتا ہے۔

1- اتفاق کی صورت میں دو احتمال ہیں:

i- یا تو اکیلے ایک سے کام نہیں چل سکتا اس لیے دونوں نے مل کر انتظام کیا تو معلوم ہوا کہ دونوں میں سے ایک بھی کامل قدرت والا نہیں۔

ii- یا تنہا ایک خدا سارے عالم کی تخلیق و تدبیر کامل طور پر کر سکتا ہے تو دوسرا خدا بیکار ٹھہرا حالانکہ خدا کا وجود اسی لیے مانا ہے کہ اس کے مانے بغیر کوئی چارہ نہ ہو۔

2- اختلاف کی صورت فرض کریں تو:

i- یا تو مقابلہ میں ایک مغلوب ہو کر اپنے ارادہ اور تجویز کو چھوڑ دے گا۔ یہ خدا نہ رہا۔

ii- یا دونوں برابر کی طاقت سے ایک دوسرے کے خلاف اپنے ارادہ اور تجویز کو عمل میں لانا چاہیں گے۔ اول تو دو خداؤں کی اس رسہ کشی سے کوئی چیز موجود ہی نہ ہو سکے گی اور موجود چیز پر زور آزمائی ہونے لگی تو وہ اس کشمکش میں ٹوٹ پھوٹ جائے گی۔

یہاں سے یہ نتیجہ نکلا کہ اگر آسمان و زمین میں دو خدا ہوتے تو آسمان و زمین کا یہ نظام کبھی کا درہم برہم ہو جاتا ورنہ ایک خدا کا بیکار یا ناقص و عاجز ہونا لازم آتا اور چونکہ دونوں میں سے کوئی بھی بات نہیں ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور خدا کا وجود باطل ٹھہرا۔

(پس اللہ) جو (عرش کا) اکیلا (مالک) ہے (پاک ہے) ان شرکیہ باتوں سے جو مشرکین بیان کرتے ہیں۔

5- خدا تو اس ہستی کا نام ہے جو قادر مطلق (Almighty) (اور) مختار کل ہے۔ اس کی قدرت و ارادے کو تو کوئی کیا روک سکے (اس سے پوچھ گچھ نہیں کی جا سکتی) کہ آپ نے فلاں کام ایسے کیوں کیا۔ ہاں (لوگوں کی باز پرس کی جا سکتی ہے) کیونکہ یہ اللہ کے مملوک و مخلوق ہیں خالق و مالک ان سے ان کے اعمال و عقائد پر باز پرس کر سکتا ہے۔ ایسے زور والی اور ایسی عظمت والی ذات کے علاوہ اور کون معبود ہو سکتا ہے۔

6- شرک کے اثبات پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ اس لیے ان سے دلیل کا مطالبہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں (کیا مشرکوں نے اللہ کے علاوہ معبود بنا لیے ہیں۔ آپ) ان سے (کہیے کہ تم شرک کے اثبات پر اپنی) کوئی عقلی یا نقلی (دلیل لاؤ)۔ ظاہر ہے ایسی کوئی دلیل ہے ہی نہیں تو کہاں سے لائیں گے۔

7- آپ یہ بھی کہہ دیجئے کہ توحید کے حق ہونے کی اور شرک کے باطل ہونے کی (یہ بات ان لوگوں کی بھی ہے جو میرے ساتھ ہیں) یعنی میری امت کی بات بھی یہی ہے اور (ان لوگوں کی بھی ہے جو مجھ سے پہلے ہوئے) یعنی پہلی امتوں کی بھی ہے۔ غرض یہ ایک اجماعی عقیدہ ہے جس سے مشرکین دور ہیں بلکہ ان میں سے اکثر تو ایسے جاہل ہیں کہ ان کو معلوم ہی نہیں کہ حق کیا ہے؟ سو یہ حق سے اعراض کرتے ہیں۔

8- ایک اور دلیل یہ ہے کہ (جتنے بھی رسول ہم نے بھیجے ان کو ہم نے یہ وحی کی کہ میرے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں سو صرف میری عبادت کرو) غرض تمام انبیاء اور رسولوں کا عقیدہ توحید پر اجماع رہا ہے۔

9- کچھ لوگوں نے یہ (دعویٰ کیا کہ رحمٰن نے اولاد اختیار کی ہے) مثلاً عرب کے بعض قبائل فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے، عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا قرار دیتے ہیں اور یہود کا ایک فرقہ حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتا تھا۔ ان سب دعوؤں کے جواب میں فرمایا (اللہ پاک ہیں) اور ان کی اولاد ہونا ان کی شان عالی کے خلاف ہے کیونکہ اولاد آدمی کی ضرورت کی چیز ہے۔ جوں جوں آدمی بوڑھا ہوتا جاتا ہے ویسے ہی اس کو سہارے کی ضرورت بڑھتی جاتی ہے یہاں تک کہ جب کسب معاش کے قابل نہیں رہتا تو اولاد کے ذمہ ہے کہ وہ والدین کے لیے روٹی کپڑا مہیا کرے۔

i- لہٰذا جن برگزیدہ ہستیوں کو وہ خدا کی اولاد بتلاتے ہیں وہ خدا کی اولاد نہیں (بلکہ) وہ اللہ تعالیٰ کے (معزز بندے ہیں) اور معزز و مقرب ہونے کے باوجود ان کے ادب و اطاعت کا یہ حال ہے کہ جب تک اللہ کی مرضی اور اجازت نہ پائیں (اس کے سامنے خود سے آگے بڑھ کر بات نہیں کرتے اور اللہ کے حکم پر عمل کرتے ہیں) اس کے حکم کے بغیر کچھ نہیں کرتے۔

ii- اللہ تعالیٰ (جانتے ہیں جو کچھ ان حضرات کے سامنے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے) مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی تمام ظاہری و باطنی حالتوں کو جانتے ہیں تو اگر ان لوگوں نے جن کو مشرکین نے اپنا معبود سمجھ لیا ہے اپنی عبادت سے متعلق کوئی بات کہی ہوتی تو وہ اللہ کے علم میں ہوتی اور جب اللہ کے علم میں ایسی کوئی بات نہیں تو معلوم ہوا کہ یہ سب کچھ ان حضرات کے بارے میں افتراء ہے۔

iii- ان حضرات کی حالت تو یہ ہے کہ اللہ کی مرضی کے بغیر کوئی کام نہیں کرتے اس لیے (وہ) گناہگاروں کی (سفارش بھی کرتے ہیں تو صرف ان کے واسطے جن) کی سفارش (کے لیے اللہ راضی ہوں)۔

iv- (اور وہ اللہ کی ہیبت سے ڈرتے ہیں) تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ انسانوں سے یہ کہنے کی جرأت کر سکیں کہ تم ہماری بھی عبادت کرو۔ (اور اگر) بالفرض ان میں سے کوئی یہ کہے کہ اللہ کے علاوہ میں بھی

لائق عبادت ہوں تو ہم اس کو بھی جہنم کی سزا دیں گے) کیونکہ اس بات سے اس نے ظلم کیا اور اپنی حد سے تجاوز کیا (اور ظالموں کو ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں)۔

10- جو کچھ تمہیں نظر آتا ہے یہ سب ہماری اکیلے کی کاریگری ہے۔ ہماری کاریگری کو دیکھو اور غور کرو کہ کیا ہمارے علاوہ کسی اور کی ایسی کاریگری نظر آتی ہے:

i- تو (کیا) ان (کافروں نے) ہماری اس عظیم الشان کاریگری کو نہیں دیکھا کہ آسمان اور زمین) ایک وقت تھا کہ معدوم تھے موجود نہ تھے پھر ہم نے ان کو پیدا کیا۔ اس وقت یہ ایک دوسرے کے ساتھ (ملے ہوئے تھے۔ پھر ہم نے) اپنی قدرت سے (دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کیا) اور دونوں کے درمیان فضا قائم کی اور اس فضا میں بادل پیدا کیے لیکن بادلوں کے اور زمین کے منہ ابھی تک بند تھے نہ بادلوں سے بارش ہوتی تھی اور نہ زمین سے کوئی روئیدگی پھوٹتی تھی۔ آخر ہم نے انسانوں کے فائدے کے لیے دونوں کے منہ کھول دیے۔ اوپر سے پانی کا دہانہ کھلا اور نیچے سے زمین کے مسام کھل گئے۔ اسی زمین میں سے ہم نے نہریں اور کانیں اور طرح طرح کے نباتات نکالے۔ (اور ہم نے) اسی (پانی سے) بلاواسطہ بھی اور بالواسطہ بھی (ہر جاندار کو بنایا) یعنی اس کے مادے میں پانی کا عنصر شامل کیا۔ (تو کیا) ہماری قدرت کی ایسی کھلی کھلی نشانیوں کو اور ایسے مضبوط انتظامات کو دیکھ کر بھی (یہ) مشرکین (ایمان نہ لائیں گے) اور شرک پر ہی جمے رہیں گے۔

ii- (اور) ہماری دوسری کاریگری یہ ہے کہ (ہم نے زمین پر) بڑے بوجھل (پہاڑ بنا دیے تا کہ ایسا نہ ہو کہ زمین لوگوں کے ساتھ کسی طرف کو جھک جائے۔ اور ہم نے پہاڑوں کے درمیان زمین میں کشادہ راستے بنائے تا کہ لوگ راہ پائیں۔ اگر پہاڑ بے ڈھب طریقے سے کھڑے ہوتے تو راستے نہ بن سکتے۔

iii- (اور) ہماری تیسری کاریگری یہ ہے کہ (ہم نے آسمان کو محفوظ چھت بنایا) کہ نہ گرے نہ ٹوٹ پھوٹ ہو نہ بدلی جائے۔ آسمان کو چھت اس لیے کہا کہ دیکھنے میں چھت کی طرح معلوم ہوتا ہے۔ (اور) چونکہ (مشرکین) اپنے شرک پر جمے ہوئے ہیں اس لیے جس طرح توحید کی دیگر نشانیوں سے روگردانی کرتے ہیں اسی طرح (آسمان کی نشانیوں سے) جو توحید پر دلالت کرتی ہیں (اعراض کرتے ہیں)۔

iv- اور وہی ہے جس کی چوتھی کاریگری یہ ہے کہ (اس نے رات اور دن کو اور سورج اور چاند کو پیدا کیا)۔ یہ توحید کی واضح دلیل ہے۔ ساتھ یہ بھی ایک دلیل ہے کہ سورج اور چاند سمیت (ہر سیارہ) اللہ کے حکم سے (اپنے مدار میں گھوم رہا ہے)۔ چونکہ قرآن سائنس پڑھانے کی کتاب نہیں ہے اس لیے وہ ظاہری مسلمات کو لے کر بات کرتا ہے تا کہ سب طرح کے لوگ بات کو سمجھ کر قرآن پر ایمان

لائیں۔اسی وجہ سے قرآن نے سائنس کی اس بات کو ذکر نہیں کیا کہ زمین سورج کے گرد گھومتی ہے۔

ربط: مشرکین رسول اللہ ﷺ کی یہ ساری وعظ ونصیحت اور مدلل کلام سنتے تو زچ ہو کر کہتے تھے کہ یہ سب شور اور غلغلہ ان کی زندگی تک ہے۔ جب ان کی وفات ہو گی تو یہ سب باتیں ختم ہو جائیں گی اور کچھ نہ رہے گا۔آگے اس کا جواب دیتے ہیں۔

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ۖ أَفَإِيْن مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ﴿٣٤﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۗ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ۖ وَإِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿٣٥﴾

ترجمہ: اور نہیں کی ہم نے کسی بشر کے لیے تجھ سے پہلے ہمیشگی۔ پھر کیا اگر تو مر گیا تو یہ ہمیشہ رہیں گے۔ ہر شخص چکھنے والا ہے موت کو اور ہم امتحان لیتے ہیں تمہارا برائی سے اور بھلائی سے آزمانے کو اور ہماری طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

تفسیر: کافروں کا یہ کہنا کہ آپ ﷺ کی وفات ہوتے ہی یہ سب باتیں ختم ہو جائیں گی۔اس سے اگر ان کی غرض یہ ہے کہ موت کا آنا نبوت کے منافی ہے تو اس کا جواب یہ ہے (اور ہم نے آپ سے پہلے کسی) بھی (بشر کے لیے دائمی حیات نہیں بنائی) یعنی انبیاء میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جس پر موت طاری نہ ہوئی اور وہ ہمیشہ زندہ رہا ہو۔ اور اگر آپ (ﷺ کی موت کے تصور سے ان کے دل کو ٹھنڈک پہنچتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ (اگر آپ مر گئے تو کیا یہ ہمیشہ زندہ رہیں گے) یعنی آپ ﷺ کی موت کے تصور سے خوشی کس بات کی ہے؟ جب تم کو بھی آگے پیچھے مرنا ہے اور ہر شخص کو موت چکھنی ہے تو رسول کی وفات پر خوش ہونے کا کیا موقع ہے اور موت سے پہلے جو زندگی ہے وہ آزمائش کی مدت ہے (اور ہم برائی) مثلاً مرض اور فقر کی حالت (اور بھلائی) مثلاً صحت وغنا کی حالت دونوں ہی (کے ذریعے تم کو آزمانے کے لیے جانچتے ہیں اور) اس زندگی کے بعد (تم ہماری ہی طرف لوٹائے جاؤ گے) پھر ہم تمہارے نیک و بدعمل کا بدلہ دیں گے۔

ربط: پیچھے بتایا کہ دنیا تو امتحان وآزمائش کی جگہ ہے اور آخرت میں بدلہ ملے گا۔اب بتاتے ہیں کہ مشرکین اس حقیقت کو سنجیدگی سے نہیں لے رہے اور انجام سے بالکل غافل ہو کر رسول اللہ ﷺ کی ہنسی اڑاتے ہیں۔

وَاِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا
هُزُوًا ۭ اَهٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ ۚ وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ
هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿٣٦﴾

ترجمہ: اور جب دیکھتے ہیں تجھ کو کافر تو نہیں بناتے تجھ کو مگر مذاق (اور کہتے ہیں) کیا یہی ہے جو ذکر کرتا ہے تمہارے معبودوں کا اور وہ (خود) رحمٰن کے نام سے منکر ہیں۔

تفسیر: کافر آخرت کو بالکل نظر انداز کیے ہوئے ہیں سنجیدگی سے سوچتے ہی نہیں کہ ان کو اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا (اور) اپنے برے اعمال کا انجام بھگتنا ہوگا۔ اس لیے (جب وہ آپ کو دیکھتے ہیں تو آپ کو) ٹھٹھا اور (مذاق بنا لیتے ہیں) اور آپ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تمسخر اور حقارت سے کہتے ہیں کہ (کیا یہی ہیں جو تمہارے معبودوں کا ذکر) برائی سے (کرتے ہیں)۔ ان کافروں کا رویہ قابل افسوس ہے کیونکہ یہ جھوٹے معبودوں کی برائی سن کر برا مانتے ہیں جب کہ معبود حقیقی کے ذکر سے (اور) اس کے اسمائے حسنیٰ میں سے ایک نام (رحمٰن کو ذکر کرنے سے انکار کرتے ہیں۔)

ربط: کافروں کے تمسخر پر بعض مسلمان چاہتے تھے کہ ان پر فوراً عذاب آ جائے تو اچھا ہو اور خود کفار بھی تمسخر کے طور پر دو باتیں کہتے تھے۔ ایک تو وہ جلدی مچایا کرتے تھے کہ اگر واقعی ہم تمہارے نزدیک عذاب کے مستحق ہیں تو وہ عذاب فوراً نازل کیا جائے۔ دوسرے وہ یہ کہتے تھے کہ اگر قیامت آنی ہے تو بتاؤ کب آئے گی؟ یہاں کافروں کی پہلی بات کا جواب ذکر ہے:

خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ۭ سَاُورِيْكُمْ اٰيٰتِيْ
فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿٣٧﴾

ترجمہ: بنایا گیا ہے انسان جلد بازی سے۔ عنقریب میں دکھاؤں گا تم کو اپنی نشانیاں تو تم جلد بازی نہ کرو۔

تفسیر: کافر تو ویسے ہی تبلیغ سے تنگ آ کر کہتے تھے کہ عذاب لے آؤ اور جلدی لے آؤ۔ مسلمانوں میں سے بھی کچھ لوگ یہ خیال کرتے کہ اچھا ہے کافروں پر جلد عذاب آ جائے تو دونوں کو صبر کرنے کو کہا کہ (انسان) کے مادے ہی میں جلد بازی شامل ہے اور وہ (جلد بازی ہی سے بنایا گیا ہے) لیکن اے مسلمانو تم جلدی نہ کرو۔ (جلد ہی میں تمہیں) اپنے قہر و انتقام کی (نشانیاں دکھاؤں گا لہٰذا تم مجھ

سے جلدی کا مطالبہ نہ کرو۔)

ربط: آگے مشرکین کی دوسری بات کا جواب ہے

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٣٨﴾

ترجمہ: اور کافر کہتے ہیں کب ہوگا یہ وعدہ اگر ہو تم سچے۔

تفسیر: (اور کافر) مسلمانوں سے (کہتے ہیں کہ اگر تم) اپنی اس بات میں (سچے ہو) کہ قیامت آنے والی ہے اور اس دن تمام انسانوں کے اعمال کا حساب ہوگا، اور ان کو ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا تو بتاؤ کہ وہ کب واقع ہوگی (اور یہ وعدہ کب پورا ہوگا)۔ اس سے ان کی غرض یہ تھی کہ اگر قیامت کو واقع ہونا ہی ہے تو قیامت اور جہنم کو ابھی کیوں نہیں بلا لیتے۔

ربط: آگے بتاتے ہیں کہ ان کی یہ باتیں بے فکری کی ہیں اور بے فکری اس وجہ سے ہے کہ ان کے دماغوں نے قیامت اور جہنم کی حقیقت کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی۔

لَوْ يَعْلَمُ الَّذِينَ كَفَرُوا حِينَ لَا يَكُفُّونَ عَن
وُجُوهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَن ظُهُورِهِمْ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ﴿٣٩﴾
بَلْ تَأْتِيهِم بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ رَدَّهَا وَ
لَا هُمْ يُنظَرُونَ ﴿٤٠﴾

ترجمہ: کاش کہ جان لیں کافر اس وقت کو کہ وہ نہ روک سکیں گے اپنے چہروں سے آگ کو اور نہ اپنی پیٹھوں سے اور نہ وہ مدد دیے جائیں گے بلکہ وہ (آگ) آئے گی ان پر اچانک اور مبہوت کر دے گی ان کو۔ تو یہ طاقت نہ رکھیں گے اس کو ہٹانے کی اور نہ وہ مہلت دیے جائیں گے۔

تفسیر: (یہ کافر) جو بے فکری میں قیامت اور جہنم کی جلدی مچا رہے ہیں (کاش کہ یہ) ان کی حقیقت (جان لیں) اور اس ہولناک گھڑی کو ٹھیک ٹھیک سمجھ لیں تو کبھی ایسا مطالبہ نہ کریں۔ (جب) وہ وقت سامنے آئے گا اور جہنم کی آگ ان کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہوگی اور یہ چاہیں گے کہ اپنے سے آگ کو ہٹائیں تو (وہ نہ اپنے چہروں سے آگ کو روک سکیں گے اور نہ ہی اپنی پیٹھوں سے اور نہ ہی ان کی مدد کی جائے گی) ان کو اس گھڑی سے بے فکر نہ ہونا چاہئے کہ آخرت کس نے دیکھی ہے یہ

صرف کہنے کی باتیں ہیں۔نہیں (بلکہ وہ گھڑی ان پر) ضرور اور (اچانک آئے گی اور ان کو مبہوت کر دے گی) یعنی ان کے ہوش اڑا دے گی (اور ان کو اس) گھڑی (کے ٹالنے کی طاقت نہ ہوگی اور نہ وہ مہلت دیے جائیں گے۔)

ربط: اوپر ذکر ہوا کہ کافروں کی مذکورہ بالا دو ڈھٹائیاں اس وجہ سے تھیں کہ یہ بے فکری میں مبتلا ہیں آخرت کی کچھ فکر نہیں ہے۔ اور آخرت سے بے فکری کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کا مذاق بھی بناتے ہیں۔آگے مذاق بنانے کا جواب دیتے ہیں۔

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ
فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۱﴾

ترجمہ: اور مذاق بنایا گیا رسولوں کا تجھ سے پہلے پھر الٹ پڑی ان لوگوں پر جو تمسخر کرتے تھے ان (رسولوں) سے وہ چیز (یعنی وہ عذاب) جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔

تفسیر: اے رسول ﷺ یہ لوگ اگر آپ کو مذاق بناتے ہیں تو اس سے دل گرفتہ نہ ہوں کیونکہ یہ آپ کے ساتھ کوئی نئی بات نہیں ہے (آپ سے پہلے بھی رسولوں کا مذاق بنایا گیا) اور ان کے ساتھ استہزاء و تمسخر کیا گیا) اور ان سے بھی کہا گیا کہ عذاب جلد لے آؤ (تو جن لوگوں نے ان) رسولوں (سے تمسخر کیا ان پر وہ) عذاب (الٹ پڑا جس کا وہ ٹھٹھا کرتے تھے)۔

ربط: اوپر ذکر ہوا کہ کافر دنیا کے عذاب اور قیامت کے آنے کی جلدی مچا رہے ہیں۔ انہوں نے اس کو مذاق سمجھ لیا ہے۔ ان کو تو چاہئے کہ اس پر غور کریں کہ وہ کون ہے جو ان کے کفر و شرک اور دیگر بداعمالیوں کے باوجود دن ہو یا رات ان کی حفاظت کرتا ہے اور ان سے اپنے عذاب کو روکے ہوئے ہے۔ یہ کام اللہ کرتے ہیں جو رحمان بھی ہیں یعنی بہت زیادہ رحمت والے ہیں اور اسی رحمت کی وجہ سے فوری اور یکبارگی عذاب کو ٹالے ہوئے ہیں۔ اگر یہ خیال کرتے ہو کہ تمہارے جھوٹے معبود تم سے عذاب کو روکے ہوئے ہیں تو اس خیال سے نکل آؤ کیونکہ تمہارے جھوٹے معبود وہ خود کو نہیں بچا سکتے تو تم کو کیا بچائیں گے۔ غرض سب کچھ ہمارے ہاتھ میں ہے اور ہماری طرف سے دنیوی عذاب کا سلسلہ شروع ہو چکا ہے کہ ملک عرب میں اسلام پھیلنے لگا ہے اور کفر گھٹنے لگا ہے۔ آگے اسی مضمون کو بیان کرتے ہیں۔

قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ ؕ بَلْ هُمْ

عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۴۲﴾ اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ
دُوْنِنَا ؕ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِّنَّا
يُصْحَبُوْنَ ﴿۴۳﴾ بَلْ مَتَّعْنَا هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى طَالَ عَلَيْهِمُ
الْعُمُرُ ؕ اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ
اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۴۴﴾

ترجمہ: تو کہہ کون نگہبانی کرتا ہے تمہاری رات میں اور دن میں رحمان سے (کوئی نہیں)، بلکہ یہ اپنے رب کے ذکر سے اعراض کرتے ہیں۔ کیا ان کے کوئی معبود ہیں جو بچاتے ہیں ان کو ہمارے علاوہ۔ وہ طاقت نہیں رکھتے کہ مدد کریں اپنی جانوں کی اور نہ وہ ہماری طرف سے رفاقت دیے جائیں گے۔ بلکہ ہم نے عیش دیا ان کو اور ان کے باپ دادوں کو یہاں تک کہ طویل ہوگئی ان پر زندگی۔ کیا یہ نہیں دیکھتے کہ ہم چلے آتے ہیں زمین کو، گھٹاتے ہیں ہم اس (زمین) کو اس کے کناروں سے۔ کیا یہ غالب ہونے والے ہیں۔

تفسیر: (آپ) کافروں سے (کہئے) کہ یہ تم نے عذاب اور قیامت کے لانے کی کیا جلدی مچا رکھی ہے۔ تم نے تو عذاب و قیامت کو مذاق سمجھ رکھا ہے حالانکہ تمہیں غور کرنا چاہئے کہ دنیا میں بہت سے لوگوں کو ان کے ظلم وستم اور کفر وشرک کی سزا کچھ نہیں ملتی یا ادھوری ملتی ہے جب کہ انسانی فطرت یہ تقاضا کرتی ہے کہ انصاف ہونا چاہیے اور اللہ کے اور اس کے بندوں کے مجرم اپنے ظلم کی بھرپور سزا پائیں لیکن تمہارے کفر وشرک اور دیگر بداعمالیوں کے باوجود (وہ کون ہے جو رحمٰن) کے غصہ اور عذاب (سے رات میں اور دن میں تمہاری نگہبانی کرتا ہے) اور تم سے عذاب کو ٹالے ہوئے ہے۔ یہ کام خود اللہ تعالیٰ کرتے ہیں جو رحمٰن ہیں بڑی رحمت والے ہیں اور ان کی رحمت تقاضا کرتی ہے کہ عذاب فوری نازل نہ ہو ورنہ بادشاہ مطلق ہونے کے اعتبار سے وہ تمہاری عدم اطاعت پر فوری گرفت کر سکتے ہیں۔ رحمٰن کی اس حفاظت کا ان کو کچھ احساس نہیں ہے (بلکہ) عیش اور نعمتوں والی پر امن زندگی نے ان کو (اپنے پروردگار کی) یاد سے غافل کر رکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی (نصیحت) کی جاتی ہے تو اس (سے منہ پھیر لیتے ہیں) کہ یہ کیا باتیں شروع کر دیں۔

جب انسانی فطرت خود تقاضا کرتی ہے کہ ظلم و ناانصافی پر بھرپور سزا ملے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ کافر آخر اس حقیقت سے کیونکر لاپرواہی کرتے ہیں؟ اس کے سبب کی تلاش میں (کیا) یہ کہا جائے کہ

اللہ کے علاوہ (ان کے کچھ معبود ہیں) اور ان کا عقیدہ ہے کہ (وہ) معبود ان کو ہم سے) اور ہماری پکڑ سے (بچاتے ہیں) اور دنیا و آخرت میں موقع آنے پر وہ ان کو ہمارے عذاب وغضب سے بچالیں گے۔ اگر سبب یہ ہے اور واقعتاً یہی ہے تو ان کو غور کرنا چاہیے کہ ان کے معبود جو پتھر کے بت ہیں وہ ان کافروں کی حفاظت کرنا تو درکنار (وہ خود اپنی مدد نہیں کر سکتے) اگر کوئی ان کو توڑنے پھوڑنے لگے تو اپنا دفاع نہیں کر سکتے اور اگر کوئی ان کے آگے رکھی چیز اٹھا کر لے جائے تو اس کو روک نہیں سکتے۔ غرض ان میں کچھ بھی قوت نہیں ہے۔ (اور ایسا بھی نہیں ہے کہ) ہمارے اور ان بتوں کے درمیان کوئی معاہدہ ہو جس کی رو سے مشکل وقت میں (ان کو ہماری رفاقت نصیب ہو) اور ہم ان کو بچالیں۔

رحمٰن کی حفاظت اور بتوں کی عاجزی ایسی چیز نہیں جس کو یہ لوگ سمجھ نہ سکیں (بلکہ) اصل بات یہ ہے کہ (ہم نے ان کو اور ان کے باپ دادوں کو) عیش وعشرت کا سامان دیا یہاں تک کہ ان پر عمر طویل ہوگئی) یعنی عیش و بے فکری میں ان کی کئی نسلیں گزر گئیں اور ان کو ہماری طرف سے کوئی جھٹکا نہیں لگا اس وجہ سے یہ اس دھوکے میں مبتلا ہو گئے ہیں کہ اول تو اللہ تعالیٰ کی کوئی پکڑ نہیں ہے اور اگر بالفرض ہوئی تو ہمارے یہ معبود ہمیں بچالیں گے۔

اگر عقل کی یہ بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی (تو کیا وہ یہ بھی نہیں دیکھتے کہ ہم سرزمین عرب میں) اسلام کو لے کر (چلے آتے ہیں) اور اس کو رفتہ رفتہ پھیلا رہے ہیں اور کفر کی (زمین کو اس کے کناروں سے گھٹا رہے ہیں) اور کفر کی زمین رفتہ رفتہ کم ہو رہی ہے۔ (کیا) اپنی شکست ومغلوبیت کے ایسے کھلے آثار وقرائن کو دیکھنے کے باوجود یہ کافر پر امید ہیں کہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بالآخر وہی جیتیں گے اور (وہی غالب ہوں گے)۔

ربط: اوپر کے مضمون کو سن کر یہ خیال ہوسکتا تھا کہ شاید رسول کی طرف سے تبلیغ کے طریقے میں کچھ کمی رہ گئی ہے جو یہ کافر مان کر نہیں دیتے۔ اس خیال کو اس ضابطے سے دور کرتے ہیں کہ رسول کے ذمے جو کام ڈالا گیا ہے وہ اس کو پورا پورا صحیح طریقے کے مطابق ادا کر رہے ہیں اور قصور رسول کا نہیں کافروں کا ہے اور قیامت کے دن اس کا حتمی فیصلہ کر دیا جائے گا۔

قُلْ إِنَّمَآ أُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ ۖ وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ
الدُّعَآءَ إِذَا مَا يُنْذَرُوْنَ ﴿٤٥﴾ وَلَئِنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ
عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ يٰوَيْلَنَآ إِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿٤٦﴾ وَنَضَعُ

الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا ؕ وَ
اِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَكَفٰى بِنَا
حٰسِبِيْنَ ﴿۴۷﴾

ترجمہ: تو کہہ دے محض میں ڈراتا ہوں تم کو وحی سے اور نہیں سنتے بہرے پکار کو جب وہ ڈرائے جاتے ہیں۔ اور اگر چھو جائے ان کو ایک بھاپ تیرے رب کے عذاب کی تو ضرور کہیں گے ہائے ہلاکت ہماری، بلاشبہ ہم ہی تھے ظالم۔ اور رکھیں گے ہم ترازو انصاف کے قیامت کے دن۔ پھر ظلم نہ کیا جائے گا کسی پر کچھ بھی اور اگر ہوگا (کسی کا کوئی عمل) برابر رائی کے دانہ کے تو ہم لے آئیں گے اس کو اور ہم کافی ہیں حساب کرنے والے۔

تفسیر: آپ خاطر جمع رکھئے، ہمارے نزدیک آپ اپنا کام پورا بھی کر رہے ہیں اور جیسے کرنا چاہیے اسی طرح کر رہے ہیں لہٰذا (آپ) کھل کر یہ بات (کہہ دیجئے کہ میں وحی کے) مضمون اور وحی کے (ذریعہ) بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق اللہ کی پکڑ سے (تمہیں ڈراتا ہوں) اور ایمان کی پکار بھی لگاتا ہوں لیکن تم اس کی طرف کان نہیں لگاتے گویا کہ بہرے ہو سنتے نہیں ہو کیونکہ (وہ بہرے ہوتے ہیں جو پکار کو نہیں سنتے جب ان کو ڈرایا جاتا ہے)۔ لہٰذا اس میں خود کافروں کا قصور ہے (اور) اس کا خمیازہ خود انہی کو بھگتنا پڑے گا۔ اس خمیازہ کی شدت یہ ہوگی کہ (اگر آپ کے رب کے) دنیوی واخروی (عذاب کی ایک بھاپ بھی ان کو چھو جائے تو) ان کے دل کے کان اور دل کی آنکھیں سب کچھ کھل جائیں گی اور اس وقت بدحواس ہو کر (ضرور) چلائیں گے اور (کہیں گے کہ ہائے ہماری ہلاکت) اور ہماری کم بختی (بلاشبہ ہم ہی ظالم تھے) جس کی وجہ سے ہم پر یہ آفت آئی ہے۔ (اور آخرت میں) ہم پورے پورے انصاف کا معاملہ کریں گے جس کی ایک صورت یہ ہوگی کہ (ہم مختلف نوع کے اعمال کو تولنے کے لیے مختلف قسم کی ترازوئیں لگائیں گے یا ترازو تو ایک ہوگی لیکن اس میں یہ خوبی ہوگی کہ ہر طرح کے عمل کو تول سکے گی اس لیے ترازو کی جمع کا لفظ لائے۔ اور انصاف کی دوسری صورت یہ ہوگی کہ کسی کا (کوئی) اچھا یا برا (عمل رائی کے دانے کے برابر بھی ہوگا ہم اس کو حاضر کریں گے وہ ادھر ادھر ضائع نہیں ہوگا (لہٰذا کسی جان پر کچھ ظلم نہ ہوگا اور) اس زبردست حساب کتاب کے لیے تنہا (ہم ہی حساب لینے کو کافی ہوں گے) کسی مددگار کی ضرورت نہ ہوگی۔

ربط: آگے بتاتے ہیں کہ اللہ کے عذاب سے ڈرانے کا سلسلہ پہلے سے چلا آتا ہے۔ آج جن باتوں سے

رسول اللہ ﷺ ڈراتے ہیں سابقہ انبیاء بھی انہی باتوں سے ڈراتے آئے ہیں۔ سابقہ انبیاء کی چند مثالیں دیتے ہیں:

پہلی مثال: حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کا ڈرانا

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَآءً
وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٤٨﴾ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَهُمْ
مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ ﴿٤٩﴾ وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ ؕ
اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿٥٠﴾

ترجمہ: اور دی تھی ہم نے موسیٰ اور ہارون کو فرقان اور روشنی اور نصیحت متقیوں کے لیے جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے بن دیکھے اور وہ قیامت سے ڈرنے والے ہیں اور یہ (قرآن) نصیحت ہے بابرکت اتارا ہے ہم نے اس کو۔ تو کیا تم اس کے منکر ہو۔

تفسیر: لوگوں کو اللہ کا حکم نہ ماننے پر عذاب الٰہی سے ڈرانے کے لیے (ہم نے موسیٰ اور ہارون کو) رسول بنا کر بھیجا اور ہم نے ڈرانے کے لیے ان کو تورات عطا کی جس کی تین خوبیاں یہ تھیں:

i- وہ فرقان ہے یعنی حق و باطل، ہدایت وضلالت اور حلال وحرام میں فرق کرنے والی تھی۔

ii- وہ ضیاء ہے یعنی جہالت وغفلت کے اندھیروں میں ہدایت کی روشنی پہنچانے والی تھی۔

iii- وہ ذکر ہے یعنی نصیحت تھی متقیوں کے لیے جو اپنے رب سے بن دیکھے ڈرتے ہیں اور اسی وجہ سے قیامت سے بھی ڈرنے والے ہیں جس کی صورت یہ ہے کہ ان کے دل کو ہر وقت کھٹکا لگا رہتا ہے کہ اس دن نہ جانے کیا ہوگا؟ سب سے بڑے بادشاہ کی عدالت میں حاضری ہے کہیں پکڑ نہ ہو جائے۔ ایسے ہی لوگوں کو اپنے انجام کی فکر ہوتی ہے اور اس کی خاطر وہ نصیحت کی باتوں کو سنتے ہیں اور ان پر عمل کرتے ہیں۔

تورات کے بعد اب تمہارے سامنے قرآن ہے جو بابرکت نصیحت ہے کہ بڑے مرتبے والی ہے، بہت نفع والی ہے اور کثیر خیر والی ہے۔ ایسی بابرکت کتاب کے کیا تم لوگ انکاری ہو۔

دوسری مثال: حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ڈرانا

وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ
مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ ﴿٥١﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا

هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ ﴿۵۲﴾ قَالُوْا
وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيْنَ ﴿۵۳﴾ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ
وَاٰبَآؤُكُمْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۵۴﴾ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ
مِنَ اللّٰعِبِيْنَ ﴿۵۵﴾ قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ ۖ وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَتَاللّٰهِ
لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿۵۷﴾ فَجَعَلَهُمْ
جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ ﴿۵۸﴾ قَالُوْا مَنْ
فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۹﴾ قَالُوْا سَمِعْنَا
فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓى
اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا
بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ﴿۶۲﴾ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ
اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ﴿۶۳﴾ فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ
الظّٰلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾ ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ ۚ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ
يَنْطِقُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ
شَيْـًٔا وَّلَا يَضُرُّكُمْ ﴿۶۶﴾ اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ
اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾ قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ
فٰعِلِيْنَ ﴿۶۸﴾ قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ﴿۶۹﴾ وَ
اَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ ﴿۷۰﴾ وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا

إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا لِلْعَالَمِينَ ﴿٧١﴾ وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ
وَيَعْقُوبَ نَافِلَةً ۖ وَكُلًّا جَعَلْنَا صَالِحِينَ ﴿٧٢﴾ وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً
يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَإِقَامَ الصَّلَاةِ
وَإِيتَاءَ الزَّكَاةِ ۖ وَكَانُوا لَنَا عَابِدِينَ ﴿٧٣﴾

ترجمہ: اور دی ہم نے ابراہیم کو اس کی ہدایت اس سے پہلے اور ہم تھے ان کو خوب جاننے والے۔ جب کہا اس نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے کیسی ہیں یہ مورتیاں جن پر تم جمے بیٹھے ہو۔ انہوں نے کہا پایا ہم نے اپنے باپ دادوں کو ان کی پوجا کرتے۔ کہا (ابراہیم نے) بے شک ہو تم اور تمہارے باپ دادے کھلی گمراہی میں۔ (قوم کے) لوگوں نے کہا کیا تو لایا ہے ہمارے پاس حق یا تو ہے کھیل کرنے والوں میں سے۔ کہا (ابراہیم نے) بلکہ تمہارا رب (وہی ہے) جو آسمانوں کا اور زمین کا رب ہے جس نے پیدا کیا ان (آسمانوں اور زمین کو) اور میں ہوں اس بات پر گواہوں میں سے۔ اور اللہ کی قسم میں ضرور علاج کروں گا تمہارے بتوں کا اس کے بعد کہ تم جا چکے ہو گے پیٹھ پھیر کر۔ تو کر دیا (ابراہیم نے) ان (بتوں) کو ٹکڑے ٹکڑے سوائے ان میں ایک بڑے (بت) کے تا کہ وہ لوگ اس کی طرف رجوع کریں۔ (واپس آ کر لوگوں نے بتوں کا یہ حال دیکھا تو) کہنے لگے کہ کس نے کیا یہ کام ہمارے معبودوں (یعنی بتوں) کے ساتھ؟ وہ تو کوئی (بڑا) ظالم ہے۔ (کچھ) لوگوں نے کہا سنا ہے ہم نے ایک جوان کو جو ذکر کرتا ہے ان بتوں کا (برائی کے ساتھ۔ کہا جاتا ہے اس کو ابراہیم (سرکردہ) لوگ بولے تو لے آؤ اس کو لوگوں کے سامنے تا کہ وہ سب بھی گواہ ہو جائیں۔ (ابراہیم کے لائے جانے پر سرکردہ لوگوں نے) کہا کیا تو نے ہی یہ کام کیا ہے ہمارے معبودوں کے ساتھ اے ابراہیم؟ (ابراہیم نے جواب میں) کہا (نہیں) بلکہ کیا ہے یہ کام ان کے اس بڑے نے تو تم پوچھ لو ان سے اگر یہ بولتے ہیں۔ یہ بات سن کر ان لوگوں نے سوچا اپنے دلوں میں اور کہا کہ بے شک تم ہی لوگ ظالم ہو کہ جوش میں آ کر بات بڑھا دی۔ پھر مجبور ہو کر سر جھکا کر اوندھے ہوئے اور کہا اے ابراہیم تو تو جانتا ہے کہ یہ (بت) بولتے نہیں ہیں (ابراہیم نے) کہا تو کیا تم پوجتے ہو اللہ کے علاوہ ایسے کو جو نہ تمہیں نفع دیتا ہے کچھ بھی اور نہ تمہیں نقصان دیتا ہے۔ افسوس ہے تم پر اور ان پر جن کو تم پوجتے ہو۔ کیا تم

عقل نہیں رکھتے۔

(وہ لوگ) بولے جلا دو اس کو اور مدد کرو اپنے معبودوں (خداؤں) کی اگر تم کچھ کرنے والے ہو۔ ہم نے کہا اے آگ ہو جا تو ٹھنڈک اور سلامتی ابراہیم پر۔ اور (لوگوں نے) ارادہ کیا ابراہیم کے ساتھ مکر کا تو بنا دیا ہم نے ان (لوگوں) کو بہت ہی نقصان والے۔ اور نجات دی ہم نے اس کو (یعنی ابراہیم کو) اور لوط کو ایسی زمین کی طرف برکت رکھی ہم نے جس میں جہاں والوں کے لیے اور عطا کیا ہم نے ابراہیم کو اسحاق اور یعقوب زائد۔ اور سب کو بنایا ہم نے نیک۔ اور بنایا ہم نے ان کو پیشوا (جو) رہنمائی کرتے تھے ہمارے حکم سے اور وحی کی ہم نے ان کی طرف نیکیوں کے کرنے کی اور نماز قائم کرنے کی اور زکوۃ ادا کرنے کی اور وہ تھے ہمارے عبادت گزار۔

تفسیر: حضرت محمد ﷺ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام سے بھی (پہلے ہم نے ابراہیم) علیہ السلام (کو) ان کی اعلیٰ قابلیت کے موافق (رشد) و ہدایت (عطا کی اور ہم ان) کی اعلیٰ قابلیت وصلاحیت (سے خوب باخبر تھے) کیونکہ کسی میں جو بھی قابلیت ہو وہ آخر ہماری ہی دی ہوئی ہے۔ پھر ہم نے ان کو نبوت و رسالت کا منصب عطا فرمایا تا کہ وہ اپنی قوم کو خدا کی نافرمانی پر ہونے والے عذاب سے ڈرائیں۔

(اور) اس وقت کا تصور کرو (جب انہوں نے) یعنی ابراہیم علیہ السلام نے (اپنے والد اور اپنی قوم کے لوگوں سے) جو کہ بت پرستی میں مبتلا تھے اس کے برے انجام سے ڈرانے کے لیے (کہا) کہ (یہ کیسی مورتیاں ہیں جن کی پوجا پاٹ پر تم جمے بیٹھے ہو؟) اس طرح سے بات کرنے سے ان کی غرض یہ تھی کہ یہ لوگ اپنی زبان سے بتوں کی حقیقت بیان کریں کہ آخر یہ پتھر کی مورتیاں خدا کیسے بن گئیں۔ (ان لوگوں نے) جواب میں (کہا) کہ ہمارے لیے یہ دلیل کافی ہے کہ (ہم نے اپنے باپ دادوں کو ان بتوں کی پوجا کرتے پایا) اور ہمارے بڑے بڑی عقل وسمجھ والے تھے۔ اگر بت پرستی جائز نہ ہوتی تو وہ ایسا نہ کرتے۔ کیا ہم ان کو بے عقل اور گمراہ مان لیں۔ اس پر حضرت (ابراہیم) علیہ السلام (نے کہا) کہ اس دلیل سے تمہاری حقانیت اور عقل مندی تو ثابت نہیں ہوتی البتہ یہ بات ثابت ہوتی ہے (کہ تم اور تمہارے باپ دادا) بھی تمہاری طرح (کھلی گمراہی میں تھے) کیونکہ تمہارے باپ دادوں کا گمراہی میں مبتلا ہونا ناممکن نہیں ہے۔ اپنے عقیدے کے خلاف اس سخت بات کو سن کر لوگوں میں اضطراب پیدا ہوا اور (انہوں نے پوچھا کہ کیا) واقعی تم اس سے ہٹ کر حق بات لائے ہو یا تم محض کھیل کرنے والوں میں سے ہو اور ہنسی کھیل کی باتیں کر رہے ہو۔) اس کے جواب میں ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ یہ ہنسی کھیل کی

بات نہیں بلکہ میں پوری سنجیدگی اور ذمہ داری سے کہتا ہوں کہ (تمہارا رب آسمانوں اور زمین کا رب ہے جن کو اس نے پیدا کیا ہے اور میں اس پر) پورے یقین کے ساتھ (گواہی دیتا ہوں)۔ اور قدرے آہستہ یہ بھی کہا کہ (اللہ کی قسم میں تمہارے بتوں کا ضرور کچھ علاج کروں گا اس کے بعد کہ تم پیٹھ پھیر کر) اپنی کسی تقریب میں شہر سے باہر (جا چکے ہو گے)۔ قدرے آہستہ کہنے سے یہ ہوا کہ کچھ لوگوں نے تو وہ بات سن لی لیکن بہت سوں نے نہیں سنی اور جنہوں نے سنی انہوں نے اس کی پرواہ نہیں کی کیونکہ ان کے وہم وگمان میں نہ تھا کہ یہ جوان پوری قوم سے ٹکر لے گا۔

جب وہ لوگ شہر سے باہر ایک میلے میں گئے تو اس وقت (ابراہیم) علیہ السلام (نے) بت خانے میں جا کر (ان سب بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور صرف ایک بت کو جو) جثہ میں (بڑا تھا) یا اس کی تعظیم زیادہ کی جاتی تھی (چھوڑ دیا تا کہ) جب وہ لوگ واپس آئیں اور یہ حال دیکھیں تو (اس بڑے بت کی طرف رجوع کریں) اور اس سے پوچھیں کہ کس نے ان کا یہ حال بنایا ہے۔ جب (لوگ) واپس آئے اور یہ حال دیکھا تو ایک دوسرے سے (پوچھنے لگے کہ ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ) گستاخانہ (فعل کس نے کیا ہے؟ بلاشبہ) جس نے یہ فعل کیا ہے (وہ بڑا ظالم) اور شریر (ہے)۔ وہ لوگ جنہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بتوں اور بت پرستی کے خلاف کچھ کہتے سنا تھا (انہوں نے کہا کہ ہم نے ایک جوان کو ان کی برائی کرتے سنا ہے اور اس کا نام ابراہیم لیا جاتا ہے)۔ سرداروں اور کاہنوں نے کہا کہ (اس کو) یعنی ابراہیم کو پکڑ کر (پورے مجمع کے سامنے لاؤ تا کہ سب دیکھیں کہ مجرم کون شخص ہے)۔ اس سے ان کے دلوں میں مجرم کے خلاف اشتعال پیدا ہو گا اور خود مجرم کا بیان سن کر جو بودا اور بے دلیل ہو گا مزید غضبناک ہوں گے اور مجرم کے لیے جو سزا بھی تجویز کی جائے گی اس کو حق سمجھیں گے۔ دوسری طرف حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی چاہتے تھے کہ ان کو برسرعام اور بڑے مجمع کے سامنے حق بات کہنے کا موقع ملے تا کہ قوم کے شرکیہ عقیدے پر سخت ضرب لگائیں جس سے ایک مرتبہ تو قوم ہل کر رہ جائے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پیش کیا گیا تو سرداروں اور کاہنوں نے (پوچھا کہ اے ابراہیم کیا تم ہی نے ہمارے معبودوں اور خداؤں کے ساتھ یہ حرکت کی ہے) حضرت (ابراہیم) علیہ السلام (نے) یہ دیکھ کر کہ یہ اس مشرک قوم کے باطل عقیدے پر کاری ضرب لگانے کا موقع ہے یہ (جواب دیا کہ بلکہ ان کے اس بڑے بت نے ایسا کیا ہے۔ اور اگر یہ بت بولتے ہیں تو تم خود انہی سے پوچھ لو)۔

سوال: یہاں ایک سوال اٹھتا ہے کہ بتوں کو تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خود توڑا تھا پھر انہوں نے یہ کیسے کہا کہ اس بڑے بت نے توڑا ہے۔ یہ تو غلط بیانی ہے جو اتنے بڑے رسول کے شایان شان نہیں ہے۔

جواب: اس سوال کا جواب یہ ہے کہ قرآن پاک میں ہے: وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (سورہ انفال: 17) یعنی جب ریت بھری مٹھی آپ نے پھینکی تو آپ نے نہیں پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی۔ جنگ خندق کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے ریت بھری مٹھی کافروں کے لشکر کی طرف پھینکی اور قرآن نے اِذْ رَمَيْتَ یعنی جب آپ نے پھینکی کہہ کر اس کا اثبات بھی کیا لیکن پھر مَا رَمَيْتَ یعنی آپ نے نہیں پھینکی کہہ کر آپ ﷺ سے پھینکنے کی نسبت کی نفی کی اور وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى یعنی اللہ نے پھینکی کہہ کر پھینکنے کی نسبت اللہ کی طرف کی۔ رسول اللہ ﷺ سے پھینکنے کی نفی اور اللہ تعالیٰ کی طرف پھینکنے کی نسبت کا اثبات تاثیر حقیقی کے اعتبار سے ہے کیونکہ اصل پھینکنے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ معبود حقیقی وہی ذات ہوسکتی ہے جو کامل قدرت والی ہو اور مؤثر حقیقی ہو جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا: اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا وَّلَا يَضُرُّكُمْ۔ (سورہ انبیاء: 66) یعنی کیا اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر تم ایسی چیز کی عبادت کرتے ہو جو تم کو نہ کچھ نفع پہنچا سکے اور نہ ہی نقصان پہنچا سکے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم چونکہ اپنے بتوں کو معبود حقیقی اور قادر مطلق سمجھتی تھی تو ان کے عقیدے کے اعتبار سے جواب دیا بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا اور پوری عبارت کو کھولیں تو یوں بنے گی کہ ہاں میں نے ان کو توڑا ہے لیکن جب تم ان کو معبود حقیقی اور مؤثر حقیقی اور قادر مطلق سمجھتے ہو تو ان کی قدرت اور تاثیر حقیقی کے اعتبار سے یہ کہنا صحیح ہوگا کہ بلکہ اس بڑے بت نے ان کو توڑا ہے۔ آگے سابقہ قصہ کی طرف پلٹتے ہیں:

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تاثیر حقیقی کے اعتبار سے یہ جواب دیا کہ یہ کام اس بڑے بت نے کیا ہے اور اگر یہ بت بولتے ہیں تو تم ان سے پوچھ لو۔ یہ بات سن کر بعض سرکردہ (لوگوں نے اپنے دل میں سوچا) کہ کیا بات بنائی جائے (پھر کہا کہ تم لوگ ہی ظلم) وخرابی (کرنے والے ہو) کہ تم نے جوش میں آ کر ابراہیم علیہ السلام کو پورے مجمع کے سامنے بلا کر بات کو بگاڑ دیا۔ (پھر) جب کوئی جواب سمجھ میں نہ آیا تو مجبور ہو کر (اپنے سروں کو جھکا لیا اور کہا کہ اے ابراہیم تم جانتے ہو کہ یہ بت بولتے نہیں ہیں) لہٰذا تم ہی بتاؤ کہ ہمارے بتوں کے ساتھ یہ حرکت واقعی تم نے کی ہے یا نہیں۔ حضرت (ابراہیم) علیہ السلام کو تو یہ بڑا سنہری موقع ملا تھا وہ کیوں چھوڑتے اس لیے انہوں (نے فرمایا کیا تم اللہ کو چھوڑ کر ایسے کی پوجا کرتے ہو جو نہ تمہیں کچھ نفع دے سکے اور نہ تمہیں نقصان پہنچا سکے افسوس ہے تم پر اور ان پر جن کی تم پوجا کرتے ہو اللہ کو چھوڑ کر۔ کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے) کہ جو نہ نفع دے سکے نہ نقصان وہ معبود اور خدا نہیں ہوسکتا۔ (اس) مزید فضیحت (پر وہ لوگ بھنا گئے اور (انہوں نے یہ شور مچا دیا کہ) بھئی

(اگر تم لوگ واقعی کچھ کرنا چاہتے ہو) اور اپنا نظام بچانا چاہتے ہو (تو ابراہیم کو) آگ میں ڈال کر (زندہ جلا دو اور اس طرح اپنے خداؤں کی مدد کرو)۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام عقل اور سمجھ والی بات کرتے رہے جس سے ان کی قوم کے سرکردہ لوگوں کو خطرہ ہوا کہ کہیں عوام ان کی بات سے متاثر نہ ہو جائیں اس لیے وہ جذبات کو مشتعل کرنے میں لگے رہے۔ یہ بھی نہ سوچا کہ وہ خدا کیا جو دوسروں کی مدد کا محتاج ہو۔ غرض سب خواص وعوام نے آگ کا انتظام کیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس میں ڈال دیا۔ ہم نے عین موقع پر آگ کو حکم دیا کہ اے آگ تو ابراہیم پر ٹھنڈک اور سلامتی بن جا۔ اس طرح سے قوم کے (لوگوں نے) حضرت ابراہیم علیہ السلام (کے ساتھ برائی کا ارادہ کیا) کہ آگ میں جل کر ختم ہو جائیں (لیکن ہم نے ان کو) ان کے ارادے میں (ناکام کر دیا)۔

(اور نجات دی ہم نے ابراہیم) علیہ السلام (کو اور لوط) علیہ السلام (کو) جو ابراہیم السلام کے بھتیجے تھے اور جو ایسی قوم کو ڈرانے کے لیے بھیجے گئے تھے۔ جو لواطت جیسی برائی میں مبتلا تھی۔ (نجات دی ہم نے ان دونوں کو سرزمین) شام کی (طرف جس میں ہم نے جہان والوں کے لیے) بہت سی ظاہری اور باطنی (برکتیں رکھیں) ایک اور نعمت جو ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو دی وہ یہ کہ انہوں نے بڑھاپے میں بیٹا مانگا تو ہم نے بیٹا یعنی اسحاق تو دیا اور مزید یعقوب نام کا پوتا بھی ان کی زندگی میں عطا کیا اور ان سب کو) یعنی ابراہیم، لوط، اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کو (ہم نے نیک بنایا) کیونکہ یہ سب نبی ہوئے اور نبی سے بڑھ کر نیکی کس میں ہو سکتی ہے۔ اور ایک (اور) فضیلت یہ دی کہ (ہم نے ان کو پیشوا بنایا جو) ایسے کامل تھے کہ (ہمارے حکم سے دوسروں کی رہنمائی کرتے تھے اور) اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کو علمی کمال اور عملی کمال دونوں ہی حاصل تھے، علمی کمال تو یہ تھا کہ (ہم نے ان کو اپنے پسندیدہ کاموں کی وحی کی تھی جن میں نیکیوں کے کرنے اور نماز کو قائم کرنے اور زکوۃ ادا کرنے کے احکام کا علم بھی شامل (تھا اور عملی کمال یہ تھا کہ (وہ ہمارے پورے پورے عبادت گزار اور فرمانبردار تھے)۔

تیسری مثال: حضرت لوط علیہ السلام کا ڈرانا

وَلُوْطًا اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا
وَّعِلْمًا وَّنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ ؕ
اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِيْنَ ﴿۷۴﴾ وَاَدْخَلْنٰهُ فِيْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهٗ
مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۷۵﴾

ترجمہ: اور (ذکر کرو) لوط کا جب دیا ہم نے اس کو حکم اور علم اور نجات دی ہم نے اس کو اس بستی سے جو کرتی تھی گندے کام۔ بلاشبہ اس بستی والے تھے برے، نافرمان۔ اور داخل کیا ہم نے اس (لوط) کو اپنی رحمت میں، بلاشبہ وہ تھا نیکوں میں سے۔

تفسیر: (اور لوط) علیہ السلام (کو ہم نے حکم) یعنی حکمت (اور علم) وفہم جو انبیاء کی شان کے لائق ہو (عطا کیا اور ان کو) نبی بنا کر سدوم اور اس سے ملحقہ علاقوں کے رہنے والوں کی طرف بھیجا تا کہ وہ ان کو لواطت جیسی بدفعلی اور دیگر برائیوں کے ارتکاب پر خدائی گرفت سے ڈرائیں۔ ان لوگوں نے حضرت لوط علیہ السلام کی بات نہ مانی تو بالآخر ان لوگوں پر ہمارا عذاب نازل ہوا اور وہ ہلاک کر دیئے گئے البتہ ہم نے لوط علیہ السلام کو بچا نکالا اس بستی سدوم سے جس کے لوگ گندے کام کرتے تھے۔) ان کو بچانے کی صورت یہ بنی کہ عذاب نازل ہونے سے کچھ ہی دیر پہلے ہم نے ان کو اس بستی سے نکل جانے کا حکم دیا۔ ان کے نکلنے کے بعد ہم نے عذاب نازل کیا کیونکہ وہ لوگ بلاشبہ میرے نافرمان تھے۔ ان کے برعکس (لوط علیہ السلام کو ہم نے) عذاب سے بچا کر (اپنی رحمت میں داخل کیا کیونکہ وہ بلاشبہ نیک لوگوں میں سے تھے)۔

چوتھی مثال: حضرت نوح علیہ السلام کا ساڑھے نوسو سال تک اپنی قوم کو ڈرانا

وَنُوْحًا اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ
فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿٧٦﴾ وَنَصَرْنٰهُ مِنَ
الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فَاَغْرَقْنٰهُمْ
اَجْمَعِيْنَ ﴿٧٧﴾

ترجمہ: اور نوح کو جب اس نے پکارا اس سے پہلے تو قبول کی ہم نے اس کے لیے (اس کی پکار اور دعا) پھر بچا لیا ہم نے اس کو اور اس کے گھر والوں کو بڑی گھبراہٹ سے۔ اور مدد کی ہم نے اس کی ان لوگوں پر جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو۔ بلاشبہ وہ تھے لوگ برے سو ہم نے غرق کیا ان سب کو۔

تفسیر: (اور یاد کرو نوح علیہ السلام کو) کہ وہ ساڑھے نوسو سال تک اپنی قوم کو سمجھاتے رہے۔ اتنی طویل مدت میں قوم کے لوگوں سے سخت تکلیفیں اٹھائیں، آخر دعا کی اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ (سورہ قمر)

(جب پکارا انہوں نے) اپنے رب کو ابراہیم علیہ السلام اور لوط علیہ السلام سے (پہلے) کیونکہ حضرت نوح علیہ السلام کا زمانہ ان دو کے زمانے سے بہت پہلے کا ہے اور دعا کی کہ اَنِّی مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ اے میرے رب میں مغلوب و عاجز ہو گیا ہوں تو آپ بدلہ لیجئے) اور رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ دَیَّارًا۔ اے رب مت چھوڑیئے زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا گھر۔ (تو ہم نے قبول کی ان کی دعا اور نجات دی ہم نے ان کو اور ان کے گھر والوں کو) پانی کے طوفان کی (بڑی تکلیف سے اور مدد کی ہم نے ان کی قوم کے لوگوں کے مقابلے میں جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو۔ بلاشبہ وہ لوگ برے تھے سو ہم نے ان سب کو) پانی کے طوفان میں (غرق کر دیا)۔

ربط: اوپر کچھ انبیاء کے اللہ کی پکڑ سے ڈراوے کو ذکر کیا۔ آگے کچھ ایسے انبیاء کا ذکر کرتے ہیں جن کو اللہ نے بادشاہی شوکت و دبدبہ بھی عطا فرمایا اور انہوں نے اس کو بھی ڈراوے کا ذریعہ بنایا۔

حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام

وَدَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ اِذْ یَحْکُمٰنِ فِی الْحَرْثِ اِذْ
نَفَشَتْ فِیْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَکُنَّا لِحُکْمِهِمْ شٰهِدِیْنَ ﴿۷۸﴾
فَفَهَّمْنٰهَا سُلَیْمٰنَ ۚ وَکُلًّا اٰتَیْنَا حُکْمًا وَّعِلْمًا ۫ وَّسَخَّرْنَا مَعَ
دَاوٗدَ الْجِبَالَ یُسَبِّحْنَ وَالطَّیْرَ ؕ وَکُنَّا فٰعِلِیْنَ ﴿۷۹﴾ وَعَلَّمْنٰهُ
صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّکُمْ لِتُحْصِنَکُمْ مِّنْۢ بَاْسِکُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ
شٰکِرُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَلِسُلَیْمٰنَ الرِّیْحَ عَاصِفَةً تَجْرِیْ بِاَمْرِهٖۤ اِلَی
الْاَرْضِ الَّتِیْ بٰرَکْنَا فِیْهَا ؕ وَکُنَّا بِکُلِّ شَیْءٍ عٰلِمِیْنَ ﴿۸۱﴾ وَ
مِنَ الشَّیٰطِیْنِ مَنْ یَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَیَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ
ذٰلِکَ ۚ وَکُنَّا لَهُمْ حٰفِظِیْنَ ﴿۸۲﴾

ترجمہ: اور (ذکر کرو) داؤد اور سلیمان کا جب وہ فیصلہ دینے لگے کھیتی (کے جھگڑے) میں جب جا پڑیں رات کے وقت کھیت میں ایک قوم کی بکریاں اور روند ڈالا

انہوں نے کھیتی کو اور ہم تھے ان کے فیصلے پر حاضر۔ سو سمجھایا ہم نے (بہتر) فیصلہ سلیمان کو اور سب کو (یعنی ان دونوں کو) دیا ہم نے علم وحکمت اور تابع کیا ہم نے داؤد کے ساتھ پہاڑوں کو کہ وہ تسبیح کیا کرتے تھے اور پرندوں کو (بھی تابع کیا) اور تھے ہم ہی کرنے والے۔ اور سکھائی ہم نے اس کو (یعنی داؤد کو) صنعت زرہ (بنانے) کی تم لوگوں کے لیے تا کہ یہ (زرہ) بچائے تم کو تمہاری زد سے تو کیا تم شکر گزار ہو۔ اور (مسخر کیا ہم نے) سلیمان کے لیے ہوا کو جب کہ وہ تند ہو۔ چلتی تھی اس کے حکم سے اس زمین کی طرف برکت رکھی ہم نے جس میں اور ہم ہیں ہر شے کو جاننے والے۔ اور مسخر کیا ہم نے کتنے ہی شیطانوں کو جو غوطے لگاتے تھے اس کے لیے اور کرتے تھے بہت سے کام اس کے علاوہ اور تھے ہم ان کی حفاظت کرنے والے۔

تفسیر: (اور ذکر کرو داؤد کا اور سلیمان کا جب وہ فیصلہ کرنے لگے ایک کھیتی کے جھگڑے میں جب جا پڑیں رات کے وقت ایک کھیت میں ایک قوم کی بکریاں اور انہوں نے کھیتی کو روند ڈالا۔ اور ہم ان کے فیصلہ کے وقت حاضر تھے۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے یہ دیکھ کر کہ کھیت والے کا جتنا نقصان ہوا اس کی مالیت بکریوں کی قیمت کے برابر ہے یہ فیصلہ دیا کہ سب بکریاں کھیت والے کو دی جائیں تا کہ اس کا نقصان پورا ہو۔

اگر چہ یہ فیصلہ درست تھا لیکن پھر ہم نے سلیمان علیہ السلام کو بہتر فیصلہ سمجھایا جو یہ تھا کہ فی الحال سب بکریاں کھیتی والے کو دی جائیں جو ان کا دودھ استعمال کرے اور بکریوں کے مالک کھیت پر کام کریں اور جب نئی کھیتی پچھلی کھیتی کی مقدار کو پہنچ جائے تو کھیتی والا بکریوں کے مالک سے اپنی کھیتی واپس لے لے اور بکریاں اس کو واپس کر دے۔

اس فیصلہ میں خوبی یہ تھی کہ اس میں کسی کا نقصان نہ تھا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے بھی بیٹے کے فیصلے کو قبول کیا۔ ان دونوں حضرات کے فیصلے درست تھے کیونکہ ان دونوں کو ہم نے حکمت وعلم عطا فرمایا تھا۔

حضرت داؤد علیہ السلام انتہائی خوش آواز تھے پھر اس میں پیغمبر کا سوز اور تاثیر بھی شامل تھی اس لیے ہم نے پہاڑوں کو اور پرندوں کو ان کے تابع کر دیا کہ جب وہ جوش میں آ کر آواز سے زبور پڑھتے یا آواز سے تسبیح وتحمید کرتے تو یہ بھی ان کے ساتھ آواز سے تسبیح کرتے تھے۔ اگر کسی کو تعجب ہو کہ پہاڑ جیسی بے جان چیز آواز کے ساتھ کیسے تسبیح کرتی ہوگی تو جان لو کہ ہمیں یعنی اللہ تعالیٰ کو ہر قسم کی قدرت اور ہر کام پر قدرت حاصل ہے خواہ وہ کام عام معمول کا ہو یا غیر معمول کا ہو اور پہاڑوں

کو یہ صلاحیت دینا کہ وہ قابل سماعت آواز کے ساتھ ذکر کریں اس میں تعجب اور انکار کی گنجائش نہیں کیونکہ یہ ہم ہی کرنے والے ہیں۔قرآن پاک میں ہے کہ قیامت کے دن انسانی اعضاء کو حکم ہوگا کہ وہ بولیں۔

(اور ہم نے داؤد) علیہ السلام (کو تمہارے فائدے کے لیے ایک لباس) یعنی زرہ (بنانا سکھایا) اور وہ بھی اس طرح کہ ہم نے ان کے ہاتھ میں لوہے کو موم کی طرح نرم کر دیا تھا کہ جب وہ زرہ بنانے کے ارادے سے لوہا ہاتھ میں لیتے تو وہ نرم ہو جاتا اور وہ اس کو موڑ توڑ کر آسانی سے زرہ بنا لیتے۔اور زرہ میں فائدہ یہ تھا کہ وہ تم کو جنگ میں دوسرے کی تلوار کی کاٹ سے بچائے تو کیا تم اس نعمت پر اور اس قسم کی دوسری نعمتوں پر ہمارے شکر گزار بنتے ہو۔

ایک موقع پر حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ دعا کی رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَهَبْ لِیْ مُلْكًا لَا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ یعنی اے میرے رب مجھے بخش دیجئے اور مجھے ایسی بادشاہی عطا فرما جو میرے بعد کسی اور کے مناسب نہ ہو۔ان کی وہ دعا قبول ہوئی اور خلاف معمول ان کے لیے دو مخلوق کو ان کا تابع فرمان بنایا۔ایک تیز ہوا کو اور دوسرے سرکش جنات کو۔اس لیے آگے ان دو کے بارے میں فرماتے ہیں۔

(i) (اور تابع کیا ہم نے سلیمان) علیہ السلام (کے لیے تند ہوا کو کہ وہ چلتی ہے ان کے حکم سے اس زمین کی طرف جس میں ہم نے برکت رکھی ہے)۔ ہوا کو مسخر کرنے کی صورت یہ تھی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک بڑا تخت بنوایا جس پر حکومت کے بڑے لوگ بیٹھ جاتے اور جس سامان کی ضرورت ہوتی تھی وہ بھی رکھ لیتے تھے۔ پھر ہوا زور سے آتی اور اس تخت کو زمین سے اٹھاتی، پھر اوپر جا کر نرم ہوا ان کی ضرورت کے مناسب چلتی جیسا کہ دوسری آیت میں ہے: فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّیْحَ تَجْرِیْ بِاَمْرِهٖ رُخَاءً حَیْثُ اَصَابَ یعنی پھر ہم نے ہوا کو سلیمان علیہ السلام کے تابع کر دیا کہ وہ چلتی تھی اس کے حکم سے نرم نرم جہاں وہ پہنچنا چاہتے۔

یمن سے شام کو اور شام سے یمن کو جو راستہ ایک مہینے میں کٹتا تھا ہوا وہ سفر صبح سے دوپہر تک میں پورا کرا دیتی تھی۔(اور ہم کو ہر چیز کا علم ہے) کہ کس چیز سے کیسا کیسا کام لیا جا سکتا ہے۔

(ii) (اور) تابع کیا ہم نے (کتنے ہی سرکش جنات کو جو حضرت (سلیمان) علیہ السلام (کے حکم سے) دریا اور سمندر میں (غوطہ لگاتے تھے) اور پانی کی تہہ میں سے موتی اور جواہرات نکال کر لاتے تھے (اور اس کے علاوہ بھی) حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم سے بہت سے بھاری بھرکم کام کرتے تھے مثلاً بھاری تعمیری (کام کرواتے تھے) اور بڑے بڑے حوضوں کے برابر دیگیں بنوا کر اٹھواتے تھے۔

(اور ہم ان کی) یعنی سلیمان علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کی ان جنات سے (حفاظت کرتے

تھے) ورنہ آدمی کی کیا مجال ہے کہ ایسی مخلوق کو اپنے تابع کر لے اور زنجیروں میں جکڑ کر رکھے۔

حضرت ایوب علیہ السلام

وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّيْ
مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿٨٣﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا
مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً
مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ ﴿٨٤﴾

ترجمہ: اور (تذکرہ کرو) ایوب کا جب اس نے پکارا اپنے رب کو کہ پہنچی ہے مجھ کو تکلیف اور تو رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ تو قبول کی ہم نے اس کے لیے (دعا) اور دور کر دی ہم نے جو تھی اس کو تکلیف اور عطا کئے ہم نے اس کو اس کے گھر والے اور ان کے برابر کے ان کے ساتھ رحمت کے طور پر اپنے پاس سے اور نصیحت کے طور پر عبادت گزاروں کے لیے۔

تفسیر: (اور) تذکرہ کرو (ایوب) علیہ السلام (کا کہ) اللہ تعالیٰ نے ان کو ہر طرح کی آسودگی اور آسانی عطا فرمائی کھیت، مویشی، لونڈی غلام، نیک اولاد اور انتہائی تابعدار بیوی۔ حضرت ایوب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے انتہائی شکر گزار بندے تھے اللہ تعالیٰ کی حکمت نے اس بات کا تقاضا کیا کہ ان کو آزمائش میں ڈالا جائے۔ آزمائش کی صورت یہ ہوئی کہ آسودگی کے سارے سامان جاتے رہے۔ کھیت جل گئے، مویشی مر گئے اور اولاد کسی عمارت کے گرنے سے سب اکٹھی دب مری، دوست و آشنا ساتھ چھوڑ بیٹھے، بدن میں آبلے پڑ گئے، ایک بیوی کا ساتھ رہا لیکن آخر میں وہ بھی اکتانے لگی۔ حضرت ایوب علیہ السلام جیسے نعمت میں شاکر تھے اسی طرح آزمائش میں بھی صابر رہے۔ (جب) تکلیف بہت بڑھ گئی اور دشمن اور منکرین خوشی کا اظہار کرنے لگے کہ ان کے خدا نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا ہے اور اپنے بھی کہنے لگے کہ ضرور ان سے کوئی ایسا گناہ ہوا ہے جس کی یہ سخت سزا ان کو مل رہی ہے تب (انہوں نے پکارا اپنے رب کو) اور یہ درخواست پیش کی (کہ اے میرے رب پہنچی ہے مجھے تکلیف اور آپ (تو) سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحمت کرنے والے ہیں لہٰذا اپنی رحمت سے میری بیماری اور تکلیف کو دور کر دیجئے۔ ان کی اس درخواست پر رحمت خداوندی کو جوش آیا اور فرمایا کہ (ہم نے ان کی دعا قبول کی اور جو ان کو تکلیف تھی ہم نے ان سے اس کو دور کیا) جس کی صورت یہ بنی کہ ایک چشمہ پھوٹ پڑا جس سے

پانی پی کر اور نہا کر تندرست ہو گئے اور بیماری جاتی رہی (اور ہم نے ان کو ان کے اہل عطا کئے) یعنی (ان کو اولاد عطا کی اور ان کی مثل اور اولاد دی اپنے پاس سے رحمت کے طور پر اور عبادت گزاروں کے لیے نصیحت کے طور پر۔

حضرت اسماعیل، ادریس اور ذوالکفل علیہم السلام

وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِدْرِيْسَ
وَذَا الْكِفْلِ ۭ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ وَاَدْخَلْنٰهُمْ فِيْ رَحْمَتِنَا ۭ
اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝

ترجمہ: اور (تذکرہ کرو) اسماعیل کا اور ادریس کا اور ذوالکفل کا۔ یہ سب تھے صبر کرنے والوں میں سے۔ اور داخل کیا ہم نے ان کو اپنی رحمت میں بلاشبہ یہ تھے نیک لوگوں میں سے۔

تفسیر: (اور تذکرہ کرو اسماعیل) علیہ السلام (کا اور ادریس) علیہ السلام (کا کہ یہ دونوں بالاتفاق نبی و رسول ہیں۔ (اور تذکرہ کرو ذوالکفل) علیہ السلام (کا)۔ ان کے بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے کہ نبی تھے یا کوئی نیک صالح شخص تھے۔ بہرحال یہ تینوں صبر کرنے والوں میں سے تھے۔ (اور ہم نے ان کو اپنی رحمت میں داخل کیا بلاشبہ یہ لوگ نیکوکار تھے۔)

حضرت یونس علیہ السلام

وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ
اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ
سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ
مِنَ الْغَمِّ ۭ وَكَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

ترجمہ: اور تذکرہ کرو مچھلی والے کا جب وہ چلا غصہ ہو کر اور سمجھا کہ ہرگز ہم کو قدرت نہ ہو گی اس پر۔ پھر پکارا اس نے اندھیروں میں کہ نہیں کوئی لائق عبادت سوائے

تیرے، تو پاک ہے۔ بے شک میں ہی ہوں ظالموں میں سے۔ پھر قبول کی ہم نے اس کی دعا اور نجات دی ہم نے اس کو غم سے اور اسی طرح ہم نجات دیتے ہیں ایمان والوں کو۔

تفسیر: (اور تذکرہ کرو مچھلی والے کا) یعنی حضرت یونس علیہ السلام کا کہ (جب) اللہ تعالیٰ نے ان کو نینویٰ شہر کی طرف مبعوث فرمایا جو کہ موصل کے مضافات میں سے ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام نے ان کو بت پرستی سے روکا اور حق کی طرف بلایا لیکن وہ نہ مانے اور ان کی دشمنی اور سرکشی بڑھتی چلی گئی۔ آخر قوم کے لیے بد دعا کی اور اس کی حرکتوں سے ناراض ہو کر (وہ غصہ میں بھرے ہوئے) شہر سے باہر (چلے گئے) حکم الٰہی کا انتظار نہیں کیا اور وعدہ کر گئے کہ تین دن کے بعد تم پر عذاب آئے گا۔ ان کے اس طرز عمل سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ ہمارے حکم کے پابند نہیں ہیں (اور) انہوں نے (خیال کر لیا تھا کہ (ہم ان) کی گرفت کرنے (پر قدرت نہیں رکھتے۔ ان کے نکل جانے کے بعد قوم کو یقین ہوا کہ نبی کی بد دعا بے اثر نہ رہے گی اور عذاب کی آمد کے کچھ آثار بھی دیکھے تو گھبرا گئے اور سب لوگ بچے، مرد، عورتیں، جوان اور بوڑھے اپنے جانوروں سمیت باہر جنگل میں چلے گئے اور ماؤں کو بچوں سے جدا کر دیا۔ جنگل میں پہنچ کر سب نے خدا کے عذاب کے ڈر سے رونا چیخنا شروع کر دیا۔ ماؤں سے علیحدہ ہونے کی وجہ سے بچے بھی چلانے لگے اور جانور بھی غیر معمولی احساس کی وجہ سے آوازیں نکالنے لگے۔ غرض تمام بستی والوں نے سچے دل سے توبہ کی، بت توڑ ڈالے، اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا عہد کیا اور حضرت یونس علیہ السلام کو تلاش کرنے لگے کہ وہ ملیں تو ان کے کہے پر چلیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر سے آنے والا عذاب ہٹا لیا۔

ادھر حضرت یونس علیہ السلام بستی سے نکل کر کچھ لوگوں کے ساتھ ایک کشتی پر سوار ہوئے۔ وہ کشتی ڈوبنے لگی۔ کشتی والوں نے بوجھ ہلکا کرنے کے لیے ارادہ کیا کہ ایک آدمی کو دریا میں پھینک دیا جائے۔ اب کس کو پھینکیں۔ اس کے لیے تین مرتبہ قرعہ اندازی کی گئی۔ ہر دفعہ حضرت یونس علیہ السلام کا نام نکلا۔ یہ دیکھ کر حضرت یونس علیہ السلام خود ہی دریا میں کود پڑے۔ فوراً ایک بہت بڑی مچھلی ان کو آ کر سالم نگل گئی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مچھلی کو یہ بھی حکم ہوا کہ تیرا پیٹ یونس علیہ السلام کے لیے قید خانہ ہے تیری روزی نہیں ہے۔

اب حضرت یونس علیہ السلام کو اندازہ ہوا کہ ان سے خطائے اجتہادی ہوئی کہ خدا تعالیٰ کے حکم کا انتظار کئے بغیر نکل آئے اور یہ ساری افتاد اسی وجہ سے آن پڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں جو بڑے درجے کے لوگ ہوتے ہیں ان سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ خوب سوچ کر اور سمجھ بوجھ سے کوئی فیصلہ کریں کوئی کسر نہ اٹھا رکھیں۔ غرض حضرت یونس علیہ السلام کو یہ اندازہ ہوا (تو انہوں نے) تین (اندھیروں میں)

یعنی شب تاریک کے اندھیرے میں، پانی کے اندھیرے میں اور مچھلی کے پیٹ کے اندھیرے میں (اللہ تعالیٰ کو پکارا کہ آپ کے علاوہ کوئی حاکم نہیں) حکم صرف آپ کا چلتا ہے، آپ ہر عیب سے پاک ہیں۔ (بلاشبہ) میں نے ہی غلطی کی اور میں ہی گناہگاروں میں سے ہوں) کہ جس معاملے میں وحی کا انتظار کرنا چاہئے تھا وہ نہ کیا تو آپ میری غلطی اور زیادتی کو معاف فرما دیجئے۔ (تو ہم نے ان کی دعا قبول کی اور ان کو غم) اور گھٹن سے نجات دی جس کی صورت یہ ہوئی کہ مچھلی نے کنارے پر آ کر ان کو اگل دیا اور اس طرح کا بچاؤ یونس علیہ السلام کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ جو بھی ایمان والے ہم کو پکارتے ہیں (ہم اسی طرح ایمان والوں کو) مصیبتوں سے (نجات دیتے ہیں)۔

حضرت زکریا علیہ السلام

وَزَكَرِيَّآ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ
رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿٨٩﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ
وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ

ترجمہ: اور تذکرہ کرو زکریا کا جب انہوں نے پکارا اپنے رب کو اے میرے رب نہ چھوڑ مجھ کو اکیلا اور تو ہے بہتر سب وارثوں سے۔ پھر قبول کی ہم نے اس کے لیے دعا اور عطا کیا ہم نے اس کو یحییٰ اور اچھا کر دیا ہم نے اس کے لیے اس کی بیوی کو۔

تفسیر: (اور تذکرہ کرو زکریا) علیہ السلام (کا جب انہوں نے پکارا اپنے رب کو) اور ان سے درخواست کی (کہ اے میرے رب آپ مجھے اکیلا) یعنی بے اولاد اور بے وارث، (نہ چھوڑیئے اور مجھے ایسی اولاد عطا فرمائیے جو میرے اور میرے آباء و اجداد کے علم کی وارث ہو ورنہ ویسے تو (آپ سب وارثوں سے بہتر وارث ہیں) کہ آپ حقیقی وارث ہیں ایک وقت ہوگا کہ سب انسان ختم ہو جائیں گے اور ان کی ملکیتیں سب اللہ کے لیے ہو جائیں گی۔ (تو ہم نے ان کی دعا قبول کی اور ہم نے ان کو یحییٰ) فرزند (عطا کئے اور ہم نے ان کی خاطر ان کی زوجہ کو تندرست کر دیا) اور ان کے بانجھ پن کو دور کر دیا۔

اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ
فِي الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ۭ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ﴿٩٠﴾

ترجمہ: بلاشبہ یہ لوگ جلدی کرتے تھے نیکیوں میں اور پکارتے تھے ہم کو رغبت اور

خوف سے اور وہ تھے ہمارے لیے عاجزی کرنے والے۔

تفسیر: (بلاشبہ یہ سب لوگ) جن کا ذکر اس سورت میں ہوا ہے (نیک کاموں میں جلدی دکھاتے تھے اور امید وخوف کے ساتھ ہمیں پکارتے تھے) یعنی ہماری عبادت کرتے تھے۔ ایک حدیث میں دعا کو عبادت کہا گیا ہے (اور وہ ہمارے سامنے) دب کر رہتے ہیں اور (عاجزی دکھاتے ہیں)۔

حضرت مریم علیہا السلام

یہ اگرچہ نبی تو نہیں ہیں لیکن یہاں تین وجہ سے قابل ذکر ہیں۔

(1) ان کے حمل کے دوران ان کی والدہ نے بیٹا خیال کرتے ہوئے ان کو بیت المقدس کی خدمت کے لیے وقف کیا۔

(2) حضرت زکریا علیہ السلام نے ان کی پرورش کی۔

(3) یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ تھیں اور ان سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔

وَالَّتِيٓ اَحۡصَنَتۡ فَرۡجَهَا فَنَفَخۡنَا فِيۡهَا مِنۡ رُّوۡحِنَا وَجَعَلۡنٰهَا وَابۡنَهَاۤ اٰيَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۹۱﴾

ترجمہ: اور اس خاتون کا تذکرہ کیجئے جس نے قابو میں رکھا اپنی شہوت کو پھر پھونکی ہم نے اس میں اپنی (پیدا کردہ) روح اور بنایا ہم نے اس کو اور اس کے بیٹے کو نشانی جہان والوں کے لیے۔

تفسیر: (اور اس خاتون کا تذکرہ کیجئے جنہوں نے اپنی شہوت کو اپنے قابو میں رکھا) اور نہ تو کسی مرد سے ناجائز تعلق رکھا اور نہ ہی ان کا نکاح ہوا تھا، کہ جائز تعلق ہوتا۔ (پھر ہم نے) حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا تو انہوں نے ہماری پیدا کردہ خاص (روح) یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح ان کے گریبان میں (پھونک دی) جس سے ان کو مرد کے بغیر حمل ٹھہر گیا۔ اور جیسے جہان والوں کے لیے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہماری قدرت کی نشانی ہے کہ وہ بغیر مرد وعورت کے ہوئی اور حضرت حوا علیہا السلام کی تخلیق ہماری قدرت کی نشانی ہے کہ وہ عورت کے بغیر ہوئی (اسی طرح ہم نے حضرت مریم علیہا السلام کو اور ان کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تخلیق میں جہان والوں کے لیے اپنی قدرت کی بڑی نشانی بنایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر مرد کے صرف ماں سے پیدا کیا۔

ربط: اوپر کچھ نیک لوگوں یعنی انبیاء ورسل کے کچھ حالات کا ذکر ہوا۔ اب ان کے بارے میں بتاتے ہیں کہ یہ سب لوگ توحید پر تھے اور دوسروں کو بھی توحید کی دعوت دیتے تھے اور توحید پر ان

حضرات کا متفق ہونا مشہور و معروف بھی ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ تمہارا خدا بھی ایک ہے اور تمہارے دین کی اصل بنیاد بھی ایک ہے۔ تمام انبیاء دین کے اصول (Fundamentals) میں متحد و متفق ہیں۔ ان اصول میں اختلاف قابل مذمت ہے۔

إِنَّ هَٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا
رَبُّكُمْ فَاعْبُدُونِ ﴿٩٢﴾ وَتَقَطَّعُوا أَمْرَهُم بَيْنَهُمْ ۖ كُلٌّ إِلَيْنَا رَاجِعُونَ ﴿٩٣﴾
فَمَن يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهِ ۖ
وَإِنَّا لَهُ كَاتِبُونَ ﴿٩٤﴾ وَحَرَامٌ عَلَىٰ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا أَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ﴿٩٥﴾

ترجمہ: یہ ہے تمہارا دین ایک دین اور میں ہوں رب تمہارا سو عبادت کرو میری اور لوگوں نے ٹکڑے ٹکڑے کر لیا اپنے دین کو آپس میں۔ (تم) سب ہماری طرف لوٹنے والے ہو۔ تو جو کوئی کرے نیک کام اور وہ مومن ہو تو نہیں ہوگی بے قدری اس کے عمل کی اور ہم اس کو لکھنے والے ہیں۔ اور حرام ہے اس بستی (والوں) پر ہم نے جس کو ہلاک کر دیا کہ وہ (بستی والے) لوٹ کر واپس آئیں۔

تفسیر: دین کے بارے میں کچھ تفصیل یہ ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء علیہم السلام کے واسطے سے اپنے بندوں پر اپنی اطاعت کی جو باتیں مقرر کی ہیں تا کہ ان کے ذریعے سے وہ اللہ تعالیٰ کا قرب اور اس کی رحمت حاصل کریں ان سب باتوں کے مجموعہ کو دین کہتے ہیں اور اس دین کا نام اسلام ہے۔ قرآن پاک میں ہے وَ مَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ۔ یعنی اور جو کوئی اسلام کے علاوہ کوئی اور دین اختیار کرے وہ اس سے ہرگز قبول نہ ہوگا)۔

دین کی باتیں دو طرح کی ہیں:

(1) کچھ وہ ہیں جو اصولی ہیں اور کبھی منسوخ نہیں ہوتیں جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کی معرفت اور دیگر ایمانیات مثلاً انبیاء پر، فرشتوں پر، کتب سماویہ پر، قیامت کے دن پر اور تقدیر پر ایمان رکھنا اور توحید پر ایمان رکھنا کہ احکام صرف اللہ تعالیٰ ہی دیتے ہیں اور ان کے دیئے ہوئے احکام کو بجا لانا ہماری ذمہ داری ہے۔ ان ہی باتوں میں سے یہ بھی ہے کہ اچھے اخلاق کو حاصل کیا جائے۔ یہ باتیں تمام ادیان سماویہ میں مشترک ہیں۔ قرآن پاک میں فقط ان باتوں کو بھی مجازاً دین کہا گیا ہے۔ قرآن پاک میں ہے:

شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ (سورہ شوریٰ: 13)

یعنی اس نے تمہارے لیے دین کا وہی طریقہ طے کیا ہے جس کا حکم اس نے نوح کو دیا تھا اور جو اے رسول ہم نے تمہارے پاس وحی کے ذریعہ بھیجا ہے اور جس کا حکم ہم نے ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا تھا کہ تم دین کو قائم کرو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا۔

(2) اور کچھ وہ باتیں ہیں جو مصلحت زمانہ کے مطابق بدلتی رہتی ہیں اور مختلف رسولوں کے زمانوں میں ان میں سے بعض منسوخ ہوتی رہی ہیں۔ ان کا تعلق عملی احکام سے ہے اور یہ فروع کہلاتی ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو احکام دیئے گئے ان میں سے بعض حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں تبدیل کر دیئے گئے۔ قرآن پاک میں ہے وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ اور تا کہ حلال کروں تمہارے لیے بعض وہ چیزیں جو تم پر حرام کی گئی تھیں۔ (سورۃ آل عمران)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بلاشبہ یہ تمہارا دین ہے ایک دین (یہاں امت دین کے معنی میں ہے) (اور میں تمہارا رب ہوں سو تم صرف میری عبادت کرو)۔ حاصل یہ ہے کہ خدا بھی ایک ہے اور اصل دین بھی ایک ہے۔ تمام انبیاء کے دین کے اصول ایک ہوتے ہیں۔ جو ایک کی تعلیم ہے وہی دوسروں کی ہے۔ ان میں اختلاف کرنا قابل مذمت ہے۔ لوگوں نے کچھ عرصہ گزرنے پر اصولی اور ناقابل تغیر باتوں میں اختلاف بنا لیے لہٰذا فرمایا (اور ٹکڑے ٹکڑے کر لیا لوگوں نے آپس میں اپنے دین کو)۔ مطلب یہ ہے کہ ہم نے تو اصول کے اعتبار سے ایک دین دیا تھا لوگوں نے خود اختلاف پیدا کر کے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر لیے اور آپس میں پھوٹ ڈال دی۔ (پھر سب نے ہماری طرف لوٹنا ہے۔) ہمارے پاس آن کر ان کے تمام اختلافات کا فیصلہ کر دیا جائے گا اور ہر ایک کو اس کے کئے کی جزا ملے گی۔

آگے اس جزا کی یہ تفصیل ہے کہ جو کوئی نیک کام کرے جب کہ وہ مومن ہو تو اس کی محنت وسعی کی ناقدری نہ ہوگی اور اگرچہ ہمارے علم سے کوئی بات نکلی نہیں لیکن انتظامی طور پر ہر ہر بات اور ہر ہر عمل خواہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو ہم اس کو فرشتوں کے ذریعے آدمی کے اعمال نامہ میں لکھ دیتے ہیں جو قیامت کے دن کھول دیے جائیں گے۔ ایمان والوں کے برعکس کافروں کی (وہ بستی اور آبادی جس کو ہم نے ہلاک کر دیا ہو) اس کے لوگوں (پر حرام ہے) یعنی ان کے لیے محال ہے کہ وہ اپنے گناہوں اور کوتاہیوں کی تلافی (کے لیے دنیا میں واپس لوٹ کر آسکیں)۔

ربط: پچھلی آیتوں میں مومن کی جزا اور کافر کی سزا کا ذکر ہوا جو قیامت کے ذکر کو متضمن ہے۔ اس کی مناسبت سے قیامت کے اور قرب قیامت کے کچھ حالات ذکر کرتے ہیں۔

حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ
يَّنْسِلُوْنَ ﴿٩٦﴾ وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا
ظٰلِمِيْنَ ﴿٩٧﴾ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ؕ
اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ﴿٩٨﴾ لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ؕ وَ
كُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٩٩﴾ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّهُمْ فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿١٠٠﴾
اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى ۙ اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ﴿١٠١﴾
لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا ۚ وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ
خٰلِدُوْنَ ﴿١٠٢﴾ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ
هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿١٠٣﴾ يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ
كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ؕ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ؕ وَعْدًا
عَلَيْنَا ؕ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿١٠٤﴾

ترجمہ: یہاں تک کہ جب کھولے جائیں گے یا جوج اور ماجوج اور وہ ہر اونچی جگہ سے پھسلتے چلے آئیں گے۔ اور نزدیک آ گیا سچا وعدہ تو اچانک پھٹی رہ جائیں گی نگاہیں ان لوگوں کی جنہوں نے کفر کیا۔ (کہیں گے) ہائے کم بختی ہماری، ہم رہے غفلت میں اس سے بلکہ ہم تھے قصور وار۔ بے شک تم اور وہ (بت) پوجتے تھے تم جن کو علاوہ اللہ کے ایندھن ہو گے جہنم کا اور تم اس میں داخل ہو گے۔ اگر ہوتے یہ (بت) لائق عبادت تو (یہ) نہ داخل ہوتے اس میں۔ اور سب اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ ان کے لیے ہو گا اس میں چلانا اور وہ اس میں کچھ نہ سنیں گے۔ بلاشبہ وہ لوگ پہلے سے طے ہو چکی جن کے لیے ہماری طرف سے بھلائی وہ اس سے (یعنی جہنم سے) دور رکھے جائیں گے۔ نہ سنیں گے وہ اس کی آہٹ اور وہ

ان چیزوں میں جن کی خواہش کریں گے ان کے جی ہمیشہ رہیں گے۔ نہ غمگین کرے گی ان کو بڑی گھبراہٹ اور استقبال کریں گے ان کا فرشتے (جو یہ کہیں گے کہ) یہ تمہارا وہی دن ہے جس کا تم وعدہ دیئے جاتے تھے۔ جس دن ہم لپیٹیں گے آسمان کو جس طرح لپیٹا جاتا ہے دستاویز کے لکھے ہوئے کاغذ کو۔ جیسے ہم نے شروع کی پہلی تخلیق (اسی طرح) ہم اعادہ کریں گے اس کا۔ وعدہ کر رکھا ہے ہم نے اپنے اوپر۔ بلاشبہ ہم کرنے والے ہیں۔

تفسیر: (1) قرب قیامت کی ایک بڑی نشانی یاجوج ماجوج کا نکلنا ہے۔

(یہاں تک کہ جب یاجوج ماجوج کھولے جائیں گے)۔ یہ واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمین پر نازل ہونے کے بعد ہوگا۔ دجال اور یہودی قتل کئے جا چکے ہوں گے۔ یاجوج ماجوج اپنی کثرت اور ازدحام کی وجہ سے تمام بلندی و پستی پر چھا جائیں گے۔ جدھر دیکھو ان ہی کا ہجوم نظر آئے گا۔ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائیں گے کہ میں اب ایسی قوم کو نکالنے لگا ہوں جس کا مقابلہ کرنا کسی کے بس کی بات نہیں۔ اس لیے بچاؤ کی صورت صرف یہ ہوگی کہ لوگ یاجوج ماجوج کے سامنے ہی نہ آئیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اپنے ساتھ کے لوگوں کو لے کر پہاڑوں پر چلے جائیں گے۔ ان کا بے پناہ سیلاب ایسی شدت اور تیز رفتاری سے آئے گا کہ کوئی انسانی طاقت روک نہ سکے گی۔ ایسا لگے گا کہ (ہر ایک اونچی جگہ سے) جیسے ٹیلہ اور پہاڑ سے وہ فوج در فوج (پھسلتے) اور لڑھکتے (چلے آرہے ہیں)۔

2- (اور) جزا و سزا کا (سچا وعدہ نزدیک آ لگے گا تو) ہولناکی کی شدت سے (کفر کرنے والوں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی) اور اپنی غفلت پر دست حسرت ملیں گے (اور کہیں گے کہ ہائے ہماری کم بختی ہم اس سے) یعنی آج کے دن سے غفلت میں رہے۔ کاش ہم دنیا میں اس آفت سے بچنے کی فکر کرتے۔ یہ غفلت بے خبری کی نہیں تھی کیونکہ انبیاء علیہم السلام نے تو کھول کھول کر بیان کر دیا تھا بلکہ یہ غفلت جانتے بوجھتے لاپرواہی کرنے کی تھی اس لیے یہ کہنے پر مجبور ہوئے کہ نہیں (بلکہ ہم ظالم تھے) ہم نے خود اپنی جانوں پر ظلم کیا کہ ہم نے انبیاء علیہم السلام کی بات نہ مانی اور ان کی نافرمانیوں میں لگے رہے۔

3- آگے خطاب مشرکین مکہ سے ہے کیونکہ وہی بتوں کو پوجتے تھے (کہ اے مشرکین مکہ تم اور جن بتوں کو تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر پوجتے ہو جہنم کا ایندھن ہو اور تم) بتوں سمیت (اس میں داخل ہو گے۔) بت جو جہنم میں ڈالے جائیں گے وہ اس لیے نہیں کہ ان کو عذاب دیا جائے بلکہ ان کو جہنم میں ڈالنا اس وجہ سے ہوگا کہ ان کی پرستش کرنے والوں کی حسرت اور زیادہ ہو کیونکہ جن سے خیر کی توقع رکھتے

تھے وہ خود جہنم میں ڈالے جانے سے اپنے کو نہ بچا سکے تو دوسروں کو کیا بچائیں گے۔ مزید بریں (اگر یہ بت لائق عبادت ہوتے تو) خدا ہوتے اور خدا ہوتے تو (جہنم میں نہ جاتے۔ پھر یہ) عابد و معبود یعنی بت اور ان کے پرستار (سب کے سب جہنم میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔)

4- (جہنمیوں کے لیے اس میں چلانا ہوگا۔) جہنم کی ہولناکی کی سخت شدت اور عذاب کی سخت تکلیف اور اپنے چلانے کے شور سے کچھ نہ سنیں گے)۔ ان کے برعکس (جن لوگوں کے لیے ہماری طرف سے بھلائی ٹھہر چکی) یعنی ان کا جنت میں جانا طے ہے (وہ) پل صراط پر سے گزرنے کے بعد جو کہ جہنم کے اوپر ہوگا (جہنم سے دور رکھے جائیں گے۔ وہ جنت میں جہنم کی آہٹ بھی نہ سنیں گے اور وہ اپنے من کی خواہش کردہ چیزوں میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔)

5- (قیامت کے دن) جب خلقت کو سخت گھبراہٹ ہوگی یہ (سخت گھبراہٹ نیک لوگوں کو غمگین نہ کرے گی) اور اللہ تعالیٰ ان کو رنج و غم سے محفوظ رکھیں گے۔

6- قبروں سے اٹھنے کے وقت یا جنت میں داخل ہونے کے وقت (فرشتے) ان کا استقبال کریں گے اور کہیں گے کہ (آج تمہارا راحت و مسرت کا وہی دن ہے جس کا تم وعدہ دیئے جاتے تھے۔

7- قیامت کا دن ہی وہ دن ہوگا جس میں ہم آسمان کو ایسے لپیٹیں گے جیسے دستاویز کا لکھا ہوا کاغذ لپیٹا جاتا ہے اور Roll کیا جاتا ہے۔

8- (جس طرح ہم نے پہلی تخلیق شروع کی تھی اسی طرح ہم اس کو دوبارہ پیدا کریں گے۔ یہ حتمی وعدہ ہے ہم اس کو ضرور پورا کریں گے)۔

ربط: آگے کچھ متفرق امور ذکر کرتے ہیں۔

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ
الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ ﴿١٠٥﴾ إِنَّ فِي
هَٰذَا لَبَلَاغًا لِقَوْمٍ عَابِدِينَ ﴿١٠٦﴾ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً
لِلْعَالَمِينَ ﴿١٠٧﴾ قُلْ إِنَّمَا يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۖ
فَهَلْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ﴿١٠٨﴾ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ آذَنْتُكُمْ عَلَىٰ
سَوَاءٍ ۖ وَإِنْ أَدْرِي أَقَرِيبٌ أَمْ بَعِيدٌ مَا تُوعَدُونَ ﴿١٠٩﴾ إِنَّهُ

يَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَيَعْلَمُ مَا تَكْتُمُونَ ﴿١١٠﴾ وَإِنْ
أَدْرِي لَعَلَّهُ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ﴿١١١﴾ قَالَ
رَبِّ احْكُم بِالْحَقِّ ۗ وَرَبُّنَا الرَّحْمَٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ
مَا تَصِفُونَ ﴿١١٢﴾

ترجمہ: اور لکھ دیا ہے ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد کہ زمین کے وارث ہوں گے میرے نیک بندے۔ بلاشبہ اس میں پہنچنا ہے (اپنے مقصد کو) ان لوگوں کے لیے جو عبادت گزار ہیں۔ اور نہیں بھیجا ہم نے تجھ کو مگر رحمت بنا کر جہان والوں کے لیے۔ تو کہہ دے محض وحی کی گئی ہے میری طرف اس بات کی کہ تمہارا معبود ایک معبود ہے تو کیا تم تابعدار ہو۔ پھر اگر وہ منہ موڑ لیں تو تو کہہ دے میں نے خبر دی تم کو دونوں طرف کی برابر اور میں نہیں جانتا کہ قریب ہے یا دور ہے جس کا تم وعدہ دیے جاتے ہو۔ بلاشبہ وہ جانتا ہے آواز سے کہی ہوئی بات اور جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو۔ اور میں نہیں جانتا شاید کہ وہ آزمائش ہے تمہارے لیے اور فائدہ دینا ہے ایک زمانے تک۔ کہا (رسول نے) اے میرے رب فیصلہ دے حق و انصاف کا اور ہمارا رب رحمٰن ہے مستعان (یعنی جس سے مدد مانگی جاتی ہے) ان باتوں پر جو تم بیان کرتے ہو۔

تفسیر: (اور ہم نے زبور میں نصیحت لکھنے کے بعد یہ لکھ دیا تھا کہ میرے نیکوکار اس (زمین) اور جنت کی زمین (کے وارث بنیں گے) چنانچہ فرمایا:

اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ۔

یعنی زمین اللہ کی ہے وہ اس کا وارث بناتا ہے جس کو چاہتا ہے اور انجام تو متقیوں کے لیے ہے۔ (سورہ اعراف: 127)

یہ ایسا حتمی اور قطعی وعدہ ہے جس کی خبر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابوں میں دی ہے۔ لوح محفوظ اور ام الکتاب میں یہ وعدہ درج کیا اور انبیاء علیہم السلام کی زبانی اس کا بار بار اعلان کرایا۔ داؤد علیہ السلام کی کتاب زبور آیات 29 تا 37 میں ہے کہ صادق لوگ زمین کے وارث ہوں گے۔ چنانچہ اس امت کے کامل وفادار اور صادق بندے مدت دراز تک زمین کے وارث رہے، شرق و غرب میں انہوں نے آسمانی بادشاہت قائم کی، عدل و انصاف کے جھنڈے گاڑے اور دین حق کا ڈنکا بجایا۔ اور اسی قسم کی

بشارتوں کو سن کر خدائے واحد کی بندگی کرنے والے اپنے مطلب کو پہنچتے ہیں۔

2- (اور ہم نے آپ کو تمام جہان کے لوگوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے) رحمت کی ایک صورت یہ ہے کہ وہ لوگوں کی دنیوی و اخروی فلاح اور کامیابی کا نسخہ بھی بتاتے ہیں۔ پھر جو نسخہ ہدایت کو قبول کریں ان کے لیے بھی فکر مند رہتے ہیں اور جو قبول نہ کریں ان کے لیے بھی بے چین رہتے ہیں۔

(آپ فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جو رحمۃ للعالمین یعنی تمام جہان والوں کے لیے مہربان بنا کر بھیجا ہے تو اس کا تقاضا ہے کہ لوگ میری بات پر یقین کریں۔ منجملہ ان باتوں کے (میری طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ تمہارا معبود تو صرف ایک معبود ہے تو کیا تم حکم برداری کرتے ہو)۔ اگر یہ حکم برداری کریں تو فبہا اور اگر یہ منہ موڑیں) اور آپ ﷺ کے بتائے ہوئے احکام کو قبول نہ کریں (تو آپ فرما دیجئے کہ میں نے تم کو) دونوں طرف کے یعنی فرماں برداری کے اور نافرمانی کے انجام کی (خبر یکساں دے دی ہے) کہ فرماں برداری کی یہ جزا ملے گی اور نافرمانی کی یہ سزا اور عذاب ہے۔ (اور) یہ وعدہ کب پورا ہوگا (میں نہیں جانتا کہ جو تم وعدہ دیے جاتے ہو وہ قریب ہے یا دور ہے، ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ اللہ کو اس کے وقوع کے وقت کا پورا علم ہے اور اللہ کے علم کا تو کیا کہنا وہ تو سب کچھ ہمیشہ سے جانتا ہے اور (وہ تو آواز سے بات کرنے کو بھی جانتا ہے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو اس کو بھی جانتا ہے۔ اور میں نہیں جانتا شاید) کہ عذاب آنے میں (تاخیر تمہارے لیے آزمائش ہو) کہ اس مدت میں تم کچھ سمجھ لو اور شرارتوں سے باز آ جاؤ (یا محض ڈھیل ہو کہ ایک مدت تک) دنیا میں پھنس کر بدبختی کا پیمانہ پوری طرح بھر لو۔

3- رسول نے (کہا اے میرے رب) جیسے ہر معاملے کا فیصلہ انصاف کے ساتھ دینا آپ کی شان ہے اسی طرح میرے اور میری قوم کے درمیان (حق کا فیصلہ فرما دیجئے اور کافروں کی خرافات کے مقابلہ میں رحمان سے ہی مدد مانگی جاتی ہے)۔

سورہ حج

ربط: پچھلی سورت کے آخر میں یہ ذکر تھا کہ کافر اگر کفر پر اصرار کریں گے تو ان کو عذاب ہوگا اور رسول اللہ ﷺ سے کہلوایا گیا کہ عذاب کا وقوع تو یقیناً ہوگا لیکن کب ہوگا، اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ پھر یہ عذاب دنیا میں بھی ہوسکتا ہے ورنہ آخرت میں تو ہے ہی۔ آگے اس کی مناسبت سے قیامت کی کچھ ہولناکیوں کا ذکر کرتے ہیں تاکہ انہی سے ڈر کر کافر اپنی اصلاح کرلیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ①

يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ

كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ

بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ②

ترجمہ: اے لوگو! ڈرو اپنے رب سے، بلاشبہ زلزلہ قیامت ہے ایک چیز بڑی۔ جس دن تم دیکھو گے اس کو بھول جائے ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے کو اور گرا دے گی ہر حمل والی اپنے حمل کو اور تو دیکھے گا لوگوں کو نشہ میں حالانکہ وہ نہ ہوں گے نشہ میں اور لیکن عذاب الٰہی ہے سخت۔

تفسیر: قیامت کے عظیم زلزلے دو ہوں گے پہلا قیامت سے کچھ پہلے اس کی علامت کے طور پر اور دوسرا عین قیامت کے دن دوسرے نفخہ کے بعد۔ بظاہر یہاں پہلا زلزلہ مراد ہے۔

(اے لوگو! اپنے رب) کی نافرمانی (سے ڈرو) کیونکہ اس کی گرفت سخت ہے (بلاشبہ) عین (قیامت) کے دن (کا زلزلہ بڑی چیز ہے) اس کی شدت کا تو کیا ہی کہنا، وہ زلزلہ جو قیامت سے کچھ پہلے ہوگا اس کی بھی ہولناکی اور سختی کا یہ عالم ہوگا کہ اس دن تم دیکھو گے کہ گھبراہٹ اور خوف کے مارے (دودھ پلانے والی اپنے دودھ پلاتے بچے کو بھول جائے گی اور) ہر (حمل والی اپنے حمل کو گرا دے گی

اورتم لوگوں کو دیکھو گے مدہوش) لگتا ہوگا کہ شراب کے نشہ میں ہیں (حالانکہ وہ نشے میں نہ ہوں گے لیکن عذاب الٰہی) اتنا (سخت ہوگا) کہ اس کی سختی ان کے ہوش اڑا دے گی۔ اس زلزلے کو عذاب الٰہی اس لیے کہا گیا کہ اس وقت روئے زمین پر صرف کافر ہوں گے مسلمان نہ ہوں گے۔ اور کافروں پر جو تکلیف آتی ہے وہ صرف عذاب کی ہوتی ہے۔

ان کافروں کی ایک قسم

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ
فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ ۝ كُتِبَ عَلَيْهِ
اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ يُضِلُّهٗ وَيَهْدِيْهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ۝

ترجمہ: اور لوگوں میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو جھگڑتا ہے اللہ (کی بتائی ہوئی باتوں) کے بارے میں بغیر علم کے اور پیروی کرتا ہے ہر شیطان سرکش کی لکھ دیا گیا جس پر کہ جو کوئی دوستی رکھے گا اس سے تو وہ (شیطان) اس کو گمراہ کر دے گا اور پہنچا دے گا اس کو عذابِ جہنم تک۔

تفسیر: (اور لوگوں میں سے کچھ وہ ہیں جو) مندرجہ ذیل دو بری خصلتوں کے ساتھ متصف ہیں:

(i) (اللہ تعالیٰ) کی بتائی ہوئی باتوں (کے بارے میں بغیر علم کے جھگڑتے ہیں) اور کج بحثیاں کرتے ہیں اور احمقانہ شبہات پھیلاتے ہیں چنانچہ قیامت، بعث بعد الموت اور جزا و سزا وغیرہ پر ان کا بڑا اعتراض یہ ہے کہ جب آدمی گل سڑ گیا اور ہڈیاں تک ریزہ ریزہ ہوگئیں تو یہ بات کیسے سمجھ میں آئے گی کہ وہ پھر زندہ ہو کر اپنی اصلی حالت کی طرف لوٹ آئے گا۔

(ii) جن لوگوں میں پہلی خصلت ہے چونکہ ان میں گمراہ ہونے کی کامل استعداد ہے اس لیے جب کوئی شیطان خواہ وہ انسان ہو یا جن ہو اپنی طرف بلائے تو (یہ ہر سرکش شیطان کی پیروی میں لگ جاتے ہیں حالانکہ سرکش شیطان کے بارے میں یہ بات طے شدہ ہے کہ جو کوئی اس کی) رفاقت، (دوستی) اور پیروی (اختیار کرے وہ اسے گمراہ کر دیتا ہے اور اسے جہنم کے عذاب تک پہنچا دیتا ہے)۔

ربط: اوپر ذکر ہوا کہ کافروں میں سے کچھ لوگ کج بحثی کرتے ہیں اور لوگوں میں شبہات پھیلاتے ہیں مثلاً یہ کہ جب ہم مر کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے پھر دوبارہ کیسے زندہ ہو سکتے ہیں۔ آگے اس شبہ کا جواب دیتے ہیں:

يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ
مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ
مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ

ترجمہ: اے لوگو! اگر تم شک میں ہو دوبارہ اٹھائے جانے کی بابت تو (ذہن نشین کرلو کہ ہم نے پیدا کیا تم کو مٹی سے پھر نطفہ سے پھر جمے ہوئے خون سے پھر گوشت کی بوٹی سے نقشہ بنی ہوئی ہے اور بغیر نقشہ بنی ہوئی ہے تا کہ ہم کھول کر بیان کر دیں تم سے۔

تفسیر: (اے لوگو! اگر تم کو شک ہے) ریزہ ریزہ ہو کر (دوبارہ زندہ کئے جانے میں) تو خود اپنی پیدائش پر غور کرلو کہ کس طرح ہوئی۔ (ہم نے بنایا تم کو) یعنی تمہارے باپ آدم علیہ السلام کو (مٹی سے) یعنی مٹی سے ان کا ڈھانچہ بنایا پھر ان میں اپنی پیدا کردہ روح پھونکی تو گوشت پوست کے انسان بن گئے۔ (پھر) آگے ان کی نسل کو عام طریقہ سے یعنی مرد اور عورت کے (نطفوں سے) پیدا کیا (پھر علقہ) یعنی جمے ہوئے خون سے پیدا کیا (پھر مضغہ) یعنی گوشت کی بوٹی سے پیدا کیا۔ مطلب یہ ہے کہ مرد اور عورت کے نطفے مل کر جنین کی بنیاد بنتے ہیں۔ نطفے کی اگلی شکل علقہ یعنی جمے ہوئے خون کی سی ہوتی ہے جو رحم کے ساتھ چپکا ہوتا ہے۔ اس سے ترقی کر کے گوشت کی بوٹی سی بن جاتی ہے (جس پر پہلے تو کسی عضو کا نقشہ نہیں ہوتا لیکن بعد میں بن جاتا ہے)۔ اور پھر دیگر اعضاء بنتے ہیں۔ ان مراحل کا علم بہت سے عام لوگوں کو بھی ہوتا ہے کیونکہ نطفے کے بغیر تو حمل نہیں ٹھہرتا اور ٹھہرنے کے بعد ساقط ہو جائے اور ابتداء میں ہو جائے تو جما ہوا خون ہوتا ہے، اس کے کچھ عرصہ بعد ہو تو گوشت کی چھوٹی سی بوٹی کی طرح ہوتا ہے جس میں کچھ عضو نہ بنا ہو۔ اور اگر اسقاط مزید کچھ عرصہ کے بعد ہو تو اس میں اعضاء بنے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اور اگر اسقاط مزید کچھ عرصہ کے بعد ہو تو پورا بچہ بنا ہوا ہوتا ہے۔ ان باتوں کو جاننے کے لیے لوگوں کا عام مشاہدہ اور تجربہ کافی ہے۔ سائنس یا علم جنین یا الٹرا ساؤنڈ کی باریکیوں کو سیکھنے اور معلوم کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ سب کچھ ہم نے اس وجہ سے کیا (تا کہ ہم تمہارے لیے کھول کر بیان کر سکیں) کہ خود تمہاری اصل کیا تھی اور کتنا عرصہ گزرنے کے بعد آدمی بنے ہو۔ اس کو سمجھنے سے جہاں اور بہت سے حقائق کھلتے ہیں وہیں بعث بعد الموت کی حقیقت کے ممکن ہونے کو بھی سمجھ سکتے ہو۔

ربط: جنین کے چند حال بیان کرنے کے بعد انسان کی دنیوی زندگی کے کچھ حالات ذکر کر کے عبرت دلاتے ہیں۔

وَنُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا
نَشَآءُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ۚ
وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا
يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْـًٔا ۭ وَتَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَآ
اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاۗءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَاَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ
بَهِيْجٍ ۝

ترجمہ: اور ہم ٹھہراتے ہیں رحموں میں جو چاہتے ہیں ایک مدت مقررہ تک پھر ہم نکالتے ہیں تم کو بچہ پھر (ہم تمہیں زندگی دیتے ہیں) تا کہ تم پہنچو اپنے زور کو اور تم میں سے کچھ کو وفات دے دی جاتی ہے اور تم میں سے کسی کو لوٹا دیا جاتا ہے نکمی عمر تک تا کہ نہ سمجھے بعد سمجھنے کے کچھ بھی۔ اور تو دیکھتا ہے زمین کو خراب پھر جب اتارا ہم نے اس پر پانی تو تازہ ہوگئی اور ابھر آئی اور اگائیں ہر ہر قسم کی رونق کی چیزیں۔

تفسیر: (ہم جتنی مدت جس) جنین (کے لیے چاہتے ہیں اس کو رحم میں ٹھہراتے ہیں) کم از کم چھ مہینے اور زیادہ سے زیادہ دو سال۔ اور رحم میں رہتے ہوئے بچہ جس طرح بہت سے مدارج طے کرتا ہے رحم سے باہر آ کر بھی اس کو تدریجاً بہت سی منازل سے گزرنا پڑتا ہے۔ مثلاً (پھر ہم تمہیں) ماں کے پیٹ سے (بچے کی صورت میں نکالتے ہیں (پھر) ہم تمہیں اور بڑھاتے ہیں (تا کہ تم اپنے) عقلی کمال اور جسمانی (زور کو پہنچو اور) اس کے بعد (تم میں سے کسی کو) جوانی ہی میں (وفات دے دی جاتی ہے اور تم میں سے کچھ وہ ہیں جن کو نکمی ترین عمر کی طرف لوٹایا جاتا ہے) جس میں اس کے اعضاء اور جسمانی وعقلی قوتیں جواب دے جاتی ہیں (تا کہ آدمی خوب علم) اور سمجھ بوجھ حاصل کرنے (کے بعد کچھ نہ جانے) اور کارآمد ہونے کے بعد پھر نکما ہو جائے۔

(اور) اسی طرح (تم دیکھتے ہو زمین کو خراب) اور مردہ۔ (پھر جب ہم نے اس پر پانی اتارا) یعنی بارش برسائی (تو تازہ ہوگئی اور ابھر آئی اور اس نے ہر قسم کی رونق کی چیزیں اگائیں)۔

ربط: اوپر انسان کی پیدائش اور کھیتی کی مثالوں کو ذکر کیا تھا جن سے چند باتیں ثابت ہوتی ہیں۔ آگے ان باتوں کو ذکر کرتے ہیں۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَاَنَّهٗ
عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۙ وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا ۙ
وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ۝

ترجمہ: یہ سب کچھ اس وجہ سے ہے کہ اللہ ہی حق ہے اور یہ کہ وہی زندہ کرتا ہے مردوں کو اور یہ کہ وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اور یہ کہ قیامت آنے والی ہے، نہیں ہے کوئی شک اس میں اور یہ کہ اللہ اٹھائے گا ان کو جو قبروں میں ہیں۔

تفسیر: پچھلی آیت میں مذکور انسان کی پیدائش اور کھیتی کی مثالوں سے مندرجہ ذیل چار باتیں ثابت ہوئیں:

1- (یہ سب کچھ اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی حق ہیں) یعنی وہ یقیناً موجود ہیں ورنہ ایسی منظّم، پختہ اور حکیمانہ صنعت و کاریگری کہاں سے ظاہر ہوتی۔

2- (اور) یہ کہ اللہ تعالیٰ (مردہ) اور بے جان (چیزوں کو) زندہ اور (جاندار بناتے ہیں)۔ اس کا ایک ثبوت انسان کی پیدائش ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پیدائش مٹی سے کی اور ان کی اولاد در اولاد کی پیدائش نطفہ سے کی۔ اس کا دوسرا ثبوت یہ ہے کہ (اللہ تعالیٰ بارش برسا کر مردہ زمین کو تر و تازہ کر دیتے ہیں اور ہر طرف ہریالی ہو جاتی ہے)۔

3- اور یہ کہ وہ ہر چیز پر قادر ہیں۔ اگر ہر چیز ان کی قدرت میں نہ ہوتی تو وہ یہ سب مخلوق کیسے پیدا کر سکتے تھے۔

4- (اور) یہ کہ (قیامت ضرور آنی ہے اس میں کچھ شک) اور دھوکہ (نہیں ہے) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے کار پیدا نہیں کیا بلکہ اس کو اپنے احکام کا مکلّف بنایا ہے اور ان پر پوری جزا و سزا کے لیے قیامت کے دن کو مقرر کیا ہے دنیا کی زندگی کو نہیں۔ مشاہدہ ہے کہ بہت سے کافروں اور فاسقوں کو دنیا میں کچھ سزا نہیں ملتی جب کہ بہت سے نیک پارسا لوگوں کی زندگی شدید تنگی میں گزرتی ہے۔ آخرت کی جزا و سزا کے لیے ضروری ہے کہ انسانوں کو دوبارہ پیدا کیا جائے اس لیے فرمایا کہ اللہ کو ہر طرح کی قدرت حاصل ہے (اور اللہ) قیامت کے دن (قبروں میں مدفون لوگوں کو) زندہ کر کے (اٹھائیں گے) اور قبر سے مراد صرف مٹی کی قبر نہیں بلکہ ہر وہ جگہ مراد ہے جہاں انسان کی ریڑھ کی نچلی ہڈی یا اس کا کم از کم کوئی خلیہ (Cell) موجود ہو۔

ربط: مذکورہ بالا دلائل اور حقائق سننے کے باوجود بعض لوگ ان کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ
فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ۙ﴿۸﴾ ثَانِيَ عِطْفِهٖ
لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَهٗ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّنُذِيْقُهٗ
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۹﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ وَ
اَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۱۰﴾

ترجمہ: اور لوگوں میں سے ایک وہ ہے جو جھگڑتا ہے اللہ (کی باتوں) میں بغیر علم کے اور بغیر دلیل کے اور بغیر کتاب روشن کے۔ موڑنے والا اپنی کروٹ کو تاکہ بہکائے راہِ خداوندی سے۔ اس کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور ہم چکھائیں گے اس کو قیامت کے دن عذاب جلن کا۔ یہ ہے اس (عمل کی) وجہ سے جو آگے بھیجا تیرے دونوں ہاتھوں نے اور (اس وجہ سے) کہ اللہ نہیں ہے ظلم کرنے والا بندوں پر۔

تفسیر: (اور) ایسے واضح دلائل وشواہد سننے کے بعد بھی (لوگوں میں سے بعض ایسے ہیں کہ اللہ) کی باتوں (کے بارے میں کسی بھی) ضروری (علم اور کسی بھی) عقلی (دلیل اور کسی بھی روشن) خدائی (کتاب کے بغیر جھگڑتے ہیں)۔

یہ لوگ جن اٹکلوں کے اور جن اوہام کے پیچھے لگے ہوئے ہیں اور تکبر و اعراض سے اپنا پہلو اکڑائے ہوئے ہیں اس سے ان کی غرض یہ ہوتی ہے (کہ وہ) لوگوں کو (اللہ تعالیٰ کی راہ سے بھٹکائیں۔ ایسے لوگوں کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور قیامت کے دن ہم ان کو جلنے کا عذاب چکھائیں گے۔ (یہ) عذاب خود (ان) کے کئے ہوئے (اعمال بد کے سبب سے ہوگا جن کو ان کے ہاتھوں نے کر کے آگے بھیجا۔ (اور) ایسا نہیں ہوگا کہ بدعملی کے بغیر ہی سزا جاری کر دی جائے کیونکہ (اللہ) تعالیٰ (بندوں پر ظلم کرنے والے نہیں ہیں)۔

ربط: بعض لوگ محض دنیا کی غرض سے دین کو اختیار کرتے ہیں:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ
اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ِۨ اطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ اَصَابَتْهُ

فِتْنَةُ ۨ انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ۭ ذٰلِكَ هُوَ
الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۱﴾ يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا
لَا يَنْفَعُهٗ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ﴿۱۲﴾ يَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗٓ
اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ ۭ لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ ﴿۱۳﴾

ترجمہ: اور لوگوں میں سے ایک وہ ہے جو عبادت کرتا ہے اللہ کی ایک کنارے پر۔ پھر اگر پہنچے اس کو خیر تو مطمئن ہو جاتا ہے اس پر اور اگر پہنچے اس کو کوئی مصیبت تو پلٹ جاتا ہے اپنے چہرے پر، ضائع کیا اس نے دنیا کو اور آخرت کو۔ یہی ہے کھلا نقصان۔ پکارتا ہے اللہ کے علاوہ ایسی چیز کو جو نہ نفع دے اس کو اور نہ نقصان دے اس کو۔ یہ ہے گمراہی دور کی۔ ایسے کو پکارتا ہے جس کا ضرر زیادہ قریب ہے اس کے نفع سے۔ برا ہے دوست اور برا ہے رفیق۔

تفسیر: (اور لوگوں میں سے ایک وہ ہے جو) محض دنیا کی غرض سے دین اسلام کو اختیار کرتا ہے دین کے (کنارے پر رہتے ہوئے) یعنی دین میں تذبذب رکھتے ہوئے (اللہ) تعالیٰ (کی عبادت کرتا ہے) تاکہ (اگر اس کو بھلائی حاصل ہو تو اس عبادت پر مطمئن ہو جائے اور اس پر قائم رہے (اور اگر اس کو مصیبت پہنچے تو اپنے چہرے کے بل) کفر کی طرف (پلٹ جائے) جیسے کوئی مکان کے کنارے کھڑا ہو جب چاہے نکل بھاگے۔ (اس شخص نے) اپنی دنیا کا بھی نقصان اٹھایا اور اپنی آخرت کا بھی۔ یہی ہے کھلا نقصان) اور کھلا خسارہ۔ دنیا کا نقصان اس طرح ہوا کہ دنیا کی بھلائی نہ پائی اور آخرت کا نقصان اس طرح ہوا کہ اللہ کی عبادت چھوڑی اور اللہ کو پکارنا چھوڑا اور (اللہ کے علاوہ ایسوں کو) یعنی بتوں کو (پکارتا ہے) جو آخرت میں بھی نہ تو اس کو نقصان پہنچا سکیں اور نہ اس کو فائدہ دے سکیں۔ یہی دور کی گمراہی ہے۔ یہ ایسوں کو) یعنی بتوں کو (پکارتے ہیں جن کا نقصان ان کے نفع سے قریب تر ہے کیونکہ ان لوگوں کے نزدیک بھی بتوں سے نفع کی امید وہم کے درجے میں ہے جب کہ ان کا ضرر قطعی و یقینی ہے۔ پھر جب قیامت میں بت پرستی کے نتائج سامنے آئیں گے تو بت پرست بھی یہ کہیں گے: لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ (بے شک برا دوست ہے اور برا رفیق ہے) یعنی جن سے بڑی امداد اور رفاقت کی امید تھی وہ بہت ہی برے رفیق اور برے مددگار ثابت ہوئے کہ نفع تو کیا پہنچاتے الٹا ان کے سبب سے نقصان ہو گیا کہ اللہ کی طرف سے سزا کا مستحق ہو گیا۔

ربط: منکر اور مذبذب لوگوں کے بعد مخلص مومنوں کا نیک انجام ذکر کرتے ہیں۔

إِنَّ اللَّهَ
يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن
تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۗ إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ ﴿١٤﴾

ترجمہ: بلاشبہ اللہ داخل کرے گا ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور عمل کئے انہوں نے نیک ایسے باغوں میں کہ بہتی ہیں جن کے نیچے نہریں۔ بے شک اللہ کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے۔

تفسیر: (بلاشبہ اللہ) تعالیٰ (ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے ایسے باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ (جو چاہتے ہیں کرتے ہیں) جس کو مناسب جانیں سزا دیتے ہیں اور جس پر چاہے انعام کرتے ہیں ان کو کوئی روک ٹوک کرنے والا نہیں۔

ربط: مومنوں کا نیک انجام ذکر کرنے کے بعد ان کے پیغمبر کا مستقبل (Future) بیان کرتے ہیں۔

مَن كَانَ يَظُنُّ
أَن لَّن يَنصُرَهُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ إِلَى
السَّمَاءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهُ مَا يَغِيظُ ﴿١٥﴾

ترجمہ: جو یہ خیال کرتا ہو کہ ہرگز مدد نہ کرے گا اس (پیغمبر) کی اللہ دنیا میں اور آخرت میں تو وہ تان لے ایک رسی آسمان کی طرف پھر کاٹ ڈالے خدائی امداد! پھر دیکھے کہ کیا لے گئی اس کی تدبیر اس چیز کو (یعنی خدائی امداد کو) جو غضبناک کرتی ہے (ان کو)

تفسیر: (جو) کفار اور حاسد لوگ یہ دیکھ کر کہ حضرت محمد ﷺ کو خدائی مدد حاصل ہوتی ہے سخت غیظ وغضب کا اظہار کرتے ہیں اور یہ سوچ کر کہ وہ اپنی تدبیروں سے ان کی خدائی مدد کو کاٹ سکتے ہیں (یہ گمان کرتے ہیں کہ) اس کے بعد (اللہ تعالیٰ حضرت محمد ﷺ کی ہرگز مدد نہ فرمائیں گے) نہ دنیا میں اور نہ آخرت میں تو وہ اپنی پوری کوشش کے ساتھ یہ بھی کر کے دیکھ لیں مثلاً (ان کو چاہئے کہ وہ آسمان میں رسی تان کر اوپر آسمان پر چڑھیں اور وہاں سے خدائی مدد کو منقطع کروائیں پھر دیکھیں کہ ان کی یہ تدبیر اس

خدائی مدد کو ختم کرتی ہے یا نہیں جو ان کے غصہ وغضب کا سبب بنتی ہے۔

غرض کفار اور حاسد لوگ کتنے ہی غضبناک ہوں اور خدائی مدد کے روکنے کی کتنی ہی اور کیسی ہی تدبیریں کرلیں رسول اللہ ﷺ کی مدد اور کامیابی کسی طرح رک نہیں سکتی یقیناً آ کر رہے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے ان رسول سے دنیا میں بھی فتح ونصرت کا وعدہ کر چکے ہیں جو ضرور پورا ہو کر رہے گا۔

فائدہ: انبیاء کی بعثت لوگوں کی اصلاح کے لیے ہوتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں اور اس کی عبادت کریں۔ وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر ہر شخص سے خود کلام نہیں کرتے اور نہ ہر ہر شخص کی طرف وحی بھیجتے ہیں بلکہ اس کام کے لیے انبیاء کو ذریعہ بناتے ہیں۔ اس اصلاح کے ساتھ کچھ مزید مقاصد بھی ہوتے ہیں جو بعض خاص رسولوں کے ذریعہ حاصل کئے جاتے ہیں:

1- اس وقت کی موجود حکومتوں کو ختم کر کے ایک نئی اسلامی سلطنت قائم کرنے کے لیے لوگوں کے دین کو درست کرنا جیسے حضرت محمد ﷺ نے کیا۔

2- مسلمان قوم کو باقی رکھنا اور دیگر اقوام کے مقابلے میں اس کا چناؤ کرنا جیسے موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے سے ہوا۔

3- مسلمان قوم کے دین اور اس کی سلطنت کو قائم رکھ کر مجدد کا سا کام کرنا جیسے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام نے کیا۔

ان کاموں کے لیے جو رسول مبعوث ہوتے ہیں ان سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہوتا ہے کہ دشمنوں کے مقابلے میں ان کی مدد فرمائیں گے۔ قرآن پاک میں ہے: وَ لَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ وَ اِنْ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُوْنَ. (ہمارے رسول بندوں کے لیے ہماری بات سبقت کر چکی ہے کہ وہ مدد یافتہ ہوں گے اور ہمارا لشکر ہی غالب ہوگا)۔ ان کے علاوہ جو نبی و رسول ہیں ان کا کام اتمام حجت ہے یعنی کافر قیامت کے دن یہ نہ کہہ سکیں کہ ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا بشارت دینے والا نہیں آیا۔ ان حضرات کے لیے مدد کا اور غلبہ کا وعدہ نہیں ہوتا جیسے حضرت زکریا علیہ السلام کہ ان کو مخالفین نے قتل کر دیا تھا۔

ربط: اس کے بعد بتاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی کھلی راہ دکھاتے ہیں اور آخرت میں بھی حق و باطل کے درمیان فیصلہ فرمائیں گے۔

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يُّرِيْدُ ﴿١٦﴾

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِـِٕيْنَ وَالنَّصٰرٰى

وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا ۚ اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿١٧﴾

ترجمہ: اور اسی طرح اتارا ہم نے اس (قرآن) کو کھلی آیتیں اور (بات) یہ ہے کہ اللہ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔ بلاشبہ جو لوگ مسلمان ہیں اور جو یہودی ہیں اور جو صابی ہیں اور (جو) عیسائی اور مجوسی (ہیں) اور جو لوگ مشرک ہیں اللہ فیصلہ کرے گا ان کے مابین قیامت کے دن۔ بلاشبہ اللہ ہر چیز پر گواہ ہے۔

تفسیر: (اور اسی طرح ہم نے قرآن پاک کو کھلی کھلی آیتوں) کی صورت (میں اتارا) تاکہ سب لوگ اس سے بنیادی رہنمائی حاصل کرسکیں۔ اس کے باوجود بہت سے لوگ اس سے رہنمائی اور ہدایت نہیں لیتے اور شرک و کفر پر جمے رہنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے رسول اور اپنی کتاب کے ذریعے سب کو راہ ہدایت دکھاتے ہیں لیکن ان کا ارادہ یہ ہوتا ہے کہ لوگ اپنے ارادے اور اختیار سے کفر پر رہیں یا ایمان کو لیں۔ جو لوگ ایمان لینے کا عزم کرتے ہیں ان کو ایمان کی راہ پر لگا دیتے ہیں اور جو لوگ کفر پر رہنے کا عزم کرتے ہیں ان کو کفر کی راہ پر چھوڑے رکھتے ہیں۔ کسی بھلے یا برے کام کے عزم سے مراد کام کرنے نہ کرنے کا پختہ ارادہ ہے جس کی طرف بندہ اپنی قوت وقدرت کو متوجہ کر دے۔ ایسی صورتحال میں یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ (اللہ تعالیٰ جس کا ارادہ کرتے ہیں اس کو) یعنی جس کو چاہتے ہیں (ہدایت دیتے ہیں) اور جس کو چاہتے ہیں گمراہ کرتے ہیں۔ (بلاشبہ جو لوگ مسلمان ہیں اور جو یہودی ہیں اور صابی) ستارہ پرست (اور عیسائی اور مجوسی) آتش پرست (ہیں اور وہ جو شرک کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے درمیان قیامت کے دن دوٹوک فیصلہ فرمائیں گے) اور حق و باطل کو جدا جدا کر کے لوگوں کو ان کے ٹھکانے جنت یا جہنم پر پہنچا دیا جائے گا (اور) چونکہ (ہر چیز اللہ کے سامنے ہے) اس لیے اللہ ہی جانتے ہیں کہ کون کس مقام پر کس سزا کا حقدار ہے۔

ربط: پیچھے بتایا کہ مختلف مذاہب کے لوگ آپس میں اختلاف رکھتے ہیں۔ آگے بتاتے ہیں کہ دوسری تمام مخلوق خدا تعالیٰ کے احکام کی پابند اور اطاعت گزار ہے۔ انسان جو ساری مخلوق سے زائد عقل بھی رکھتا ہے اس کے تمام افراد کو ایک حق پر رہنا چاہئے تھا۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ
اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ

وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِيْرٌ
مِّنَ النَّاسِ ؕ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ؕ وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ
فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ﴿۱۸﴾

ترجمہ: کیا نہیں دیکھا تو نے کہ اللہ کو سجدہ کرتا ہے جو کوئی ہے آسمانوں میں اور جو کوئی ہے زمین میں اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے اور بہت سے انسانوں میں سے۔ اور بہت سے ہیں کہ ٹھہر چکا ہے ان پر عذاب۔ اور جس کو ذلیل کر دے اللہ تو نہیں اس کے لیے کوئی عزت دینے والا۔ بے شک اللہ کرتا ہے جو چاہتا ہے۔

تفسیر: سجدے کی دو قسمیں ہیں، ایک تکوینی اور دوسرا عبادت کا۔ تکوینی سجدہ کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور تکوین کے آگے سب مخلوق اطاعت گزار اور فرمانبردار ہے جیسے اللہ نے بنا دیا اس طرح بن گئی مثلاً زید کے بارے میں حکم دیا کہ اس کا رنگ سیاہ ہو تو وہ سیاہ ہی ہوگا زید کو یا کسی اور کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ وہ تکوینی حکم کے خلاف کر سکے۔ اور جو کام اس کے ذمے لگا دیا اس میں لگ گئی۔ محال ہے کہ مخلوق اس سے ذرا بھی انحراف کرے۔ عبادت کے سجدہ کا مطلب ہے کہ مخلوق اللہ تعالیٰ کی انتہائی عظمت کو سامنے رکھے اور انتہائی درجے کی عاجزی اور تذلل کا اظہار کرے۔ انسانوں میں اس کی شکل معروف ہے۔ دوسری مخلوقات میں ان کی مناسبت سے اور شکلیں ہوں گی۔ اس کو بیان فرماتے ہیں:

(کیا تم نے نہیں دیکھا) یعنی کیا تمہیں قطعی طور پر معلوم نہیں (کہ اللہ) تعالیٰ (کو) سجدہ کرتی ہے تکوین کا بھی اور عبادت کا بھی جو کوئی مخلوق ہے خواہ وہ ذی عقل ہو مثلاً فرشتے اور جنات یا غیر ذی عقل ہو یعنی مادی اشیاء کی ارواح جیسے حدیث میں ہے کہ سورج روزانہ غروب ہونے سے پہلے عرش الٰہی کے نیچے جا کر اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتا ہے اور آگے بڑھنے کی اجازت طلب کرتا ہے۔ اس سے مراد سورج کی مادی ٹکیہ نہیں اس کی روح ہے کیونکہ ٹکیہ تو مسلسل آسمان پر رہتی ہے اور اسی طرح (سجدہ کرتا ہے جو کوئی ہے آسمانوں میں اور جو کوئی ہے زمین میں اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے اور بہت سے انسان۔ اور بہت سے انسان ایسے بھی ہیں جو غیر اختیاری اور تکوینی سجدہ میں تو دیگر مخلوقات کے ساتھ شریک ہیں لیکن سجدہ عبادت نہیں کرتے۔ مراد ہے کہ عبادت نہیں کرتے اور اس وجہ سے ان پر اللہ کا عذاب ثابت ہوا۔) جب دیگر سب مخلوق سجدہ عبادت کرتی ہے تو انسان کے تمام افراد جو دیگر مخلوق کے مقابلے میں زائد عقل رکھتے ہیں چاہیے تھا کہ اللہ کے آگے سجدہ عبادت میں متفق ہوتے، لیکن بہت سے

انسان سجدہ عبادت نہیں کرتے اور اس کی وجہ سے ذلیل ہوں گے (اور جس کو اللہ ہی ذلیل کر دیں اس کو کون عزت دے سکتا ہے بلاشبہ اللہ کرتے ہیں جو چاہتے ہیں۔) جس کو چاہتے ہیں ذلت دیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں عزت دیتے ہیں۔

ربط: اللہ تعالیٰ کے اس طرح کرنے سے لوگوں کے دو فریق بن گئے، ایک ایمان والے جو حق پر ہیں اور دوسرے کافر جو باطل پر ہیں۔

هٰذٰنِ خَصْمٰنِ
اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ ۖ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ
نَّارٍ ۭ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ ﴿١٩﴾ يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ
بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ ﴿٢٠﴾ وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ ﴿٢١﴾ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا
اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا ۡ وَذُوْقُوْا عَذَابَ
الْحَرِيْقِ ﴿٢٢﴾ اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ
ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۭ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ﴿٢٣﴾ وَهُدُوْٓا اِلَى الطَّيِّبِ
مِنَ الْقَوْلِ ۚ وَهُدُوْٓا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِيْدِ ﴿٢٤﴾

ترجمہ: یہ دو فریق ہیں جو جھگڑتے ہیں اپنے رب کے بارے میں۔ تو جن لوگوں نے کفر کیا کاٹے گئے ان کے لیے کپڑے آگ کے۔ ڈالا جائے گا ان کے سر پر کھولتا ہوا پانی۔ گل کر نکل جاتا ہے اس (پانی کے اثر) سے جو ان کے پیٹوں میں ہے اور کھالیں۔ اور ان کے لیے ہتھوڑے ہیں لوہے کے۔ جب بھی وہ ارادہ کریں گے کہ نکل جائیں جہنم سے گھٹن کی وجہ سے لوٹا دیے جائیں گے اس (جہنم) میں (اور کہا جائے گا) چکھتے رہو عذاب جلنے کا۔ بلاشبہ اللہ داخل کرے گا ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور کیے نیک عمل ایسے باغوں میں بہتی ہیں جن کے نیچے نہریں۔ زیور پہنائے جائیں گے ان باغوں میں کنگن سونے کے اور پہنائے جائیں گے موتی اور ان کا لباس وہاں ریشم کا ہوگا اور رہنمائی کئے گئے وہ پاکیزہ بات

کی اور رہنمائی کئے گئے وہ تعریف کئے گئے کی راہ کی طرف۔

تفسیر: حق و باطل پر ہونے کے اعتبار سے (یہ دو فریق) ہو گئے (ہیں جو اپنے رب کے بارے میں جھگڑتے ہیں) یعنی اللہ تعالیٰ کی سب باتوں کو ایک فریق تسلیم کرتا ہے اور ایک نہیں۔ یہ دونوں فریق دعوؤں میں، بحث و مناظرہ میں اور جہاد و قتال میں بھی ایک دوسرے کے مد مقابل رہتے ہیں۔ آگے دونوں فریقوں کا انجام بتاتے ہیں۔ (تو وہ لوگ جو کافر ہیں اور جن میں یہود، نصاریٰ، مجوسی، مشرکین اور صائبین) ستارہ پرست شامل ہیں (ان کے لیے آگ کے کپڑے کاٹے جائیں گے جس کی دو ممکنہ صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ جس طرح لباس آدمی کے بدن کو ڈھانپ لیتا ہے اور گھیر لیتا ہے اسی طرح جہنم کی آگ ان کو گھیر لے گی۔ اور دوسری یہ کہ کسی ایسی چیز کے کپڑے پہنائے جائیں گے جو آگ کی گرمی سے بہت سخت اور بہت جلد تپنے والے ہوں گے۔ (دوزخیوں کے سروں پر کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا اور ان کے لیے لوہے کے ہتھوڑے ہوں گے)۔ اس عذاب کی صورت یہ ہوگی کہ ان کے سروں کو ہتھوڑوں سے کچل کر ان پر کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا جو دماغ کے راستے سے پیٹ میں پہنچے گا (جس سے) (پیٹ میں موجود) انتڑیاں اور معدہ گل کر اور کٹ کٹ کر نکل پڑے گا اور) بدن کی (کھال) پر جب کھولتا ہوا پانی پڑے گا تو کھال گل کر گر پڑے گی۔ پھر اصلی حالت کی طرف لوٹائے جائیں گے اور بار بار یہی عمل ہوتا رہے گا۔ (جب بھی وہ جہنم کی گھٹن کی وجہ سے یہ چاہیں گے کہ) جہنم کے شعلوں کے ساتھ جو جہنم والوں کو اوپر اٹھاتے ہیں (جہنم) کے کنارے (سے) کسی طرح (باہر نکل آئیں تو) وہ کامیاب نہ ہوں گے اور مقرر فرشتے ان کو آہنی گرز مار مار کر (جہنم میں واپس) نیچے دھکیل دیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ جلنے کا) دائمی (عذاب چکھتے رہو) جس سے نکلنا کبھی نصیب نہ ہوگا۔

رہا اطاعت گزاروں کا فریق تو (بلاشبہ اللہ) تعالیٰ (ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے ایسے باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ ان باغوں میں وہ زیور پہنائے جائیں گے جیسے سونے کے کنگن اور موتی اور وہاں ان کا لباس ریشم کا ہوگا)۔ ان کا حال یہ ہے کہ (انہوں نے) ایک تو راہ پائی پاکیزہ بات کی طرف (جس میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر، آخرت میں ہر طرف سے فرشتوں کا سلام، جنت میں نعمتوں پر کلمہ شکر اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ یہ سب چیزیں شامل ہیں۔ (اور) دوسرے انہوں نے راہ پائی تعریف والے رستے کی طرف) یعنی اسلام کی طرف۔ یہ راہ خود بھی قابل تعریف ہے اور راہ والا یعنی اللہ بھی قابل تعریف ہے۔

ربط: اوپر دو فریقوں مومنین اور کفار کے جھگڑے کا ذکر تھا۔ آگے اس جھگڑے کی بعض صورتوں کا ذکر کرتے ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا
وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِي جَعَلْنَاهُ
لِلنَّاسِ سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ ۚ وَمَن يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ
بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٢٥﴾

ترجمہ: جو لوگ منکر ہوئے اور روکتے ہیں راہ خدا سے اور مسجد حرام سے جس کو بنایا ہم نے لوگوں کے لیے برابر ہے رہنے والا اس میں اور باہر سے آنے والا اور جو کوئی ارادہ کرے اس میں الحاد (بے دینی) کا شرارت سے تو چکھائیں گے ہم اس کو ایک درد ناک عذاب۔

تفسیر: مذکورہ بالا جھگڑے کی کچھ صورتیں ذکر کرتے ہیں:

پہلی صورت: (وہ لوگ جو) راہ خداوندی کے خود بھی (منکر ہیں اور دوسروں کو بھی راہ خداوندی سے روکتے ہیں) تا کہ کوئی بھی اس راہ پر نہ چلے حتی کہ جو مسلمان اپنے رسول کے ساتھ راہ خداوندی میں عمرہ (اور) محض عبادت کرنے جا رہے تھے ان کو (مسجد حرام) یعنی بیت اللہ جانے سے (روکتے ہیں حالانکہ ہم نے اس کو) مقامی اور مسافر (شہری اور بدوی سب لوگوں) کی اقامت وعبادت (کے لیے یکساں بنایا ہے)۔ ہاں وہ لوگ اس سے نکالے جانے کے مستحق ہیں جو شرک وشرارتیں کر کے اس مقدس اور واجب التعظیم مقام کی بے تعظیمی کرتے ہیں۔

دوسری صورت: (اور جو کوئی حرم میں) جان بوجھ کر اپنے ارادے کے ساتھ (شرارت سے بے دینی) کی بات (کرے ہم اس کو ایک درد ناک عذاب چکھائیں گے) جو حرم کے علاوہ کسی اور جگہ بے دینی کرنے پر ہونے والے عذاب سے زیادہ سخت ہوگا۔

تیسری صورت: پیچھے مسجد حرام کا ذکر ہوا تو اس کے ذریعے تیسری صورت کا ذکر کیا کہ کافروں کے برعکس اہل ایمان مقدس مقام کی تعظیم کرتے ہیں اور اس کو آباد کرتے ہیں اور ساتھ ہی بیت اللہ سے متعلق کچھ احکام بھی بتائے۔

وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ
الْبَيْتِ أَن لَّا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَ

الْقَآئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿٢٦﴾ وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ
رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ﴿٢٧﴾
لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ
عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا
الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ ﴿٢٨﴾ ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ
وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿٢٩﴾

ترجمہ: اور جب ٹھیک کر دی ہم نے ابراہیم کے لیے گھر کی جگہ کہ نہ شریک ٹھہرا میرے ساتھ کسی چیز کو اور پاک رکھ میرے گھر کو طواف کرنے والوں کے لیے اور قیام کرنے والوں کے لیے اور رکوع وسجدہ کرنے والوں کے لیے۔ اور پکار لگا لوگوں میں حج کی کہ آئیں تجھ تک پیادہ اور (سوار ہو کر) ہر دبلے اونٹ پر کہ وہ اونٹ چلے آئیں ہر دور کے راستے سے تا کہ لوگ پہنچیں اپنے فائدوں کو اور ذکر کریں اللہ کا نام معلوم دنوں میں اس پر جو دئے (اللہ نے) ان کو چوپائے مویشیوں سے۔ تو کھاؤ ان میں سے اور کھلاؤ برے حال والے فقیر کو۔ پھر چاہیے کہ ختم کریں اپنا میل کچیل اور پوری کریں اپنی منتیں اور طواف کریں بیت قدیم کا۔

تفسیر: خانہ کعبہ کی جگہ پہلے سے مقدس اور قابل احترام تھی۔ پھر مدتوں کے بعد اس کا نشان بھی باقی نہ رہا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا کہ خانہ کعبہ کی دوبارہ تعمیر کریں۔ اس محترم جگہ کا نشان دکھلایا گیا۔ اس کو یوں فرمایا کہ (جب ہم نے ابراہیم کو بیت اللہ) یعنی خانہ کعبہ (کی جگہ متعین کر دی) اور ساتھ میں یہ ہدایت بھی کی (کہ اس گھر کی بنیاد خالص توحید پر رکھو اور (میرے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ) تا کہ کوئی شخص یہاں آ کر اللہ کی عبادت کے سوا کوئی مشرکانہ طریقہ نہ بجالائے۔ کفار مکہ نے اس ہدایت کے برعکس وہاں تین سو ساٹھ بت لا کر رکھ دیئے۔ (اور) ہم نے ان کو یہ بھی ہدایت کی کہ (میرے گھر کو پاک رکھو خاص طواف کرنے والوں کے لیے اور قیام کرنے والوں کے لیے اور رکوع و سجدہ کرنے والوں کے لیے۔ (اور) جب بیت اللہ کی تعمیر مکمل ہوگئی۔ تو ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ (آپ لوگوں میں حج کی پکار لگائیے تو) ابراہیم علیہ السلام ایک پہاڑ پر چڑھ گئے اور پکار لگائی کہ اے لوگو! تم پر اللہ نے حج فرض کیا ہے تو حج کو آؤ۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آواز ہر طرف ہر ایک روح تک پہنچا دی۔

جس کی تقدیر میں حج تھا اس کی روح نے لبیک کہا اور ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو یہ بھی بتایا کہ آپ کی پکار کے جواب میں (لوگ آپ) کے تعمیر کردہ گھر (کی طرف پا پیادہ آئیں گے اور ہر دبلے اونٹ پر سوار ہو کر ہر دور کی راہ سے آئیں گے)۔ اور اگرچہ حج اور عمرہ سے اصل مقصد تو دینی اور اخروی فوائد کو حاصل کرنا ہے مثلاً اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور روحانی ترقی لیکن اس عظیم الشان اجتماع کے ضمن میں بہت سے سیاسی، تمدنی اور اقتصادی فوائد بھی حاصل کئے جا سکتے ہیں اس لیے فرمایا (تاکہ پہنچیں اپنے فائدہ کی جگہوں پر اور تاکہ وہ معلوم ایام) یعنی 12,11,10 ذوالحجہ (میں مویشیوں کے چوپایوں پر) ذبح کرتے وقت (اللہ کا نام لیں) یعنی بسم اللہ واللہ اکبر کہیں (پھر اس میں سے) خود بھی (کھاؤ اور) دوست احباب کو بھی کھلاؤ اور (برے حال والے فقیر کو بھی کھلاؤ)۔

احرام باندھنے کے وقت سے حلال ہونے تک حاجی نہ بال کاٹتے ہیں، نہ ناخن کترواتے ہیں۔ اور نہ بالوں میں تیل لگاتے ہیں۔ بدن پر میل اور گرد وغبار چڑھ جاتا ہے پھر بھی مل مل کر نہیں نہاتے۔ مذکورہ بالا قربانی کر کے حاجی سر کے بال کتروائیں یا منڈوائیں اور احرام سے نکل آئیں۔ (اب وہ اپنا میل کچیل دور کریں) جس کے لیے نہائیں دھوئیں (اور باقی مناسک پورے کریں) یعنی کنکریاں ماریں، منیٰ میں قیام کریں (اور قدیم خانہ کعبہ کا طواف) زیارت اور طواف وداع (کریں)۔

ربط: اوپر مسجد حرام سے متعلق کچھ احکام ذکر ہوئے۔ آگے بیت اللہ اور کچھ دیگر چیزوں کا شعائر اللہ اور حرمات اللہ ہونا اور واجب الاحترام ہونا ذکر فرماتے ہیں۔

ذٰلِكَ ۗ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ
فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ وَاُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى
عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ
الزُّوْرِ ﴿۳۰﴾ حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ
فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ
مَكَانٍ سَحِيْقٍ ﴿۳۱﴾ ذٰلِكَ ۗ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ
تَقْوَى الْقُلُوْبِ ﴿۳۲﴾ لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ
مَحِلُّهَآ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿۳۳﴾

ترجمہ: یہ (سن چکے) اور جو کوئی تعظیم کرے اللہ کی حرمتوں کی تو یہ بہتر ہے اس کے لیے اس کے رب کے نزدیک۔ اور حلال کئے گئے تمہارے لیے چوپائے سوائے ان کے جن کا حکم پڑھا جاتا ہے تم پر تو اجتناب کرو بتوں کی نجاست سے اور اجتناب کرو جھوٹی بات سے اس حال میں کہ یکسو ہو اللہ کے لیے، شرک نہ کرتے ہو اس کے ساتھ۔ اور جو کوئی شریک ٹھہرائے اللہ کا گویا کہ وہ گرا آسمان سے پھر اچک لیتے ہیں اس کو اڑنے والے مردار خور یا جا ڈالے اس کو ہوا دور کی جگہ میں۔ یہ (سن چکے) اور جو تعظیم کرے اللہ کے شعائر کی تو یہ دلوں کی پرہیز گاری میں سے ہے۔ تمہارے لیے ان (چوپایوں) میں فائدے ہیں مدت مقررہ تک پھر پہنچنا ہے ان کو قدیم گھر تک۔

تفسیر: (یہ) تم پیچھے بیت اللہ اور مسجد حرام سے متعلق کچھ احکام سن چکے ہو اب اس کا ایک اور حکم سنو۔ وہ یہ ہے کہ بیت اللہ اور مسجد حرام کوئی عام عمارت اور جگہ نہیں بلکہ یہ بھی اور کچھ دیگر اشیاء بھی اللہ تعالیٰ کے شعائر اور ان کی واجب الاحترام کی ہوئی اشیاء ہیں۔ دیگر اشیاء یہ ہیں: حرم میں ذبح کرنے کے لیے لے جایا جانے والا جانور، صفا اور مروہ، منیٰ، عرفات، دیگر مساجد اور اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے تمام احکامات۔ چونکہ ان شعائر اور حرمات کی تعظیم واجب ہے تو (جو کوئی اللہ تعالیٰ کی ان واجب الاحترام اشیاء کی تعظیم کرے تو یہ اس کے لیے اس کے رب کے نزدیک خیر اور باعث ثواب ہے)۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہدی کے جانور کو حرمات الٰہیہ میں سے شمار کیا گیا ہے اور اس کی تعظیم واجب ہے جب کہ اس کو ذبح کرنا اس کی تعظیم کرنے کے خلاف ہے؟ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ ان چوپایوں کو پیدا ہی اس لیے کیا گیا ہے کہ ان کو ذبح کر کے ان کا گوشت انسان کھائیں۔ تو ہدی کو ذبح کرنا اس کے مقصد اصلی میں استعمال کرنا ہے جو بے تعظیمی نہیں ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اصل اعتبار تو اللہ کے احکام کا ہے کیونکہ وہ بھی اللہ کی حرمتوں میں سے ہے انہوں نے حکم دیا کہ حرم میں پہنچنے سے پہلے ہدی کے جانور کا احترام کرو تو یہ اللہ کے حکم کی تعظیم ہے۔ حرم میں پہنچنے کے بعد حکم دیا کہ حدود حرم کے اندر اس کو ذبح کرو تو ایسا کرنا بھی اللہ کے حکم کی تعظیم ہے۔

حکم الٰہی اور ہدی کے ذکر کی مناسبت سے آگے بتاتے ہیں کہ (اور حلال کیے گئے تمہارے لیے چوپائے سوائے ان کے جن کی حرمت کا حکم تم پر پڑھا جاتا ہے) مثلاً وہ جانور جو غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو یا کسی دیوی دیوتا کے استھان پر ذبح کیا گیا ہو (تو بتوں کی گندگی سے اجتناب کرو اور جھوٹی بات) جس میں جھوٹا قول اور جھوٹی گواہی تو شامل ہیں ہی یہ بھی شامل ہے کہ اللہ کے پیدا کئے ہوئے جانور کو غیر اللہ کے نام کر کے ذبح کرنا اور یہ بھی شامل ہے کہ کسی چیز کو کسی شرعی دلیل کے بغیر

حلال یا حرام کہنا۔ ان سب (سے اجتناب کرو اس حال میں کہ تم ہر طرف سے یکسو ہو کر صرف اللہ کے لیے ہو جاؤ اور اس کے ساتھ شریک نہ کرو کیونکہ جو کوئی اللہ کے ساتھ شریک کرتا ہے) اس کی حالت کو ایک مثال سے سمجھو:

توحید نہایت بلند و اعلیٰ مقام ہے۔ اس کو چھوڑ کر جب آدمی کسی مخلوق کے آگے جھکتا ہے تو خود اپنے آپ کو ذلت کی پستی میں گرا لیتا ہے۔ توحید کے بلند مقام کو آسمان سمجھو اور ذلت کی پستی کو زمین سمجھو۔ کوئی شخص آسمان سے زمین پر آ گرے تو وہ زندہ نہیں بچ سکتا، اسی طرح اگر کوئی آسمان توحید سے شرک کی پستی میں گرے تو اس کا توحید پر خالص ایمان باقی نہیں رہتا شرک سے آلودہ ہو جاتا ہے۔ (پھر یا) تو ردی اور باطل افکار و خواہشات کے مردار خور (پرندے اس کو اچک لیتے ہیں) اور اس کی بوٹیاں نوچ کر کھا جاتے ہیں (یا) ملعون شیطان کی چلائی ہوئی کفر و شرک اور بدعات کی ہوا کا جھکڑ اس کو اڑا لے جاتا ہے اور کسی دور کے مقام میں گمراہی کے ایسے گڑھے میں جا ڈالتا ہے جہاں ایمان اور توحید کی کوئی ہڈی پسلی بھی سلامت نہ ملے۔

یہ بات تو تم نے سن لی اب آگے یہ بھی سن لو کہ شعائر اللہ کی تعظیم کرنا شرک نہیں ہے۔ جس کے دل میں پرہیز گاری اور خدا خوفی ہو وہ اللہ کے نام لگی چیزوں کا ضرور ادب کرے گا۔ یہ ادب کرنا شرک نہیں ہے بلکہ عین توحید کے آثار میں سے ہے۔ غرض (جو کوئی اللہ کے شعائر کی تعظیم کرے گا تو یہ دلوں کی پرہیز گاری) اور خدا خوفی (سے ہے۔ تمہارے لیے ان) چوپایوں (میں) اونٹ، گائے اور بھیڑ بکری میں (ایک مقررہ مدت تک فائدے ہیں) جو تم حاصل کر سکتے ہو مثلاً سواری، دودھ، چمڑا، گوشت اور اون وغیرہ۔ (البتہ) جب ان میں سے کسی کو (ہدی) بناؤ اور اس کو حرم میں ذبح کرنے لے جاؤ تو اس سے دنیوی فائدے نہ اٹھاؤ سوائے شدید ترین ضرورت کے وقت۔ البتہ آخرت (کا) بہت بڑا فائدہ (قدیم گھر) یعنی بیت اللہ اور اس کے گرد حرم کے علاقے (میں چوپایوں کا پہنچنا ہے) اور وہاں اللہ تعالیٰ کے نام پر چوپایہ کا قربان ہونا ہے۔

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا
اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ۗ فَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ
وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُوا ۗ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ ﴿٣٤﴾ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ
وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَالصَّابِرِينَ عَلَىٰ مَا أَصَابَهُمْ وَالْمُقِيمِي

الصَّلٰوةِ ۙ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۳۵﴾

ترجمہ: اور ہر امت کے لیے مقرر کی ہم نے قربانی تا کہ وہ ذکر کریں اللہ کا نام اس پر جو دیے (اللہ نے) ان کو چوپائے سو تمہارا معبود ایک معبود ہے تو اس کی تابعداری کرو۔ اور خوشخبری سنا عاجزی کرنے والوں کو جو جب ذکر کیا جاتا ہے اللہ کا تو خوفزدہ ہو جاتے ہیں ان کے دل اور صبر کرنے والوں کو اس مصیبت پر جو پہنچے ان کو اور نماز قائم رکھنے والوں کو اور اس میں سے جو دیا ہم نے ان کو خرچ کرتے ہیں۔

تفسیر: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اپنی نیاز کے طور پر (مویشی قربان کرنے کو ہر دین سماوی میں ہم نے عبادت قرار دیا) تا کہ امت والے ان چوپایوں پر جو اللہ نے ان کو دیئے ذبح کرتے ہوئے اللہ کا نام لیں اور اگر یہ عبادت غیر اللہ کی نیاز کے طور پر کرو گے تو شرک ہو جائے گا جس سے پرہیز کرنا چاہئے کیونکہ تم توحید کا عقیدہ رکھتے ہو سو تمہارا معبود ایک معبود ہے لہٰذا اسی کے حکم کی تابعداری کرو۔ اور اے رسول آپ ایسے لوگوں کو خوشخبری سنا دیجئے جو توحید پر رہ کر اللہ کے لیے عاجزی کرنے والے ہیں اور جو ایسے ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل اس کی ہیبت اور اس کے جلال سے ڈر جاتے ہیں اور جو ہر حال میں خصوصاً حج کے سفر میں جب ان کو تکلیف اور مصیبت پہنچتی ہے تو وہ صبر و برداشت کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں سفر کی مشقتوں سے بے چین ہو کر نماز قضا نہیں کرتے اور جو مال ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے حج و قربانی کے لیے دل کی خوشی کے ساتھ خرچ کرتے ہیں۔

ربط: اوپر مطلق شعائر اللہ کی تعظیم کرنے کا حکم تھا۔ اب صراحت کے ساتھ بتاتے ہیں کہ اونٹ وغیرہ قربانی کے جانور بھی شعائر اللہ میں سے ہیں اور ان سے متعلق کچھ احکام بتاتے ہیں۔

وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ
مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ ۚ
فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ؕ
كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۳۶﴾ لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا
وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ؕ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ

لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ؕ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۷﴾

ترجمہ: اور حرم میں ذبح کئے جانے والے اونٹ مقرر کیا ہم نے ان کو تمہارے لیے شعائر خداوندی میں سے۔ تمہارے لئے ان میں بھلائی ہے۔ تو ذکر کرو نام اللہ کا ان پر قطار باندھ کر۔ پھر جب گر پڑے ان کی کروٹ تو کھاؤ ان میں سے اور کھلاؤ قانع کو اور بے قرار کو۔ اسی طرح مسخر کیا ہم نے ان کو تمہارے لیے تا کہ تم شکر گزاری کرو۔ ہرگز نہیں پہنچتے اللہ کو ان کے گوشت اور نہ ان کے خون اور لیکن پہنچتا ہے اس کو تقویٰ تم سے۔ اسی طرح مسخر کیا ان کو تمہارے لیے تا کہ تم بڑائی کرو اللہ کی اس پر کہ راہ دکھائی اس نے تم کو اور خوشخبری دے نیکی والوں کو۔

تفسیر: (اور جو اونٹ) حرم میں ذبح کیے جانے ہوں (ان کو ہم نے تمہارے لیے شعائر اللہ میں سے ہونے کو ٹھہرا دیا)۔ ان کی ذات میں اور ان کو ادب کے ساتھ قربان کرنے میں (تمہارے لیے بہت سی دنیوی اور اخروی بھلائیاں ہیں)۔ تو عام ضابطہ کے موافق چاہئے کہ (تم اللہ کا نام لے کر) ان کا نحر کرو جس کا طریقہ یہ ہے کہ اونٹوں کو قبلہ رخ کھڑا کرو۔ اگر اونٹ زیادہ ہوں تو (ان کو قطار میں کھڑا کرو) اور ہر اونٹ کا ایک ہاتھ خواہ دایاں ہو بایاں باندھ دو۔ پھر گردن اور سینے کے ملنے کی جگہ پر زخم لگاؤ۔ جب سارا خون نکل جائے اور (اونٹ اپنی کروٹوں کے بل گر جائیں تو ان کا گوشت خود بھی کھاؤ) اور محتاج کو بھی کھلاؤ، جس کی ایک قسم (قانع) کی ہے اور دوسری قسم (بے قرار کی) ہے۔ اور قانع سے مراد صبر سے بیٹھنے والا ہے جو سوال نہیں کرتا، تھوڑا مل جائے تو اس پر قناعت کر لیتا ہے اور بے قرار کو بھی کھلاؤ جو سوال کرتا پھرتا ہے اور کچھ مل جائے تب بھی اس کو قرار نہیں ہوتا۔ (اسی طرح ہم نے ان) جانوروں (کو) جو جثہ میں اور قوت میں تم سے کہیں زیادہ ہیں (تمہارے لیے مسخر کر دیا) کہ تم ان سے طرح طرح کی خدمتیں لیتے ہو اور آسانی سے ذبح بھی کر لیتے ہو۔ ایسا ہم نے اس لیے کیا (تا کہ تم) اس کو اللہ تعالیٰ کا اپنے اوپر احسان سمجھ کر (شکر گزاری کرو)۔ آگے اس قربانی کا اصل فلسفہ بیان کرتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ جانور کو ذبح کر کے محض گوشت کھانے کھلانے یا اس کا خون گرانے سے تم اللہ کی رضا کبھی حاصل نہیں کر سکتے اور (نہ) ہی (ان کے گوشت اور خون اٹھ کر اس کی بارگاہ تک پہنچتے ہیں۔ اللہ کے یہاں تو تمہارے دل کا تقویٰ) اور ادب (پہنچتا ہے) کہ کیسی خوش دلی اور جوش محبت کے ساتھ ایک قیمتی اور نفیس چیز اس کی اجازت سے اس کے نام پر اس کے گھر کے پاس لے جا کر قربان کی۔ گویا اس قربانی سے ظاہر کر دیا کہ ہم خود بھی اللہ کی راہ میں اس طرح قربان ہونے کو تیار ہیں بس یہی وہ تقوی ہے جس کا ذکر وَ

مَنْ يُّعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ میں کیا گیا تھا۔ (ترجمہ: اور جو کوئی تعظیم کرے اللہ کے شعائر کی تو یہ بات دلوں کے تقوے سے حاصل ہوتی ہے)۔ (اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان چوپایوں کو تمہارے لیے مسخر کر دیا) یعنی ان کو تمہارے بس میں کر دیا (تا کہ تم اس وجہ سے کہ اللہ نے تم کو سیدھی راہ سمجھائی اللہ کی بڑائی بیان کرو) اور جانور کو ذبح یا نحر کرتے ہوئے بِسْمِ اللّٰهِ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُمَّ لَكَ وَ مِنْكَ کہو اور اللہ کا شکر ادا کرو کہ اس نے اپنی محبت اور عبودیت کے اظہار کا کیسا اچھا طریقہ بتا دیا اور ان احکام کو پورا کرنے والے چونکہ نیکوکار ہیں اس لیے آپ ان کو اچھے انجام کی خوشخبری سنا دیجئے۔

ربط: اوپر مذکور آخری آیت میں نیکوکار لوگوں کو خوشخبری سنانے کا ذکر ہوا آگے ان خوشخبریوں کا ذکر ہے۔

پہلی خوشخبری: اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل ایمان کا دفاع

اِنَّ اللّٰهَ
يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ ﴿۳۸﴾

ترجمہ: بلاشبہ اللہ دفاع کرے گا ان لوگوں کی طرف سے جو ایمان لائے۔ بلاشبہ اللہ نہیں محبت کرتا کسی بڑے خائن سے ناشکرے سے۔

تفسیر: پہلی خوشخبری یہ ہے کہ مسلمان مطمئن رہیں (اللہ) تعالیٰ عنقریب (ایمان والوں کا) ان کے دشمنوں سے (دفاع کرے گا) اور دشمنوں کو ان کے راستے سے ہٹا دے گا تا کہ مسلمانوں کے لیے مسجد حرام تک پہنچنے میں اور مسجد حرام سے متعلق احکام کی تعمیل میں کوئی مخالفانہ رکاوٹ باقی نہ رہے اور وہ بے خوف وخطر حج وعمرہ ادا کریں۔ اور مسلمان یہ خیال مت کریں کہ اللہ تعالیٰ کافروں اور مشرکوں کو پسند کرتے ہیں جب ہی تو ان کو تیرہ سال کی طویل مہلت دی گئی ہے کیونکہ یہ مہلت بعض حکمتوں اور مصلحتوں کی وجہ سے دی گئی ہے ورنہ (اللہ کسی بھی بڑے خائن اور ناشکرے کو پسند نہیں کرتے) جب کہ اہل ایمان کے دشمن بڑے خائن اور ناشکرے ہیں اور ایسے لوگوں کو اہل ایمان کے راستے سے ہٹا دیا جاتا ہے اور تباہ و برباد کر دیا جاتا ہے۔

دوسری خوشخبری: اہل ایمان کو خصوصاً مہاجرین کو اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل ہوگی

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ

لَقَدِيْرٌ ﴿٣٩﴾ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا
رَبُّنَا اللّٰهُ ۗ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ
صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۗ
وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿٤٠﴾

ترجمہ: اجازت دی جاتی ہے ان لوگوں کو جو جنگ کئے جاتے ہیں (دفاعی جنگ کی اجازت) اس وجہ سے (ہے) کہ ان پر ظلم کیا گیا اور بلاشبہ اللہ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے۔ وہ لوگ جو نکالے گئے اپنے گھروں سے ناحق مگر (صرف) اس وجہ سے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے۔ اور اگر دفع کرنا نہ ہو اللہ کا لوگوں کو بعض کو بعض کے ذریعے تو ڈھادیے جاتے صومعے اور گرجے اور کنیسے اور مسجدیں، ذکر کیا جاتا ہے جن میں نام خداوندی بہت اور ضرور مدد کرے گا اللہ اس کی جو مدد کرتا ہے اس کی (یعنی اللہ کی)۔ بلاشبہ اللہ ہے زبردست قوت والا زور والا۔

تفسیر: جب تک رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں تھے حکم تھا کہ کافروں کی سختیوں پر مسلمان صبر کریں اور اپنے ہاتھ روکے رکھیں مقابلہ نہ کریں۔ چنانچہ انہوں نے تیرہ سال تک سخت مظالم کے مقابلے میں بے مثال صبر واستقامت کا مظاہرہ کیا۔ جب مدینہ منورہ دارالاسلام بن گیا اور مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی جمعیت ایک مستقل مرکز پر جمع ہوگئی تو (ان مسلمانوں کو جن کے ساتھ) کافروں کی جانب سے (یکطرفہ لڑائی کا تسلسل تھا اس شکل میں کہ ان پر بہت (ظلم کیا گیا) جہاد اور جنگ کرنے کی (اجازت دی گئی) بلکہ حکم ہوا کہ ظالموں کے مقابلے میں ہتھیار اٹھائیں اور اپنی جماعت اور اپنے دین کی حفاظت کریں اور اپنی بے سروسامانی سے نہ گھبرائیں، اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرے گا (اور بلاشبہ اللہ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے)۔ یہاں مسلمانوں سے مراد (وہ مسلمان) ہیں (جو اپنے گھروں سے ناحق نکالے گئے) اور ان کو ہجرت کرنا پڑی۔ ان کا کوئی جرم نہ تھا اور نہ ان پر کسی کا جان و مال کا کچھ دعویٰ تھا (سوائے اس کے کہ وہ یہ) عقیدہ رکھتے ہیں اور (کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے) اور شرک و بت پرستی سے اجتناب کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کافروں سے لڑنے کی جو اجازت دی تو اپنے قانون فطرت کے مطابق دی۔ وہ قانون یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بددین اور شریر لوگوں کو نیک لوگوں کے ذریعے بلکہ کبھی دوسرے بددین لوگوں کے ذریعے بھی دفع کرتے ہیں یعنی کافروں کو آپس میں لڑا کر ان کا زور گھٹاتے ہیں۔ (اور اگر اللہ

بعض لوگوں) کے زور (کو دوسرے بعض سے دفع نہ کرے تو) بددین اور شریر لوگ جن کی اہل ایمان کے مقابلے میں ہر دور میں اکثریت رہی ہے ان کے ہاتھوں اپنی اپنی شریعت کے زمانے کے اہل حق (عیسائیوں کی (خانقاہیں اور گرجے اور اہل حق یہود کی عبادت گاہیں اور مسلمانوں کی مسجدیں جن میں) سے عیسائیوں اور یہودیوں کی عبادت گاہوں میں اللہ کا نام بکثرت لیا جاتا تھا اور مسلمانوں کی مسجدوں میں (اللہ کا نام بکثرت لیا جاتا ہے سب منہدم ہو گئے ہوتے۔ اور جو اللہ) کے دین (کی مدد کرے) یعنی اخلاص کے ساتھ اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے جہاد کرے (اللہ ضرور اس کی مدد کرتا ہے) اور اللہ ایسا کر سکتا ہے کیونکہ (وہ بلاشبہ بڑی قوت والا زور والا ہے)۔

تیسری خوشخبری: خلافت راشدہ

اَلَّذِيْنَ
اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا
بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۴۱﴾

ترجمہ: وہ لوگ کہ اگر قدرت دیں ہم ان کو زمین میں تو وہ قائم کریں نماز اور ادا کریں زکوۃ اور حکم کریں اچھے کاموں کا اور روکیں برے کاموں سے اور اللہ کے لیے ہے انجام تمام کاموں کا۔

تفسیر: (وہ لوگ) جن پر ظلم ہوا اور جو اپنے گھروں سے نکالے گئے اور مہاجر ہوئے اللہ ان کی مدد کیوں نہ کرے گا جب کہ وہ ایسے ہیں (کہ اگر ہم ان کو زمین میں) سلطنت و (قدرت دیں تو) تب بھی وہ خدا سے غافل نہ رہیں، بذات خود بھی بدنی اور مالی عبادتوں میں لگے رہیں مثلاً (نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں اور) دوسروں کو بھی (نیک کام کرنے کا حکم دیں اور برے کاموں سے روکیں۔ اور تمام کاموں کا انجام اللہ کے اختیار میں ہے) وہ جو چاہے کر سکتا ہے لہٰذا وہ ان کو سلطنت بھی دے سکتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کو زمین کی حکومت عطا کی اور یوں پیشین گوئی حرف بحرف سچی ہوئی۔

اس آیت سے صحابہ کرامؓ، خصوصا مہاجرین اور ان میں بھی خاص طور سے چاروں خلفائے راشدین کی حقانیت اور مقبولیت ثابت ہوئی۔

ربط: اوپر مسلمانوں کے غلبہ اور مدد کے جو وعدے دیے گئے ہیں کفار اپنی موجودہ کثرت وقوت کو دیکھتے ہوئے ان کو نہ جھٹلائیں یہ خدا کی ڈھیل ہے۔ پہلی قوموں نے بھی خدا کی چند روزہ ڈھیل سے

دھوکہ کھا کر اپنے پیغمبروں کو جھٹلایا تھا۔ آخر جب پکڑے گئے تو دیکھ لو ان کا کیا حشر ہوا۔

وَاِنْ
يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّثَمُوْدُ ﴿۴۲﴾ وَ
قَوْمُ اِبْرٰهِيْمَ وَقَوْمُ لُوْطٍ ﴿۴۳﴾ وَّاَصْحٰبُ مَدْيَنَ ۚ وَكُذِّبَ مُوْسٰى
فَاَمْلَيْتُ لِلْكٰفِرِيْنَ ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۚ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۴۴﴾ فَكَاَيِّنْ
مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا ۖ
وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ ﴿۴۵﴾ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ
فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ
فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي
الصُّدُوْرِ ﴿۴۶﴾

ترجمہ: اور اگر انہوں نے جھٹلایا تجھے تو ان سے پہلے جھٹلا چکی ہیں (اپنے پیغمبروں کو) قوم نوح اور (قوم) عاد اور (قوم) ثمود اور قوم ابراہیم اور قوم لوط اور مدین والے اور جھٹلائے گئے موسیٰ (علیہ السلام)، پھر ڈھیل دی میں نے کافروں کو، پھر پکڑا میں نے ان کو تو کیسی ہوئی میری نکیر۔ سو کتنی ہی بستیاں ہیں کہ ہلاک کیا ہم نے ان کو اور وہ ظالم تھیں۔ اب وہ گری پڑی ہیں اپنی چھتوں پر اور (کتنے ہی) کنویں ہیں معطل اور کتنے ہی محل ہیں مضبوط۔ کیا یہ چلے نہیں زمین میں کہ ہوتے ان کے دل سمجھتے جن سے، یا ہوتے کان سنتے جن کے ذریعے (یا ہوتیں ان کی آنکھیں دیکھتے جن سے لیکن بات یہ ہے کہ اندھی نہیں ہوتیں آنکھیں بلکہ اندھے ہو جاتے ہیں دل جو سینوں میں ہیں۔

تفسیر: آپ نے مدد وقوت کی خوشخبریاں سنائیں (اور) اس کے باوجود (کافروں نے آپ کو جھٹلایا تو) آپ پریشان نہ ہوں یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ (ان سے پہلے) متعدد قوموں نے اپنے پیغمبروں کو جھٹلایا مثلاً (قوم نوح نے) حضرت نوح علیہ السلام کو (اور) قوم (عاد نے) حضرت ہود علیہ السلام کو (اور) قوم (ثمود نے) حضرت صالح علیہ السلام کو (اور قوم ابراہیم نے) حضرت ابراہیم علیہ السلام کو (اور قوم لوط نے) حضرت لوط علیہ السلام کو اور مدین والوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کو اور

جھٹلائے گئے موسیٰ) علیہ السلام مصر کے قبطیوں کی جانب سے (پھر میں نے ڈھیل دی کافروں کو)۔ اس سے بھی انہوں نے سمجھ بوجھ کا فائدہ نہ اٹھایا (پھر) بالآخر (میں نے ان کو) اپنے عذاب میں (پکڑا) تو دیکھو کیسی ہوئی میری پکڑ۔ میں نے اپنے عذاب سے ڈرا کر ان کی شرارتوں پر (جو انکار کیا تھا دیکھو وہ کس طرح سامنے آیا۔) اس عذاب کی تفصیل یہ ہے کہ (کتنی ہی بستیوں کو ہم نے اپنے عذاب سے ہلاک کیا جب کہ وہ ظلم) اور جھٹلانے (پر مصر تھیں اور اب وہ اپنی چھتوں پر گری پڑی ہیں جس کی صورت یہ بنی کہ بنیادیں ہلنے سے پہلے چھتیں گریں پھر دیواریں گریں اور سارا مکان گر کر چھت کے ڈھیر پر آ گیا۔ غرض بستیوں کے مکانوں کو تہ و بالا کر دیا۔ (اور کتنے ہی کنویں بے کار پڑے ہیں) جن پر کبھی پانی نکالنے والوں کا رش رہتا تھا لیکن اب وہاں کوئی بھی ڈول ڈالنے والا نہیں ہے (اور کتنے ہی پختہ) اور عالیشان اور آباد (محل تھے) جو اب ویران اور کھنڈر بن کر رہ گئے ہیں ان میں کوئی بسنے والا نہیں رہا۔ (کیا موجودہ مشرکین زمین میں چلے پھرے نہیں کہ) ان تباہ شدہ کھنڈرات کو دیکھتے اور (ان کے پاس) سوچنے سمجھنے والے (دل ہوتے جن سے وہ غور وفکر کا کام لیتے) تو سچی بات کو سمجھ لیتے (یا ان کے پاس کان ہوتے جن سے یہ نصیحت کو سنتے مطلب یہ ہے کہ زمین میں یہ خوب چلے پھرے ہیں اور ان علاقوں سے بھی گزرے ہیں جہاں عذاب الٰہی سے تباہ شدہ کھنڈرات موجود ہیں اور ان کو اپنی آنکھوں سے خوب اچھی طرح دیکھا ہے (اس لیے ان کی آنکھیں تو اندھی نہیں ہیں البتہ ان کے سینوں میں جو دل ہیں) وہ اندھے ہیں غور وفکر کے قابل نہیں۔

ربط: پیچھے ذکر ہوا کہ متعدد قوموں نے اپنے رسولوں کو جھٹلایا اور وہ قومیں عذاب الٰہی میں مبتلا ہوئیں۔ لیکن کافر اور منکر لوگ بجائے عبرت پکڑنے کے عذاب کی جلدی مچاتے ہیں۔ ان کو جواب دیتے ہیں:

وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ ؕ
وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ﴿۴۷﴾ وَكَاَيِّنْ
مِّنْ قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ اَخَذْتُهَا ۚ وَاِلَيَّ
الْمَصِيْرُ ﴿۴۸﴾ قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَاۤ اَنَا لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۴۹﴾
فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ
كَرِيْمٌ ﴿۵۰﴾ وَالَّذِيْنَ سَعَوْا فِيْۤ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ
الْجَحِيْمِ ﴿۵۱﴾

ترجمہ: اور یہ لوگ جلدی طلب کرتے ہیں تجھ سے عذاب کو حالانکہ ہرگز خلاف نہ کرے گا اللہ اپنے وعدے کا۔ اور بلاشبہ ایک دن ہے تیرے رب کے نزدیک مثل ایک ہزار سال کے اس سے جو تم گنتے ہو۔ اور کتنی ہی بستیاں ہیں ڈھیل دی میں نے ان کو اور وہ ظالم تھیں۔ پھر پکڑا میں نے ان کو اور میری طرف واپسی ہے۔ تو کہہ دے کہ اے لوگو! میں تو محض تمہیں ڈرانے والا ہوں کھلا۔ تو جو لوگ ایمان لائے اور عمل کئے انہوں نے نیک ان کے لیے بخشش ہے اور رزق ہے عزت کا۔ اور جو لوگ کوشش کرتے ہیں ہماری آیتوں میں (گویا) کہ وہ ہرانے والے ہیں۔ یہی ہیں جہنم والے۔

تفسیر: (اور یہ) منکر (لوگ آپ سے عذاب لانے کی جلدی مچاتے ہیں حالانکہ اللہ ہرگز خلاف نہیں کرے گا اپنے وعدے کا) اور عذاب اپنے وقت پر یقیناً آ کر رہے گا۔ استہزاء اور تکذیب کی راہ سے جلدی مچانا فضول ہے۔ دنیا میں بھی عذاب آ سکتا ہے ورنہ آخرت کے عذاب کا وعدہ تو پکا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے خلاف ہرگز نہ کرے گا کیونکہ آپ کے رب کے ہاں ایک دن تمہارے شمار کے حساب سے ایک ہزار سال کا ہوتا ہے) اس لیے تمہارے کچھ سالوں کا گزرنا اللہ کے ہاں کچھ قابل ذکر مدت نہیں ہے۔ پھر ایسی مصیبت کو بلانے کے لیے کیوں جلدی مچاتے ہو۔ (اور کتنی ہی ظالم بستیاں تھیں جن کو میں نے ڈھیل دی) تاکہ سدھر جائیں۔ کیا ڈھیل ملنے سے وہ ہماری پہنچ سے بھاگ نکلے۔ نہیں (پھر وقت آنے پر (میں نے ان کو پکڑ لیا) اور تباہ و برباد کر دیا۔ (اور) لوگ اچھے ہوں یا برے ہوں انجام تو سب کا یہی ہے کہ (میری طرف واپس آنا ہے۔) لہٰذا (آپ یہ تنبیہ کر دیجئے کہ اے لوگو، میں تو تمہیں) اللہ تعالیٰ کی پکڑ اور عذاب سے (محض کھلا کھلا ڈرانے والا ہوں) عذاب کو لے آنا میرے قبضہ میں نہیں ہے۔ یہ خدا ہی کے قبضہ میں ہے کہ سب فرمانبردار اور نافرمان کا فیصلہ کرے اور ہر ایک کو اس کے مناسب حال راحت و عذاب کی جگہ پہنچائے۔ (تو جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کے لیے مغفرت ہوگی اور عزت کا رزق ہوگا) جس میں عمدہ ماکولات و مشروبات کے علاوہ دیدار خداوندی بھی شامل ہوگا۔ (اور) ان کے برعکس (جو لوگ اس کوشش میں لگے کہ ہماری آیتوں کو ہرا دیں وہ جہنم والے ہیں) جس کی ہولناکیوں کا ذکر قرآن پاک میں کئی جگہ آیا ہے۔

ربط: اوپر منکرین کے الحاد کا ذکر ہوا تھا جس کے ذریعہ وہ عوام مسلمین کو گمراہ کرتے تھے۔ آگے بتاتے ہیں کہ منکرین میں شیطان جن بھی ہیں جو مسلمانوں کے دلوں میں ان کو گمراہ کرنے کی خاطر مختلف قسم کے وسوسے ڈالتے ہیں۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ
اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ ۚ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي
الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۲﴾ لِّيَجْعَلَ
مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْقَاسِيَةِ
قُلُوْبُهُمْ ۭ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ شِقَاقٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۵۳﴾ وَّلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ
اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ
قُلُوْبُهُمْ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۴﴾

ترجمہ: نہیں بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے کسی رسول کو اور نہ کسی نبی کو مگر جب وہ پڑھتا تھا تو وسوسہ ڈالتا تھا شیطان اس کے پڑھے ہوئے میں۔ پھر مٹا دیتا ہے اللہ جو ڈالتا ہے شیطان پھر محکم کرتا ہے اللہ اپنی آیتوں کو اور اللہ ہے علم والا حکمت والا۔ اللہ ایسا اس لیے کرتا ہے کہ کر دے اس کو جو (وسوسے) ڈالتا ہے شیطان (ان کے دلوں میں) آزمائش ان لوگوں کے لیے جن کے دلوں میں مرض ہے اور سخت ہیں ان کے دل اور بلاشبہ ظالم (یعنی گناہگار) ہیں مخالفت میں دور کی۔ اور تا کہ جان لیں وہ لوگ جو دیئے گئے علم کہ وہ حق ہے تیرے رب کی طرف سے پھر یقین لائیں اس پر اور نرم ہو جائیں اس کی خاطر ان کے دل اور بلاشبہ اللہ رہنمائی کرتا ہے ایمان والوں کی سیدھی راہ کی طرف۔

تفسیر: (اور ہم نے آپ سے پہلے جس کسی رسول اور نبی کو بھیجا تو یہ قصہ ہوتا رہا کہ جب بھی وہ رسول یا نبی اپنے لوگوں کو کتاب الٰہی پڑھ کر (سناتے) یا اپنے الفاظ میں کوئی حدیث سناتے (تو شیطان) اس بیان کردہ آیت یا حدیث (کے سننے والوں کے دلوں میں اس کے بارے) میں وسوسہ اندازی کرتا تھا اور شکوک وشبہات پیدا کر دیتا تھا۔ خود رسول اللہ ﷺ اور صحابہ میں بھی یہ بات پیش آئی مثلاً:

1- جب آپ ﷺ نے آیت حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ پڑھ کر سنائی یعنی تم پر مردار حرام کر دیا گیا تو شیطان نے شبہ ڈالا کہ دیکھو یہ اپنے مارے ہوئے کو حلال اور اللہ کے مارے ہوئے کو حرام کہتے ہیں۔

2- آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی اِنَّکُمْ وَ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ حَصَبُ جَھَنَّمَ۔ (بے شک تم اور وہ جن کو تم پوجتے ہو اللہ کے علاوہ جہنم کا ایندھن ہیں) تو شیطان نے وسوسہ ڈالا کہ اللہ کے علاوہ پوجے جانے والوں میں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت عزیر علیہ السلام اور فرشتے بھی ہیں تو یہ بھی جہنم کا ایندھن بنیں گے۔

3- حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں پڑھا وَ کَلِمَتُہٗ اَلْقَاھَا اِلٰی مَرْیَمَ وَ رُوْحٌ مِنْہُ (وہ اللہ کا کلمہ ہے جس کو ڈالا مریم کی طرف اور اللہ کی پیدا کردہ روح ہے) تو شیطان نے وسوسہ ڈالا کہ اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خدا کا بیٹا ہونا اور خدا ہونا ثابت ہوتا ہے۔

(پھر شیطان نے جو وسوسے ڈالے اللہ تعالیٰ ان کو مٹا دیتے ہیں پھر اللہ اپنی آیتوں کو پختہ کرتے ہیں) جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی وہ آیتیں سناتے ہیں جو بالکل صاف اور محکم ہوں اور ایسی پکی باتیں بتاتے ہیں جن کو سن کر شک وشبہ کی کچھ گنجائش باقی نہیں رہتی۔

تنبیہ: یہاں چند سوال پیدا ہوتے ہیں جو یہ ہیں:

1- یہ دو قسم کی آیتیں کیوں اتاری جاتی ہیں؟

2- شیطانوں کو اتنی وسوسہ اندازی کا موقع کیوں دیا جاتا ہے؟

3- آیت کی جو پختگی اور اِحکام بعد میں کیا جاتا ہے پہلے ہی کیوں نہیں کر دیا جاتا؟

مذکورہ سوالوں کے دو جواب دیے گئے ہیں:

1- اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو علمی و عملی لحاظ سے دار الامتحان بنایا ہے اور اس امتحان و آزمائش کی ایک صورت یہ ہے کہ (شیطان) سننے والوں کے دلوں میں جو وسوسے ڈالتا ہے اللہ تعالیٰ ان وسوسوں کو ان لوگوں کے لیے آزمائش بنا دیتے ہیں جن کے دلوں میں اس بات کا (مرض ہے) کہ وہ باطل تاویلوں کے پیچھے لگے رہتے ہیں اور ان وسوسوں کو ان لوگوں کے لیے بھی آزمائش بنا دیتے ہیں (جن کے دل) اتنے (سخت ہیں) کہ فتنہ و فساد پھیلانے کے درپے رہتے ہیں (اور بلاشبہ ایسے ظالم لوگ دور کی مخالفت میں) جا پڑے (ہیں)۔

2- اور اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کو نازل کرنے کی جو ترتیب رکھی ہے اس سے) غرض یہ ہے کہ وہ لوگ جو علم دیئے گئے اس بات کو جان لیں کہ یہ حق ہے آپ کے رب کے پاس سے سو اس پر ایمان لائیں اور اس کے لیے ان کے دل نرم ہو جائیں اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ رہنمائی کرتے ہیں سیدھی راہ کی طرف)۔

ربط: پیچھے بتایا کہ شیطان کی وسوسہ اندازی کافروں کے لیے آزمائش بن جاتی ہے جن کے دلوں میں مرض اور سختی ہے۔ آگے ایسے لوگوں کا برا انجام بتاتے ہیں۔ اور ان کے مقابلے ایمان و نیک اعمال

مثلاً ہجرت کرنے والوں کا نیک انجام ذکر کرتے ہیں۔

وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ
بَغْتَةً اَوْ يَاْتِيَهُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيْمٍ ﴿۵۵﴾ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ؕ
يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ جَنّٰتِ
النَّعِيْمِ ﴿۵۶﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ
مُّهِيْنٌ ﴿۵۷﴾ وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا
لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۵۸﴾
لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ﴿۵۹﴾

ترجمہ: اور ہمیشہ رہیں گے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا شک میں اس (دین حق) کے بارے میں یہاں تک کہ آ پہنچے ان تک قیامت اچانک یا آئے ان پر عذاب بے چھٹکارے والے دن کا۔ حکومت اس دن اللہ کی ہوگی۔ وہ فیصلہ کرے گا ان (لوگوں) کے درمیان۔ تو جو لوگ ایمان لائے اور عمل کئے نیک سو وہ ہوں گے باغوں میں نعمت کے۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا اور جھٹلایا ہماری آیتوں کو تو ان کے لیے ہے عذاب ذلیل کرنے والا۔ اور وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کی راہ خدا میں پھر قتل کیے گئے یا مر گئے تو ضرور دے گا ان کو اللہ رزق اچھا اور بلاشبہ اللہ ہی ہے بہترین رزق دینے والا۔ وہ ضرور داخل کرے گا ان کو ایسی جگہ میں پسند کریں گے وہ جس کو اور بلاشبہ اللہ ہے علم والا تحمل والا۔

تفسیر: (اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ دین حق کے بارے میں ہمیشہ شک میں ہی رہیں گے یہاں تک کہ ان کو) نفس (قیامت) کا ہولناک حادثہ یا قیامت کے دن کا عذاب اچانک آ پہنچے (یا ان کو) قیامت سے پہلے دنیا ہی میں (ایسے دن کی سزا آ پہنچے جس سے چھٹکارے کی کوئی صورت نہ ہوگی)۔ قیامت کے دن بادشاہت صرف اللہ کے لیے ہوگی،) کسی کی ظاہری یا مجازی حکومت برائے نام بھی باقی نہ رہے گی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ سب انسانوں میں بیک وقت عملی فیصلہ کر دیں گے۔ تو وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے وہ نعمت کے باغوں میں ہوں گے اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا ان کے لیے توہین کرنے والا

عذاب ہوگا۔ اور ایمان والوں میں سے خاص طور سے وہ لوگ جنہوں نے راہ خدا میں ہجرت کی اور اپنا گھر بار چھوڑا پھر وہ راہ خدا میں قتل ہوئے یا اپنی طبعی موت مرے دونوں صورتوں میں اللہ تعالیٰ ان کو ضرور اچھا رزق دیں گے) یعنی ان کی خاص مہمانی کریں گے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ بہترین رزق دینے والے ہیں۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ ان کو ایسی جگہوں میں داخل کریں گے جن کو یہ لوگ پسند کریں گے۔) غرض کھانا پینا اور رہنا سہنا سب ان کی مرضی کے موافق ہوگا۔ (اور بلاشبہ اللہ بڑے علم والے ہیں۔ وہ سب کو جانتے ہیں ان کو بھی جنہوں نے ایسے مخلص بندوں کو تکلیفیں دے کر ان کو ہجرت کرنے پر مجبور کیا۔ اور بڑے حلم والے ہیں اپنے حلم اور برداشت کی وجہ سے ظالموں کو فوری سزا نہیں دیتے۔

ربط: اوپر ذکر ہوا کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے بخوبی واقف ہیں جنہوں نے اللہ کے مخلص بندوں کو تکلیفیں دے کر اور ان پر ظلم کر کے ان کو ہجرت پر مجبور کیا۔ آگے بتاتے ہیں کہ ظالموں سے ظلم کا بدلہ بقدر ظلم لیا جا سکتا ہے۔ بدلہ لیے جانے کے بعد اگر ظالم مظلوم پر پھر ظلم کرے تو مظلوم اللہ کی مدد کا دوبارہ مستحق بن جائے گا۔

ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ
لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ۗ إِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُورٌ ﴿٦٠﴾

ترجمہ: یہ سن چکے۔ اور جو کوئی بدلہ لے برابر اس تکلیف کے جو وہ دیا گیا پھر اس (مظلوم) پر (دوبارہ) زیادتی کی جائے تو ضرور مدد کرے گا اس کی اللہ۔ بلاشبہ اللہ ہے معاف کرنے والا بخشنے والا۔

تفسیر: یہ مضمون تو ہو چکا۔ آگے اس سے متعلق ایک ضابطہ بیان کرتے ہیں۔ وہ ضابطہ یہ ہے کہ اگر مظلوم نے ظالم سے اس کے ظلم کے بدلہ بقدر لے لیا تھا پھر ظالم کی جانب سے مظلوم پر نئی زیادتی کی گئی تو اللہ تعالیٰ اس مظلوم کی دوبارہ ضرور مدد کریں گے) جیسا کہ ان کی عادت ہے کہ وہ مظلوم کی آخر کار مدد کرتے ہیں جس کی مندرجہ ذیل تین صورتیں ہیں:

(i) ملک میں اسلامی قانون رائج ہو تو مسلمان حاکم اور جج قانون الٰہی کے مطابق مظلوم کی فریاد رسی کرے۔

(ii) اللہ تعالیٰ ظالم پر کوئی بیماری یا آفت یا کسی دشمن کو مسلط کر دے جس سے مجبور ہو کر ظالم اپنے ظلم سے باز آ جائے اور سچی توبہ کر لے۔ (بلاشبہ اللہ تعالیٰ معاف کرنے والے) اور (بخشنے والے ہیں)۔

(iii) دنیا میں ظالم کو اگر سزا نہ ملی اور اس نے توبہ بھی نہ کی ہو تو آخرت میں مظلوم کو ظالم سے بدلہ دلایا جائے گا۔

ربط: اوپر ایک فرد کے ظلم کا ذکر تھا۔ آگے اس بات کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ کو مظلوم کی فریاد رسی کی قدرت ہے خواہ ظالم فرد ہو یا قوم ہو اور مظلوم خواہ وہ فرد ہو یا قوم ہو۔ اور چونکہ مسلمان مظلوم اور کافر ظالم ہیں اس لیے وہ مسلمانوں کی ضرور مدد کریں گے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ
الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ
بَصِيْرٌ ﴿٦١﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ
دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿٦٢﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ
اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً ؕ
اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ﴿٦٣﴾ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ
وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿٦٤﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا
فِي الْاَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ؕ وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ
اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ
رَّحِيْمٌ ﴿٦٥﴾ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ؕ
اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ ﴿٦٦﴾

ترجمہ: یہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ داخل کرتا ہے رات کو دن میں اور داخل کرتا ہے دن کو رات میں اور اللہ ہے سننے والا دیکھنے والا۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ ہی حق ہے اور جس کو یہ پکارتے ہیں اللہ کے علاوہ وہ باطل ہے اور اللہ ہی بلند اور بڑا ہے۔ کیا نہیں دیکھا تو نے کہ اللہ نے نازل کیا آسمان سے پانی، پھر ہوگئی زمین سرسبز۔ بے شک اللہ باریک بین (اور) خبردار ہے۔ اسی کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں اور بلاشبہ اللہ ہی ہے بے پرواتعریفوں والا۔ کیا نہیں دیکھا تو نے کہ اللہ نے مسخر کیا تمہارے لیے جو کچھ زمین میں ہے اور کشتی کو جو چلتی ہے دریا میں اس کے حکم سے، اور تھاما ہوا ہے آسمان اس سے

کہ گر پڑے زمین پر مگر اس کے حکم سے۔ بے شک اللہ لوگوں کے ساتھ نرمی کرنے والا مہربان ہے۔ اور وہی ہے جس نے زندہ کیا تم کو پھر وہ موت دیتا ہے تم کو پھر وہ (دوبارہ) زندہ کرے گا تم کو۔ بے شک انسان ہے ناشکرا۔

مظلوم مسلمان قوم کی امداد کی ترجیحات

تفسیر: اللہ تعالیٰ کے لیے مظلوم مسلمان قوم کی مدد کرنا کچھ دشوار نہیں (کیونکہ:

(1) (وہ) اتنی بڑی قدرت والے ہیں کہ (رات کو دن میں داخل کرتے ہیں اور دن کو رات میں داخل کرتے ہیں) یعنی دن رات کا الٹ پلٹ کرنا اور گھٹانا بڑھانا سب انہی کے ہاتھ میں ہے۔ ان ہی کے تصرف سے کبھی دن بڑے ہوتے ہیں اور کبھی راتیں بڑی ہوتی ہیں۔ پھر کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ کسی مظلوم قوم کو امداد دے کر اس کو ظالموں کے پنجے سے نکال دے بلکہ ان کو ظالموں پر غالب اور مسلط کر دے (اور اللہ) تعالیٰ مظلوم کی فریاد کو (سننے والے) ہیں اور ظالم کے کرتوت (دیکھنے والے ہیں)۔ کسی بھی مظلوم کی فریاد ان کے سننے سے نہیں رہتی اور کسی بھی ظالم کا ظلم ان کے دیکھنے سے نہیں رہتا۔

(2) (یہ) مسلمانوں کی امداد کی ترجیح (اس وجہ سے) بھی (ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی حق ہے) یعنی واقع میں وہی صحیح اور سچا خدا ہے اور اس کے علاوہ جو کوئی خود خدائی کا دعوی کرتا ہے یا جو دوسرے کے خدا ہونے کا دعویٰ کرتا ہے وہ سب جھوٹ اور باطل ہے۔ کیونکہ خدا تو وہی ہوسکتا ہے جو سب سے بلند اور سب سے بڑا ہو۔ (اور) یہ صرف (اللہ ہی) ہے جس کی یہ شان ہے کہ وہ (سب سے بلند اور سب سے بڑا ہے)۔ تو جو لوگ کفر اور شرک سے بچتے ہوں اور صرف اللہ کو معبود مانتے ہوں اللہ ایسوں کی مدد کیوں نہ کرے۔

(3) (کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ آسمان سے یعنی اوپر بادلوں سے پانی برساتا ہے تو زمین سرسبز ہو جاتی ہے) اگر کفر کو زمین اور اسلام کو بارش سمجھا جائے تو کفر کی خشک اور ویران زمین کو اسلام کی بارش سے سبزہ زار بنا دے گا۔ (بلاشبہ اللہ چھپی تدبیروں سے واقف ہے) اور (باخبر ہے)۔ وہی جانتا ہے کہ کس طرح بارش کے پانی سے سبزہ اگتا ہے۔ قدرت اندر ہی اندر ایسی تدبیر وتصرف کرتی ہے کہ خشک زمین پانی وغیرہ کے اجزاء کو اپنے اندر جذب کر کے سرسبز وشاداب ہو جائے۔ ان تدبیروں کی بہت کچھ تفصیلات علم نباتات کی کتابوں میں مل جاتی ہیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی، لطیف تدبیر وتربیت اور کمال واقفیت سے انسانوں کے دلوں کو اسلام کے فیوض کی بارش برسا کر سرسبز و شاداب بنا دے گا۔

(4) (اسی کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں اور بے شک اللہ غنی ہے) اور (تعریفوں والا ہے)۔ آسمان وزمین کی جب تمام چیزیں اس کی مملوک ومخلوق ہیں اور سب اس کے

محتاج ہیں مگر وہ کسی کا محتاج نہیں تو وہ ان میں جس طرح چاہے تصرف کرے کوئی اس کو روک نہیں سکتا۔ البتہ مکمل غنا اور اقتدار کے باوجود کرتا وہی ہے جو سراپا حکمت و مصلحت ہو۔ اور جب مصلحت و حکمت کا تقاضا ہو تو اپنے مسلمان بندوں کی امداد کرتا ہے اور انہیں کافروں پر غلبہ عطا فرماتا ہے۔ اور بلاشبہ وہ غنی ہے اور اس کے تمام کام قابل تعریف ہیں۔

5- (کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ) اس کے باوجود کہ اللہ کو کسی کی کیا پروا تھی محض اپنی شفقت و مہربانی سے (اللہ تعالیٰ نے تمہارے فائدے کے لیے زمین کی ہر چیز کو مسخر و بے بس کر دیا اور کشتی کو بھی مسخر کیا جو محض حکم الٰہی سے دریا میں چلتی ہے)۔ اور اپنے دست قدرت سے (آسمان کو) اور اس میں موجود سیاروں اور ستاروں کو (زمین پر گرنے سے تھام رکھا ہے مگر اس کے حکم سے) جیسا کہ قیامت کے دن میں ہوگا کہ اللہ کے حکم سے سیارے گر کر اور زمین سے ٹکرا کر اسے پاش پاش کر دیں گے۔ (بلاشبہ اللہ لوگوں پر مہربان اور رحمت کرنے والے ہیں)۔

6- (وہی ہے جس نے تم کو زندہ کیا پھر وہ تم کو موت دے گا پھر وہ تم کو دوبارہ زندہ کرے گا۔ بلاشبہ انسان ناشکرا ہے) کہ اتنے احسان و انعام دیکھ کر بھی اللہ کا حق نہیں مانتا۔ منعم حقیقی کو چھوڑ کر دوسروں کے سامنے جھکنے لگتا ہے۔ ان کے مقابلے میں جو لوگ توحید کے قائل ہیں اور اس پر قائم ہیں اللہ ان کی مدد کیوں نہ کرے۔

ربط: آگے پھر توحید کے مضمون کو دہراتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ تمام انبیاء اصول دین میں متفق رہے جن میں توحید سرفہرست ہے البتہ ہر امت میں عبادت کی صورت اور دیگر فروعی احکام مختلف ہیں۔

لِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوهُ
فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْأَمْرِ وَادْعُ إِلَىٰ رَبِّكَ ۖ إِنَّكَ لَعَلَىٰ هُدًى
مُسْتَقِيمٍ ﴿٦٧﴾

ترجمہ: ہر امت کے لیے مقرر کیا ہم نے طریقہ عبادت وہ اختیار کئے ہوئے ہیں اس کو تو چاہئے کہ وہ نہ جھگڑا کریں تجھ سے اس کام کے بارے میں اور تو بلا اپنے رب کی طرف۔ بلاشبہ تو ہے راہ راست پر۔

تفسیر: تمام انبیاء اصول دین مثلاً توحید، رسالت اور معاد و آخرت میں متفق رہے البتہ (ہر امت کے لیے ہم نے اپنی عبادت) و بندگی (کی صورتیں مختلف) زمانوں میں (مختلف مقرر کیں) جن کے موافق وہ امتیں عبادت کرتی رہیں) اس امت کے لیے بھی خاص شریعت بھیجی گئی۔ اس لیے لوگوں کو

چاہئے کہ وہ آپ سے دین) کی اصولی باتوں (میں نہ جھگڑیں) کیونکہ ان متفقہ اور غیر متبدل باتوں میں جھگڑا اور اختلاف کرنا کسی حالت میں بھی مناسب نہیں ہے۔ یہ لوگ اگر اپنی اس روش سے باز نہ آئیں اور ایسی کھلی باتوں میں بھی اختلاف کریں اور جھگڑے نکالیں تو آپ ان کی کچھ پرواہ نہ کریں (اور) ان کا معاملہ ہمارے اوپر چھوڑ دیں لیکن (آپ) اپنا کام کرتے رہئے یعنی (لوگوں کو اپنے رب کی راہ کی طرف بلاتے رہیے) اور یقین رکھئے کہ یہی سیدھی راہ ہے اور (بلاشبہ آپ) بھی اس (سیدھی راہ پر ہیں)۔

ربط: اوپر بتایا تھا کہ دین کی اصولی اور غیر متبدل باتوں میں یعنی توحید، رسالت اور معاد میں کسی کا آپ سے جھگڑنا بڑی نا مناسب بات ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ اگر یہ لوگ اپنی روش ترک نہ کریں تو آپ بھی ان کی پرواہ نہ کریں اور ان کا معاملہ ہمارے سپرد کر دیں ہم ان سے نمٹ لیں گے۔

وَاِنْ جٰدَلُوْكَ فَقُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۶۸﴾
اَللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۶۹﴾
اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّ
ذٰلِكَ فِيْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۷۰﴾ وَيَعْبُدُوْنَ
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّمَا لَيْسَ لَهُمْ
بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ﴿۷۱﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ
اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ ؕ يَكَادُوْنَ
يَسْطُوْنَ بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ؕ قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ
مِّنْ ذٰلِكُمُ ؕ اَلنَّارُ ؕ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَبِئْسَ
الْمَصِيْرُ ﴿۷۲﴾

ترجمہ: اور اگر یہ لوگ جھگڑا کریں تجھ سے تو تو کہہ دے کہ اللہ خوب جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔ اللہ فیصلہ کرے گا تمہارے درمیان بروز قیامت ان باتوں میں جن میں تم اختلاف کرتے تھے۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ ہے آسمان اور زمین میں۔ بے شک یہ (سب کچھ لکھا ہوا) ہے کتاب میں۔ بلاشبہ یہ ہے اللہ پر آسان۔ اور یہ پوجتے ہیں

اللہ کے علاوہ کو نہیں اتاری جس کی کوئی سند اور نہیں ہے ان کو جس کا کچھ علم اور نہیں ہو گا ظالموں کے لیے کوئی مددگار۔ اور جب پڑھی جاتی ہیں ان پر ہماری صاف آیتیں تو پہچانے گا تو کافروں کے چہروں پر ناگواری، قریب ہے کہ حملہ کر دیں ان پر جو پڑھتے ہیں ان پر ہماری آیتیں۔ تو کہہ دے تو کیا میں خبر دوں تم کو بدتر چیز کی اس سے۔ وہ آگ ہے۔ وعدہ دیا ہے اس کا اللہ نے کافروں کو اور وہ بری ہے پلٹنے کی جگہ۔

تفسیر: (اور اگر یہ لوگ) سب کچھ سمجھائے جانے کے باوجود (آپ سے) متفقہ اور غیر متبدل امور میں (جھگڑا کریں تو آپ) ان کو (کہہ دیجئے کہ جو کچھ تم عمل کرتے ہو اللہ ان سے لاعلم نہیں بلکہ اللہ ان کو خوب جانتا ہے اور قیامت کے دن اللہ تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا ان) غیر متبدل (امور میں جن میں تم اختلاف کرتے ہو۔ کیا آپ کو معلوم نہیں) یعنی آپ خوب اچھی طرح جانتے ہیں کہ اللہ کا علم صرف ان کے اعمال کا احاطہ کئے ہوئے نہیں بلکہ (اللہ تو) ان کے اعمال سمیت (آسمان و زمین کی ہر چیز کو جانتا ہے) اور بعض حکمتوں اور مصلحتوں کی بناء پر اسی علم کے موافق تمام واقعات لوح محفوظ میں اور انسانوں کے تمام اعمال ان کے اعمال ناموں میں بھی (لکھ دیئے گئے ہیں) اور (بلاشبہ یہ) واقعات اور اعمال کو محفوظ کر لینا (اللہ پر بالکل آسان ہے)۔ یہ لوگ اپنے باپ دادوں کی کورانہ تقلید میں اللہ کے سوا اس کو پوجتے ہیں جس کے مستحق عبادت ہونے کے بارے میں اللہ نے کوئی دلیل نہیں اتاری یعنی اس کی نہ تو کوئی شرعی دلیل ہے اور نہ ہی ان کے پاس اس کا کچھ علم یعنی اس کی عقلی دلیل ہے اور ظالموں یعنی مشرکوں (کا) مصیبت پڑنے پر (کوئی مددگار نہ ہوگا)۔ (اور) ان کافروں کے اعمال میں سے ایک یہ ہے کہ (جب ان پر) قرآن کی (آیتیں پڑھی جاتی ہیں) جن میں توحید کا (صاف صاف) بیان ہوتا ہے تو آپ کافروں کے چہروں پر ناگواری کو پہچان لیں گے) کہ ان کو سن کر کافروں اور مشرکوں کے چہرے بگڑ جاتے ہیں اور غصہ کے مارے تیوریاں بدل جاتی ہیں حتی کے غیض وغضب کی شدت سے پاگل ہو کر (چاہتے ہیں کہ آیات سنانے والوں پر حملہ کر دیں) چنانچہ بعض اوقات ایسا کر بھی گزرتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ قرآن کی آیتیں پڑھی جانے سے تمہارے اندر جو غیض وغضب اور ناگواری پیدا ہوتی ہے کیا میں تمہیں اس سے زیادہ سخت ناگوار چیز بتاؤں) جس پر تم کس طرح سے صبر ہی نہ کر سکو گے (وہ جہنم کی آگ ہے جس کا وعدہ اللہ کافروں سے کر چکے ہیں) دونوں کا مقابلہ کر کے دیکھ لو کس کو برداشت کرنا تمہارے لیے زیادہ آسان ہوگا (اور بری جگہ ہے پلٹنے کے لیے)۔

ربط: آگے توحید کے مقابلے میں شرک کی شناعت اور خرابی ظاہر کرنے کے لیے مثال بیان فرمائی تاکہ لوگ شرک سے باز رہیں۔

يَاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ
الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا
لَهٗ ؕ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ
الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ﴿۷۳﴾ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۷۴﴾ اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ
النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ بَصِيْرٌ ﴿۷۵﴾

ترجمہ: اے لوگو! کہی جاتی ہے ایک مثال سو کان لگاؤ اس کے لیے۔ بے شک وہ جن کو تم پوجتے ہو، اللہ کے سوا، ہرگز پیدا نہیں کر سکتے ایک مکھی کو اگرچہ وہ سب جمع ہو جائیں اس کے لیے۔ اور اگر چھین لے ان (بتوں) سے مکھی کچھ، نہیں چھڑا سکتے وہ (بت) اس (مکھی) سے۔ کمزور ہے طالب اور مطلوب۔ نہیں قدر کی انہوں نے اللہ کی جیسی قدر ہے اس کی۔ بلاشبہ اللہ ہے قوت والا، زبردست۔ اللہ چن لیتا ہے فرشتوں میں سے رسول اور انسانوں میں سے۔ بے شک اللہ ہے سننے والا دیکھنے والا۔ جانتا ہے اللہ جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے اور اللہ کی طرف لوٹائے جاتے ہیں سارے کام۔

تفسیر: (اے لوگو!) توحید کے مقابلہ میں شرک کی (ایک مثال بیان کی جاتی ہے سو اس کی طرف کان لگاؤ) اور خوب توجہ سے سنو اور اس پر خوب غور بھی کرو۔ (جن) بتوں (کو تم اللہ کے علاوہ پوجتے ہو وہ) قدرت سے اتنے خالی ہیں اور عاجز ہیں کہ (ہرگز ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے اگرچہ وہ سب اس غرض سے اکٹھے بھی ہو جائیں (اور اگر) ان کے سامنے رکھی ہوئی چیزوں میں سے کچھ کو یعنی ایک ذرے کو مکھی چھین لے تو وہ اس کو مکھی سے چھڑا نہیں سکتے)۔ جب ان بتوں کی عاجزی اور عدم قدرت کا یہ حال ہے تو کتنی حماقت و شرم کی بات ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی معبودیت اور خدائی میں شریک کیا جائے۔ مکھی سے زیادہ کمزور تو یہ طالب اور مطلوب ہوئے۔ مطلوب سے مراد بت ہے جس کو مشرکوں نے اپنی حاجت اور عبادت میں اپنا مطلوب بنا لیا ہے اور طالب سے مراد بت پرست مشرک ہیں۔ ان کی کمزوری فکر و عقیدے کی کمزوری ہے کہ مکھی سے زیادہ کمزور اور عاجز کو اپنا حاجت روا یقین کر لیا ہے۔

ان بت پرستوں نے اللہ کی جو بڑی قدرت، قدر اور شان والے ہیں وہ قدر نہیں کی جیسی کہ اس کی قدر ہونی چاہئے۔ اگر کرتے تو پھر ایسی حقیر اور بے قدر چیزوں کو اپنا معبود اور حاجت روا نہ بناتے۔ یہ

بت پرست مانیں یا نہ مانیں اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اللہ بڑی قوت والے ہیں اور زبردست ہیں۔ ان کے آگے تو بڑے مقرب فرشتے اور پیغمبر بھی مجبور و بے بس ہیں اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں لگے ہیں، مجال ہے کہ ذرا بھی روگردانی کریں۔ جن کی فطرت اور سرشت ہی میں کامل اطاعت ہے اللہ تعالیٰ ان کو پیغمبر کے طور پر چھانٹ لیتا ہے فرشتوں میں سے مثلاً حضرت جبرئیل علیہ السلام اور انسانوں میں سے، ظاہر ہے کہ اس اعلیٰ منصب و ذمہ داری کے لیے اعلیٰ صفات والوں کا ہی انتخاب کیا جائے گا۔ پھر یہ رسول بھی ہر دم اللہ کی نگرانی میں ہیں اور بلاشبہ اللہ ان کی ہر بات کو سنتا ہے اور جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے یعنی ان کے ماضی اور مستقبل کے تمام احوال کو دیکھتا ہے اور وہ کچھ اختیار نہیں رکھتے اور تمام کام اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں یعنی ان میں صرف اللہ ہی کی مرضی چلتی ہے۔

ربط: شرک کی قباحت اور مشرکوں کی فضیحت کے ذکر کے بعد مسلمانوں کو دو جامع نکات پر مشتمل لائحہ عمل دیتے ہیں اور اس پر عمل کرنے کی یوں ترغیب دیتے ہیں تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَ
مَا خَلْفَهُمْ ۗ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ﴿٧٦﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا
ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا وَاعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ
تُفْلِحُونَ ﴿٧٧﴾ وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ ۚ هُوَ اجْتَبَاكُمْ
وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ ۚ مِلَّةَ أَبِيكُمْ
إِبْرَاهِيمَ ۚ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ ۙ مِنْ قَبْلُ وَفِي هَٰذَا
لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى
النَّاسِ ۖ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَاعْتَصِمُوا بِاللَّهِ ۖ هُوَ
مَوْلَاكُمْ ۖ فَنِعْمَ الْمَوْلَىٰ وَنِعْمَ النَّصِيرُ ﴿٧٨﴾

ترجمہ: اے ایمان والو رکوع کرو اور سجدہ کرو اور عبادت کرو اپنے رب کی اور کرو بھلائی تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ اور مجاہدہ کرو اللہ کے لیے جیسا کہ اس کے لیے مجاہدہ کا حق ہے۔ اس نے منتخب کیا تم کو اور نہیں کی تم پر دین میں کچھ تنگی۔ دین (ہے) تمہارے باپ

ابراہیم کا۔ اس نے (یعنی اللہ نے) نام رکھا تمہارا مسلم پہلے سے اور اس (قرآن) میں تا کہ رسول بتانے والے ہوں تم پر اور تم ہو جاؤ بتانے والے لوگوں پر۔ سو قائم رکھو نماز اور دیتے رہو زکوۃ اور چمٹے رہو اللہ کے ساتھ۔ وہ مالک ہے تمہارا سو اچھا مالک ہے اور اچھا مددگار ہے۔

تفسیر: (اے ایمان والو!) ہم تمہیں ایک لائحہ عمل دیتے ہیں جس کے مندرجہ ذیل نکات ہیں:

1- اپنے رب کی بندگی میں لگے رہو۔ اسی کے آگے جھکو اور اسی کے حضور میں پیشانی ٹیکو اور اپنے رب کی عبادت) کے دیگر کاموں (میں) مثلاً روزہ، حج اور ذکر اذکار میں لگو۔

2- (اور) دنیا کو درستی پر لانے کے لیے (مجاہدہ کرو جتنا کہ مجاہدہ کرنے کا حق ہے) کیونکہ دنیوی مقاصد میں کامیابی کے لیے تم کتنی کچھ محنت کرتے ہو تو یہ تو پھر دین کا اور آخرت کی دائمی کامیابی کا معاملہ ہے اس کے لیے جتنی بھی محنت کی جائے کم ہے۔

اس محنت و مجاہدہ میں ہر قسم کی زبانی، علمی، مالی اور بدنی کوشش و محنت شامل ہے۔ اسی طرح اس میں ہر قسم کا جہاد بھی شامل ہے جیسے نفس کے ساتھ جہاد، شیطان کے ساتھ جہاد، کافروں کے ساتھ جہاد اور باغیوں کے ساتھ جہاد۔

ترغیب:

(i) اور درستی و اصلاح کے لیے (اللہ نے تمہیں پسند کیا) کہ تمہیں سب سے اعلیٰ و افضل پیغمبر عطا کئے اور تمہیں کامل ترین شریعت عطا کی (اور) وہ بھی اس طرح کہ (تم پر دین و شریعت میں کچھ تنگی نہیں رکھی) بلکہ ہر طرح کی رخصتوں اور سہولتوں کا لحاظ رکھا۔

(ii) پھر جو دین تمہیں دیا وہ (تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کا دین ہے) کیونکہ وہ اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے واسطے سے عربوں کے باپ ہیں۔

(iii) (اللہ نے پہلے سے یعنی پہلی کتابوں میں اور اس قرآن میں بھی تمہارا نام مسلم رکھا)۔ دیگر امتیں بھی مسلم تھیں مگر لقب صرف تمہیں دیا گیا۔

(iv) اور اللہ نے تمہیں اس واسطے بھی پسند کیا (کہ رسول تم کو سکھائیں اور تم دوسرے لوگوں کو سکھاؤ) اور یہ امت جو سب کے بعد آئی ہے اس سے یہ بھی غرض ہے کہ وہ تمام سابقہ امتوں کی غلطیوں کو درست کرے اور سب کو سیدھی راہ بتائے۔ اللہ نے تمہیں جو یہ مذکورہ بالا نعمتیں دی ہیں ان کی قدر کرو۔ اپنے نام، لقب اور فضل و شرف کی لاج رکھو اور سمجھو کہ تم بڑے کام کے لیے کھڑے کئے گئے ہو اس لیے پہلے اپنے کو نمونہ بناؤ۔ (اس کے لیے نماز کو قائم رکھو اور زکوۃ ادا کرتے رہو) یعنی ہر قسم کی عبادت کرتے رہو اس میں کوتاہی نہ کرو (اور اللہ) کی فرمانبرداری اور احکام (کے ساتھ چمٹے رہو) ہرگز نافرمانی نہ کرو کیونکہ وہ تمہارا مالک و مددگار ہے اور کیا ہی اچھا مالک ہے اور کیا ہی اچھا مددگار ہے)۔

سورہ مومنون

ربط: پچھلی سورت کے آخر میں فلاح وکامیابی حاصل کرنے کے لیے دو جامع نکات پر مشتمل لائحہ عمل دیا تھا۔ وہ دو نکات یہ تھے (1) عبادت میں مشغولیت (2) اور دنیا کو درستی پر لانے کے لیے مجاہدہ کرنا جس میں اپنے نفس کی درستگی کرنا بھی شامل ہے۔ آگے عبادت کے ساتھ نفس کی درستگی کے تین عملی مظاہر ذکر کرتے ہیں (1) شرمگاہ کی حرام سے حفاظت اور (2) امانت اور عہد کی پاسداری اور (3) فضول باتوں اور کاموں سے اجتناب۔

سُوْرَةُ الْمُؤْمِنُوْنَ مَكِّيَّةٌ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۱۱۸ رُكُوْعَاتُهَا ۶

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱﴾ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ﴿۲﴾
وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ﴿۳﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ
فٰعِلُوْنَ ﴿۴﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ﴿۵﴾ اِلَّا عَلٰٓى
اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ﴿۶﴾ فَمَنِ
ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ﴿۷﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ
وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ﴿۸﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴿۹﴾ اُولٰٓئِكَ
هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ﴿۱۰﴾ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۱﴾

ترجمہ: یقیناً فلاح پا چکے ہیں مومن لوگ جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں۔ اور جو لغو چیزوں سے اعراض کرنے والے ہیں اور جو زکوۃ پر عمل کرنے والے ہیں، اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں مگر اپنی بیویوں پر یا ان پر مالک ہوئے داہنے ہاتھ (جن کے) کیونکہ یہ غیر ملامت زدہ ہیں۔ تو جو تلاش کرے علاوہ اس کے یہی لوگ ہیں حد سے بڑھنے والے، اور جو اپنی امانتوں کی اور اپنے عہد کی رعایت کرنے والے ہیں، اور جو

اپنی نمازوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ یہی لوگ ہیں وارث جو وارث ہوں گے فردوس کے۔ یہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

تفسیر: (یقیناً فلاح) اور کامیابی (پا چکے ہیں ایمان والے جو) مندرجہ ذیل صفات رکھتے ہیں:

1- (اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں) یعنی اللہ کے سامنے دل کے خوف و ہیبت کے ساتھ سکون و پستی کو اختیار کرتے ہیں۔ جب نماز میں دل کے اندر اللہ کا خوف اور اس کی ہیبت بھی ہو اور پستی و عاجزی بھی ہو تو اس سے دو فائدے حاصل ہوتے ہیں:

(i) بدن کے اعضاء میں بھی خشوع آتا ہے کیونکہ وہ دل کے تابع ہوتے ہیں۔

(ii) خیالات ادھر ادھر نہیں بھٹکیں گے ایک ہی مقصود پر جم جائیں گے۔ ان دو فائدوں سے نماز بڑی قیمتی بن جاتی ہے۔

2- (اور جو) فضول و (لغو) اور بے کار باتوں اور کاموں میں جن میں نہ دنیا کا جائز فائدہ ہو اور نہ آخرت کا ان میں وقت ضائع نہیں کرتے اور ان (سے منہ موڑے ہوئے ہیں)۔

3- (اور جو زکوۃ) کی ادائیگی (پر) ہمیشگی کے ساتھ (عمل کرنے والے ہیں) یہ نہیں کہ کبھی دی کبھی نہ دی۔

4- (اور جو اپنی) جنسی خواہشات کو حرام جگہوں میں پورا کرنے سے اپنی (شرمگاہوں کو بچاتے ہیں) اس میں زنا، لواطت اور بلا مجبوری کے محض لذت کی خاطر مشت زنی وغیرہ سب صورتیں آ گئیں (سوائے اپنی بیویوں سے اور اپنی مملوکہ شرعی لونڈیوں سے) کیونکہ ان سے جائز مقام میں اپنی خواہش پوری کرنا جائز ہے۔ (اور ان پر ملامت نہیں ہے۔ پھر جو اس کے علاوہ) کسی حرام ذریعے (کو تلاش کریں) اور اختیار کریں (تو یہی لوگ شرعی حد سے بڑھنے والے ہیں)۔

5- (اور جو اپنی امانتوں کی) جو لوگوں نے ان کے پاس رکھی ہوں یا کسی عہدے کی وجہ سے جو ذمہ داریاں اور لوگوں کے حقوق بنتے ہیں وہ بھی امانتیں ہیں (اور اپنے عہد) یعنی قول و قرار (کی پاسداری کرتے ہیں) خیانت اور بدعہدی نہیں کرتے نہ اللہ کے معاملہ میں اور نہ بندوں کے معاملہ میں۔

6- (اور جو اپنی نمازوں کی) اس طرح سے (حفاظت کرتے ہیں) کہ نمازیں اپنے وقت پر آداب و شرائط کی رعایت کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ دنیوی معاملوں میں پڑ کر عبادت الٰہی سے غافل نہیں ہوتے۔

پہلی، تیسری اور چھٹی صفات کا حاصل یہ ہے کہ عبادات خواہ بدنی ہوں یا مالی ہوں ان کی ادائیگی کا پورا اہتمام کیا جائے۔ دوسری اور چوتھی صفات سے یہ بات سامنے آئی کہ ہر ممنوع اور حرام کام سے بچا جائے تاکہ اپنے نفس کا تزکیہ اور صفائی ہو۔

پانچویں صفت کا حاصل یہ ہے کہ معاملات کو ٹھیک رکھا جائے خواہ اللہ کے ساتھ ہوں یا بندوں کے ساتھ ہوں۔

جن ایمان والوں میں مذکورہ چھ صفات پائی جاتی ہیں (یہی لوگ وارث ہیں جو) جنت کے اعلیٰ درجے (فردوس کے وارث ہوں گے) یعنی اس کی ملکیت ان کو خود بخود ملے گی دنیا کی طرح کسی کے مرنے پر موقوف نہیں ہے اور اس کی ملکیت کے جاتے رہنے کا کوئی اندیشہ نہیں ہوگا اور (وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔)

ربط: لائحہ عمل کی تفصیل ذکر کرنے کے بعد دوبارہ توحید کے مضمون کی طرف رجوع کرتے ہیں جس کا سلسلہ سورہ حج کے مکمل ہونے سے پہلے سے چل رہا تھا۔ یہاں توحید فی التصرف کے چند بڑے مظاہر ذکر کرتے ہیں۔

پہلا مظہر

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ﴿١٢﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ
نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ﴿١٣﴾ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ
مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ
اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ﴿١٤﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ
بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ﴿١٥﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ﴿١٦﴾

ترجمہ: اور یقیناً پیدا کیا ہم نے انسان کو منتخب مٹی سے۔ پھر کیا ہم نے اس کو نطفہ مقام محفوظ میں۔ پھر بنایا ہم نے نطفہ کو علقہ (یعنی جما ہوا خون) پھر بنایا ہم نے علقہ (جمے ہوئے خون) کو مضغہ یعنی گوشت کی بوٹی)، پھر بنایا ہم نے بوٹی کو ہڈیاں، پھر چڑھایا ہم نے ہڈیوں پر گوشت، پھر نشوونما دی ہم نے اس کو ایک نئی صورت میں، سو بابرکت ہے اللہ بہترین پیدا کرنے والا۔ پھر بلاشبہ تم اس کے بعد مرنے والے ہو، پھر تم بلاشبہ بروز قیامت اٹھائے جاؤ گے۔

تفسیر: (اور یقیناً ہم نے تم کو منتخب مٹی سے پیدا کیا) جس کی صورت یہ ہوئی کہ ہم نے تمہارے جد امجد آدم علیہ السلام کو منتخب مٹی سے پیدا کیا تھا اس لیے ان کے واسطے سے تمہاری اصل بھی مٹی ہوئی۔ (پھر ہم نے بنایا اس کو نطفہ کی) یعنی ٹپکی ہوئی بوند کی (صورت میں) رحم مادر جیسے (محفوظ مقام میں) جہاں سے کہیں ہل نہ سکے چنانچہ آدم علیہ السلام کی اولاد کی پیدائش نطفہ سے ہوئی۔ (پھر نطفہ

کو ہم نے علقہ یعنی جما ہوا خون بنایا، پھر جمے ہوئے خون کو ہم نے مضغہ یعنی گوشت کی بوٹی بنایا، (پھر) بوٹی کا کچھ حصہ سخت کر کے (ہم نے اس سے ہڈیوں کو بنایا پھر ہم نے) بوٹی کے باقی حصے سے (ہڈیوں پر گوشت چڑھایا پھر ہم نے) 120 دن پورے ہونے پر جنین میں روح ملکوتی پھونک کر (اس کو ایک نئی) صورت میں (اٹھان دی) جس پر آگے چل کر بچپن، جوانی، کہولت اور بڑھاپے کے بہت سے حالات گزرتے ہیں۔ (سو اللہ کی ذات بڑی بابرکت ہے جو بہترین بنانے والی ہے) جس نے انتہائی خوبصورتی سے تمام اعضاء کو بہترین سانچے میں ڈھالا اور اس کی ساخت اپنی حکمت کے عین موافق نہایت موزوں اور متناسب بنائی، (پھر) یہ بھی جان لو کہ تمہارا وجود تمہارا ذاتی نہیں ہے کہ کسی کا عطا کردہ نہ ہو بلکہ ہمارا دیا ہوا ہے اور ہمارے حکم کے ماتحت ہے اور ہمارے طے کردہ ضابطے کے مطابق (اس زندگی کے بعد تم ضرور مرنے والے ہو) اور موت تمہارا سارا نقشہ بگاڑ دے گی کیونکہ عام طور سے قبر میں جسم گل سڑ جاتے ہیں یا جسم جلا کر تلف کر دیئے جاتے ہیں۔ البتہ ایک حدیث کے مطابق ریڑھ کی سب سے نچلی ہڈی یا اس کا کوئی خلیہ باقی رہ جاتا ہے جس کی بنیاد پر (پھر تم قیامت کے دن نیا جسم دے کر دوبارہ زندہ کر کے (اٹھائے جاؤ گے) تاکہ تمہارے پہلے وجود کی مخفی قوتیں اور تمہارے اعمال کے نتائج اپنی کامل ترین صورتوں میں ظاہر ہو کر ثابت کر دیں کہ کائنات اور عالم کا اتنا بڑا کارخانہ کوئی بے کار اور بے نتیجہ ڈھونگ نہیں بنایا گیا تھا۔

دوسرا مظہر

وَلَقَدْ
خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ ۖ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ﴿١٧﴾

ترجمہ: اور یقیناً پیدا کئے ہم نے تمہارے اوپر سات راستے اور نہیں ہیں ہم مخلوق سے غافل۔

تفسیر: (اور یقیناً ہم نے تمہارے اوپر) آسمان کے (سات) طبقے اوپر نیچے بنائے اور ان فرشتوں کے گزرنے کے (راستے بنائے اور ان آسمانوں کی طرح ہم نے ہر چیز کو پورے انتظام اور مضبوطی اور خبرداری کے ساتھ بنایا (اور اس) کی بقا اور حفاظت کے طریقوں (سے) بھی (ہم) پوری طرح باخبر ہیں (غافل نہیں ہیں)۔ غرض آسمانی چیزیں ہوں یا زمینی ان میں سے کوئی چیز بھی ہمارے علم و قدرت کے احاطہ سے باہر نہیں ہے۔

تیسرا مظہر

وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ ۚ وَاِنَّا
عَلٰى ذَهَابٍۭ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ
وَّاَعْنَابٍ ۫ لَّكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۱۹﴾

ترجمہ: اور اتارا ہم نے آسمان سے پانی ایک اندازے سے، پھر ٹھہرا دیا ہم نے اس کو زمین میں اور ہم اس کو لے جانے پر قادر ہیں۔ پھر اگائے ہم نے تمہارے لیے اس (پانی) سے باغات کھجوروں کے اور انگوروں کے۔ تمہارے لیے ان میں بہت سے میوے ہیں اور ان میں سے تم کھاتے ہو۔

تفسیر: (اور ہم نے آسمان سے ایک اندازے کے مطابق) بارش اور برفباری کی صورت میں (پانی اتارا) جو عام طور سے نہ بہت کم ہو جس سے ضرورت پوری نہ ہو اور نہ بہت زیادہ ہو جس سے وقت بے وقت سیلاب ہی چڑھا رہے۔ (پھر ہم نے اس) پانی (کو زمین میں ٹھہرا دیا) کہ زمین نے اس کو جذب کر لیا۔ پھر اس زیر زمین پانی کو کنواں کھود کر نکالا جاتا ہے خواہ موٹر لگا کر یا موٹر کے بغیر (اور ہم اس پر بھی قادر ہیں کہ پانی کو) تمہاری دسترس سے (دور لے جائیں) کہ سرے سے بارش ہی نہ ہو اور بارش ہو تو اس کے بعد زیر زمین پانی کو اتنی گہرائی میں لے جائیں کہ تم اس سے فائدہ نہ اٹھا سکو۔ (پھر ہم نے اس پانی سے کھجوروں کے اور انگوروں کے باغ پیدا کئے) جن کی بہار دیکھ کر تم خوش ہوتے ہو (اور تمہارے لیے ان میں بہت سے میوے ہیں جن کو مزے اور تفریح کے لیے تم استعمال کرتے ہو (اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جن کو تم) غذا کے طور پر (کھاتے ہو)۔

چوتھا مظہر

وَشَجَرَةً
تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ ﴿۲۰﴾

ترجمہ: اور (پیدا کیا ہم نے) درخت جو نکلتا ہے طور سینا سے، اگتا ہے تیل کے ساتھ اور سالن کے ساتھ کھانے والوں کے لیے۔

تفسیر: (اور ہم نے) تمہارے لیے زیتون کا (درخت پیدا کیا جو سینا کے کوہ طور سے نکلتا ہے)۔ ویسے تو زیتون کے درخت بہت سے علاقوں میں پائے جاتے ہیں لیکن کوہ طور کی طرف اس کی نسبت اس کی فضیلت و برکت ظاہر کرنے کے لیے کی گئی ہے۔ زیتون کے درخت کا ذکر خصوصیت کے ساتھ کیا ہے کیونکہ اس کے بہت سے فائدے ہیں جن میں سے دو فائدے یہ ہیں کہ (i) یہ درخت اپنے ساتھ (مالش وغیرہ کے لیے (تیل (ii) اور کھانے والوں کے لیے سالن لے کر اگتا ہے)۔ یعنی زیتون کا تیل جسم پر ملنے کے لیے بھی ہوتا ہے اور سالن کے طور پر کھانے میں بھی کام آتا ہے۔

فائدہ: طور جس پہاڑ کا نام ہے اسی کو یہاں طور سینا کہا گیا ہے اور سورہ والتین میں طور سینین کہا گیا ہے سینا اور سینین سے مراد وہ جگہ ہے جہاں کوہ طور موجود ہے۔

پانچواں مظہر

وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۭ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهَا وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ۝

ترجمہ: اور بلاشبہ تمہارے لیے چوپایوں میں سبق ہے۔ ہم پلاتے ہیں تم کو اس میں سے جو ہے ان کے پیٹوں میں اور تمہارے لیے ان میں فائدے ہیں بہت سے اور ان ہی میں سے تم کھاتے ہو اور ان پر اور کشتیوں پر تم سوار کئے جاتے ہو۔

تفسیر: نباتات کے بعد حیوانات کا ذکر کرتے ہیں۔ فرمایا (اور بلاشبہ تمہارے لیے چوپایوں میں سبق ہے۔ ان کے پیٹ کی چیز سے یعنی ان کا دودھ (ہم تم کو پلاتے ہیں اور ان) کی ذات (میں تمہارے لیے) اور (بہت سے فائدے ہیں۔ اور) ان میں سے ایک یہ ہے کہ (انہی کا) گوشت (تم کھاتے ہو) کیونکہ ہم نے وہ تمہارے لیے حلال کیا ہے۔ اور ایک (اور) فائدہ یہ ہے کہ (تم ان) چوپایوں (پر اور کشتیوں پر سوار کئے جاتے ہو) یعنی خشکی میں تم ان جانوروں کی پشت پر اور پانی میں جہازوں اور کشتیوں پر سوار ہو کر دور کی جگہوں میں پہنچتے ہو اور خوب وزنی سامان ان پر لادتے ہو۔

ربط: توحید فی التصرف کے چند مظاہر ذکر کر کے آگے چند انبیاء اور ان کی قوموں کا ذکر کرتے ہیں۔ انبیاء توحید کی دعوت دیتے جب کہ ان کی قومیں شرک پر مصر رہیں اور ان کو توحید کی تکذیب کرنے پر عذاب کا سامنا کرنا پڑا۔

حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا
اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۲۳﴾ فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ
عَلَيْكُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً ۖۚ مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْۤ اٰبَآئِنَا
الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۴﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌ ۢ بِهٖ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى
حِيْنٍ ﴿۲۵﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿۲۶﴾ فَاَوْحَيْنَاۤ اِلَيْهِ اَنِ
اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ
فَاسْلُكْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ
عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ ۚ وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ
مُّغْرَقُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَاِذَا اسْتَوَيْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ
الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ نَجّٰىنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۸﴾ وَقُلْ رَّبِّ
اَنْزِلْنِيْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ
وَّاِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِيْنَ ﴿۳۰﴾

ترجمہ: اور بھیجا ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف تو اس نے کہا اے میری قوم (کے لوگو) عبادت کرو اللہ کی۔ نہیں ہے تمہارے لیے کوئی لائق عبادت اس کے علاوہ۔ کیا پھر تم ڈرتے نہیں ہو؟ تو کہا سرداروں نے جنہوں نے کفر کیا اس کی قوم میں سے نہیں ہے یہ مگر بشر مثل تمہارے۔ چاہتا ہے کہ فضیلت (وفوقیت) حاصل کرے تم پر۔ اور اگر چاہتا اللہ تو اتارتا فرشتے۔ نہیں سنی ہم نے یہ بات اپنے پہلے باپ دادوں میں۔ نہیں ہے یہ مگر مرد جس کو ہے

جنون تو انتظار کرو اس کا ایک وقت تک۔ کہا (نوح نے) اے میرے رب مدد کر میری بسبب اس کے جو تکذیب کی انہوں نے میری۔ تو حکم بھیجا ہم نے اس کو کہ بنا ایک کشتی ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہمارے حکم کے مطابق پھر جب آئے ہمارا حکم اور ابل پڑے تنور سے پانی تو تو سوار کر لے اس میں ہر چیز کا یعنی ہر جانور کا جوڑا یعنی دو دو اور اپنے گھر والوں کو سوائے اس شخص کے سبقت کر گیا ہے جس پر قول (تقدیر کا) ان میں سے۔ اور تو مت بات کر یو مجھ سے ان کے بارے میں جو ظالم ہیں بلاشبہ یہ غرق شدہ ہوں گے۔ پھر جب سوار ہو چکے تو اور جو تیرے ساتھ ہیں کشتی پر تو کہہ شکر ہے اللہ کا جس نے نجات دی ہمیں ظالم لوگوں سے اور کہہ اے میرے رب اتار مجھ کو اتارنا بابرکت اور تو ہے بہترین اتارنے والا۔ یقیناً اس میں نشانیاں ہیں اور ہم ہی ہیں آزمائش کرنے والے۔

تفسیر: (اور ہم نے نوح) علیہ السلام (کو ان کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا تو انہوں نے) اپنی قوم کو دین حق اور توحید کی دعوت دیتے ہوئے (کہا کہ اے میری قوم) کے لوگو! صرف ایک (اللہ کی عبادت کرو کیونکہ تمہارے لیے اس کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں ہے)۔ اور جب یہ بات ثابت ہے (تو کیا پھر تم) دوسروں کی عبادت کرنے پر اللہ کی پکڑ سے (ڈرتے نہیں ہو)۔ نوح علیہ السلام کی یہ بات سن کر (ان کی قوم کے کافر سردار) عوام سے (کہنے لگے کہ یہ شخص کچھ نہیں مگر تمہاری طرح کا بشر ہے) اور تم میں اور اس میں کچھ فرق نہیں تو یہ کیسے ممکن ہے کہ یہ رسول بن جائے اور تم نہ بنو۔ بات یہ ہے کہ (یہ چاہتا ہے کہ اس کو تم پر فضیلت) وفوقیت (حاصل ہو جائے) اس لیے اس نے یہ سب ڈھونگ بنایا ہے۔ (اور اگر) واقعی (اللہ چاہتا ہے) کہ کسی کو رسول بنا کر بھیجے (تو) کیا صرف یہی رہ گیا تھا (فرشتوں کو اتارتا) اور بھیجتا۔ (ہم نے تو اپنے پہلے باپ دادوں میں ایسی بات کبھی نہیں سنی) کہ ایک ہماری طرح کا معمولی آدمی خدا کا رسول بن جائے اور سب خداؤں کو چھوڑ کر صرف ایک خدا کی عبادت کی دعوت دینے لگے۔ معلوم ہوتا ہے کہ (اس شخص کو محض جنون) و دیوانگی (ہے) کیونکہ پوری قوم کے خلاف اور اپنے باپ دادوں کے خلاف ایسی بات کہنا جو کوئی دوسرا نہ کہہ سکے کھلا جنون نہیں تو اور کیا ہے۔ (تو) بہتر ہے کہ (کچھ عرصہ اس پر) صبر اور (انتظار کرو) یہاں تک کہ اس کو جنون سے افاقہ ہو جائے اور ہوش میں آ جائے یا اسی میں مر مرا جائے۔ جب (نوح) علیہ السلام کی ساڑھے نو سو برس کی سختیاں جھیلنے سے اور ہر طرح سے دعوت دینے کی محنت سے قوم (نے) کچھ فائدہ نہ اٹھایا اور شرک پر جمی رہی اور اس کے حق پر آنے کی کوئی امید نہ رہی تو بارگاہ الٰہی میں یوں (درخواست پیش کی کہ اے میرے رب) ان بدبختوں کے مقابلے میں (میری مدد کیجئے اس وجہ سے کہ انہوں نے مجھے جھٹلایا)

اور یہ راہ راست پر آنے والے نہیں لگتے۔ (اللہ تعالیٰ نے) ان کی درخواست قبول کی اور (ان کی طرف حکم بھیجا کہ تم ہمارے سامنے) یعنی ہماری نگرانی میں (اور ہمارے حکم سے ایک کشتی بناؤ) کیونکہ اب پانی کا طوفان آنے والا ہے اور اس سے ایمان والوں کا بچاؤ اس کشتی سے ہوگا۔ (پھر جب ہمارا حکم آن پہنچے اور) اس کی علامت یہ ہے کہ (تنور) جس کا ایک معنی زمین ہے اور دوسرا معنی تندور ہے اس (سے پانی ابلنے لگے تو) اس وقت (کشتی میں سوار کرلو) انسانوں کے کارآمد (ہر قسم) کے جانوروں میں (سے ایک جوڑا دو دو) یعنی ایک نر اور ایک مادہ (اور اپنے گھر والوں کو) بھی (سوائے) ان میں سے (اس کے جس پر) عذاب سے ہلاکت کا (ہمارا قول سبقت کر چکا) اور تقدیر میں طے ہو چکا (اور مجھ سے ان لوگوں) کی نجات (کے بارے میں کچھ نہ کہنا جنہوں نے ظلم) یعنی کفر وشرک (کیا کیونکہ وہ سب غرق کئے جائیں گے۔ پھر جب تم اور تمہارے ساتھی کشتی پر سوار ہو کر بیٹھ جاؤ تو یوں کہنا کہ اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں ظالموں) یعنی کافروں اور مشرکوں (سے نجات دی۔ پھر) طوفان تھمنے پر جب تم کشتی سے اترنے لگو تو (یوں کہنا اے میرے رب اتاریئے مجھ کو بابرکت اتارنا) کہ اترنے کی جگہ میں بھی کوئی تکلیف نہ ہو (اور آپ ہی بہترین اتارنے والے ہیں۔ بلاشبہ اس واقعہ میں) عقل والوں کے لیے بڑی (نشانیاں ہیں اور ہم) ایسی نشانیاں بنا کر بعد میں آنے والے اپنے بندوں کو (آزماتے ہیں) کہ کون ان کو سن کر عبرت پکڑتے ہیں اور کون نہیں پکڑتے۔

قوم عاد یا قوم ثمود کا قصہ

ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ﴿۳۱﴾
فَاَرْسَلْنَا فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ
غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ
كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ مَا هٰذَآ اِلَّا
بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ﴿۳۳﴾
وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ ۙ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ
اِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ ﴿۳۵﴾ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ

لِمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۶﴾ اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا
نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿۳۷﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ ِۨافْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا وَّ
مَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۸﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿۳۹﴾ قَالَ عَمَّا
قَلِيْلٍ لَّيُصْبِحُنَّ نٰدِمِيْنَ ﴿۴۰﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ
غُثَآءً ۚ فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۱﴾

ترجمہ: پھر پیدا کیا ہم نے ان کے بعد دوسری قوم کو۔ پھر بھیجا ہم نے ان میں رسول ان ہی میں سے کہ عبادت کرو اللہ کی، نہیں ہے تمہارے لیے کوئی لائق عبادت اس کے علاوہ۔ کیا پس تم ڈرتے نہیں ہو۔ اور کہا سرداروں نے اس کی قوم میں سے جنہوں نے کفر کیا اور جھٹلایا آخرت کی ملاقات کو اور عیش دیا ہم نے جن کو حیات دنیوی میں، نہیں ہے یہ مگر تمہاری مثل، کھاتا ہے اس قسم سے جو تم کھاتے ہو اور پیتا ہے اس قسم سے جو تم پیتے ہو۔ اور اگر اطاعت کی تم نے بشر کی اپنے جیسے کی تو تم نقصان اٹھانے والے ہو۔ کیا یہ وعدہ دیتا ہے کہ جب تم مر جاؤ گے اور ہو جاؤ گے مٹی اور ہڈیاں تو تم (زمین سے) نکالے جاؤ گے۔ دوری ہے دوری ہے اس کے لیے جو تم وعدہ دیئے جاتے ہو۔ نہیں ہے یہ مگر ہماری حیات دنیوی۔ ہم مرتے ہیں اور ہم زندہ ہوتے ہیں اور نہیں ہیں ہم اٹھائے جانے والے۔ نہیں ہے یہ مگر ایک مرد جس نے باندھا ہے اللہ پر جھوٹ اور نہیں ہیں ہم اس کو ماننے والے۔ کہا اے میرے رب مدد کیجئے میری اس وجہ سے کہ انہوں نے جھٹلایا مجھے۔ فرمایا کہ قلیل عرصہ میں یہ ہوں گے نادم۔ تو پکڑا ان کو چنگھاڑ نے برحق اور بنا دیا ہم نے ان کو خس و خاشاک۔ تو دوری ہو گی ظالم لوگوں کے لیے۔

تفسیر: (پھر ان کے) یعنی نوح علیہ السلام کے (بعد ہم نے ایک دوسری قوم کو پیدا کیا)۔ اس قوم سے مراد قوم عاد اور قوم ثمود میں سے کوئی ایک ہے۔ پھر جب وہ لوگ کفر و شرک میں مبتلا ہوئے تو (ہم نے ان میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا) جنہوں نے اپنی قوم کے لوگوں کو دین حق اور توحید کی دعوت دیتے ہوئے کہا (کہ) صرف ایک (اللہ کی عبادت کرو کیونکہ اس کے علاوہ تمہارے لیے کوئی بھی لائق عبادت نہیں ہے) اور جب یہ بات ثابت ہے (تو کیا پھر تم) دوسروں کی عبادت کرنے پر اللہ کی پکڑ سے (ڈرتے نہیں ہو)۔ رسول کی یہ بات سن کر (ان کی قوم کے سردار جنہوں نے کفر کیا تھا اور آخرت

میں اللہ کی ملاقات کا) یعنی آخرت میں اللہ کی بارگاہ میں حساب کتاب کے لیے پیش ہونے کا (انکار کیا تھا اور جن کو ہم نے دنیوی زندگی میں عیش بھی دیا تھا وہ) اپنے عوام سے (کہنے لگے نہیں ہے یہ مگر تمہاری طرح کا) عام آدمی اور (بشر) تم میں اور اس میں کچھ فرق نہیں ہے (یہ بھی وہی کچھ کھاتا ہے جو تم کھاتے ہو اور یہ بھی وہی کچھ پیتا ہے جو تم پیتے ہو) غرض جب یہ تمہاری طرح کا عام آدمی ہے تو (اگر تم اپنے جیسے معمولی آدمی کی اطاعت کرنے لگو جس کو تم پر کچھ فضیلت حاصل نہیں ہے (تو اس صورت میں تم گھاٹے میں ہو گے)۔ کیا یہ شخص تم کو یہ وعدہ دیتا ہے کہ جب تم مر جاؤ گے اور مر کر مٹی اور ہڈیاں ہو جاؤ گے بلکہ ہڈیاں بھی ریزہ ریزہ ہو کر مٹی میں مل جائیں گی (تو تم) دوبارہ زندہ کئے جا کر زمین سے (نکالے جاؤ گے) یہ بات بہت ہی بعید) از عقل (ہے بہت ہی بعید) از عقل (ہے جو تم وعدہ دیئے جاتے ہو)۔ ایسی بے عقلی کی بات کو کون مان سکتا ہے۔ اور (نہیں ہے) زندگی (مگر صرف ہماری یہ دنیوی زندگی، اسی میں ہم مرتے ہیں اور اسی میں ہم جیتے ہیں۔ نہ آخرت کی زندگی ہے اور نہ آخرت کا حساب کتاب ہے (اور نہ ہی ہم دوبارہ اٹھائے جائیں گے)۔ اور نہیں ہے یہ شخص) جو دعوی کرتا ہے کہ وہ پیغمبر ہے اور اللہ دوبارہ مردوں کو زندہ کر کے حساب لے گا مگر اللہ پر محض جھوٹ باندھتا ہے اور ہم اس کی باتوں کو ماننے والے نہیں)۔ قوم کی طرف سے جب مکمل مایوسی ہوئی (تو رسول نے) اللہ تعالی کی جناب میں یوں (درخواست پیش کی کہ اے میرے رب ان لوگوں نے جو مجھے جھٹلایا ہے اس کی وجہ سے آپ میری مدد کیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے) درخواست قبول کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم نے ان پر عذاب بھیجنے کا فیصلہ کر لیا ہے تو (یہ لوگ کچھ تھوڑے ہی عرصہ میں پچھتائیں گے) لیکن وہ پچھتاوا نفع نہ دے گا۔ (تو پکڑا ان کو چنگھاڑنے اور ہم نے ان کو خس و خاشاک بنا دیا تو ایسے ظالم لوگوں کے لیے) خدا کی رحمت سے (دوری ہے)۔

کچھ اور رسولوں کا قصہ

ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا
اٰخَرِيْنَ ﴿٣١﴾ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ﴿٣٢﴾ ثُمَّ
اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرٰى ؕ كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا
بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ ۚ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٣٣﴾

ترجمہ: پھر پیدا کیں ہم نے ان کے بعد دوسری امتیں۔ کوئی بھی امت نہ سبقت کر سکتی تھی اپنی معین مدت سے اور نہ مؤخر ہو سکتی تھی۔ پھر بھیجے ہم نے رسول متواتر۔ جب بھی آیا کسی امت کے پاس اس کا رسول اور امت والوں نے جھٹلایا اس رسول کو تو ہم نے پیچھے لگا دیا ایک امت والوں کو دوسروں کے اور بنا دیا ہم نے ان کو کہانیاں۔ سو دوری ہے ان لوگوں کے لیے جو ایمان نہیں لاتے تھے۔

تفسیر: (پھر ان کے) یعنی قوم عاد یا قوم ثمود کے (بعد ہم نے دیگر امتوں کو پیدا کیا) اور ہر وہ امت جس نے اپنے رسول کو جھٹلایا وہ اپنی ہلاکت کے طے شدہ وقت پر ہلاک ہوتی رہی۔ (کوئی) بھی (امت اپنے لیے) ہلاکت کے (متعین وقت سے نہ سبقت کر سکی اور نہ مؤخر ہو سکی) یعنی عذاب ہمارے طے کردہ وقت سے نہ پہلے آیا اور نہ بعد میں آیا بلکہ ٹھیک وقت پر آیا۔ (پھر ہم نے رسولوں کو متواتر بھیجا)۔ لیکن عام طور سے یہی معمول رہا کہ (جب بھی کسی امت کے پاس اس کا رسول آیا تو امت والوں نے اس کو) اور اس کی تعلیم کو (جھٹلایا تو ہم نے ایک امت) کی ہلاکت (کے پیچھے دوسری امت) کی ہلاکت (کو لگا دیا) یعنی ایک کے بعد ایک کو ہلاک کرتے رہے۔ اس طرح ہم نے بہت سی امتوں کو ہلاک کیا اور ہم نے ان کو محض قصے کہانیاں بنا دیا اور آج ان کی صرف داستانیں باقی رہ گئی ہیں (تو ایسے لوگوں کے لیے اللہ کی رحمت سے دوری ہے جو ایمان نہیں لاتے)۔

حضرات موسیٰ و ہارون علیہما السلام کا قصہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا واقعہ

ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَاَخَاهُ هٰرُوْنَ ۙ بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۵﴾
اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ىٕهٖ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ ﴿۴۶﴾ فَقَالُوْٓا
اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ ﴿۴۷﴾ فَكَذَّبُوْهُمَا
فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ ﴿۴۸﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ لَعَلَّهُمْ
يَهْتَدُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗٓ اٰيَةً وَّاٰوَيْنٰهُمَآ اِلٰى
رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ ﴿۵۰﴾

ترجمہ: پھر بھیجا ہم نے موسیٰ کو اور اس کے بھائی ہارون کو اپنے احکام اور کھلی دلیل

دے کر بطرف فرعون اور اس کے سرداروں کے تو وہ تکبر کرنے لگے اور تھے وہ اونچے (دماغ کے) لوگ۔ تو انہوں نے کہا کہ کیا ہم ایمان لے آئیں دو آدمیوں پر اپنے جیسے اور ان دونوں کی قوم ہماری غلام ہے۔ تو جھٹلایا انہوں نے ان دونوں کو اور ہوئے وہ ہلاک شدگان میں سے۔ اور بے شک دی ہم نے موسیٰ کو کتاب تا کہ وہ ہدایت پائیں۔ اور بنایا ہم نے ابن مریم کو اور اس کی ماں کو نشانی اور ٹھکانا دیا ہم نے دونوں کو ایک بلند زمین پر جو قرار والی تھی اور شاداب تھی۔

تفسیر: بہت سے رسولوں کے بعد (ہم نے موسیٰ) علیہ السلام (اور ان کے بھائی) ہارون علیہ السلام (کو اپنے احکام اور) ان کی نبوت کی (کھلی دلیل) یعنی معجزہ (دے کر فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف بھیجا لیکن انہوں نے تکبر کیا اور وہ اونچے) دماغ کے (لوگ تھے) اور تکبر وغرور کے نشہ نے ان کے دماغوں میں خلل پیدا کر دیا تھا اس لیے خدائی پیغام کو خاطر میں نہ لائے (اور کہنے لگے! کیا ہم اپنے جیسے دو) عام (آدمیوں) کے خدا کے رسول ہونے (پر ایمان لے آئیں حالانکہ ان کی قوم) بنی اسرائیل تو (ہماری غلام ہے)۔ اس غلام قوم کے دو آدمیوں کو ہم کیسے اپنا بڑا مان لیں۔ (تو فرعون اور اس کے سرداروں نے ان دونوں کو جھٹلایا تو) اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا اور (یہ لوگ ہلاک شدگان میں سے ہو گئے)۔ فرعونیوں کی ہلاکت کے بعد (ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب) یعنی تورات (عطا کی تا کہ بنی اسرائیل راہ حق کو پالیں) اور اس پر چل کر جنت اور رضائے الٰہی کی منزل تک پہنچ سکیں۔

(اور ہم نے عیسیٰ بن مریم) علیہما السلام (کو اور ان کی ماں) مریم علیہا السلام دونوں (کو) اپنی قدرت کی نشانی بنایا) اس طرح سے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کیا اور اس خرق عادت کا تعلق ماں اور بچے دونوں سے تھا۔ عام مفسرین کہتے ہیں کہ ان کے علاقے کا بادشاہ اس وجہ سے کہ نجومیوں نے اس کو بتایا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بڑے ہو کر صاحب اقتدار ہوں گے ان کا ان کے بچپن ہی میں دشمن ہو گیا تھا کیونکہ ان کو اقتدار ملنے کا مطلب تھا کہ اس بادشاہ کا یا اس کی اولاد کا اقتدار اس بچے کے ہاتھوں ختم ہو گا۔ حضرت مریم علیہا السلام اللہ تعالیٰ کی جانب سے الہام کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جو ابھی بچے تھے لے کر مصر چلی گئیں اور اس ظالم بادشاہ کے مرنے کے بعد پھر اپنے علاقہ میں واپس آئیں۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا کہ (ان دونوں) ماں بیٹے (کو ہم نے) بادشاہ کی دسترس سے دور کرنے کے لیے مصر کی (اونچی سرزمین میں پناہ دی جو) امن و (قرار والی تھی اور) دریائے نیل کے (صاف ستھرے پانی والی تھی)۔

ربط: پیچھے بھی مضمون توحید کا تھا آگے بھی توحید کا ہے البتہ یہاں توحید کے ماننے والوں کو کچھ

ہدایات دی جاتی ہیں۔

يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ
وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۵۱﴾ وَاِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ
اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ﴿۵۲﴾ فَتَقَطَّعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ
زُبُرًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَذَرْهُمْ فِيْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى
حِيْنٍ ﴿۵۴﴾ اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ ﴿۵۵﴾ نُسَارِعُ
لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ؕ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ
خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۸﴾
وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَاۤ اٰتَوْا وَّ
قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ﴿۶۰﴾ اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ
فِي الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا
وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۶۲﴾ بَلْ قُلُوْبُهُمْ
فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا
عٰمِلُوْنَ ﴿۶۳﴾ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ يَجْـَٔرُوْنَ ﴿۶۴﴾
لَا تَجْـَٔرُوا الْيَوْمَ ۫ اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى
عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ ﴿۶۶﴾ مُسْتَكْبِرِيْنَ ۖۚ بِهٖ سٰمِرًا
تَهْجُرُوْنَ ﴿۶۷﴾ اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ اَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ يَاْتِ اٰبَآءَهُمُ
الْاَوَّلِيْنَ ﴿۶۸﴾ اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۶۹﴾ اَمْ

يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ وَاَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ
كٰرِهُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ
وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۷۱﴾
اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ ۚ وَّهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۷۲﴾ وَ
اِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۷۳﴾ وَاِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ
بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ ﴿۷۴﴾ وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ
مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ
بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۷۶﴾ حَتّٰۤى اِذَا
فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيْدٍ اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ﴿۷۷﴾

ترجمہ: اے رسولو! کھاؤ پاکیزہ چیزوں میں سے اور عمل کرو نیک۔ یقیناً میں جو تم عمل کرتے ہو اس کو جانتا ہوں۔ اور یہ تمہاری امت ہے ایک امت اور میں ہوں تمہارا رب تو ڈرتے رہو مجھ سے۔ پھر لوگوں نے پھوٹ ڈال کر کر لیا اپنے دین کو آپس میں ٹکڑے ٹکڑے۔ ہر فرقہ اس پر جو اس کے پاس (دین کا ایک ٹکڑا) ہے خوش ہے۔ سو چھوڑ دے تو ان کو ان کی جہالت میں ایک وقت تک۔ کیا یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم جو دیئے جاتے ہیں ان کو مال اور بیٹے تو ہم جلدی جلدی کر رہے ہیں ان کے لیے بھلائیوں میں بلکہ یہ لوگ سمجھتے نہیں۔ بلاشبہ وہ لوگ جو اپنے رب کی ہیبت سے ڈرتے رہتے ہیں اور وہ لوگ جو اپنے رب کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں، اور وہ لوگ جو اپنے رب کا شریک نہیں بناتے اور وہ لوگ جو دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور ان کے دل ڈر رہے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ یہ لوگ جلدی کرتے ہیں بھلائیوں میں اور یہی بھلائیوں کے لیے سبقت کرنے والے ہیں۔ اور نہیں مکلّف بناتے ہم کسی کو مگر اس کی طاقت کے موافق اور ہمارے پاس کتاب ہے جو بولتی ہے حق بات اور وہ ظلم نہ کیے جائیں گے۔ بلکہ ان کے دل جہالت میں ہیں اس طرف سے اور ان کے کچھ کام ہیں اس کے علاوہ، وہ ان کو کر رہے ہیں یہاں تک کہ جب ہم پکڑیں

گے ان کے خوشحال لوگوں کو عذاب میں تو یہ چلّائیں گے۔ (ہم کہیں گے) مت چلاؤ آج۔ بے شک تم ہماری طرف سے مدد نہ کئے جاؤ گے۔ بلاشبہ میری آیتیں پڑھی جاتی تھیں تم پر تو تم اپنی ایڑیوں پر الٹے بھاگتے تھے تکبر کرتے ہوئے اس (قرآن) سے ایک قصہ گو کو چھوڑ جاتے ہو۔ کیا پس ان لوگوں نے غور نہیں کیا اس قول (یعنی قرآن) میں یا آئی ہے ان کے پاس وہ چیز جو نہیں آئی ان کے پہلے باپ دادوں کے پاس۔ یا نہیں پہچانا انہوں نے اپنے رسول کو سو وہ اس کے انکاری ہیں۔ یا کہتے ہیں کہ اس کو (یعنی رسول کو) جنون ہے۔ بلکہ وہ لایا ہے ان کے پاس حق اور ان کے اکثر حق کو ناپسند کرتے ہیں۔ اور اگر پیچھے چلے (حق تعالیٰ) ان کی خواہشات کے تو برباد ہو جائیں آسمان اور زمین اور جو کوئی ان میں ہے۔ بلکہ لائے ہیں ہم ان کے پاس ان کا ذکر تو وہ اپنے ذکر سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔ یا تو مانگتا ہے ان سے اجرت سو تیرے رب کی اجرت بہتر ہے اور وہ بہترین روزی دینے والا ہے۔ اور یقیناً تو بلاتا ہے ان کو راہ راست کی طرف۔ اور وہ لوگ جو ایمان نہیں رکھتے آخرت پر وہ راہ سے ہٹے ہوئے ہیں۔ اور اگر رحم کریں ہم ان پر اور دور کر دیں جو ان کو تکلیف ہے تو برابر لگے رہیں گے اپنی سرکشی میں بھٹکتے ہوئے۔ اور بے شک پکڑا ہم نے ان کو عذاب سے تو نہ عاجزی کی واسطے اپنے رب کے اور نہ گڑگڑائے یہاں تک کہ جب کھولیں گے ہم ان پر دروازہ سخت عذاب والا تب وہ اس میں مایوس ہو جائیں گے۔

پہلی ہدایت: توحید پر عملاً قائم رہنے اور آگے ترقی کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ آدمی حلال روزی کمائے اور حلال ہی کھائے

تفسیر: اوپر کچھ رسولوں اور ان کی قوموں کے ساتھ جو واقعات پیش آئے ان کا ذکر کیا تھا۔ ان سب رسولوں کی اصل تعلیم توحید، رسالت اور آخرت کی تھی۔ معلوم ہوا کہ دین کی کچھ باتیں اصولی ہیں جو کسی بھی زمانے میں نہیں بدلتیں، ہر دین میں قائم رہتی ہیں اور مذکور و غیر مذکور رسول سب ہی ان کی تعلیم دیتے رہے ہیں مثلاً توحید، رسالت اور آخرت پر ایمان لانا، اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا، اخلاق حسنہ کو حاصل کرنا اور شرک سے اجتناب کرنا اور اخلاق ذمیمہ سے اپنے آپ کو پاک صاف کرنا۔ ان ہی میں سے ایک بات یہ ہے کہ حلال اور پاکیزہ چیزیں کھائیں اور حرام و نجس چیزوں سے پرہیز کریں۔ یہ حکم رسول اور غیر رسول سب کے لیے ہے اس لیے یہاں رسولوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ (اے رسولو! پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ) کیونکہ انسان کو دنیا میں اس لیے بھیجا گیا ہے کہ وہ نیک عمل کرے اور ان کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی حاصل کرے۔ نیک عمل کے لیے حلال غذا ایسے ہے جیسے زرعی

پیداوار کے لیے عمدہ کھاد اور حرام غذا ایسے ہے جیسے زہریلی کھاد۔ عمدہ کھاد کے ہوتے ہوئے ایک تو پیداوار بھی زیادہ ہوتی ہے اور چارہ اور پتے بھی زیادہ ہوتے ہیں اور زہریلی کھاد کے ہوتے ہوئے پیداوار بھی کم ہوتی ہے اور چارہ اور پتے بھی کم ہوتے ہیں۔ اسی طرح حلال غذا کے ہوتے ہوئے ایک تو نیک اعمال کی طرف رغبت بھی زیادہ ہوگی جس سے نیک اعمال بھی زیادہ ہوتے ہیں اور ان کے دینی و دنیوی اثرات بھی زیادہ ہوتے ہیں جب کہ حرام غذا کے ہوتے ہوئے نیک اعمال کی طرف رغبت بھی کم ہوتی ہے (اور) ان کے دینی و دنیوی اثرات بھی کم ہوتے ہیں اس لیے حلال غذا کا حکم دینے کے بعد یہ حکم دیا کہ اب (نیک عمل کرو)۔ ایک حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ گوشت جو حرام سے بنا ہو جہنم کی آگ اس کی زیادہ حقدار ہے۔

آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حلال کھانے اور نیک عمل کرنے والوں کو یہ خیال رکھنا چاہیے کہ (جو کچھ تم کرتے ہو) اور جو تمہارے کھلے اور چھپے احوال ہیں (ان سے میں خوب باخبر ہوں)۔

دوسری ہدایت: دین کی اصولی باتیں تبدیل نہیں ہوتیں اور یہ سب انبیاء علیہم السلام کے نزدیک متفقہ ہیں۔ ان میں خلط کرنے سے تفرقہ ہوتا ہے۔

دین کی اصولی باتیں جو کبھی تبدیل نہیں ہوتیں ان کے اعتبار سے ایک اور حقیقت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تمام انبیاء کا دین ایک ہے (اور تمہاری امت ایک ہے اور میں تم سب کا) اکیلا (رب ہوں تو) میری نافرمانی کرنے سے (مجھ سے ڈرتے رہو) لیکن (لوگوں نے پھوٹ ڈال کر آپس میں اپنے اصل دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا) اور جدا جدا راہیں نکال لیں اور گمراہ لوگوں کے پیچھے لگ کر سینکڑوں فرقے بنا لیے۔ (اور ہر فرقہ اپنے پاس موجود) دین کے ٹکڑے اور گمراہ فکر کے مجموعہ (پر خوش ہے) اور سمجھتا ہے کہ وہی حق پر اور راہ راست پر ہے۔ یہ تفریق انبیاء نے نہیں سکھائی کیونکہ ان کے یہاں دین کی اصولی باتوں میں اختلاف نہ تھا۔ زمان و مکان کے فرق سے صرف فروعی احکام میں فرق آتا ہے اصول دین میں سب ایک تھے اور اب جن لوگوں نے اصولی اور ناقابل تبدیل عقائد میں تفریق ڈال کر اپنے عقائد و خیالات پر اپنے دلوں کو جما لیا ہے آپ ان کو خواہ کتنی ہی نصیحتیں کر لیں وہ کسی بھی طرح سے ان سے ہٹنے کو تیار نہیں تو آپ بھی ان کے غم میں زیادہ نہ پڑیں اور (ان کو ان کی گمراہی میں ایک) تھوڑے سے (وقت تک چھوڑ دیجئے) یہاں تک کہ ان کی موت یا عذاب الٰہی کی گھڑی آن پہنچے)۔

(کیا یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ ہم جو ان کو مال و اولاد دیے جاتے ہیں تو ہم ان کو جلدی جلدی

بھلائیوں میں پہنچا رہے ہیں کیونکہ اگر یہ خدا کے ہاں مردود ومبغوض ہوتے تو ان کے پاس مال و دولت اور اولاد وغیرہ کی فراوانی کیوں ہوتی ؟ تو ایسی بات نہیں ہے۔ یہ فراوانی ان کی فضیلت کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ محض ڈھیل اور مہلت کے طور پر ہے لیکن یہ انکاری لوگ اصل بات کو نہیں سمجھتے۔

تیسری ہدایت: اللہ تعالیٰ نے جو احکام دیئے ہیں ان کو پورا کرنا انسانی قدرت سے باہر نہیں ہے

(بلاشبہ وہ لوگ جو) ایمان و احسان ہونے کے باوجود (اپنے رب کے خوف سے) اس بات کا اندیشہ رکھتے ہیں کہ نہ معلوم دنیا میں جو انعامات ہو رہے ہیں وہ مہلت اور ڈھیل نہ ہو (اور جو اپنے رب کی) تکوینی وتشریعی (آیات) پر ایمان و یقین رکھتے ہیں) کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیش آئے عین حکمت ہے اور جو خبر دی جائے بالکل حق ہے اور جو حکم ملے وہ ہر اعتبار سے درست ہے (اور جو لوگ) توحید پر قائم ہیں اور (اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے اور جو لوگ) راہ خداوندی میں (دیتے ہیں جو دیتے ہیں) اس پر مغرور نہیں ہوتے (اس حال میں دیتے ہیں کہ ان کے دل خوفزدہ ہوتے ہیں کہ ان کو اپنے رب کے پاس واپس جانا ہے) پھر نہ جانے ہمارا انفاق یعنی راہ خداوندی میں دیا ہوا مال قبول ہوا یا نہیں۔ (یہ لوگ ہیں جو جلدی کرتے ہیں بھلائیوں میں اور وہ ان کی طرف سبقت کرتے ہیں) اور حقیقی بھلائی تو اعمال صالحہ، اخلاق حمیدہ اور ملکات فاضلہ میں ہوئی نہ کہ مال و دولت میں جیسے کفار نے گمان کیا تھا۔

اوپر جو اعمال و خصال ذکر ہوئے یہ کوئی ایسے مشکل نہیں کہ جن کو کرنا انسانی طاقت سے باہر ہو۔ ہمارا ضابطہ یہ ہے کہ (ہم کسی کو بھی ایسے کام کا مکلّف نہیں بناتے جو اس کی طاقت سے بڑھ کر ہو) یہ سب باتیں وہ ہیں جن پر اگر توجہ کرو تو ہر شخص اپنی طاقت کے بقدر ان کو حاصل کر سکتا ہے اور ہر شخص کے اعمال و خصال سے ہم واقف ہیں۔ پھر ہمارے علم کے ریکارڈ کے علاوہ ہمارے پاس لوگوں کے اعمال نامے ہیں جو سچ کو ظاہر کر دیں گے اور ان کے موافق جزا دی جائے گی اور ان لوگوں پر ظلم نہ کیا جائے گا) نہ کسی کی نیکی ضائع ہوگی، نہ اجر کم کیا جائے گا اور نہ بے وجہ اور بلا قصور کسی دوسرے کے گناہوں کا بوجھ اس پر ڈالا جائے گا۔

پھر فرماتے ہیں کہ ایک طرف تو یہ معاملہ ہے کہ ہمارے پاس بندوں کے اعمال کا پورا ریکارڈ ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ قیامت کے دن اپنے اعمال کا حساب دینا پڑے گا اور دوسری طرف یہ ستم ظریفی ہے کہ منکروں کے دل آخرت کے حساب کتاب سے جہالت میں ہیں اور اس کے علاوہ

ان کے کچھ اور کام دھندے ہیں جن میں یہ مشغول ہیں۔ ان مشغولیتوں سے نکلنے کی ان کو فرصت ہی نہیں ہوتی جو آخرت کی طرف توجہ کریں۔ (یہاں تک کہ جب ہم ان کے آسودہ حال لوگوں کو) دنیا یا آخرت کے عذاب میں (پکڑیں گے) تو (اسی وقت چلائیں گے) اور شور مچائیں گے کہ ہمیں اس آفت سے بچاؤ۔ ان کو حکم دیا جائے گا کہ (آج مت چلاؤ کیونکہ آج ہماری طرف سے تم مدد نہ دیئے جاؤ گے) اور ہمارے عذاب سے تمہیں کوئی بچاؤ نہ ملے گا۔ چنانچہ اس عذاب کا ایک نمونہ کفار مکہ کو جنگ بدر میں دکھایا گیا جہاں ان کے بڑے بڑے سردار مارے گئے یا قید ہوئے۔ ان کی عورتیں مہینوں تک ان کا نوحہ کرتی رہیں، سر کے بال کٹوا کر ماتم کئے گئے روئے، پیٹے، چیخے چلائے لیکن کچھ بن نہ پڑا۔ غرض اب مت چلاؤ۔

چوتھی ہدایت: کافروں کے حق کو قبول کرنے میں ممکنہ رکاوٹوں کا بیان اور ان کا جواب

1- اور وہ وقت یاد کرو جب تمہیں سنانے کے لیے (تم پر میری آیات پڑھی جاتی تھیں تو تم حق کے مقابلہ میں تکبر کرتے ہوئے اپنی ایڑیوں پر الٹے پاؤں بھاگتے تھے) سننا بھی گوارہ نہ تھا اور ایسے بھاگتے تھے گویا کسی فضول (قصہ گو کو چھوڑ کر چلے گئے)۔

2- (کیا یہ لوگ قرآن) کی خوبیوں (میں غور وفکر نہیں کرتے۔ اگر کرتے تو حقیقت کھل جاتی کہ یہ قرآن واقعی اللہ کا کلام ہے جس میں لوگوں کی بیماریوں کا صحیح علاج بتایا ہے۔

3- یا ان کے حق کو قبول کرنے میں یہ بات رکاوٹ بن رہی ہے کہ (ان کے پاس وہ چیز) یعنی کتاب الٰہی (آئی ہے جو ان کے پہلے باپ دادوں کے پاس نہیں آئی)۔ ان کو سوچنا چاہئے کہ یہ کتاب تو نصیحتوں پر مشتمل ہے اور نصیحت کرنے والے ہر دور میں ہوتے ہیں خواہ وہ انبیاء ہوں یا ان کے پیروکار ہوں۔ آسمانی کتابیں بھی اترتی رہیں کبھی کہیں کبھی کہیں۔ غرض یہ کوئی انوکھی بات نہیں جس کا نمونہ پہلے سے نہ ہو۔ ہاں اتنی بات ہے کہ اس مرتبہ قرآن پاک تمہارے علاقہ اور تمہاری زبان میں نازل ہوا ہے اور وہ خود بھی اکمل ترین اور اشرف ترین صورت میں۔ لیکن اس کا تقاضا تو یہ ہے کہ اس کی قدر سب سے زیادہ کریں۔

4- (یا انہوں نے اپنے رسول کو نہیں پہچانا جو وہ ان کا انکار کرتے ہیں) حالانکہ ان کو تو سارا عرب جانتا ہے کہ آپ بچپن سے صادق و امین ہیں اور عفیف و پاکباز ہیں۔ حضرت جعفرؓ نے بادشاہ حبشہ نجاشی کے سامنے، حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے کسریٰ کے نائب کے آگے اور ابوسفیان جو اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے انہوں نے قیصر روم کے دربار میں رسول اللہ ﷺ کے صادق و امین ہونے کا اعتراف کیا۔ پھر ایسے مشہور راست باز بندے کے بارے میں کیا یہ گمان کیا جا سکتا ہے کہ

وہ اللہ پر جھوٹ باندھنے لگا ہے۔

5- (یا یوں کہتے ہیں کہ ان رسول کو جنون ہے)۔ ایسا نہیں ہے کیونکہ پاگل اور دیوانے شخص کی باتیں ایسی سچی اور کھری نہیں ہوتیں۔ بلکہ یہ رسول تو ان کے پاس حق لے کر آئے ہیں۔ یہ بات بھی وہ محض زبان سے کہتے تھے ورنہ ان کے دل جانتے ہیں کہ آپ ﷺ جو کچھ کہتے ہیں حق ہے۔ لیکن چونکہ وہ باتیں ان کی اغراض وخواہشات کے موافق نہ تھیں اس لیے (ان کے اکثر لوگ ان باتوں کو ناپسند کرتے ہیں)۔

6- منکر لوگ حق باتوں کو پسند نہیں کرتے۔ لیکن ان لوگوں کی پسند و ناپسند کا کیا ہے؟ اس کا تو یہ حال ہے کہ (اگر اللہ تعالیٰ) عالم کا نظام (ان لوگوں کی خواہشات کے مطابق چلانے لگیں) تو وہ خدا ہی کہاں رہے، وہ (تو) بندوں کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بن کر رہ جائے گا اور ایسی صورت میں زمین وآسمان کے یہ محکم انتظامات کیونکر قائم رہ سکتے ہیں بلکہ یہ ہوگا کہ (زمین اور آسمان اور جو کچھ ان میں ہے وہ سب تباہ و برباد ہو جائے گا)۔ اگر ایک چھوٹے سے گاؤں کا انتظام لوگوں کی خواہشات کے تابع کر دیا جائے تو وہ چار دن قائم نہیں رہ سکتا چہ جائیکہ زمین وآسمان کی حکومت۔

7- منکر لوگ پہلے تو تمنا کیا کرتے تھے کہ:

وَ اِنْ كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِكْراً مِنَ الْاَوَّلِيْنَ لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ۔

(سورہ صافات: 69)

اور یہ کہا کرتے تھے اگر ہمارے پاس کچھ ذکر ہوتا پہلے لوگوں کا تو ہم (بھی) اللہ کے چنے ہوئے بندے ہوتے)۔

یعنی عرب لوگ انبیاء کے نام سنتے تھے لیکن ان کے بارے میں کچھ تفصیل سے واقف نہ تھے اس لیے یہ کہتے تھے کہ اگر ہم کو پہلے لوگوں کے علوم حاصل ہوتے یا ہمارے ہاں کوئی کتاب اور نصیحت کی بات اترتی تو ہم خوب عمل کر کے دکھاتے اور معرفت وعبادت میں ترقی کر کے اللہ کے مخصوص ومنتخب بندوں میں شامل ہوتے۔ اب جو ان کے اندر نبی آیا اور اس کے ذریعے ہم ان کے پاس ان کی نصیحت کی بات لائے تو وہ اپنی نصیحت سے منہ موڑتے ہیں۔

8- (یا) ان کے حق کو قبول کرنے میں رکاوٹ یہ ہے کہ (آپ ان سے اجرت طلب کرتے ہیں)۔ ایسا بھی نہیں ہے بلکہ (آپ کے رب نے دنیا وآخرت میں آپ کے لیے جو اجر طے فرمایا ہے وہ اس اجرت سے کہیں بہتر ہے) جو بالفرض آپ ان سے طلب کریں۔

حق کو قبول کرنے میں جو رکاوٹیں ذکر کی گئیں ان کے جواب بھی ساتھ ہی دے دیے اور اب اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے حق میں کھلی گواہی دیتے ہیں کہ (آپ کافروں کو بلاشبہ سیدھی راہ کی طرف دعوت دیتے ہیں

جس میں کچھ ٹیڑھ نہیں ہے اور جو کلام آپ لائے اس کی خوبیاں بھی ظاہر ہیں، اور آپ ان سے کسی بھی قسم کا معاوضہ طلب نہیں کرتے غرض ان کے قبول حق میں آپ کی طرف سے کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ ہاں (وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہی لوگ اپنی خواہشات پر چل کر سیدھی راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ (اور) ان لوگوں کا یہ حال ہے کہ (اگر ہم ان پر رحم کریں اور ان کو جو تکلیف ہے ہم اس کو کھول دیں اور دور کر دیں اور آرام دے دیں تب بھی احسان نہ مانیں اور اپنی سرکشی میں بھٹکتے ہی پھریں۔ رسول اللہ ﷺ کی دعاء سے ایک مرتبہ مکہ والوں پر قحط پڑا تھا۔ پھر آپ ﷺ کی دعا ہی سے وہ دور ہوا۔

جب کافر کسی طور سے نہ مانے تو (ہم نے ان کو) قحط وغیرہ کے (عذاب سے پکڑا پھر بھی انہوں نے اپنے رب کے لیے نہ عاجزی کی اور نہ ہی گڑ گڑائے یہاں تک کہ) آخرت میں (جب ہم جہنم کا سخت عذاب والا دروازہ کھولیں گے تب یہ مایوس ہوں گے)۔

ربط: آگے اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کے کچھ کام گنواتے ہیں اور ساتھ ساتھ کافروں کو تنبیہ کرتے ہیں۔

وَهُوَ الَّذِيٓ أَنشَأَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْـِٔدَةَ ۚ قَلِيلًا
مَّا تَشْكُرُونَ ﴿٧٨﴾ وَهُوَ الَّذِي ذَرَأَكُمْ فِي الْأَرْضِ وَإِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿٧٩﴾
وَهُوَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۚ
أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿٨٠﴾ بَلْ قَالُوا مِثْلَ مَا قَالَ الْأَوَّلُونَ ﴿٨١﴾ قَالُوٓا أَإِذَا
مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا أَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ ﴿٨٢﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ
وَآبَاؤُنَا هَٰذَا مِن قَبْلُ إِنْ هَٰذَآ إِلَّآ أَسَٰطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿٨٣﴾

ترجمہ: اور وہی ہے جس نے پیدا کئے تمہارے لیے کان اور آنکھیں اور دل۔ تھوڑا ہے جو تم شکر کرتے ہو۔ اور وہی ہے جس نے تم کو زمین میں پھیلایا اور اسی کی طرف تم اکٹھے کئے جاؤ گے۔ اور وہی ہے جو زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے اور اس کے لیے ہے بدلنا رات اور دن کا۔ کیا پس تم سمجھتے نہیں ہو۔ بلکہ انہوں نے کہا مثل پہلے لوگوں کے۔ انہوں نے کہا کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہم مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں تو کیا ہم اٹھائے جائیں گے۔ وعدہ دیا گیا ہم کو اور ہمارے باپ دادوں کو پہلے سے۔ یہ باتیں نہیں ہیں مگر کہانیاں پہلوں کی۔

تفسیر: 1- (اور وہی) اللہ (ہے جس نے تمہارے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنائے تا کہ تم

اپنے کانوں سے توحید کے بارے میں نازل شدہ آیتیں سنو اور اپنی آنکھوں سے توحید پر دلالت کرنے والی تکوینی نشانیاں دیکھو اور اپنے دل و دماغ سے دونوں کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ سننے، دیکھنے اور سمجھنے کی یہ قوتیں اللہ تعالیٰ کی تم پر نعمتیں ہیں جن کا شکر ادا کرنا تم پر واجب ہے جو یہ ہے کہ تم ان کو کام میں لا کر اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرتے۔ لیکن تم نے ایسا نہ کیا اور ان میں سے اکثر آدمیوں نے اکثر اوقات میں ان قوتوں کو بے جا خرچ کیا اور س طرح تم اللہ کا بہت تھوڑا شکر ادا کرتے ہو کہ کبھی اتفاق سے صرف اللہ کے لیے کلمہ شکر منہ سے نکل گیا۔

2- (اور وہی) اللہ (ہے جس نے تم کو زمین میں پھیلایا اور پھر) قیامت کے روز (تم اسی کی طرف اکٹھے کئے جاؤ گے) اور وہاں ہر ایک کو شکر گزاری کا یا ناشکری کا بدلہ دیا جائے گا۔ اس دن کوئی شخص یا کوئی عمل غیر حاضر نہ ہو سکے گا۔ جس نے پھیلایا اس کے لیے سب کو اکٹھا کرنا کیا مشکل ہے۔

3- (اور وہی ہے جو زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے اور اسی کو رات اور دن بدلنے کا اختیار ہے۔ تو کیا تم اتنی بات (نہیں سمجھتے) کہ ایسی عظیم قدرت والے کے لیے تم کو دوبارہ زندہ کرنا کیا مشکل ہے۔

4- (بلکہ یہ) کافر بھی (وہی بات کہتے ہیں جو پہلوں نے کہی۔ انہوں نے کہا کہ کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہم) اس حالت میں دوبارہ (اٹھائے جائیں گے)۔ کافر (کہتے ہیں کہ جس) بات (کا وعدہ ہم سے کیا جا رہا ہے اس کا وعدہ اس سے پہلے ہمارے باپ دادوں سے بھی کیا گیا تھا) لیکن ہم نے تو آج تک خاک کے ذروں اور ہڈیوں کے ریزوں کو آدمی بنتے نہیں دیکھا۔ (یہ سب) بے عقلی کی باتیں ہیں اور (پہلے لوگوں کی) گھڑی ہوئی (کہانیاں ہیں)۔

ربط: آگے اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ کا دوسرے اسلوب میں ذکر کرتے ہیں۔

قُلْ
لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۴﴾ سَيَقُوْلُوْنَ
لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۵﴾ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَ
رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۸۶﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۸۷﴾
قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ
اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۸﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ﴿۸۹﴾

بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۹۰﴾ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ
وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ وَ
لَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۹۱﴾
عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۹۲﴾

ترجمہ: تو کہہ کس کے لیے ہے زمین اور جو کوئی ہے اس میں اگر تم جانتے ہو۔ کہیں گے اللہ کے لیے ہے۔ تو کہہ کیا پس تم سوچتے نہیں ہو۔ تو کہہ کون ہے رب سات آسمانوں کا اور (کون ہے) رب عرش عظیم کا۔ بتائیں گے اللہ کو (یعنی جواب میں اللہ کا نام لیں گے)۔ تو کہہ کیا پس تم ڈرتے نہیں ہو۔ تو کہہ کون ہے جس کے ہاتھ میں حکومت ہے ہر چیز کی اور وہ بچاتا ہے اور نہیں بچایا جا سکتا کوئی اس کے مقابلہ میں اگر تم جانتے ہو۔ بتائیں گے اللہ کو۔ تو کہہ تو تم کہاں سحر زدہ ہوتے ہو۔ بلکہ ہم لائے ہیں ان کے پاس حق کو اور یہ جھوٹے ہیں۔ نہیں اختیار کی اللہ نے اولاد اور نہیں ہے اس کے ساتھ کوئی خدا کہ اس صورت میں ہر خدا لے جاتا اپنی مخلوق کو اور چڑھائی کرتا ایک خدا دوسرے پر۔ اللہ پاک ہے اس سے جو یہ بیان کرتے ہیں۔ (اللہ جو) چھپی اور کھلی کا جاننے والا ہے۔ تو وہ بلند ہے اس سے جو یہ شریک ٹھہراتے ہیں۔

تفسیر: (آپ ان) منکروں (سے فرمائیے کہ بتاؤ کہ زمین اور جو کوئی اس میں ہے کس کی ہے اگر تم جانتے ہو۔ یہ کہیں گے اللہ کی ہے۔ آپ کہئے کہ پھر کیا تم سوچتے نہیں ہو) کہ جب ساری زمین اور زمینی چیزوں میں ملکیت اور قبضہ اللہ کا ہے تو تم اور تمہارے جسمانی ذرات اور (خلیات اس کے قبضہ سے کیسے باہر ہو سکتے ہیں۔

(آپ کہیے کہ بتاؤ سات آسمانوں کا رب اور عرش عظیم کا رب کون ہے۔ یہ) جواب میں (کہیں گے کہ ان میں ملکیت اللہ کی ہے۔ آپ کہیے کہ تو کیا پھر تم اللہ سے) جو سات آسمانوں کا رب اور عرش عظیم کا یکتا مالک اور شہنشاہ ہے نافرمانی کرنے سے (نہیں ڈرتے) کہ وہ تمہاری گرفت کر سکتا ہے۔

تنبیہ: قران پاک میں جہاں بھی سات آسمانوں کا ذکر ہے ان سے مراد وہ سات آسمان ہیں جن کا ذکر معراج کی حدیث میں ملتا ہے وہ آسمان جو ہم سے سب سے قریب ہے وہ پہلا آسمان یا سماء دنیا کہلاتا ہے اور وہ بھی ہماری نظروں سے بہت دور ہے۔ ان آسمانوں کے دروازے ہیں جن پر دربان

فرشتے مقرر ہیں۔ ساتویں آسمان پر خانہ کعبہ کے عین اوپر بیت معمور ہے جس کا فرشتے طواف کرتے ہیں۔ پھر سدرۃ المنتھی یعنی بیری کا درخت ہے جس کی جڑیں اور جس کے تنے کا نچلا حصہ چھٹے آسمان میں ہے اور اس کے تنے کا اوپری حصہ اور اس کی شاخیں ساتویں آسمان میں ہیں۔ اسی سدرۃ المنتھی کی جڑ سے چار نہریں نکلتی ہیں دو اندر کی جانب اور دو باہر کی جانب۔ اندر والی نہر کوثر اور نہر رحمت ہیں اور دو باہر والی نیل وفرات ہیں۔ باہر والی آگے جا کر غیر محسوس طور پر دنیا کے دریائے نیل اور دریائے فرات سے جا ملتی ہیں۔ ساتویں آسمان سے اوپر کرسی ہے اور کرسی کے اوپر اللہ تعالیٰ کا عظیم الشان عرش ہے۔ عرش پر دنیاوی بادشاہوں کی طرح اللہ تعالیٰ کی ذات بیٹھی ہوئی نہیں ہے کیونکہ ایک تو ہمیں اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں کچھ تفصیل معلوم نہیں اور دوسرے نہ وہ کسی مخلوق کی مثل ہے اور نہ کوئی مخلوق اس کی مثل ہے البتہ یوں کہا جا سکتا ہے کہ عرش الٰہی پر اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم الشان تجلی مستقل رہتی ہے خواہ دن ہو یا رات ہو۔

آسمانوں سے نیچے جو فضا ہے اس کے سات طبقے بنا کر ان کو سات آسمان کہنا درست نہیں ہے کیونکہ قرآن پاک ساڑھے چودہ سو سال پہلے نازل ہوا۔ پھر سات آسمان ایسی چیز نہیں جس کا معنی بدلتا رہتا ہو۔ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان سے کیا سمجھا تھا اصل اہمیت اس کی ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کا زمانہ تو سائنسی تحقیقات و تدقیقات سے اور پہلے کا ہے۔ انہوں نے بھی اپنی قوم کے سامنے سات آسمانوں کا ذکر کیا تھا جس کا تذکرہ سورہ نوح میں ہے۔ ظاہر یہی ہے کہ نہ تو حضرت نوح علیہ السلام نے ان سے فضا کے سات طبقے سمجھے اور نہ ہی ان کی قوم نے ایسا سمجھا ہوگا۔

سورہ طلاق کی آخری آیت میں ہے:

الله الذی خلق سبع سمٰوٰت و من الارض مثلهن۔

(اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان پیدا کئے اور زمین بھی انہی کی طرح)

احادیث سے اس کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ آسمانوں کی طرح زمینیں بھی سات ہیں لیکن قرآن و حدیث میں ان کی کچھ تفصیل مذکور نہیں۔ اس لیے ہم بھی ان کے وجود کی کیفیت کے علم کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کرتے ہیں۔

(آپ کہئے کہ اگر تم کو علم ہے تو یہ بتاؤ کہ وہ کون ہے جس کو ہر شے پر حکومت) و اختیار (حاصل ہے اور جو بچا لیتا ہے اور اس سے کوئی بچایا نہیں جا سکتا۔ یہ جواب میں کہیں گے کہ ہر چیز پر اختیار صرف اللہ کا) چلتا (ہے)۔ وہ جس کو چاہے پناہ دے سکتا ہے لیکن دوسرا اس کے مجرم کو پناہ نہیں دے سکتا۔ اس

پر (آپ کہئے کہ پھر تم پر جادو کہاں سے آ پڑتا ہے) جس کی وجہ سے تم ہوش وحواس کھو بیٹھتے ہو اور اتنی موٹی بات نہیں سمجھتے کہ جب تمام زمین وآسمان کا مالک وہ ہے اور ہر چیز اس کے زیر تصرف اور زیر اقتدار ہے تو تمہارے بدن کی ہڈیاں اور ان کے ریزے اس کے اقتدار سے نکل کر کہاں جائیں گے۔

(بلکہ ہم نے ان تک حق کو پہنچا دیا ہے) یعنی شواہد و دلائل سے ظاہر کر دیا ہے کہ جو کچھ ان سے کہا جا رہا ہے وہ حرف بحرف سچ ہے اور حق ہے (اور یہ لوگ جھوٹے ہیں) کہ محض جھوٹے خیالات کی پیروی کر رہے ہیں۔ اللہ ہی زمین وآسمان کے ذرہ ذرہ کا تنہا مالک ہے نہ اسے بیٹے کی ضرورت ہے نہ مددگار کی اس لیے (اس نے اپنے لیے نہ تو اولاد بنائی اور نہ اس کے ساتھ کوئی اور مددگار خدا ہے۔ ایسا ہوتا تو ہر خدا اپنی مخلوق کو لے کر علیحدہ ہو جاتا اور ایک) اپنی جمعیت فراہم کر کے (دوسرے پر چڑھائی کر دیتا اور) عالم کا یہ مضبوط نظام چند دن بھی قائم نہ رہ سکتا۔ علاوہ ازیں اولاد و مددگار کو اختیار کرنا تو احتیاج پر دلیل ہے جب کہ (اللہ ان کمزوریوں سے پاک ہیں جو یہ منکرین بیان کرتے ہیں)۔ اسی طرح یہ لوگ کہتے ہیں کہ آخرت نہیں ہے اور یہ صرف پہلے لوگوں کی بنائی ہوئی کہانیاں ہیں۔ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ انسان کے مرنے کے بعد جب صرف اس کی ہڈیاں یا ان کے ریزے رہ جائیں تو ان میں اللہ تعالیٰ اپنی مرضی کا تصرف نہیں کر سکتا۔ یہ بھی ایک کمزوری ہے جو یہ لوگ اللہ کی طرف منسوب کر رہے ہیں اور (اللہ اس سے پاک ہے۔ غرض ایک طرف اللہ تعالیٰ کو ایسی قدرت حاصل ہے جو تام بھی ہے اور عام بھی ہے اور دوسری طرف (ایسا علم حاصل ہے جو ہر کھلی اور چھپی چیز کو گھیرے ہوئے ہے تو وہ یقیناً ان تمام) شریکوں سے بھی بلند تر ہے جن کو یہ لوگ اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں) جب کہ ان شریکوں کی قدرت بھی محدود ہے اور ان کا علم بھی محدود ہے اور اللہ ہی کا دیا ہوا ہے۔

ربط: بار بار اور طرح طرح سے سمجھائے جانے کے باوجود کافر گستاخیاں کریں تو ان پر عذاب کا آنا بعید نہیں ہے۔ اس لیے ہر مومن کو ہدایت کی جاتی ہے وہ یہ دعائیں کرے کیونکہ کبھی عذاب آتا ہے تو کافروں کے علاوہ مسلمان بھی اس کی لپیٹ میں آ جاتے ہیں اگرچہ آخرت میں وہ علیحدہ کر لیے جائیں گے۔ سورہ انفال میں فرمایا: وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَاصَّةً (اور عذاب سے بچو جو تم میں سے صرف ظالموں کو نہیں پہنچے گا)۔

قُلْ رَّبِّ اِمَّا
تُرِيَنِّيْ مَا يُوْعَدُوْنَ ﴿۹۳﴾ رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِيْ فِي الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۹۴﴾

وَاِنَّا عَلٰٓى اَنْ نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ ﴿۹۵﴾ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ
اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ ۭ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ
مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ﴿۹۷﴾ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ﴿۹۸﴾

ترجمہ: تو کہہ اے میرے رب اگر تو دکھانے لگے مجھ کو وہ جس کا یہ وعدہ دیے جاتے ہیں۔ اے میرے رب تو مت بنا مجھ کو ظالم لوگوں میں سے۔ اور ہم اس پر کہ دکھائیں تجھ کو وہ جس کا ہم وعدہ کرتے ہیں ان سے، قدرت رکھتے ہیں۔ دفع کر اس بات سے جو اچھی ہے برائی کو۔ ہم خوب جانتے ہیں جو یہ بتاتے ہیں۔ اور کہہ اے میرے رب میں پناہ لیتا ہوں تیری شیطانوں کی چھیڑ خانیوں سے اور میں پناہ لیتا ہوں تیری اے میرے رب اس سے کہ وہ آئیں میرے پاس۔

تفسیر: کافروں پر جو عذاب آئے (آپ) اور دیگر مومنین اس سے ڈر کر (یہ دعا مانگئے۔ اے میرے رب اگر تو دکھانے لگے مجھ کو وہ عذاب جس کا وعدہ کافروں کو دیا جاتا ہے) یعنی کافروں پر موعود عذاب اگر میری زندگی میں آئے تو اے میرے رب تو مجھے) ایمان اور احسان کی راہ مستقیم پر رکھ اور مجھے ظالم لوگوں میں سے مت بنا) کہ جو اپنی کوتاہیوں کے باعث عذاب کی لپیٹ میں آجائیں۔

(اور ہمیں یہ قدرت ہے کہ ہم آپ کو وہ عذاب دکھائیں جس کا ہم ان کافروں سے وعدہ کرتے ہیں) یعنی ہم آپ کی آنکھوں کے سامنے ان کو عذاب دے سکتے ہیں لیکن جب تک وہ وقت نہ آئے (آپ ان کی) بے ہودگیوں کا اور (ایذاء رسانی کا دفعیہ بھلائی سے) یعنی نرمی، خوش اخلاقی اور احسان سے (کرتے رہئے۔ یہ جو بے ہودہ بکواس کرتے ہیں ہم اس سے خوب باخبر ہیں)۔

یہ تو معاملہ ہوا شیطان قسم کے انسانوں سے۔ رہے شیطان قسم کے جنات تو ان کا علاج صرف استعاذہ اور اللہ کی پناہ لینا ہے تاکہ اللہ ان کی چھیڑ خانی اور شر سے محفوظ رکھے۔ اس کے لیے یہ دعا تعلیم کی۔ (اور کہئے اے میرے رب میں آپ کی پناہ لیتا ہوں شیطانوں کی چھیڑ خانیوں سے) جو یہ ہیں کہ دین کے بارے میں بات چیت میں بے موقع اشتعال دلا کر لڑائی چھیڑ دیں (اور اے میرے رب میں آپ کی پناہ لیتا ہوں اس سے کہ یہ شیطان میرے پاس آئیں) یعنی ان کو میرے پاس آنے نہ دیجئے کہ مجھ پر اپنا وار کر سکیں۔

ربط: اوپر توحید اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ پر تفصیلی کلام کے باوجود اگر کافر اور منکر پھر بھی نہ

مانیں تو ان کے سامنے عالم برزخ اور عالم آخرت کے کچھ ہولناک حالات بیان کئے جاتے ہیں شاید کہ ڈر کر راہ راست کو اختیار کر لیں۔

حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ﴿٩٩﴾ لَعَلِّيْٓ
اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ؕ وَمِنْ
وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿١٠٠﴾ فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَآ
اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿١٠١﴾ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ
فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿١٠٢﴾ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ
خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴿١٠٣﴾ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ
النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ ﴿١٠٤﴾ اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ
بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿١٠٥﴾ قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ ﴿١٠٦﴾
رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ﴿١٠٧﴾ قَالَ اخْسَـُٔوْا فِيْهَا
وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ﴿١٠٨﴾ اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ
اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿١٠٩﴾ فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ
سِخْرِيًّا حَتّٰٓى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ ﴿١١٠﴾ اِنِّيْ
جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْٓا ۙ اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿١١١﴾ قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ
فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ ﴿١١٢﴾ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْـَٔلِ
الْعَآدِّيْنَ ﴿١١٣﴾ قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿١١٤﴾
اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴿١١٥﴾

فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ﴿۱۱۶﴾
وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ
عِنْدَ رَبِّهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ
وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۱۸﴾

ترجمہ: یہاں تک کہ آئے ان میں سے کسی کو موت، کہے گا اے میرے رب لوٹا دے مجھ کو تا کہ میں کرلوں نیک عمل اس (دنیا) میں جو میں نے چھوڑی ہے۔ ہرگز نہیں۔ یہ فقط ایک بات ہے جو یہ کہتا ہے اور ان کے پیچھے برزخ ہے (پردہ) ہے اس دن تک جب یہ اٹھائے جائیں گے۔ پھر جب پھونکا جائے گا صور میں تو قرابتیں نہ ہوں گی اس دن اور نہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے۔ سو جس کے بھاری ہوں گے تول وہی ہوں گے کامیاب۔ اور جس کے ہلکے ہوں گے تول تو یہی لوگ ہوں گے جنہوں نے نقصان کیا اپنی جانوں کا، رہیں گے جہنم میں ہمیشہ، جھلس دے گی ان کے چہروں کو آگ اور وہ اس میں بدشکل ہوں گے۔ کیا نہیں میری آیتیں پڑھی گئیں تم پر پھر تم ان کو جھٹلاتے تھے۔ کہیں گے اے ہمارے رب غالب آئی ہم پر ہماری بدبختی اور ہم تھے لوگ بہکے ہوئے۔ اے ہمارے رب نکال دے ہم کو اس سے پھر اگر ہم دوبارہ کریں تو ہم ہوں گے ظالم۔ اللہ کہے گا پھٹکارے رہو اس میں اور مت بات کرو مجھ سے۔ ایک تھی جماعت میرے بندوں میں سے کہتے تھے اے ہمارے رب ہم ایمان لائے تو تو بخش دے ہم کو اور رحم کر ہم پر اور تو ہے بہتر رحم کرنے والوں میں۔ سو تم نے بنایا ان کو مذاق یہاں تک کہ بھلوا دیا انہوں نے تم کو میرا ذکر اور تم ان سے ہنسی کرتے تھے۔ بے شک میں نے بدلہ دیا ان کو آج ان کے صبر کرنے کا کہ وہی ہیں کامیاب۔ کہا اللہ نے کتنی دیر ٹھہرے تم زمین میں سالوں کی تعداد سے۔ کہیں گے ہم ٹھہرے ایک دن یا دن کا کچھ حصہ تو پوچھ لے گنتی والوں سے۔ کہا نہیں ٹھہرے تم مگر تھوڑا اگر تم جانتے ہوتے۔ کیا پس تم نے خیال کیا کہ پیدا کیا ہم نے تم کو بے کار اور یہ کہ تم ہماری طرف نہ لوٹائے جاؤ گے۔ سو بلند ہے اللہ بادشاہ سچا، نہیں ہے کوئی لائق عبادت سوائے اس کے جو مالک ہے عرش کریم کا۔ اور جو کوئی پکارے اللہ کے ساتھ

کسی دوسرے الہ کو نہیں ہے دلیل اس کے پاس جس کی سو اس کا حساب ہے اس کے رب کے پاس۔ بے شک نہ فلاح پائیں گے کافر اور کہہ اے میرے رب بخش دے اور رحم کر اور تو ہے بہتر رحم کرنے والوں میں۔

تفسیر: لہٰذا (یہاں تک کہ ان میں سے کسی کی موت کا وقت آ پہنچے) اور نزع کی حالت میں عذاب کی شروعات دیکھ کر پچھتاوا شروع ہو۔ اس وقت یہ تمنا کرے گا اور (کہے گا کہ اے میرے پروردگار) قبر کی طرف لے جانے کے بجائے (مجھ کو) دنیا کی طرف (واپس لوٹا دے تا کہ جس) دنیا (کو چھوڑ آیا ہوں اس میں واپس جا کر نیک عمل کروں) اور گزشتہ گناہوں سے اجتناب کروں۔ سورہ منافقون میں ہے وَاَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنَا كُمْ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَأْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَا اَخَّرْتَنِيْ اِلٰى اَجَلٍ قَرِيْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِنَ الصَّالِحِيْنَ یعنی ہماری خوشی کے لیے خرچ کرو اس میں سے جو ہم نے تمہیں دیا اس سے پیشتر کہ آئے تم میں سے کسی کو موت تو کہنے لگے اے میرے رب تو نے مجھے کیوں نہ مہلت دی تھوڑی مدت کے لیے تا کہ میں خوب صدقہ کروں اور نیکو کاروں میں سے ہو جاؤں۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ موت کا وقت آ جانے کے بعد اس کام کے لیے (ہرگز نہیں) لوٹایا جا سکتا۔ اور اگر بالفرض لوٹا دیا جائے تو ہرگز نیک کام نہ کرے گا بلکہ گزشتہ اعمال ہی کرے گا۔ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَا دُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَ اِنَّهُمْ لَكَاذِبُوْنَ یعنی اگر ان کو لوٹا دیا جائے تو یہ وہی ممنوعہ عمل کریں گے اور یہ جو کہہ رہے ہیں کہ نیک عمل کریں گے تو جھوٹ کہہ رہے ہیں اور محض دفع الوقتی کر رہے ہیں۔ تو مہلت نہ ملنے کی وجہ (یہ) ہے کہ یہ جو کچھ کہہ رہا ہے (بس ایک بات ہے جو اس نے) حسرت اور ندامت کے غلبہ کی وجہ سے (بنا لی ہے)۔ کہتا ہے کہتا رہے ہمارے ہاں اس کی شنوائی نہیں ہو گی۔ (اور اس) نے ابھی دیکھا ہی کیا ہے۔ موت ہی کو دیکھ کر اس قدر گھبرا گیا ہے۔ اس کے بعد قبر کی زندگی ہے یعنی عالم (برزخ ہے) جس میں دنیا والوں سے پردہ میں ہو جاتا ہے لیکن آخرت ابھی سامنے نہیں آئی۔ عالم برزخ میں آخرت کے عذاب کا کچھ تھوڑا سا نمونہ سامنے آ جاتا ہے (جو قیامت کے دن اٹھائے جانے تک چلتا رہے گا)۔

عالم برزخ کے بعد قیامت کا دن ہے۔ پھر (جب) دوسری دفع (صور میں پھونکا جائے گا تو) سب انسان اٹھ کھڑے ہوں گے اور ان کو ایک میدان میں جمع کر دیا جائے گا۔

اس وقت ہر شخص اپنی فکر میں مشغول ہو گا اور اس دن (آپس میں نسب کام نہ دیں گے اور نہ ہی ایک دوسرے کو پوچھے گا)۔ سورہ عبس میں ہے۔

يَوْمَ يَفِرُّ الْمرء مِنْ اَخِيْهِ وَ اُمِّهِ وَاَبِيْهِ وَصَاحِبَتِهِ وَ بَنِيْهِ لِكُلِّ امْرِئٍ، مِنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَانٌ يُغْنِيْهِ۔ البتہ آگے کے مرحلوں میں ممکن ہے کہ بعض قرابتوں سے کچھ نفع پہنچ جائے۔ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا وَ اتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بايمان الحقنابهم ذُرِّيَّتَهُمْ وَ مَاَ الَتْنَاهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ (طور) بعض حدیثوں میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن سارے نسب اور دامادی کے تعلقات منقطع ہو جائیں گے یعنی کام نہ دیں گے الا نسبی وصھری سوائے میرے نسب اور میری دامادی کے۔ معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کے تعلقات آیت میں مذکور عموم سے مستثنیٰ ہیں۔ اسی حدیث کو سن کر حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کی بیٹی ام کلثومؓ سے نکاح کیا تا کہ وہ آپ ﷺ کی دامادی میں آ جائیں اور چالیس ہزار درہم مہر مقرر کیا۔ پھر قیامت کے دن اعمال تولے جائیں گے (تو جن کے تول بھاری ہوں گے) وہی لوگ کامیاب ہوں گے اور جن کے تول ہلکے ہوں گے یا سرے سے وزن ہی نہ ہوگا تو یہ لوگ وہ ہوں گے جنہوں نے نقصان کیا اپنی جانوں کا کہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہیں گے۔ جہنم میں آگ ان کے چہروں کو جھلسا دے گی اور وہ اس میں بدشکل ہوں گے جلتے جلتے بدن سوج جائے گا نیچے کا ہونٹ لٹک کر ناف تک اور اوپر کا پھول کر کھوپڑی تک پہنچ جائے گا۔ جہنم میں یہ حالات ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے (کیا دنیا میں تم پر میری آیتیں نہ پڑھی جاتی تھیں) جن میں کفر و انکار کے برے انجام کا ذکر تھا (تو) اس وقت تم ان کو جھٹلایا کرتے تھے)۔ اب آنکھوں سے دیکھ لو کہ سچی تھیں یا جھوٹی تھیں۔ (کافر) جواب میں (کہیں گے اے ہمارے رب ہماری بدبختی ہم) پر غالب آئی اور ہم سیدھے راستے سے بھٹکے ہوئے تھے۔ اے ہمارے رب) ہم نے سب کچھ دیکھ لیا تو از راہ کرم (ہمیں یہاں سے نکال دیجئے) اور دنیا میں بھیج دیجئے (پھر اگر ہم دوبارہ یہی عمل کریں تو ہم ضرور ظالم) و گناہگار (ہوں گے) جو چاہے سزا دیجئے گا۔ (اللہ تعالیٰ فرمائیں گے پھٹکارے ہوئے ہو جاؤ اس جہنم میں اور مجھ سے بات نہ کرو)۔ بعض حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بعد فریاد بند ہو جائے گی صرف چیخنا چلانا رہ جائے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اب یہ جہنم میں حسرت و ندامت سے چیختے ہیں ورنہ ایک وقت تھا کہ (میرے بندوں میں ایک جماعت تھی جو) مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لائے اور یوں کہہ کر بخشش و رحمت کی درخواست کرتے تھے کہ (اے ہمارے رب ہم) آپ پر اور آپ کے رسول پر (ایمان لائے تو آپ ہم کو بخش دیجئے اور ہم پر رحم کیجئے اور آپ سب رحم کرنے والوں سے بہتر ہیں۔ ان کو) اور ان کی درخواست کو (تم نے مذاق بنا لیا اور ان کا اس قدر ٹھٹھا کرتے اور ان کی نیک خصلتوں کا مذاق اڑاتے کہ

اس میں لگ کر بہت کچھ بھول گئے (یہاں تک) کہ مسلمانوں کے ساتھ (اس معاملہ نے تم کو میرا ذکر) تک (بھلوا دیا اور تم ان پر ہنستے تھے۔) مسلمانوں نے تمہارے ہنسی مذاق اور تمہاری ایذاء رسانی پر صبر کیا تو (آج میں نے ان کے صبر پر ان کو اچھا بدلہ دیا کہ) ان کو ایسے مقام پر پہنچا دیا جہاں (وہی) ہر طرح (کامیاب) اور ہر قسم کی لذتوں اور مسرتوں سے ہمکنار (ہیں۔ اللہ تعالیٰ) کافروں سے یہ بھی (پوچھیں گے کہ سالوں کی گنتی کے حساب سے بتاؤ کہ (تم زمین میں کتنا عرصہ رہے) یعنی کتنے سال رہے۔ (وہ) جواب میں (کہیں گے) ہمیں تو ایسا لگتا ہے کہ (ہم ایک دن یا ایک دن کا کچھ حصہ ہی رہے۔ اصل مقدار تو گننے والے فرشتوں سے پوچھئے۔ اللہ فرمائیں گے ہاں تم تھوڑا ہی رہے) کیونکہ دنیا کی عمر تھوڑی ہی تھی لیکن (اگر اس بات کو) پیغمبروں کے کہنے سے (جان لیتے) تو کبھی اس فانی دنیا پر مغرور ہو کر انجام سے غافل نہ ہوتے اور وہ گستاخیاں اور شرارتیں نہ کرتے جن کا دنیا کی قابل زوال اور قابل فنا لذتوں میں پڑ کر ارتکاب کیا۔

(کیا) تمہاری گستاخیوں اور شرارتوں کی وجہ (تمہارا یہ عقیدہ ہے کہ ہم نے تم کو بیکار پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹائے نہ جاؤ گے)۔ تو اللہ تعالیٰ کی جناب میں ایسا عقیدہ بڑی غلطی ہے کیونکہ یہ سب کا مشاہدہ ہے کہ دنیا میں نیکی و بدی کا پورا بدلہ نہیں ملتا لہٰذا ضرورت ہے کہ آخرت کا زمانہ ہو جس میں نیکی و بدی کا پورا بدلہ ملے۔ (اللہ تعالیٰ) حکمت والے ہیں، (بلند و بالا ہیں سچے بادشاہ ہیں، ان کے علاوہ کوئی اور خدا نہیں ہے اور وہ عزت والے تخت کے مالک ہیں) پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ وفادار اور مجرم کو یکساں کر دیں اور وفاداری پر پورا انعام نہ دیں (اور) جرم پر پوری سزا نہ دیں۔ بلکہ (جو کوئی اللہ کے ساتھ) بغاوت کا جرم کرے کہ اس کے ساتھ کسی (اور خدا کو پکارے جس کی ان کے پاس کوئی سند و دلیل نہ ہو تو اس کا حساب اس کے رب) یعنی اللہ (کے پاس ہے وہاں حساب ہو کر جرم کی مقدار کے موافق سزا دی جائے گی۔ (بلاشبہ کافر کامیاب نہ ہوں گے۔ اور آپ اور آپ) کے ساتھ اہل ایمان کافروں کے برعکس اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور رحمت طلب کرتے رہیں (اور آپ یوں دعا کرتے رہیے کہ اے میرے رب میری کوتاہیوں کو (بخش دے اور) دنیا و آخرت میں اپنی (رحمت سے سرفراز فرما اور تو ہی سب رحم کرنے والوں سے بہتر ہے۔)

سورہ نور

ربط: سورہ مومنون میں فلاح و کامیابی حاصل کرنے کے لیے دو جامع نکات پر مشتمل لائحہ عمل دیا تھا۔ وہ دو نکات یہ تھے: (1) عبادت میں مشغولیت اور (2) اپنے نفس کی درستگی۔ نفس کی درستگی کے عملی مظاہر میں سے ایک شرمگاہ کی حرام سے حفاظت ہے۔ اس سورت میں اس عملی مظہر کی تفصیل دی گئی ہے۔

سُوْرَةُ النُّوْرِ مَدَنِيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ آيَاتُهَا ٦٤ رُكُوْعَاتُهَا ٩

سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنَا فِيْهَآ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ①

ترجمہ: یہ ایک سورت ہے۔ اتارا ہم نے اس کو اور لازم کیا ہم نے اس کو اور اتاری ہم نے اس میں آیتیں صاف تا کہ تم یاد رکھو۔

تفسیر: (یہ ایک سورت ہے جس کو ہم نے اتارا اور اس) میں مذکور احکام (کو ہم نے فرض) و لازم (کیا اور اس میں ہم نے صاف صاف باتیں ذکر کیں)۔ سورت کو اس انداز سے شروع کرنے سے غرض یہ ہے کہ پڑھنے اور سننے والے مسلمان سمجھ لیں کہ اس سورت میں مذکور احکام خاص اہمیت رکھتے ہیں اور بہت زیادہ محفوظ رکھنے اور لازم پکڑنے کے مستحق ہیں۔ اسی طرح اس میں جو صاف صاف نصیحتیں ذکر ہوئیں وہ بھی اے مسلمانو! اس لائق ہیں (کہ تم) ان کو خوب (یاد رکھو) اور ان سے کچھ غفلت نہ کرو۔ زانی دو طرح کے ہوتے ہیں: محصن اور غیر محصن۔

جو آزاد ہو عاقل ہو بالغ ہو، نکاح کئے ہوئے ہو اور نکاح سے ہم بستری بھی ہو چکی ہو یہ شخص مرد ہو یا عورت محصن کہلاتا ہے۔ اگر ان پانچ میں سے کوئی بات مفقود ہو تو غیر محصن ہوتا ہے۔ زانی اگر محصن ہو تو اس کی سزا رجم یعنی سنگساری ہے۔ اور زانی اگر غیر محصن ہو پھر اگر آزاد ہو تو اس کی سزا سو کوڑے ہیں اور اگر غلام یا باندی ہو تو اس کی سزا پچاس کوڑے ہیں۔

زنا کے سد باب کا پہلا حکم: غیر محصن کی سزا

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۖ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝٢

ترجمہ: زنا کار عورت اور زنا کار مرد تو لگاؤ ہر ایک کو ان میں سے سو کوڑے اور نہ پکڑے تم کو ان پر ترس دین خداوندی میں اگر تم ایمان رکھتے ہو اللہ پر اور یوم آخرت پر۔ اور حاضر ہوں ان کی سزا پر کچھ لوگ ایمان والوں میں سے۔

تفسیر: (زنا کار عورت اور زنا کار مرد ان میں سے ہر ایک کو) جو غیر محصن ہے اس کے زنا کرنے پر اور عدالت میں جرم ثابت ہونے پر خواہ مجرم کے مجلس بدل بدل کر چار مرتبہ عدالت میں اعتراف کرنے سے ہو یا اس کے جرم پر چار مرد گواہوں کے گواہی دینے سے ہو اس کو سزا کے طور پر (سو کوڑے لگاؤ اور اگر تم اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان و یقین رکھتے ہو تو اس کے دین) کے احکام و حدود کے نفاذ و اجراء (میں تم کو مجرم پر ترس) اس طرح (نہ پکڑ لے) کہ تم سزا کو بالکل روک لو یا اس میں کمی کر دو یا کسی شرعی عذر کے بغیر سزا دینے کا ایسا ہلکا اور غیر مؤثر طرز اختیار کرو کہ سزا سزا نہ رہے۔ خوب سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ حکیم مطلق یعنی ہر حال میں حکمت والے بھی ہیں اور تم سے زیادہ اپنے بندوں پر مہربان ہیں۔ ان کا کوئی بھی حکم سخت ہو یا نرم مجموعہ عالم کے حق میں حکمت و رحمت سے خالی نہیں ہوسکتا۔ اگر تم اس کے حدود و احکام کے اجراء میں کوتاہی کرو گے تو آخرت کے دن تمہاری پکڑ ہوگی۔ پھر یہ سزا تنہائی میں نہیں مسلمانوں کے مجمع میں دینی چاہئے اس لئے فرمایا (اور ان کی سزا کے وقت کچھ ایمان والے موجود ہونے چاہئیں) کیونکہ مجمع کے سامنے سزا میں مجرم کی رسوائی بھی ہوتی ہے اور یہ رسوائی سزا کی تکمیل و تشہیر بھی ہے اور دیکھنے سننے والوں کے لیے عبرت کا سامان بھی ہے۔ اور اس میں یہ غرض بھی ہوسکتی ہے کہ دیکھنے والے مسلمان مجرم کی حالت پر رحم کھا کر اس کے لیے مغفرت کی دعا کریں۔

فائدہ: سو کوڑے لگانے سے مقصود اس کی جان لینا نہیں ہے لہٰذا مجرم کی جسمانی حالت کو دیکھتے ہوئے کوڑے لگائے جائیں۔ اگر اس میں ایک وقت سو کوڑوں کی برداشت نہیں ہے تو تھوڑے

تھوڑے کر کے مختلف اوقات میں سو کوڑے پورے کئے جائیں۔ اگر کوئی اتنا لاغر اور کمزور ہو کہ کوڑے کو برداشت ہی نہیں کر سکتا تو کھجور کے ایک گچھے کو لے کے جس میں سو شاخیں ہوں مجرم کو ایک مرتبہ مار دیا جائے۔

زنا کے سد باب کا دوسرا حکم:

زنا کار مرد و عورت اس لائق نہیں کہ ان کا نکاح کسی پاکیزہ شخص سے ہو

اَلزَّانِیْ لَا یَنْکِحُ اِلَّا زَانِیَةً اَوْ مُشْرِکَةً ۫ وَّ الزَّانِیَةُ لَا یَنْکِحُهَاۤ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِکٌ ۚ وَ حُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ ۝۳

ترجمہ: زنا کار مرد نہیں نکاح کرتا مگر زنا کار عورت سے یا مشرک عورت سے اور زنا کار عورت نکاح نہیں کرتا اس سے مگر زنا کار مرد یا مشرک مرد، اور حرام کیا گیا ہے اس کو ایمان والوں پر۔

تفسیر: وہ مرد و عورت جو زنا کی قبیح عادت میں مبتلا ہوں وہ اپنی پلید اور ناپاک طبیعت کی بنا پر اس لائق نہیں رہتے کہ کسی پاکدامن مسلمان سے ان کے نکاح کا تعلق قائم کیا جائے اس لیے فرمایا کہ (زنا کار مرد نکاح کرنے کے لائق نہیں مگر) اپنی جیسی پلید طبیعت والی (زنا کار عورت سے یا) اپنے سے بھی زیادہ پلید طبیعت والی (مشرک) یعنی بت پرست (عورت سے اور) اسی طرح جو (زنا کار عورت ہے اس سے نکاح کرنے کے لائق نہیں مگر) اس جیسا پلید (زنا کار مرد یا) اس سے بھی زیادہ پلید (مشرک) اور بت پرست (مرد)۔ اس جیسا مضمون دوسری جگہ میں یوں ہے اَلْخَبِیْثَاتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَ الْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثَاتُ وَالطَّیِّبَاتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَالطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبَاتِ (گندی عورتیں ہیں گندے مردوں کے لیے اور گندے مرد ہیں گندی عورتوں کے لیے اور پاک عورتیں ہیں پاک مردوں کے لیے اور پاک مرد ہیں پاک عورتوں کے لیے)۔

ان بدکرداروں کی بدکرداری کا اصل تقاضا تو یہی ہے جو ابھی آیت میں بیان ہوا لیکن اور مصلحتوں کی وجہ سے زنا کار مرد و عورت کا نکاح کسی پاکباز مسلمان سے ہو جائے تو شریعت نے اس کو باطل بھی نہیں ٹھہرایا۔ آگے فرمایا کہ (اس کو اہل ایمان پر حرام کر دیا گیا۔) اس کے دو معنی بن سکتے ہیں:

(i) اس کو یعنی زنا کرنے کو اہل ایمان پر حرام کیا گیا۔

(ii) جو صحیح اور حقیقی معنوں میں مومن ہیں تکوینی طور پر ان کو ایسے گندے مرد و عورت سے نکاح کی طرف مائل ہونے سے روک دیا ہے۔

زنا کے سد باب کا تیسرا حکم: پاکدامن عورت پر زنا کی تہمت کی سزا

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ
فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ
وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَ
اَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

ترجمہ: اور وہ لوگ جو تہمت لگائیں پاکدامن عورتوں پر پھر نہیں لائے چار گواہ تو لگاؤ ان کو اسی کوڑے اور مت قبول کرو ان کی گواہی کبھی بھی اور یہی لوگ فاسق ہیں مگر جو لوگ توبہ کرلیں اس کے بعد اور (اپنی) اصلاح کرلیں تو بلاشبہ اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔

تفسیر: (اور وہ لوگ جو) ایسی (پاکدامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں) جن کا بدکار ہونا کسی دلیل یا شرعی قرینہ سے ثابت نہ ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر تہمت زدہ عورت تہمت کے معاملہ کو عدالت میں لے جائے تو عدالت تہمت لگانے والے سے چار عینی گواہ طلب کرے۔ اگر تہمت لگانے والا اس جرم پر چار عینی گواہ پیش کردے اور وہ گواہ اور ان کی گواہیاں شریعت کی بیان کردہ تفصیلات کے مطابق ہوں تو گواہیوں کو قبول کر کے عدالت تہمت زدہ عورت کو زنا کی سزا دلوائے گی۔ (پھر اگر تہمت لگانے والا چار عینی گواہ نہ لائے) یا گواہ (تو) پیش کئے لیکن وہ گواہ اور ان کی گواہی شریعت کے مطابق نہ ہونے کی وجہ سے رد کردی گئی اس وقت تہمت زدہ کے مطالبہ پر اور عدالت کے کہنے پر (تہمت لگانے والوں کو اسی کوڑے لگاؤ اور) کسی بھی معاملہ میں خود (ان کی گواہی کبھی بھی قبول نہ کرو) ابداً یعنی کبھی بھی کے لفظ سے معلوم ہوا کہ اگرچہ یہ توبہ بھی کرلیں تب بھی قبول نہ کرو۔ (اور یہی لوگ فاسق) و نافرمان (ہیں) کیونکہ اگر واقع میں جان بوجھ کر جھوٹی تہمت لگائی تھی تب تو ان کا فاسق و نافرمان ہونا ظاہر ہے اور اگر واقعی سچ بیان کیا تھا لیکن جانتے تھے کہ ہم چار گواہ نہیں لا سکتے تو ایسی بات کا اظہار کرنے سے ایک مسلمان کی آبروریزی اور پردہ دری کے علاوہ کیا مقصود ہوا اور یہ خود مستقل گناہ ہے۔ (البتہ) ان میں سے (جو لوگ سزا بھگتنے کے بعد) اللہ تعالیٰ کی جناب میں (توبہ کرلیں اور) اپنی حالت کی (اصلاح کر لیں تو بلاشبہ اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے) اب ان کا نافرمان بندوں میں شمار نہ ہوگا۔

فائدہ: 1- یہی حکم پاکباز مرد پر تہمت لگانے کا بھی ہے۔

2- اگر تہمت زدہ سزا کا فیصلہ دئے جانے کے بعد تہمت لگانے والے کو معاف کر دے تو اس سے سزا معاف ہو جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تہمت کی سزا میں حق اللہ بھی ہے اور حق العبد بھی ہے جب کہ دیگر حدود صرف حق اللہ ہیں اور قصاص صرف حق العبد ہے۔

زنا کے سد باب کا چوتھا حکم: بیوی پر زنا کی تہمت اور لعان

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ
وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ
شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ
اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ
اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝
وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝
وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ ۝

ترجمہ: اور وہ لوگ جو تہمت لگائیں اپنی بیویوں پر اور نہ ہوں ان کے پاس گواہ علاوہ اپنی جانوں کے تو ان میں سے ایک کی گواہی ہے چار گواہیاں اللہ کی قسم کے ساتھ کہ بلاشبہ وہ ہے سچوں میں سے۔ اور پانچویں بار یہ کہ لعنت ہو اللہ کی اس پر اگر وہ ہو جھوٹوں میں سے۔ اور ہٹا دے گا عورت سے سزا کو عورت کا گواہی دینا چار گواہیاں اللہ کی قسم کے ساتھ کہ بلاشبہ مرد جھوٹوں میں سے ہے اور پانچویں بار یہ کہ غضب الٰہی ہو اس (عورت) پر اگر وہ (مرد) ہو سچوں میں سے۔ اور اگر نہ ہوتا فضل خداوندی تم پر اور (اگر نہ ہوتی) اس کی رحمت اور (اگر نہ ہوتی) یہ بات کہ اللہ توبہ قبول کرنے والا حکمت والا ہے (تو تم بڑی مضرتوں میں پڑ جاتے)۔

تفسیر: (جو لوگ اپنی بیویوں پر زنا کی) کھلی (تہمت لگائیں) یا یوں کہیں کہ اس کو جو حمل ہے یا اس نے جو بچہ جنا ہے وہ مجھ سے نہیں اور معاملہ عدالت میں لے جائیں تو عدالت شوہر سے چار عینی گواہ طلب کرے گی۔ اگر وہ چار عینی گواہ پیش کر دے اور ان کی گواہی شریعت کے مطابق ہو تو عدالت عورت

پر زنا کی سزا جاری کروائے گی۔ (اور) اگر (شوہر کے پاس اپنی ذات کے علاوہ اور گواہ نہ ہوں) اور عورت بھی جرم کا اعتراف نہ کرے (تو) عدالت شوہر اور بیوی کے درمیان لعان کرائے گی۔ لعان کی تفصیل یہ ہے کہ (شوہر کی گواہی یوں ہوگی کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ وہ اپنے دعوے میں یقیناً سچا ہے) گویا چار گواہوں کی جگہ خود اس کی یہ چار حلفیہ گواہیاں ہوئیں (اور) آخر میں (پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ اگر اپنے دعوے میں وہ جھوٹا ہو تو اس پر اللہ کی لعنت ہو)۔ اب یا تو عورت جرم کا اعتراف کر لے ورنہ (عورت سے سزا کو ہٹانے کی) صرف (ایک صورت ہے اور وہ یہ کہ عورت چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر یہ گواہی دے کہ اس کا خاوند اپنے دعوے میں یقیناً جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ یوں کہے کہ اگر مرد اپنے دعوے میں سچا ہو تو اس) عورت (پر خدا کا غضب ہو)۔

لعان کا یہ حکم تم پر اللہ کا فضل ہے اور اس کی رحمت وحکمت ہے (اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی اور یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ توبہ قبول کرنے والا حکمت والا ہے تو تم بڑی مضرتوں میں پڑ جاتے) مثلاً:

1- گواہ نہ ہونے کی وجہ سے تہمت کے عام قاعدے کے مطابق شوہر کو تہمت لگانے کی سزا ملتی اور اگر خاموش رہتا تو ساری عمر دل دل میں کڑھتا رہتا حالانکہ وہ سچا بھی ہوسکتا ہے۔

2- اگر محض خاوند کی قسمیں کھانے پر زنا کا ثبوت ہو جایا کرتا تو عورت کی سخت مصیبت ہوتی حالانکہ ممکن ہے کہ وہ سچی ہو۔

3- اگر عورت کے قسمیں کھانے پر اس کو یقینی طور پر جرم سے بری سمجھ لیا جائے تو مرد پر تہمت کی سزا لازم آتی حالانکہ ہوسکتا ہے کہ مرد سچا ہو۔

پس ایسے طور پر لعان کا حکم دینا کہ سب کی رعایت رہے یہ اثر ہے اللہ تعالیٰ کے فضل ومہربانی کا۔ رہی یہ بات کہ اس حکم میں تو مجرم کی پردہ پوشی کی گئی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جھوٹے کی پردہ پوشی کر کے مہلت دی گئی کہ شاید توبہ کر لے پھر اس کی توبہ قبول کر لینا یہ اثر ہے اللہ تعالیٰ کی صفت توابیت کا۔

زنا کے سد باب کا پانچواں حکم: ام المومنین حضرت عائشہؓ پر تہمت اور براءت

واقعہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ 6 ھ میں غزوہ بنی المصطلق سے واپس آ رہے تھے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی ہمراہ تھیں ان کی سواری کا اونٹ علیحدہ تھا۔ وہ ہودج میں بیٹھ کر پردہ ڈال لیتی تھیں۔ اونٹ والے ہودج کو اٹھا کر اونٹ پر باندھ دیتے تھے۔ ایک منزل پر قافلہ ٹھہرا ہوا تھا کوچ سے ذرا پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو قضائے حاجت کی ضرورت پیش آئی جس کے لیے قافلہ سے علیحدہ ہو کر جنگل کی طرف تشریف لے گئیں۔ وہاں اتفاق سے ان کا ہار ٹوٹ کر گر گیا۔ اس کی تلاش میں دیر لگ

گئی۔ یہاں پیچھے کوچ ہو گیا۔ اونٹ والے حسب معمول ہودج باندھنے آئے۔ ہودج کے پردے گرے ہوئے تھے اس لیے انہوں نے خیال کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس میں موجود ہیں۔ ہودج اٹھاتے وقت بھی ان کو شبہ نہ ہوا کیونکہ ان کا بدن بہت ہلکا تھا۔ غرض اونٹ والوں نے ہودج باندھ کر اونٹ کو چلتا کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا واپس آئیں تو وہاں کوئی نہ تھا۔ بڑے حوصلے اور سمجھداری سے انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ یہاں سے قافلے کے پیچھے جانا خلاف مصلحت ہے کیونکہ قافلہ سواریوں پر ہے اور یہ پیدل ہیں۔ جب آگے جا کر میں نہ ملوں گی تو یہیں تلاش کرنے آئیں گے۔ آخر وہیں قیام کیا، رات کا وقت تھا نیند کا غلبہ ہوا وہیں لیٹ گئیں اور سو گئیں۔ حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ گرے پڑے سامان کی غرض سے قافلہ کے پیچھے کچھ فاصلہ سے چلا کرتے تھے۔ وہ اس جگہ پر صبح کے وقت پہنچے۔ دیکھا کہ کوئی آدمی پڑا سوتا ہے قریب آ کر پہچانا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں کیونکہ پردہ کا حکم آنے سے پہلے ان کو دیکھا ہوا تھا۔ دیکھ کر گھبرا گئے اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ اس سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آنکھ کھل گئی فوراً چہرہ چادر سے ڈھانپ لیا۔ حضرت صفوان نے اونٹ ان کے قریب لا کر بٹھا دیا۔ یہ اس پر پردہ کے ساتھ سوار ہو گئیں۔ حضرت صفوان نے اونٹ کی نکیل پکڑ کر دوپہر کے وقت قافلے سے جا ملایا۔

عبداللہ بن ابی بڑا منافق تھا اور رسول اللہ ﷺ کا سخت دشمن تھا۔ اسے ایک بات ہاتھ لگ گئی اور بدبخت نے واہی تباہی بکنا شروع کر دیا یعنی یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کے ساتھ یارانے کا تعلق ہے۔ بعض سیدھے سادھے مسلمان مثلاً مردوں میں سے حضرت حسان، اور حضرت مسطح اور عورتوں میں سے حضرت حمنہ بنت جحش منافقوں کے اس پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر اس قسم کے افسوس ناک تذکرے کرنے لگے۔ عموماً مسلمانوں کو اور خود رسول اللہ ﷺ کو اس قسم کے تذکروں سے سخت صدمہ تھا۔ اس واقعہ کے ایک ماہ بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو معلوم ہوا کہ ان کے بارے میں اس طرح کی باتیں کی جا رہی ہیں تو شدت غم سے بیمار پڑ گئیں ہر وقت روتی رہتی تھیں۔ اس دوران بہت سے واقعات پیش آئے۔ آخر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی براءت اللہ تعالیٰ نے آگے مذکور آیتوں میں نازل فرمائی۔

إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنكُمْ ۚ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَّكُم ۖ
بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُم مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ ۚ
وَالَّذِي تَوَلَّىٰ كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١١﴾ لَّوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ

ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ وَّقَالُوْا هٰذَآ
اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۲﴾ لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا
بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ
اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِىْ مَآ
اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۴﴾ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ
بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا ۖ وَّهُوَ عِنْدَ
اللّٰهِ عَظِيْمٌ ﴿۱۵﴾ وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ
نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۶﴾ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ
اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷﴾ وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ
الْاٰيٰتِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۸﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ
الْفَاحِشَةُ فِى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۭ
وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ
رَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۰﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ
فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ۭ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ
رَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ۭ
وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۱﴾ وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ
اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ

وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا ۗ أَلَا تُحِبُّونَ أَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ
رَّحِيمٌ ﴿٢٢﴾ إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوا
فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٢٣﴾ يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ
أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُم بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٢٤﴾ يَوْمَئِذٍ
يُوَفِّيهِمُ اللَّهُ دِينَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِينُ ﴿٢٥﴾
الْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ وَالْخَبِيثُونَ لِلْخَبِيثَاتِ ۖ وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ
وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَاتِ ۚ أُولَٰئِكَ مُبَرَّءُونَ مِمَّا يَقُولُونَ ۖ لَهُم مَّغْفِرَةٌ
وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴿٢٦﴾

ترجمہ: جولوگ لائے ہیں یہ طوفان ایک جماعت ہے تم میں سے۔ مت خیال کرو اس کو شر اپنے لیے بلکہ یہ خیر ہے تمہارے لیے۔ ہر ایک آدمی کے لیے ہے اس میں سے جتنا اس نے کمایا گناہ اور جس نے اٹھایا اس کا بڑا حصہ اس کے لیے ہے عذاب بڑا۔ کیوں نہیں جب سنا تم نے اس بات کو خیال کیا مومن مردوں نے اور مومن عورتوں نے اپنے لوگوں کے بارے میں اچھا خیال اور (کیوں نہیں) کہا کہ یہ بہتان ہے کھلا۔ کیوں نہیں لائے وہ اس پر چار گواہ، پھر جب نہیں لائے وہ گواہ تو یہی لوگ اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں۔ اور اگر نہ ہوتا فضل خداوندی تم پر اور (نہ ہوتی) اس کی رحمت دنیا اور آخرت میں تو پہنچتا تم کو اس میں جو تم نے پھیلایا بڑا عذاب۔ جب لینے لگے تم اس کو اپنی زبانوں سے اور بولنے لگے تم اپنے مونہوں سے وہ بات نہیں تھا تم کو جس کا علم اور خیال کرتے ہو تم اس کو ہلکی بات حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بڑی ہے۔ اور کیوں نہیں جب سنا تم نے اس کو کہا تم نے نہیں ہے لائق ہمارے کہ ہم بولیں اس کو، (اے اللہ) تو پاک ہے یہ بہتان ہے بڑا۔ سمجھاتا ہے تم کو اللہ مبادا کہ تم دوبارہ کرو ایسا کام کبھی بھی اگر ہو تم ایمان والے۔ اور بیان کرتا ہے اللہ تمہارے لیے آیتیں اور اللہ ہے علم والا حکمت والا۔ بلاشبہ وہ لوگ جو پسند کرتے ہیں کہ پھیلے بے حیائی ان لوگوں میں جو ایمان لائے ان کے لیے ہے عذاب دردناک دنیا میں اور آخرت میں۔ اور اللہ جانتا

ہے اور تم نہیں جانتے ہو۔ اور اگر نہ ہوتا فضل خداوندی تم پر اور (نہ ہوتی) اس کی رحمت اور اللہ ہے بڑی نرمی والا اور رحم کرنے والا۔ اے ایمان والو! مت پیروی کرو قدموں کی شیطان کے۔ اور جو کوئی پیروی کرے قدموں کی شیطان کے تو وہ حکم کرتا ہے بے حیائی کا اور بری بات کا۔ اور اگر نہ ہوتا فضل خداوندی تم پر اور (نہ ہوتی) اس کی رحمت تو نہ پاک ہوتا تم میں سے کوئی بھی کبھی بھی اور لیکن اللہ پاک کرتا ہے جس کو چاہتا ہے اور اللہ ہے سننے والا جاننے والا۔ اور نہ قسم کھائیں فضیلت والے تم میں سے اور وسعت والے اس پر کہ (نہ) دیں (گے) قرابت داروں کو اور مسکینوں کو اور ہجرت کرنے والوں کو راہ خداوندی میں اور چاہئے کہ وہ معاف کریں اور درگزر کریں۔ کیا تم پسند نہیں کرتے کہ بخش دے اللہ تم کو۔ اور اللہ ہے بخشنے والا اور رحم کرنے والا۔ بلاشبہ وہ لوگ جو تہمت لگاتے ہیں پاکدامن، بے خبر، مومن عورتوں پر لعنت کئے گئے وہ دنیا میں اور آخرت میں اور ان کے لیے ہے عذاب بڑا۔ جس دن کہ گواہی دیں گی ان کے خلاف ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کاموں کی جو وہ کرتے تھے۔ اس دن پوری دے گا ان کو اللہ ان کی سزا مستحق اور یہ جان لیں گے کہ اللہ ہی ہے سچا (بات کو) کھولنے والا۔ گندی عورتیں ہیں گندے مردوں کے لیے اور گندے مرد ہیں گندی عورتوں کے لیے اور پاک عورتیں ہیں پاک مردوں کے لیے اور پاک مرد ہیں پاک عورتوں کے لیے۔ یہ لوگ بری ہیں ان باتوں سے جو یہ کہتے ہیں۔ ان کے لیے بخشش ہے اور رزق ہے عزت والا۔

تفسیر: (جن لوگوں نے) ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر (بہتان) باندھ کر اس (کا جو طوفان اٹھایا ہے یہ تم ہی میں سے چند لوگوں کی جماعت ہے) جو سچ یا جھوٹ اسلام کا نام لیتے ہیں اور اپنے کو مسلمان کہتے ہیں۔ ان میں سے چند آدمیوں نے جو اسلام کے جھوٹے دعویدار اور پکے منافق ہیں مثلاً عبداللہ بن ابی وغیرہ نے مل کر یہ سازش کی اور کچھ لوگ جو اگرچہ سچے اور مخلص مسلمان تھے نادانستہ ان کی سازش کا شکار ہو گئے مثلاً حضرت حسان بن ثابت، حضرت مسطح اور حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہم اور یہ بھی منافقوں کے گھڑے ہوئے بہتان کا لوگوں میں تذکرہ کرنے لگے۔ ان چند مسلمانوں کے علاوہ باقی مسلمان منافقوں کی اس سازش میں نہیں آئے لیکن اس سازش سے ان کو صدمہ پہنچا تھا خاص طور سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اور ان کے گھر والوں کو۔ آگے ان کو تسلی دیتے ہیں کہ یہ واقعہ بظاہر ناخوشگوار ہے لیکن (تم اس) تہمت کو (اپنے لیے شر) اور برائی (خیال مت کرو بلکہ اس کی تہ (میں بھلائی) اور بہتری چھپی ہوئی (ہے) مثلاً:

1- اتنی مدت تک ایسے دلخراش حملوں اور ایذاؤں پر صبر کرنے کا بڑا اجر ملے گا۔
2- اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں تمہاری براءت نازل کی اور قیامت تک کے لیے تمہارا ذکر خیر قرآن پڑھنے والوں کی زبان پر جاری کر دیا۔
3- تمہارے اور اسلام کے دشمنوں یعنی منافقوں کو رسوا کیا۔
4- مسلمانوں کو رسول اللہ ﷺ کی ازواج اور اہل بیت کا حق پہچاننے کا حکم دیا۔

اور اسی طرح تمہاری تسلی کے لیے ہم یہ بھی بتاتے ہیں کہ یہ لوگ سزا سے نہ بچ سکیں گے اور (ان میں سے جس نے) بہتان تراشنے اور پھیلانے کے (گناہ میں جتنا حصہ لیا اتنی ہی اس کو سزا ملے گی اور جس نے اس فتنہ کا بڑا حصہ اٹھایا) یہ منافقوں کا سردار عبداللہ بن ابی تھا جو اپنے جیسے منافقوں کو اور بعض سادہ لوح مسلمانوں کو ابھارتا اور نہایت چالاکی سے خود دامن بچا کر دوسروں سے اس کے پھیلانے کا کام لیا کرتا تھا۔ (اس کے لیے) آخرت میں تو (بڑا عذاب ہے) ہی میں بھی خوب ذلیل و رسوا ہو گا اور قیامت تک اسی ذلت وخواری سے یاد کیا جائے گا۔ سادہ لوح سچے مسلمانوں کو بھی بہتان میں حصہ دار ہونے کی وجہ سے تہمت کی حد میں اسی اسی کوڑے لگائے گئے۔

جھوٹے بہتان سے متعلق ہدایات

پہلی ہدایت

اے ایمان والو (جب تم نے تہمت کی یہ بات سنی تو ایسا کیوں نہ ہوا کہ تم مومن مرد اور عورتیں اپنے جیسے مومن لوگوں کے بارے میں بھلا سوچتے اور اس دعوے پر چار گواہ نہ ہونے کی وجہ سے (کہتے کہ یہ تو کھلا بہتان ہے)۔ اس کا بیان یہ ہے کہ مسلمان کو چاہئے کہ اپنے مسلمان بھائی بہنوں کے بارے میں جو نیک اور دیندار ہوں اچھا گمان رکھے اور جب سنے کہ لوگ ایسے مومن شخص پر محض اٹکل سے بری تہمت لگا رہے ہیں تو اپنے دل میں ایسے خیالات کو راہ نہ دے بلکہ اس کو جھوٹ سمجھے۔ بغیر تحقیق تہمت تراشنا ایمان سے بعید ہے۔ مومن کو چاہئے کہ دوسرے کی عزت و آبرو کو اپنی آبرو پر قیاس کرے جیسا کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ وغیرہ نے اس موقع پر کیا۔ ایک روز ان کی اہلیہ نے کہا کہ لوگ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت ایسا کہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جھوٹ کہتے ہیں کیا ایسا کام تم کر سکتی ہو۔ وہ بولیں ہرگز نہیں۔ تو حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تو تم سے زیادہ پاک وصاف ہیں۔

دوسری ہدایت

زنا کے الزام کے ساتھ چار گواہوں کو لانا ضروری ہے۔ یہ ایک اصولی ضابطہ ہے۔ تو (جب) اس

واقعہ میں (الزام لگانے والے چار گواہوں کو نہ لائے تو اللہ کے نزدیک) یعنی اللہ کے حکم اور اس کی شریعت کے مطابق (وہ لوگ جھوٹے) قرار دیے گئے (ہیں)۔

تیسری ہدایت

کسی نیک اور پاکدامن پر جھوٹی تہمت لگانا ایسا جرم ہے کہ اللہ کی رحمت ہی بچا سکتی ہے ورنہ تو آدمی عذاب کا حقدار بن جاتا ہے اس لیے اللہ کی کسی بھی طرح کی پکڑ سے ڈرتے رہو اور کسی غلطی کو ہلکا مت خیال کرو۔ اس لیے اے حسان، مسطح اور حمنہ (اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو جس شغل میں تم پڑے تھے) یعنی جھوٹی تہمت کے تذکرہ اور چرچے میں تو (تم کو بڑا عذاب) ضرور (پہنچتا)۔ فضل و رحمت کی دو صورتیں ہوئیں:

(1) امت کو پیغمبر کے طفیل میں عذاب سے بچایا۔

(2) مخلص اور سچے مسلمانوں کو توبہ کی توفیق دے کر جرم معاف کر دیا۔

اور تم عذاب عظیم کے حقدار کیونکر نہ ہوتے (جب کہ ایسی) بے تحقیق اور باطل (بات کو اپنی زبانوں پر لے رہے تھے اور اپنے مونہوں سے کہہ رہے تھے جس کی واقعیت کے بارے میں تمہیں کچھ خبر نہیں تھی۔ پھر) مزید یہ کہ ایسی) سخت (بات کو یعنی ایک پاکدامن خاتون پر اور وہ بھی جو رسول اللہ ﷺ کی زوجہ ہیں (جھوٹی تہمت لگانے کو تم ہلکی) اور معمولی (بات خیال کرتے ہو حالانکہ اللہ کے نزدیک تو یہ سخت بات ہے)۔

چوتھی ہدایت

پہلی ہدایت میں یہ بات گزری تھی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر منافقوں نے جھوٹی تہمت لگائی تو کسی بھی سچے مسلمان کو اپنے دل میں ایسے خیالات کو راہ نہ دینی چاہئے کجا یہ کہ وہ اس کا خود تذکرہ و چرچا کرے۔ تو اے حسان، مسطح اور حمنہ (جب تم نے یہ بات سنی تو تمہیں چاہیے تھا کہ اسی وقت یوں کہتے کہ ہمارے لائق نہیں کہ ہم اپنے منہ سے ایسی) ناپاک (بات کہیں۔ اے اللہ تو پاک ہے یہ لوگ کس طرح ایسی نامعقول بات منہ سے نکالتے ہیں۔ بھلا جس پاکباز خاتون کو تو نے رسول اللہ ﷺ اور متقیوں کے سردار کے لیے چنا کیا وہ خود بے آبرو ہو کر پیغمبر کی آبرو کو بٹہ لگائے گی، حاشا وکلا۔ ہو نہ ہو (یہ) دشمنوں کی طرف سے ایک بے قصور پر (بڑا بہتان ہے)۔

پانچویں ہدایت

اے حسان، مسطح اور حمنہ (اللہ تعالیٰ تم کو نصیحت کرتا ہے کہ اگر تم ایمان والے ہو تو) دشمنوں سے

پوری طرح ہوشیار رہو اور (آئندہ اس جیسا کام کبھی بھی نہ کرنا)۔ ہمیشہ پیغمبر علیہ السلام اور آپ کے اہل بیت کی عظمت شان کو ملحوظ رکھنا۔

چھٹی ہدایت

اور اے مسلمانو (اللہ اپنی ہدایات کو کھول کر بیان کرتے ہیں) جن میں احکام نصیحتیں اور ضابطے سب ہی آ گئے (اور اللہ علم والے ہیں) تم میں سے مخلص مسلمانوں کی ندامت قلبی کا حال خوب جانتے ہیں اس لیے ان کی توبہ قبول کی (اور حکمت والے ہیں) اس لیے نہایت حکمت و دانائی کے ساتھ تمہیں ہدایات دیں۔ اس لیے تم ان ہدایات کو مضبوطی سے لو اور ان پر عمل کرو۔

ساتویں ہدایت

(بلاشبہ جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ مسلمانوں میں بے حیائی پھیلے) اس طرح سے کہ بدکاری بھی پھیلے اور بدکاری کی خبریں بھی پھیلیں (ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہو گا)۔ دنیا میں جھوٹی تہمت لگانے کی سزا، رسوائی اور دیگر قسم قسم کی سزائیں اور آخرت میں دوزخ کا عذاب۔ ان لوگوں سے منافق مراد ہیں لیکن ان کا تذکرہ کر کے مسلمانوں کو بھی متنبہ کر دیا کہ وہ بھی چوکنے اور ہوشیار رہیں کسی درجے میں بھی نادانستہ بے حیائی کی بات کو نہ پھیلائیں۔ (اور) ان فتنہ پردازوں کو (اللہ خوب جانتا ہے) اور یہ بھی جانتا ہے کہ کس کا جرم کتنا ہے اور کس کی کیا غرض ہے (اور) اے مسلمانو (تم یہ سب باتیں نہیں جانتے)۔

آٹھویں ہدایت

اے حسان، مسطح اور حمنہ اپنے اوپر اللہ کے فضل اور اس کی رحمت کو یاد رکھا کرو کیونکہ (اگر اس کا فضل نہ ہوتا اور اس کی رحمت نہ ہوتی) تو تم کو توبہ کرنے کی توفیق نہ ملتی (اور اللہ بڑا شفیق بڑا مہربان ہے) اس کی وجہ سے اس نے تمہاری توبہ قبول کی۔

نویں ہدایت

(اے ایمان والو! مت پیروی کرو شیطان کے قدموں کی) یعنی اس کی چالوں سے ہوشیار رہا کرو۔ مسلمانوں کا یہ کام نہیں ہونا چاہئے کہ وہ شیطان قسم کے جن و انس کے قدم بقدم چلیں کیونکہ جو شیطان کے قدموں کی پیروی کرتا ہے اس کو یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ شیطان تو بے حیائی اور برائی کا حکم دیتا ہے) تو تم جان بوجھ کر اس کے چکر میں کیوں آتے ہو۔ دیکھ لو شیطان نے ذرا سا چرکہ لگا کر کتنا بڑا طوفان کھڑا کر دیا اور کئی سیدھے سادھے مسلمان کس طرح اس کے قدم پر چل پڑے۔ غرض شیطان تو یہ

چاہتا ہے کہ سب ایمان والوں کو بگاڑ دے اور اے مسلمانو! (اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو) شیطان کے چکر میں پھنس کر (تم میں سے کوئی بھی کبھی بھی پاک صاف نہ ہوتا لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے اس کو پاک صاف کرتا ہے) کسی کی شیطان سے حفاظت کر کے اور کسی کو مبتلا ہو جانے کے بعد توبہ کی توفیق دے کر۔ یہ بات صرف اللہ ہی کے اختیار کی ہے کیونکہ وہ اپنے علم محیط اور حکمت کاملہ سے جانتا ہے کہ کونسا بندہ پاک صاف ہونے کے قابل ہے اور کس کی توبہ قبولیت کے لائق ہے کیونکہ وہ) سب کی توبہ وغیرہ کو (سنتا ہے اور) ان کی قلبی کیفیات سے (آگاہ ہے)۔

دسویں ہدایت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر طوفان اٹھانے والوں میں بعض مسلمان بھی نادانی میں شریک ہو گئے۔ ان میں سے ایک حضرت مسطح رضی اللہ عنہ تھے جو ایک مفلس مہاجر ہونے کے علاوہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بھانجے یا خالہ زاد بھائی بھی تھے۔ واقعہ افک سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کی مالی امداد کیا کرتے تھے۔ جب یہ قصہ ختم ہوا اور قرآن پاک میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی کہ آئندہ مسطح کی مدد نہیں کروں گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

(تم میں سے جو لوگ) دین کی بزرگی اور (فضیلت والے اور مالی وسعت والے ہیں انہیں لائق نہیں کہ وہ قسم کھائیں اس پر کہ وہ نہ دیں گے) محتاج (رشتہ داروں کو اور مسکینوں کو اور راہ خداوندی میں ہجرت کرنے والوں کو) ان کا دل بہت بڑا اور ان کے اخلاق بہت بلند ہونے چاہئیں جس کا تقاضا یہ ہے کہ (یہ) خطا کار کو (معاف کریں اور درگزر سے کام لیں)۔ بڑی جوانمردی تو یہی ہے کہ برائی کا بدلہ بھلائی سے دیا جائے۔ اگر نہ دینے کی قسم کھالی ہے تو قسم کو پورا مت کرو بلکہ اس کے خلاف کر کے قسم کا کفارہ ادا کر دو۔ (کیا تم کو یہ پسند نہیں ہے کہ اللہ تمہاری بخشش فرمائیں)۔ اگر پسند کرتے ہو تو تم اپنے اندر اللہ کے سے اخلاق پیدا کرو (اور اللہ) چونکہ (بخشنے والے رحم کرنے والے ہیں) تو تم بھی ایسے ہی بنو۔

گیارہویں ہدایت

(جو لوگ پاکدامن، بے حیائی سے بے خبر، ایمان والیوں پر جھوٹی تہمت لگائیں) پھر ان میں سے بھی ازواج مطہرات بالخصوص ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر لگائیں (وہ ملعون ہوں گے دنیا میں اور آخرت میں اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے)۔ بخاری اور مسلم میں ایک حدیث نبوی ﷺ ہے۔ فرمایا:

اجتنبوا السبع الموبقات الشرك باللّٰہ و قتل النفس التی حرم الله الا بالحق و اکل الربوا واکل مال الیتیم و التولی یوم الزحف وقذف المحصنات المومنات۔

(ترجمہ: ہلاک کر دینے والی سات چیزوں سے بچو (1) اللہ کے ساتھ شرک کرنا۔ (2) اس جان کو قتل کرنا جس کے قتل کرنے کو اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے مگر حق کے ساتھ (4,3) سود لینا اور دینا (5) یتیم کا مال ناحق کھانا (6) دشمن سے مقابلہ کے وقت پیٹھ پھیر کر بھاگنا۔ (7) پاکدامن مومن عورتوں پر جھوٹی تہمت لگانا۔)

اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ کسی بھی پاک دامن مومن عورت پر جھوٹی تہمت لگانا اپنے آپ کو ہلاک کرنے والی بات ہے۔ پھر ازواج مطہرات بالخصوص حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان باندھنے کا نہ جانے کس درجے کا گناہ ہوگا (اوران کے لیے) قیامت کے دن (بڑا عذاب ہوگا جس دن) یہ مجرم لوگ منہ سے بولنا نہ چاہیں گے تاکہ گناہوں کا اعتراف نہ کریں شاید اس سے بچ جائیں مگر (ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ پاؤں خود ان کے خلاف گواہی دیں گے ان کاموں کے بارے میں جو وہ کرتے تھے) اور ان اعضاء میں سے ہر عضو اس عمل کو ظاہر کرے گا جو اس کے ذریعہ کیا گیا تھا۔ (جس دن اللہ ان کو پوری پوری سزا دے گا جس کے یہ حقدار بنے ہیں۔ جس روز وہ جان لیں گے کہ اللہ ہی سچا کھولنے والا ہے) رتی رتی عمل کو کھول کر سامنے کر دیتا ہے۔

بارہویں ہدایت: پاکدامن مرد یا پاکدامن عورت سے نکاح کرے

(گندی عورتیں گندے) اور بدکار (مردوں کے لائق ہیں اور) اسی طرح (گندے) و بدکار مرد گندی اور بدکار (عورتوں کے لائق ہیں اور پاک صاف عورتیں پاک صاف مردوں کے لائق ہیں اور پاک صاف مرد پاک صاف عورتوں کے لائق ہیں۔ (یہ) پاک صاف مرد اور عورتیں (بری ہیں ان باتوں) یعنی تہمتوں (سے جو فسادی لوگ بناتے ہیں) برا کہنے سے یہ لوگ برے نہیں ہو جاتے بلکہ جب وہ اس پر صبر کرتے ہیں تو اس پر ان کو) ان کی خطاؤں اور لغزشوں کی (بخشش ملتی ہے اور) فسادی لوگ جس قدر ان کو ذلیل کرنا چاہتے ہیں اس کے بدلہ میں (ان کو عزت کی روزی ملتی ہے)۔

زنا کے سد باب کے لیے مزید احکام

پہلا حکم: دوسرے کے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر داخل نہ ہونا

کسی دوسرے کے گھر میں بلا اجازت داخل ہونے سے کبھی زنا یا تہمت زنا تک نوبت پہنچ جاتی ہے اس لیے اب اس سے متعلق احکام بتاتے ہیں۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ
حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ
تَذَكَّرُوْنَ ﴿٢٧﴾ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ
لَكُمْ ۚ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا ۚ هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا
تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿٢٨﴾ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ
مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ﴿٢٩﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! مت داخل ہو گھروں میں علاوہ اپنے گھروں کے یہاں تک کہ تم اجازت لے لو اور سلام کر لو ان گھروں کے رہنے والوں پر۔ یہ بہتر ہے تمہارے لیے تا کہ تم خیال رکھو۔ پھر اگر تم نہ پاؤ ان میں کسی کو تو مت داخل ہو ان میں یہاں تک کہ اجازت دی جائے تم کو۔ اور اگر کہا جائے تم سے لوٹ جاؤ تو لوٹ آؤ۔ یہ زیادہ صفائی کی بات ہے تمہارے لیے اور اللہ اس سے جو تم کرتے ہو باخبر ہے۔ نہیں ہے تم پر گناہ داخل ہونے پر ایسے گھروں میں جو غیر رہائشی ہیں ان میں سامان ہو تمہارا۔ اور اللہ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو۔

تفسیر: موضوع سے متعلق چار شقیں ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

1- (اے ایمان والو! ایسے گھروں میں مت داخل ہو جو) خاص (تمہارے) رہنے کے (گھروں کے علاوہ ہیں یہاں تک کہ تم گھر والوں سے اجازت لے لو اور ان کو سلام کر لو۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہے) کیونکہ نہ جانے گھر والے کس حال میں ہوں اور اس وقت اس کا اندر آنا پسند بھی کرتے ہیں یا نہیں لہٰذا اندر جانے سے پہلے آواز دے کر اجازت حاصل کر لو اور سب سے بہتر آواز سلام کی ہے۔ یہ بات تم کو اس لیے بتائی تا کہ تم اس کا خیال رکھو اور اس پر عمل کرو۔ اس عمل کی دو صورتیں ہیں:

(i) گھر کے دروازے پر پردہ پڑا ہو اور دروازہ کھلا ہو اور آواز اندر تک پہنچ جاتی ہو۔

(ii) گھر کا دروازہ بند ہو اور کنڈی نہ لگی ہو اور آواز اندر تک پہنچ جاتی ہو۔

حدیث میں ہے کہ آدمی تین مرتبہ سلام کرے اور داخل ہونے کی اجازت لے۔ اگر تین بار سلام کرنے کے بعد بھی اجازت نہ ملے تو واپس چلا جائے۔

ان دو کے علاوہ ایک تیسری صورت بھی ہے۔ وہ یہ کہ دروازہ پر کنڈی لگی ہو یا نہ لگی ہو لیکن مکان بڑا ہو اور باہر کی آواز اندر کمرے تک نہ پہنچتی ہو اور گھنٹی بجائی جاتی ہو یا دستک دی جاتی ہو۔ تین مرتبہ گھنٹی بجانے یا دستک دینے پر بھی کوئی جواب نہ ملے تو واپس چلا جائے اور اگر کوئی آ کر دروازہ کھولے یا پوچھے کہ کون ہے تو پہلے صرف ایک مرتبہ سلام کر کے اپنا مقصد بیان کرے۔

2- (اور اگر تم گھر میں کسی کو نہ پاؤ) اور تمہیں پکا علم ہو جائے کہ گھر میں کوئی نہیں ہے اور گھر کا دروازہ بغیر کنڈی کے ہے یا صرف پردہ پڑا ہوا ہے (تب بھی جب تک تمہیں اجازت نہ دی جائے تم گھر میں داخل نہ ہو) کیونکہ ایک تو دوسرے کی ملکیت میں اس کی اجازت کے بغیر تصرف کرنا جائز نہیں ہے اور دوسرے نہ جانے کیا جھگڑا پیش آ جائے۔ غرض گھر میں کوئی نہ ہو تب بھی صرف اس وقت داخل ہو سکتے ہو جب صراحۃً یا دلالۃً اجازت حاصل ہو مثلاً ہوا چلنے کی وجہ سے کسی کا کپڑا پڑوسی کے مکان کے صحن میں گر گیا جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ شروع میں گھر کا صحن ہو اور صحن کے پیچھے کمرے ہوں اور عام طور سے گھر والے کمروں میں رہتے ہوں اور باہر صحن میں کسی پڑوسی کا کپڑا اس کے صحن میں گر گیا ہو اور کپڑے والے کو معلوم ہے کہ ضرورت کے وقت مالک مکان صحن تک جانے میں اعتراض نہیں کرتا تو جا کر اپنا کپڑا اٹھا سکتا ہے۔

3- (اور اگر) اجازت لینے کے وقت (تم سے کہا جائے کہ واپس لوٹ جاؤ) ابھی میں کسی اور کام میں مصروف ہوں یا کوئی اور مہمان آیا ہوا ہے اس کو دیکھنے میں لگا ہوں یا آج طبیعت میں گرانی ہے تو (یہ) یعنی واپس لوٹ آنا (تمہارے لیے) اس سے (بہتر ہے) کہ وہاں جم کر کھڑے ہو جاؤ کیونکہ:

(i) اس میں اپنی ذلت بھی ہے اور دوسرے پر گرانی ڈالنا بھی ہے اور یہ دونوں باتیں جائز نہیں۔ اور

(ii) اس میں تمہارے تعلقات کی زیادہ صفائی بھی ہے۔

(اور جو کچھ تم عمل کرتے ہو اللہ کو سب کی خبر ہے) جو کرو گے اور جس نیت سے کرو گے اس کے مطابق جزا و سزا کے مستحق ہو گے۔

4- (تم پر ایسے گھروں میں داخل ہونے میں گناہ نہیں جو) مخصوص لوگوں کے (رہائشی نہ ہوں) مثلاً مسجد، مدرسہ، ہوٹل کا بیرونی حصہ اور ریلوے سٹیشن کے اونچی کلاس کا ویٹنگ روم وغیرہ (جب کہ اس میں تمہاری کوئی چیز ہو) اور وہ لینے کے لیے تم داخل ہوئے۔ (اور اللہ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو) یعنی وہ تمہارے تمام کھلے اور چھپے حالات کو جانتا ہے اور ان حالات کی رعایت کرتے ہوئے اللہ نے احکام دیے جن سے مقصود بے حیائی کے کاموں کا سد باب ہے۔

دوسرا حکم: بدنظری سے بچنا

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ۭ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ

ترجمہ: تو کہہ ایمان والے مردوں کو کہ وہ نیچی رکھیں اپنی نگاہوں کو اور حفاظت کریں اپنی شرمگاہوں کی۔ یہ زیادہ پاکیزگی ہے تمہارے لیے۔ بلاشبہ اللہ باخبر ہے اس سے جو یہ کرتے ہیں۔ اور تو کہہ ایمان والی عورتوں سے کہ وہ نیچی رکھیں اپنی نگاہیں اور حفاظت کریں اپنی شرمگاہوں کی۔

تفسیر: بدنظری عموماً زنا کی پہلی سیڑھی ہے۔ اس سے بڑی بے حیائی کے کاموں کا دروازہ کھلتا ہے اس لیے مسلمان مردوں اور عورتوں دونوں کو حکم دیا کہ وہ بدنظری سے بچیں۔ فرمایا: اے رسول! (آپ مسلمان مردوں سے کہیے کہ وہ) غیر محرم عورت کی موجودگی میں (اپنی نگاہیں نیچی رکھیں) اور عورت کے جس عضو کو دیکھنا ہر حال میں منع ہے اس کو بالکل نہ دیکھیں مثلاً اجنبی عورت کی پنڈلیاں اور بازو۔ اور جس عضو کو فی نفسہ دیکھنا جائز ہے مگر شہوت سے جائز نہیں اس کو شہوت سے نہ دیکھیں اگر ایک مرتبہ بے ساختہ مرد کی کسی اجنبی عورت پر یا عورت کی کسی اجنبی مرد پر نظر پڑ جائے تو اب اپنی نظر کو روک لے دوبارہ ارادے سے اس کی طرف نظر نہ کرے کیونکہ یہ دوبارہ دیکھنا اس کے اختیار سے ہوگا بے ساختہ نہیں ہوگا جس میں وہ معذور نہیں سمجھا جا سکتا۔ چونکہ پہلی مرتبہ اچانک اور بے ساختہ نظر پڑی ہے وہ شہوت کی وجہ سے نہیں ہوتی اس لیے حدیث میں اس کو معاف رکھا گیا ہے۔ (اور) مسلمانوں کو یہ بھی کہہ دیجئے کہ (وہ اپنی شرمگاہوں کی) زنا اور لواطت جیسی حرام کاری سے (حفاظت کریں۔ یہ ان کے لیے زیادہ پاکیزگی کی بات ہے) کیونکہ اگر آدمی نگاہ نیچی رکھنے کی عادت ڈال لے اور اختیار و ارادہ سے ناجائز امور کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھے تو بہت جلد اس کے نفس کا تزکیہ ہوسکتا ہے۔ (بلاشبہ اللہ باخبر ہے ان کاموں سے جو یہ کرتے ہیں) یعنی بدنظری اور بدکاری سے بچتے ہیں یا نہیں۔ (اور آپ مومن عورتوں سے بھی کہیے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی) بے حیائی کے کاموں سے (حفاظت کریں)۔

تیسرا حکم: ستر اور پردہ پوشی

زیب و زینت دو طرح کی ہوتی ہے:

1- خلقی اور پیدائشی زینت مثلاً عورتوں کے سینے کا ابھار اور چہرے کے خدوخال۔

2- کسبی زینت جو عورتیں اپنی جسمانی دلکشی کو بڑھانے کے لیے خود کریں مثلاً ایسا لباس پہننا جو جسم کے زاویوں کو نمایاں کرے، سرخی پاؤڈر لگانا اور زیورات کا استعمال کرنا۔

عورت کو کسی قسم کی خلقی یا کسبی زیبائش کا اظہار سوائے محرم رشتہ داروں کے کسی کے سامنے جائز نہیں، ہاں جس قدر زیبائش کا ظہور ناگزیر ہے اس کے ظہور کو بسبب مجبوری کے روک نہیں سکتی تو ضرورت یا مجبوری میں کھلا رکھنے میں حرج نہیں ہے بشرطیکہ فتنہ کا خوف نہ ہو۔ حدیث سے ثابت ہے کہ چہرہ اور ہتھیلیاں اِلّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا میں داخل ہیں کیونکہ بہت سی دینی اور دنیوی ضروریات ان کو کھلا رکھنے پر مجبور کرتی ہیں۔ اگر ہر حال میں ان کو چھپانے کا حکم ہو تو عورت کے لیے خرید و فروخت اور دیگر معاملات میں سخت تنگی اور دشواری پیش آئے گی۔ بعد میں پہلے دور کے فقہاء نے پاؤں کو بھی ہتھیلیوں پر قیاس کیا۔ اور جب یہ اعضاء (ہتھیلیاں، پاؤں اور چہرہ) مستثنیٰ ہوئے تو ان کے متعلقات مثلاً انگوٹھی، مہندی اور کاجل وغیرہ کو بھی مستثنیٰ ماننا پڑے گا۔

تنبیہ: واضح رہے کہ اِلّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا سے صرف عورتوں کو ان کی مجبوری اور ضرورت سے اجازت ہوئی۔ نامحرم مردوں کو اجازت نہیں کہ وہ بلا تکلف ان کی طرف نظریں لگائیں۔ اوپر نظریں نیچی رکھنے کے حکم سے معلوم ہوا کہ مجبوری سے عورت کو چہرہ کھولنے کی اجازت سے یہ لازم نہیں آتا کہ غیر محرم کے لیے چہرہ کو دیکھنا بھی جائز ہو۔

وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا
ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۪ وَلَا يُبْدِيْنَ
زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ
اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ
اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ
مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۪
وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ؕ وَتُوْبُوْٓا
اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۱﴾

ترجمہ: اور چاہئے کہ نہ ظاہر کریں اپنی زینت مگر جو کھلی ہو اس میں سے اور ڈال لیں اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر۔ اور مت ظاہر کریں اپنی زینت کو مگر اپنے خاوندوں کے لیے یا اپنے باپوں کے لیے یا اپنے شوہروں کے باپوں کے لیے یا اپنے بیٹوں کے لیے یا اپنے خاوندوں کے بیٹوں کے لیے یا اپنے بھائیوں کے لیے یا اپنے بھتیجوں کے لیے یا اپنے بھانجوں کے لیے یا اپنی عورتوں کے لیے یا ان لونڈیوں کے لیے کہ مالک ہوئے ان عورتوں کے داہنے ہاتھ جن کے یا اپنے فاتر العقل خدمت گار کے لیے جو کھانے پینے میں تو ساتھ ہیں لیکن جنسی شہوت سے ان کو کوئی سروکار نہیں، یا نابالغ لڑکوں کے لیے جو واقف نہ ہوئے ہوں عورتوں کے رازوں پر۔ اور نہ ماریں اپنے پاؤں (زمین پر) کہ جان لی جائے جو انہوں نے چھپائی ہے اپنی زینت۔ اور توبہ کرو اللہ کے سامنے سب مل کر اے ایمان والو تا کہ تم فلاح پاؤ۔

تفسیر: (مسلمان عورتوں کو چاہئے کہ وہ) اجنبی مردوں کے سامنے (اپنی زیب و زینت کو نہ کھولیں) خواہ وہ جسم کی خلقی زیب و زینت ہو جیسے سینوں کا ابھار ہو یا خود اختیار کردہ آرائش ہو مثلاً ایسا لباس جو جسم کے زاویوں کو نمایاں کرے (سوائے زیب و زینت کے ان حصوں کے جو) مجبوری کی وجہ سے (کھلے) رکھنے ضروری (ہوتے ہیں) جیسے ہتھیلیاں، پاؤں اور چہرہ، لیکن اگر انہیں اور ان میں سے بالخصوص چہرے کو کھلا رکھنے میں خرابی ہو کہ مرد چہرے کے مرکز حسن ہونے کی وجہ سے بدنظری میں مبتلا ہوتے ہیں جیسا کہ آج کل ہر ہر جگہ یہ آفت ہے تو اس وقت چہرے پر نقاب ڈالنا ضروری ہے۔ اور دین کی رو سے کوئی بات آفت وفتنہ ہے یا نہیں اس میں پختہ اور متقی علماء کے کہے کا اعتبار ہوگا عام آدمیوں کا نہیں۔

دور جاہلیت میں عورتیں اپنی اوڑھنی (دوپٹہ یا چادر) سر پر ڈال کر اس کے دونوں پلے کمر پر لٹکا لیتی تھیں۔ اس طرح کرنے سے سینہ کی ہیئت نمایاں رہتی تھی۔ یہ گویا حسن کا مظاہرہ تھا۔ دور جاہلیت کی اس رسم کو مٹانے اور مزید ستر کرنے کی خاطر فرمایا (اور مسلمان عورتوں کو چاہیے کہ وہ اپنی چادر کو اپنے گریبانوں) یعنی سینوں (پر ڈال لیں) تا کہ کان، گردن اور سینہ پوری طرح چھپ جائیں۔ اسی سے سر کے تمام بال بھی چھپ جائیں گے۔ یہ ستر اور پردہ پوشی اجنبی مردوں کے اعتبار سے ہے۔

جو محرم مرد ہیں ان کے سامنے ستر کا حکم کچھ ہلکا ہے یعنی چہرہ، سر کے بال، سینہ، بازو، ہتھیلیاں اور پنڈلیاں ستر میں داخل نہیں ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ عورت مذکور اعضاء میں سے ہر ایک عضو کو محرم مردوں کے سامنے کھولتی پھرے۔ بلا کسی عذر کے ان اعضاء کو محرم مردوں کے سامنے کھولنا حیا کے خلاف ہے۔ فرمایا (اور عورتیں اپنی زیب و زینت کے مقام نہ کھولیں مگر اپنے شوہروں کے سامنے) کہ ان کے سامنے وہ اپنا پورا جسم کھول سکتی ہیں (یا اپنے باپوں کے سامنے) اپنے بازو، سینہ، سر اور پنڈلیاں کھول سکتی

ہیں۔ یہی حکم آگے مذکور رشتہ داروں کا ہے (یا اپنے سسر کے سامنے یا اپنے بیٹوں کے سامنے یا اپنے سوتیلے بیٹوں کے سامنے یا اپنے بھائیوں کے سامنے یا اپنے بھتیجوں کے سامنے یا اپنے بھانجوں کے سامنے یا اپنی میل جول کی عورتوں کے سامنے خواہ وہ مسلمان ہوں یا کافر۔ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ کوئی بھی مسلمان عورت ہو یا اپنی مملوک باندیوں کے سامنے یا ایسے خدمت گاروں کے سامنے جو مردوں والی حاجت نہ رکھتے ہوں یا نابالغ بچوں کے سامنے جو عورتوں کے بھیدوں پر واقف نہ ہوں۔ اور مسلمان عورتیں نہ ماریں اپنے پاؤں زمین پر کہ معلوم ہو جائے وہ زینت جو انہوں نے چھپائی ہوئی ہے کیونکہ زیور کی جھنکار سے اجنبیوں کو اس طرف میلان اور التفات ہوتا ہے۔ ایسی جو حرکتیں پہلے ہو چکیں ان سے اے ایمان والو سب مل کر توبہ کرو اور آئندہ کے لیے خدا سے ڈر کر اپنے چال چلن درست کر لو تا کہ تم فلاح و کامیابی پاؤ۔

چوتھا حکم: بے نکاحوں کا نکاح کیا جائے

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى
مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ ؕ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ
يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۳۲﴾ وَلْيَسْتَعْفِفِ
الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَالَّذِيْنَ
يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ
خَيْرًا ۖ وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ ؕ

ترجمہ: اور نکاح کر دو بے نکاحوں کا اپنوں میں سے اور نیکوکاروں کا اپنے غلاموں اور اپنی لونڈیوں میں سے۔ اگر وہ ہوں گے فقیر غنی کر دے گا ان کو اللہ اپنے فضل سے۔ اور اللہ وسعت والا ہے علم والا ہے۔ اور عفت کو قائم رکھیں وہ جو نہیں پاتے نکاح (کا سامان) یہاں تک کہ غنی کر دے ان کو اللہ اپنے فضل سے۔ اور جو چاہیں کتابت (آزادی کی) ان میں سے جن کے مالک ہوئے تمہارے داہنے ہاتھ تو تم کتابت (کا معاملہ) کر لو ان کے ساتھ اگر تم سمجھو ان میں بھلائی۔ اور دو ان کو اللہ کے اس مال میں سے جو اس نے دیا تمہیں۔

تفسیر: معاشرہ کو بے حیائی اور بدکاری سے بچانے کا ایک اور قدم یہ ہے کہ (تمہارے اپنوں

میں سے جو بے نکاح ہوں) کہ اب تک نکاح نہ ہوا، یا ہوا لیکن طلاق ہوگئی یا زوجین میں سے کسی کی وفات ہوگئی تو مناسب رشتہ ملنے پر (ان کا نکاح کر دو) کیونکہ بے نکاح رہنے میں بدکاری میں مبتلا ہونے کا خدشہ زیادہ ہوتا ہے۔ اسی طرح (تمہارے غلام اور لونڈیوں میں جو نیک ہوں) اور اس لائق معلوم ہوتے ہوں کہ حقوق زوجیت بھی ادا کرسکیں گے اور نکاح سے مغرور ہو کر تمہاری خدمت بھی نہ چھوڑیں گے ان کا بھی نکاح کر دو۔ اور جو لوگ اس وجہ سے نکاح نہ کریں کہ وہ فقیر ہیں) بیوی بچوں کا بوجھ نہیں اٹھا سکیں گے تو ان کو سمجھایا کہ ایسے وہم کے درجے کے خیالات کی وجہ سے نکاح کرنے سے مت رکو۔ تمہاری اور تمہارے بیوی بچوں کی روزی اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ چاہے (تو اپنے فضل سے ان کو غنی کر دے) جس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں:

i- بیوی بچوں کی قسمت سے تمہارے رزق میں وسعت کر دے۔

ii- نکاح کرنے سے یا نکاح کا ارادہ کرنے سے آدمی پر بوجھ پڑتا ہے تو وہ پہلے سے زیادہ محنت کر کے زیادہ کمائی کرنے لگتا ہے۔

iii- اپنے بیوی بچے بھی ہاتھ بٹاتے ہیں اور مزید کمائی کا ذریعہ بنتے ہیں۔

iv- بیوی کے خاندان والوں کے ذریعہ بھی زیادہ کمائی کے مواقع مل جاتے ہیں۔

غرض روزی کی تنگی یا وسعت نکاح کرنے یا نہ کرنے پر موقوف نہیں اللہ کے فضل پر موقوف ہے اور اللہ وسعت والا بھی ہے اور علم والا بھی ہے جس کے حق میں مناسب جانتا ہے اس کے رزق میں وسعت کر دیتا ہے۔ اور رہے وہ لوگ جو نکاح کرنے کی کچھ وسعت نہ پاتے ہوں ان کو چاہئے کہ وہ عفت کو قائم رکھیں یہاں تک کہ اللہ ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے۔ عفت پر قائم رہنے کا نسخہ جو حدیث میں مذکور ہے وہ کثرت سے روزے رکھنا ہے۔

کسی شخص کا اپنے کسی لونڈی غلام سے یہ معاملہ طے پائے کہ وہ لونڈی غلام مالک کو اتنی رقم کما کر دے دے تو وہ آزاد ہو جائے گا۔ اس معاملہ کو عربی میں مکاتبہ کہتے ہیں اور اس طرح سے جو لونڈی غلام اپنے مالک سے معاملہ کرے اس کو مکاتب کہتے ہیں۔ اب مکاتب کا حکم بتاتے ہیں کہ (وہ لوگ جو مکاتبہ چاہتے ہیں تمہارے غلاموں میں سے، اگر تم ان میں خیر) اور نیکی (پاؤ تو ان سے مکاتبہ کر لو) تاکہ وہ غلامی سے چھوٹ کر اپنے معاشی میدان میں مثبت کام کر کے ترقی کریں اور اگر نکاح کرنا چاہیں تو اپنے اختیار سے نکاح کر لیں (اور) اس غرض سے (تم ان کی مالی امداد کرو اس مال میں سے جو اللہ نے تم کو دیا) خواہ زکوۃ وصدقات اور خیرات سے۔ اگر مالک عوض مکاتبہ میں سے کچھ حصہ معاف کر دے تو یہ بھی بڑی امداد ہے۔ اور اگر یہ خیال ہو کہ مکاتبہ کرنے والا غلام غلامی سے چھوٹ کر چوری یا بدکاری یا اور قسم

کی بدمعاشیاں کرتا پھرے گا تو مالک اس سے مکاتبہ نہ کرے۔

زنا کے سدباب کا ایک اور طریقہ

دور جاہلیت میں بعض لوگ اپنی لونڈیوں سے کمائی کرواتے تھے۔ منافقوں کے سردار عبداللہ بن ابی کے پاس کئی لونڈیاں تھیں جن سے کمائی کروا کر روپیہ حاصل کرتا تھا۔ ان میں سے بعض مسلمان ہوگئیں اور مزید یہ فعل کرنے سے انکار کر دیا۔ اس پر وہ ملعون ان کو مارتا یہ آیت اسی قصہ میں نازل ہوئی۔

وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيٰتِكُمْ
عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَ
مَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۳﴾

ترجمہ: اور مت مجبور کرو اپنی لونڈیوں کو بدکاری پر اگر انہوں نے ارادہ کیا ہو پاکدامنی کا تاکہ تم حاصل کرو کچھ سامان حیات دنیوی کا اور جو کوئی ان کو مجبور کرے گا تو اللہ ان کے مجبور کئے جانے کے بعد بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔

تفسیر: (اور) اے ظاہر کے مسلمانو اور دلوں کے اندر کے منافقو! (اگر تمہاری لونڈیاں) مسلمان ہو کر برائی اور بدکاری کو چھوڑ کر (پاکدامنی اختیار کرنا چاہتی ہوں تو تم انہیں بدکاری کرنے پر مجبور نہ کرو)۔ تم انہیں اس لیے مجبور کرتے ہو (کہ دنیوی زندگی کا کچھ سامان حاصل کر سکو)۔ اس حکم کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اگر لونڈیاں اپنی رضامندی سے بدکاری کریں تو جائز ہے کیونکہ بدکاری تو ہر حال میں حرام ہے خواہ لونڈیاں اس پر راضی ہوں یا نہ ہوں۔ ہاں جب لونڈیاں مسلمان ہو جائیں اور بدکاری پر راضی نہ ہوں جیسا کہ اسلام کا تقاضا ہے تو ایسی حالت میں تمہارا ان کو مجبور کرنا تمہارے جرم اور گناہ کو اور زیادہ بڑھا دیتا ہے۔ (اور جو کوئی ان کو مجبور کرے اور ان سے بدکاری کروائے (تو ان کے مجبور کئے جانے کے بعد) اللہ ان سے درگزر کرے گا اور ان پر رحم کرے گا کیونکہ (اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے) اور مجبور کرنے والوں کو نفاق کے علاوہ بدکاری پر مجبور کرنے کی سزا بھی دے گا۔

ربط: بدکاری اور اس کے سدباب سے متعلق جو ہدایات اور احکام دیے ان کو اللہ تعالیٰ کا احسان سمجھا جائے۔

وَلَقَدْ
اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ وَّمَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ
وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۴﴾

ترجمہ: اور اتاریں ہم نے تم لوگوں کی طرف آیتیں جو بات کو کھولنے والی ہیں اور کچھ حالات (اتارے) ان لوگوں کے جو گزر گئے تم سے پہلے اور نصیحت (اتاری) ڈرنے والوں کے لیے۔

تفسیر: (اور ہم نے قرآن پاک میں تمہاری طرف) تمہارے فائدے کے لیے احکام کی آیتیں اتاریں جو احکام کو کھول کر بیان کرتی ہیں اور تم سے پہلے گزری ہوئی قوموں کے کچھ حالات نازل کیے تاکہ وہ پڑھ کر یا سن کر تم عبرت پکڑو اور اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے نصیحت نازل کی تاکہ وہ اس سے فائدہ اٹھائیں۔

ربط: اوپر ذکر ہوا کہ اللہ کے دیئے ہوئے احکام کو اللہ کا احسان سمجھا جائے۔ آگے بتاتے ہیں کہ سچے مومنوں پر اللہ تعالیٰ کا اور بڑا احسان ہے جس کو مثال سے سمجھاتے ہیں۔

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ
كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا
كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا
غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ
يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ
وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۳۵﴾

ترجمہ: اللہ نور ہے آسمانوں کا اور زمین کا۔ مثال اس کے نور کی ایسی ہے جیسے ایک طاق ہو، اس میں ہو ایک چراغ۔ وہ چراغ ایک شیشہ میں ہو اور وہ شیشہ ایسا ہے جیسے ایک تارہ چمکتا ہوا۔ جلایا جاتا ہے درخت سے جو بابرکت ہے زیتون ہے نہ شرقی ہے اور نہ غربی ہے۔ قریب ہے کہ اس کا تیل روشن ہو جائے اگرچہ نہ چھوا ہو اس کو آگ نے۔ روشنی ہے

روشنی پر۔ راہ دکھاتا ہے اللہ اپنے نور کی جس کو چاہتا ہے اور بیان کرتا ہے اللہ مثالیں لوگوں کے لیے اور اللہ ہر شے کو جانتا ہے۔

تفسیر: نور کئی قسم کا ہوتا ہے: نور وجود، نور ہدایت، نور معرفت، نور توفیق، حسن و جمال کا نور، خوبی وکمال کا نور اور سورج و چاند کا ظاہری نور اور ہدایت یافتہ لوگوں کے باطن کا نور وغیرہ اور یہ سب قسمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اس کی تفصیل یہ ہے کہ (اللہ آسمانوں کا اور زمین کا نور ہے) یعنی سب مخلوق کو نور وجود اسی سے ملا ہے۔ چاند، سورج اور ستاروں کا ظاہری نور اور انبیاء و اولیاء کا باطنی نور بھی اللہ کی طرف سے ہے۔ ہدایت ومعرفت کی جو چمک کسی کو ملتی ہے وہ اور حسن و جمال یا خوبی وکمال کی روشنی کہیں نظر پڑتی ہے وہ یہ سب نور، روشنی اور چمک اللہ کی طرف سے ہے۔ نور اللہ تعالیٰ کی صفت ہے جیسے اللہ کی دوسری صفات مثلاً سمع و بصر وغیرہ ہیں اور جیسے ان صفات کی کیفیت بیان نہیں کی جاسکتی ایسے ہی صفت نور کی کوئی کیفیت بیان نہیں کی جاسکتی اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے نور کو ممکنات کے نور پر قیاس کیا جاسکتا ہے۔

ہدایت یافتہ مومنین کو (نور الٰہی) سے ہدایت ومعرفت الٰہی کے نور کا جو خصوصی حصہ ملتا ہے اس (کی مثال ایسی سمجھو گویا) مومن قانت کا جسم (ایک طاق) کی طرح (ہے)۔ اس طاق کے اندر ایک ستارہ کی طرح چمکدار شیشہ رکھا ہوا ہے) یہ شیشہ مومن کا دل ہے جس کا تعلق عالم بالا سے ہے۔ (اس شیشہ میں) معرفت و ہدایت کا روشن (چراغ ہے جو زیتون کے بابرکت درخت کے تیل سے روشن کیا جاتا ہے اور درخت بھی وہ جو کسی حجاب کی وجہ سے نہ مشرق میں ہو نہ مغرب میں) یعنی کسی طرف بھی دھوپ کی روک نہیں، کھلے میدان میں کھڑا ہے جس پر صبح وشام دونوں وقت کی دھوپ پڑتی ہے۔ زیتون کے ایسے درخت کا تیل اور بھی زیادہ لطیف اور صاف ہوتا ہے۔ غرض وہ تیل اس قدر صاف اور چمکدار ہے کہ آگ دکھائے بغیر ہی قریب ہے کہ جل اٹھے اور روشن ہو جائے۔

طاق۔	.....	فرمانبردار مومن کا جسم
ستارے کی طرح چمکدار شیشہ	.....	دل
چراغ	.....	معرفت و ہدایت
زیتون کا تیل	.....	قبول حق کی استعداد
دیا سلائی دکھانا	.....	وحی وقران کا نزول

اب جہاں ذرا آگ دکھائی یعنی وحی وقرآن کی تیز روشنی نے قبول حق کی زبردست استعداد کو مس کیا فوراً اس کی فطری روشنی بھڑک اٹھی (یہ) تو (نور علی نور کی کیفیت بن گئی) کہ قبول کی زبردست استعداد کا نور تھا اور اس کے ساتھ قرآن کا نور بھی آ لگا۔

باقی یہ سب کچھ (اللہ) کے قبضے میں ہے (جس کو چاہے اپنی روشنی عنایت فرمائے اور وہی جانتا ہے کہ کس کو یہ روشنی ملنی چاہئے کس کو نہیں۔ (اور اللہ لوگوں کے لیے مثالیں ذکر کرتا ہے) تا کہ استعداد رکھنے والوں کو بصیرت کی روشنی حاصل ہو۔ اللہ تعالیٰ ہی تمثیل کے مناسب موقع ومحل کو پوری طرح جانتا ہے کسی دوسرے کو قدرت کہاں کہ ایسی جامع وموزوں مثال پیش کر سکے۔ (اور) صرف تمثیل ہی کیا (اللہ تو ہر شے سے باخبر ہے)۔

ربط: اوپر یہ بتایا کہ اللہ جس کو چاہتا ہے نور ہدایت تک پہنچا دیتا ہے۔ اب اللہ ان لوگوں کی خصوصیات ذکر کرتے ہیں جن کو انہوں نے نور ہدایت تک پہنچایا ہے۔

فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللَّهُ أَن تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ
فِيهَا اسْمُهُ يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ ﴿٣٦﴾ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ
تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ ۙ
يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ ﴿٣٧﴾ لِيَجْزِيَهُمُ اللَّهُ
أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَيَزِيدَهُم مِّن فَضْلِهِ ۗ وَاللَّهُ يَرْزُقُ مَن يَشَاءُ
بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٣٨﴾

ترجمہ: جن گھروں (کے بارے) میں حکم دیا اللہ نے کہ بلند (مقام) کئے جائیں اور ذکر کیا جائے ان میں اس کا نام تسبیح کرتے ہیں اس کی ان (گھروں) میں صبح اور شام وہ مرد غافل نہیں کرتی جن کو تجارت اور نہ خرید وفروخت اللہ کے ذکر سے اور نماز قائم کرنے سے اور زکوۃ دینے سے۔ وہ ڈرتے ہیں ایک دن سے الٹ جائیں گے جس میں دل اور آنکھیں تا کہ بدلہ دے ان کو اللہ بہترین ان کاموں کا جو انہوں نے کئے اور مزید دیں گے ان کو اپنے فضل سے اور اللہ رزق دیتے ہیں جس کو چاہتے ہیں بے حساب

تفسیر: (جن گھروں کے بارے میں اللہ نے حکم دیا کہ ان کو بلند مقام ومرتبہ کیا جائے وہ مسجدیں ہیں۔ مسجدوں کو بلند مقام کرنے سے مراد یہ ہے کہ ان کی تعظیم کی جائے، ان کی دیکھ بھال کی جائے اور ہر قسم کی گندگی سے اور لغو افعال واقوال سے پاک رکھا جائے اور ان میں اللہ کا نام لیا جائے جس کی کئی صورتیں ہیں مثلاً تسبیح وتہلیل، تلاوت قرآن اور نماز کی ادائیگی۔ (ان) مسجدوں (میں اللہ کی

تسبیح کرتے ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں صبح وشام وہ مرد جن کو) بڑی سے بڑی (تجارت اور) معمولی خرید وفروخت اللہ کے ذکر سے اور نماز قائم کرنے سے اور زکوۃ ادا کرنے سے غافل نہیں کرتی۔ وہ مرد اس دن سے ڈرتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں الٹ جائیں گی) اور دل وہ باتیں سمجھ لیں گے جو ابھی تک نہ سمجھے تھے اور آنکھیں وہ ہولناک واقعات دیکھیں گی جو کبھی نہ دیکھے تھے۔ دلوں میں کبھی نجات کی توقع پیدا ہو گی اور کبھی ہلاکت کا خوف اور آنکھیں کبھی دائیں دیکھیں گی کبھی بائیں دیکھیں گی کہ دیکھئے کس طرف سے پکڑے جائیں یا کس جانب سے نامہ اعمال ہاتھ میں دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیئے (تاکہ اللہ ان کو مقررہ بدلہ دیں ان کے بہترین اعمال کا جو انہوں نے کئے اور اپنے فضل سے ان کو مزید بھی دے اور اللہ) کے ہاں کسی چیز کی کمی تو ہے نہیں اس لیے وہ (جس کو چاہتا ہے بے شمار دیتا ہے)۔

ربط: اوپر ہدایت یافتہ مومنین اور ان کے نیک انجام کا تذکرہ ہوا۔ آگے ان کے مقابل کافروں کا انجام مثال سے بتاتے ہیں۔ کافر دو قسم کے ہیں ایک وہ جو آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور دوسرے وہ جو آخرت پر بھی ایمان نہیں رکھتے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۢ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ
الظَّمْاٰنُ مَآءً ۭ حَتّٰٓي اِذَا جَاۗءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـــًٔا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ
فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ۭ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ
لُّجِّيٍّ يَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ۭ ظُلُمٰتٌۢ
بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ۭ اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ۭ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ
اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ۝

ترجمہ: اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے اعمال سراب کی طرح ہیں صحرا میں۔ خیال کرتا ہے پیاسا اس کو پانی یہاں تک کہ جب وہ پہنچتا ہے اس تک تو نہیں پاتا اس کو کچھ بھی اور پاتا ہے اللہ کو اس کے پاس تو وہ پورا کر دیتا ہے اس کا حساب اور اللہ تیز ہے حساب کا۔ یا جیسے تاریکیاں ہیں گہرے سمندر میں، ڈھانپ لیتی ہیں اس (سمندر) کو موج جس کے اوپر ہے ایک اور موج اور اس کے اوپر بادل ہے۔ تاریکیاں ہیں ایک پر ایک۔ جب نکالتا ہے اپنا ہاتھ تو لگتا نہیں ہے کہ دیکھے اس کو۔ اور وہ شخص کہ نہیں بنایا اللہ نے اس کے لیے کوئی

نور تو نہیں ہے اس کے لیے نور۔

تفسیر:

کافروں کی پہلی قسم: جو آخرت پر ایمان رکھتے ہیں لیکن توحید و رسالت کا انکار کرتے ہیں مثلاً عیسائی۔

یہ وہ ہیں جو اپنے زعم اور عقیدہ کے موافق کچھ اچھے کام کرتے ہیں (ان کافروں کے اعمال کی مثال ایسی ہے جیسے ایک چٹیل صحرا میں ایک سراب ہے) جس کی حقیقت یہ ہے کہ دوپہر کے وقت سورج کی روشنی سے ریت چمک اٹھتی ہے اور دور سے دیکھنے والا (پیاسا اس کو پانی سمجھتا ہے۔ وہ) پیاس کی شدت سے بے تاب ہو کر (جب وہاں پہنچتا ہے تو وہاں کچھ نہیں پاتا)۔ اسی طرح جب یہ کافر کچھ اچھے کام کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ مرنے کے بعد کام آئیں گے حالانکہ کوئی سی بھی نیکی ہو اللہ کے ہاں اس کی مقبولیت کے لیے یہ شرط ہے کہ ایمان پورا ہو۔ یہ کافر سمجھتا ہے کہ اس کے کئے ہوئے نیک عمل موت کے بعد کام آئیں گے لیکن مرنے کے بعد اس کو پتہ چلے گا کہ اس کا تو کوئی عمل مقبول نہیں۔ ہاں ہلاکت کی گھڑی سامنے کھڑی ہے کہ (وہاں اللہ کو) عمر بھر کا حساب لینے کے لیے (موجود پایا۔ چنانچہ (اللہ) کافروں کے اضطراب وحسرت میں ہونے کے باوجود (ان کا حساب) دنیا ہی میں (چکا دیتا ہے) اور انہیں سزا کا مستحق قرار دیتا ہے (اور اللہ تیز حساب لینے والا ہے)۔

کافروں کی دوسری قسم: جو آخرت پر بھی ایمان نہ رکھتے ہوں

(یا) یہ وہ کافر ہیں جن کو آخرت کی کچھ فکر نہیں اور سر سے پاؤں تک دنیا کے مزوں میں غرق ہیں اور جہالت وکفر اور ظلم اور عصیان کی تاریکیوں میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ ان کافروں کے پاس تو روشنی کی اتنی چمک بھی نہیں جتنی سراب پر دھوکہ کھانے والے کو نظر آتی ہے۔ ان کافروں کے اعمال (سمندر کی گہرائی میں تاریکیوں کی مانند ہیں جس کو ڈھانپ لیتی ہے موج اور اس موج کے اوپر ایک اور موج جس کے اوپر بادل ہے)۔ غرض سمندر کی تہہ میں خود سمندر کی تاریکی، اس پر طوفانی لہریں جو ایک پر ایک چڑھی آتی ہیں ان کی موجودگی تاریکی ہے۔ پھر ان سب تاریکیوں کے اوپر سیاہ بادل اور اس کی تاریکی ہے اور اگر رات کا وقت فرض کیا جائے تو ان تاریکیوں اور اندھیروں میں اور اضافہ ہو جائے گا۔ (غرض اوپر تلے اندھیرے ہی اندھیرے ہیں اگر کوئی اپنا ہاتھ باہر نکالے تو اسے دیکھنے بھی نہ پائے)۔ سمندر کی تہہ کی تاریکی ان کے کفریہ عقائد کی مثال ہے، ایک موج کی تاریکی ان کے برے اعمال کی مثال ہے دوسری موج کی تاریکی ان کی ہٹ دھرمی کی مثال ہے اور بادل کی تاریکی ان کی خراب استعداد کی مثال

ہے جس کی وجہ سے ان کو ہدایت کی توفیق نہ ہوئی (اور) اصل بات تو یہ ہے کہ (جس کے لیے) اللہ ہی نے) توفیق کا (نور نہیں بنایا اس کے لیے) ہدایت (کا نور نہیں ہوتا)۔

ربط: آگے دوبارہ پھر اصل موضوع توحید کی طرف پلٹتے ہیں۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ۭ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَ
تَسْبِيْحَهٗ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿٤١﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ
وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿٤٢﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ
ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ وَيُنَزِّلُ مِنَ
السَّمَاۗءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْۢ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَصْرِفُهٗ
عَنْ مَّنْ يَّشَاۗءُ ۭ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ﴿٤٣﴾ يُقَلِّبُ اللّٰهُ
الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ﴿٤٤﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَ
كُلَّ دَاۗبَّةٍ مِّنْ مَّاۗءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰي بَطْنِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ
يَّمْشِيْ عَلٰي رِجْلَيْنِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰٓي اَرْبَعٍ ۭ يَخْلُقُ اللّٰهُ
مَا يَشَاۗءُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٤٥﴾ لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ۭ
وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ اِلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٤٦﴾

ترجمہ: کیا نہیں دیکھا تو نے کہ اللہ کی تسبیح کرتا ہے جو کوئی ہے آسمانوں اور زمین میں اور (تسبیح کرتے ہیں اڑتے) پرندے پر کھولے ہوئے۔ ہر ایک جانتا ہے اپنی نماز کو اور اپنی تسبیح کو اور اللہ خوب باخبر ہے اس سے جو وہ کرتے ہیں۔ اور اللہ کے لیے ہے حکومت آسمانوں کی اور زمین کی اور اللہ کی طرف واپسی ہے۔ کیا نہیں دیکھا تو نے کہ اللہ ہانک لاتا ہے بادلوں کو پھر ان کو جوڑ دیتا ہے پھر ان کو کرتا ہے تہہ بر تہہ پھر تو دیکھتا ہے بارش کو نکلتی ہے

اس (بادل) کے درمیان میں سے۔ اور اتارتا ہے آسمان سے اس میں موجود پہاڑوں سے اولے اور پہنچاتا ہے اولوں کو جس پر چاہے اور پھیر دیتا ہے اس کو جس سے چاہے۔ قریب ہے کہ چمک اس کی بجلی کی لے جائے آنکھوں (کی بینائی) کو۔ بدلتا ہے اللہ رات کو اور دن کو بے شک اس میں عبرت ہے آنکھوں والوں کے لیے۔ اور اللہ نے پیدا کیا ہر چلنے والے (جاندار) کو پانی سے۔ پھر ان میں سے کچھ وہ ہیں جو اپنے پیٹ کے بل چلتے ہیں اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جو دو پاؤں پر چلتے ہیں، اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جو چار ٹانگوں پر چلتے ہیں۔ پیدا کرتا ہے اللہ جو چاہتا ہے، بلاشبہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اتاریں ہم نے آیتیں واضح کی ہوئیں اور اللہ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے راہ راست کی طرف۔

تفسیر: (کیا آپ کو علم نہیں کہ آسمانوں اور زمین میں جو کوئی ہے وہ اور اڑنے کی حالت میں پر کھولے ہوئے پرندے سب اللہ کی تسبیح کرتے ہیں۔ (ہر ایک کو علم ہے اپنی بندگی اور اپنی تسبیح) کا طریقہ جو اللہ نے ہر ایک کے مناسب حال اس کو الہام کیا اور اس کو سمجھ کر وہ اپنا وظیفہ ادا کرتے ہیں۔ ان کی بندگی اور تسبیح کو خواہ تم نہ سمجھو لیکن (اللہ خوب جانتے ہیں جو یہ کرتے ہیں)۔ (اور) جیسے اللہ کا علم سب کو گھیرے ہوئے ہے اسی طرح (آسمانوں اور زمین کی حکومت) بھی (اللہ کے لیے ہے اور) سب کا آخر کار (اسی کی طرف لوٹنا ہے)۔

آگے اللہ تعالیٰ اپنے حاکمانہ اور قادرانہ کاموں کو ذکر کرتے ہیں جو کہ توحید فی التصرف ہے۔

1- اے رسول (کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ ہانک لاتا ہے بادلوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کو پھر ان کو جوڑ دیتا ہے) یعنی شروع میں بادل کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے اٹھتے ہیں پھر اللہ اپنے حکم سے ان کو ملا دیتا ہے پھر بنا دیتا ہے تہہ بہ تہہ پھر آپ دیکھتے ہیں بارش کو کہ بادلوں کے بیچ میں سے نکل رہی ہے)۔

2- (اور اللہ اولے برساتا ہے بادلوں سے جو کثیف اور بھاری ہونے میں پہاڑوں جیسے ہیں پھر وہ ڈالتا ہے اولے جس پر چاہتا ہے) اور اس کو جانی و مالی نقصان پہنچاتا ہے (اور پھیر دیتا ہے اولوں کو جس سے چاہتا ہے) اور اس طرح اس کو اولوں کے نقصان سے محفوظ رکھتا ہے۔ اور بادلوں میں بجلی چمکتی ہے اور (اس کی بجلی کی چمک) اس قدر تیز ہوتی ہے کہ آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں (قریب ہے کہ وہ آنکھوں کو) یعنی ان کی بینائی کو (اچک لے)۔

3- (رات کو اور دن کو اللہ) دو طریقوں سے (بدلتا ہے)۔ (i) رات کے بعد دن کو لاتا ہے اور دن کے بعد رات کو لاتا ہے۔ اور (ii) کبھی رات کو کبھی دن کو گھٹاتا بڑھاتا ہے۔ (بلاشبہ ان مذکور) عظیم (نشانیوں کو دیکھ کر آدمی بصیرت و عبرت حاصل کرے) اور اس شہنشاہ حقیقی کی طرف سچے دل سے

رجوع ہو جس کے قبضہ میں یہ تمام تصرفات ہیں۔

4- (اور اللہ نے ہر چلنے والے جاندار کو پانی سے پیدا کیا۔ اور ان میں سے کوئی ہے کہ وہ چلتا ہے اپنے پیٹ کے بل جیسے سانپ اور مچھلی اور ان میں سے کوئی ہے کہ وہ چلتا ہے دو پاؤں پر جیسے انسان اور پرندے اور ان میں سے کوئی ہے جو چلتا ہے چار ٹانگوں پر جیسے بہت سے جانور۔ اللہ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے۔ اپنی قدرت سے طرح طرح کے نباتات اور حیوانات اور پرندے پیدا کئے ہیں (بلاشبہ اللہ کو ہر چیز پر قدرت حاصل ہے)۔

توحید کے مضمون کو بیان کرنے کے لیے (ہم نے کھول کر بیان کرنے والی آیتیں اتاریں) جو کہ تکوینی بھی ہیں اور قرآنی بھی ہیں جنہیں دیکھ کر اور سن کر چاہئے تھا کہ کوئی بھی شخص نہ بہکتا (لیکن اللہ تعالی جس کو چاہتے ہیں راہ راست پر لگا دیتے ہیں)۔

ربط: توحید کا مضمون چل رہا ہے۔ آگے توحید کے منکر منافقوں کا ذکر فرماتے ہیں:

وَيَقُولُونَ اٰمَنَّا
بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ
وَمَاۤ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ
بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْۤا
اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ ﴿۴۹﴾ اَفِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْۤا اَمْ يَخَافُوْنَ
اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُوْلُهٗ ؕ بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۵۰﴾ اِنَّمَا
كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ
اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَمَنْ يُّطِعِ
اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۵۲﴾
وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ؕ قُلْ
لَّا تُقْسِمُوْا ۚ طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۳﴾ قُلْ

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ
وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ۚ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ۚ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا
الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۵۴﴾

ترجمہ: اور یہ کہتے ہیں ہم ایمان لائے اللہ پر اور رسول پر اور ہم نے اطاعت کی پھر پلٹ جاتا ہے ایک گروہ ان میں سے اس کے بعد اور نہیں ہیں یہ ایمان والے۔ اور جب ان کو بلایا جاتا ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف تاکہ وہ فیصلہ کرے ان کے درمیان تو اس وقت ایک گروہ ان میں سے منہ موڑتا ہے۔ اور اگر ہو ان کے لیے حق آتے ہیں اس کی طرف قبول کرتے ہوئے۔ کیا ان کے دلوں میں بیماری ہے یا یہ شک میں پڑے ہیں یا یہ ڈرتے ہیں کہ ظلم کرے گا ان پر اللہ اور اس کا رسول بلکہ یہی لوگ ظالم ہیں۔ محض ہوئی بات مومنوں کی جب وہ بلائے گئے اللہ اور اس کے رسول کی طرف تاکہ فیصلہ دے ان کے درمیان کہ کہیں سنا ہم نے اور اطاعت کی ہم نے اور یہی لوگ ہیں فلاح پانے والے۔ اور جو کوئی اطاعت کرے اللہ کی اور اس کے رسول کی اور ڈرے اللہ سے اور بچے اس سے تو یہی لوگ ہیں کامیاب۔ اور یہ قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی سخت قسمیں کہ اگر تو حکم دے ان کو تو یہ ضرور نکلیں گے۔ تو کہہ دے مت قسمیں کھاؤ۔ فرمانبرداری (ہونی چاہئے) دستور کے موافق۔ بلاشبہ اللہ خبردار ہے اس سے جو تم عمل کرتے ہو۔ تو کہہ اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی۔ پھر اگر وہ منہ موڑیں تو محض ہے رسول پر جو اس کے ذمہ رکھا گیا اور تم پر ہے جو تمہارے ذمہ رکھا گیا۔ اور اگر تم اطاعت کرو اس رسول کی تو ہدایت پا لو گے اور نہیں ہے رسول پر سوائے کھول کر پہنچانے کے۔

تفسیر: یہ منافقوں کا ذکر ہے۔ منافق زبان سے ایمان و اطاعت کا دعوی کرتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور ہم نے) اللہ اور اس کے رسول کی (اطاعت کی۔ پھر اس کے بعد) جب عمل کا وقت آتا تو ان میں سے کچھ لوگ پلٹ جاتے ہیں)۔ حقیقت یہ ہے کہ (یہ لوگ مومن ہی نہیں ہیں) اور ان کے دل ایمان و اطاعت دونوں سے خالی ہیں۔ ان کا ایک اور معاملہ یہ ہے کہ ان کا اگر کسی سے جھگڑا ہو جائے اور یہ سمجھتے ہوں کہ ہم ناحق پر ہیں (پھر جب) دوسرے فریق کی جانب سے (ان کو بلایا جاتا ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف کہ چلو ان کے پاس تاکہ رسول فیصلہ کریں ان کے درمیان تو یہ) منافق (اس سے منہ موڑتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ یقیناً کسی کی

طرفداری کئے بغیر حق کے موافق فیصلہ کریں گے جو ان کے مفاد کے خلاف پڑے گا۔ اس طرح کا ایک واقعہ پیش بھی آیا تھا کہ ایمان و اطاعت کا دعویٰ سب دھرا کا دھرا رہ گیا۔ (ہاں فرض کرو اگر کسی معاملہ میں حق ان کی جانب ہو تو چلے آئیں گے رسول کے پاس) ان کے فیصلہ کو (قبول کرتے ہوئے)۔

(کیا ان کے دلوں میں) حرص کا (مرض ہے) کہ خدا و رسول کو سچ مانا لیکن حرص نہیں چھوڑتی کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں (یا یہ) رسول اللہ ﷺ کی سچائی یا اللہ کے وعدو وعید میں (شک و شبہ میں ہیں یا یہ ڈرتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول ان پر ظلم کریں گے) انصاف نہ کریں گے اور اس خوف کی وجہ سے وہ اپنا مقدمہ ان کی عدالت میں لے جانے سے کتراتے ہیں۔ سو یاد رکھو کہ وہاں تو ظلم و بے انصافی کا احتمال ہی نہیں (بلکہ یہی لوگ ظالم ہیں) اور انہوں نے ہی ظلم پر کمر باندھ رکھی ہے چاہتے ہیں کہ اپنا حق پورا وصول کر لیں اور دوسروں کا ایک پیسہ نہ دیں اسی لیے ان معاملات کو خدائی عدالت میں لانے سے گھبراتے ہیں جن میں سمجھتے ہیں کہ رسول کا منصفانہ فیصلہ ہمارے مطلب کے خلاف ہوگا۔

آگے بتاتے ہیں کہ منافقوں کے برعکس جو ایمان والے ہیں ان کی روش قابل تعریف اور قابل ترجیح ہے۔ ان کی روش محض یہ ہے کہ (جب) کسی معاملہ میں (ان کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ رسول فیصلہ کریں ان کے درمیان) خواہ اس میں ان کا نفع ہو یا نقصان (وہ) کسی بھی توقف کے بغیر (محض یہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی) اور فوراً حکم ماننے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں (اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں اور) فلاح و کامیابی کے بارے میں ہمارا ضابطہ یہ ہے کہ (جو کوئی اطاعت کرے اللہ کی اور اس کے رسول کی اور) پچھلی کوتاہیوں پر نادم ہو کر (اللہ سے ڈرے) اور توبہ کرے اور آئندہ (برے راستہ سے بچے) تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔

منافقوں کی ایک اور خرابی یہ ہے کہ وہ اللہ کی بڑی سخت تاکیدی قسمیں کھاتے ہیں) اور آپ ﷺ کو یقین دلانا چاہتے ہیں (کہ اگر آپ ان کو حکم دیں تو یہ) سب گھر بار چھوڑ کر راہ خدا میں (ضرور نکل جائیں گے۔ آپ ان سے کہہ دیجئے کہ تم قسمیں نہ کھاؤ، تمہاری فرمانبرداری کی حقیقت سب معلوم ہو چکی) کہ زبان سے دعوے بہت کرتے ہو اور عمل کا وقت آئے تو آہستہ سے کھسک جاتے ہو۔ تمہارے لیے اصل کسوٹی تو سچے مسلمانوں کے (دستور کے موافق فرمانبرداری ہے)۔ اور فرض کرو تم قسمیں کھا کر بندوں کو اپنی بات کا یقین دلا دو لیکن اللہ کے آگے کسی کی چالاکی اور فریب نہیں چل سکتا کیونکہ (اللہ بلاشبہ باخبر ہے ہر) کھلے یا پوشیدہ (عمل سے جو تم کرتے ہو۔

آپ) منافقوں سے (فرما دیجئے کہ) اپنی منافقت چھوڑ کر (اللہ کی اطاعت بھی کرو اور رسول کی اطاعت بھی کرو۔ پھر اگر تم منہ موڑو گے تو جان لو کہ ایک ذمہ داری رسول کی ہے اور ایک تمہاری ہے)۔

رسول کے ذمہ ہے کہ تبلیغ احکام کا جو بوجھ ان پر رکھا گیا ہے اس کو پورا کریں اور تمہارے ذمہ ہے کہ تصدیق، قبول حق اور اطاعت کا جو بوجھ تم پر رکھا گیا اس کو تم پورا کرو۔ اور تمہارے پاس تو اللہ کے رسول ہیں جو تمہیں اللہ کے احکام پہنچاتے ہیں تو (اگر تم ان کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پا لو گے) اور اگر ان سے روگردانی کرو گے تو اپنا ہی نقصان کرو گے رسول کا کیا بگاڑ لو گے کیونکہ (رسول کے ذمہ تو اللہ کا پیغام کھلا کھلا پہنچا دینا ہے) جو وہ کر چکے ہیں اب دیکھنا یہ ہے کہ تم کیا کرتے ہو۔

ربط: اوپر اطاعت رسول کی ذمہ داری بتائی تھی آگے اس کے کچھ ثمرات بتاتے ہیں۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ
وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ
بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ؕ وَمَنْ كَفَرَ
بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۵۵﴾

ترجمہ: وعدہ دیا اللہ نے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنہوں نے عمل کئے نیک کہ ضرور خلافت دے گا ان کو زمین میں جیسا کہ خلافت دی تھی ان لوگوں کو جو ان سے پہلے تھے اور جما دے گا ان کے لیے ان کا دین جو پسند کیا (اللہ نے) ان کے لیے اور ضرور تبدیل کرے گا ان کو ان کے خوف کے بعد امن سے۔ عبادت کریں گے میری اور شریک نہ کریں گے میرے ساتھ کچھ بھی۔ اور جو کوئی کفر کرے اس کے بعد تو یہی لوگ فاسق ہیں۔

تفسیر: یہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے خطاب ہے کہ (تم میں سے جو) اعلیٰ درجہ کا (ایمان لائے) اور رسول اللہ ﷺ کی کامل اتباع کرتے ہوئے (نیک عمل کرے وعدہ دیا اللہ نے ان کو کہ) رسول اللہ ﷺ کے بعد وہ ان کو زمین میں آپ کا خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اللہ نے خلیفہ بنایا ان لوگوں کو جو ان سے پہلے تھے۔ یہ لوگ محض دنیاوی بادشاہوں کی طرح نہ ہوں گے بلکہ پیغمبر کے جانشین اور خلیفہ ہو کر آسمانی بادشاہت کا اعلان کریں گے (اور اللہ ان کے لیے ان کے دین کو ان کے ذریعے ضرور جماؤ دے گا جس کو اللہ نے ان کے لیے پسند کیا) اور یہ لوگ دین حق کی بنیادیں جمائیں گے اور خشکی و تری میں اس کا سکہ بٹھا دیں گے۔

(اور) اس وقت (اللہ ضرور بدلیں گے ان کو ان کے خوف کے بعد امن سے) یعنی پہلے جو کفار

سے خوف کی حالت تھی وہ امن سے بدل جائے گی اور دنیائے خلافت میں امن کا دور دورہ ہوگا۔ ان مقبول ومعزز بندوں کی امتیازی شان یہ ہوگی کہ (وہ خالص میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کچھ بھی شریک نہ کریں گے) یعنی ان کی عبادت میں شرک کی کچھ ملاوٹ نہ ہوگی نہ شرک جلی کی نہ شرک خفی کی۔ یہ وعدہ چاروں خلفاء رضی اللہ عنہم کے ہاتھوں پورا ہوا۔ خلفائے اربعہ کے بعد بھی کچھ بادشاہان اسلام وقتاً فوقتاً اس نمونہ کے آتے رہے اور جب اللہ چاہے گا بعد میں بھی آتے رہیں گے۔ حدیثوں سے معلوم ہوا کہ آخری خلیفہ حضرت امام مہدی علیہ الرضوان ہوں گے۔ وہ خدا کی زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے اور خارق عادت جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعہ اسلام کا کلمہ بلند کریں گے۔ (ان انعامات کے بعد جو کوئی ان کی ناشکری کرے تو یہ لوگ بڑے نافرمان ہیں)۔

ربط: اوپر ذکر ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے انعامات کی ناشکری کرنے والے نافرمان ہیں۔ آگے بتاتے ہیں کہ ناشکری سے بچنے اور شکر گزار بننے کے لیے یہ کام کرو۔

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ
وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۵۶﴾ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ وَلَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۵۷﴾

ترجمہ: اور قائم کرتے رہو نماز اور دیتے رہو زکوۃ اور اطاعت کرو رسول کی تاکہ تم رحم کیے جاؤ۔ مت خیال کر کافروں کو کہ وہ عاجز کر دیں گے زمین میں اور ان کا ٹھکانا آگ ہے اور وہ بری جگہ ہے پلٹنے کی۔

تفسیر: اللہ تعالیٰ نے بڑے انعامات دیئے جن میں سے ایک خلافت راشدہ ہے۔ ان انعامات پر ناشکری کے بجائے شکر کی روش اختیار کرو۔ وہ روش یہ ہے کہ (نماز قائم کئے رہو اور زکوۃ دیتے رہو اور) زندگی کے تمام شعبوں میں (رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے)۔ ان نیک بندوں کے بالمقابل مردود ومغضوب لوگوں کا انجام بتاتے ہیں یعنی جب نیک لوگوں کو ملک کی حکومت اور زمین کی خلافت عطا کی جاتی ہے تو کافروں اور بدکاروں کی ساری مکاریاں اور تدبیریں ناکام ہو جاتی ہیں اور اللہ نے ان کو سزا دینے کا جو ارادہ کر رکھا ہے اس کو کوئی روک نہیں سکتا اس لیے (اے مخاطب تم یہ خیال نہ کرو کہ کافر زمین میں) ادھر ادھر بھاگ کر اللہ کو (عاجز کر دیں گے اور) خدائی سزا سے اپنے آپ کو بچا لیں گے ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا (یقیناً ان کا ٹھکانا) جہنم کی (آگ ہے اور وہ پلٹنے

کی بری جگہ ہے)۔

ربط: پیچھے کچھ احکام کا ذکر ہوا تھا۔ ان میں آخری حکم کسی دوسرے کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے اجازت لینے کا تھا۔ متعلقہ احکام میں سے جو حکم باقی رہ گئے تھے آگے ان کو بیان کرتے ہیں۔

حکم 1: تمہارے آرام کے اوقات میں غلام اور بچے اجازت لے کر تمہارے پاس آئیں

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ
لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ
وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ
الْعِشَآءِ ؕ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ
بَعْدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ
اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۸﴾ وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ
الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذٰلِكَ
يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۹﴾

ترجمہ: اے ایمان والو چاہئے کہ اجازت لیں تم سے وہ لوگ جن کے مالک ہوئے تمہارے ہاتھ اور وہ جو نہیں پہنچے بلوغت کو تم میں سے تین بار۔ فجر کی نماز سے پہلے اور جب اتار رکھتے ہو اپنے کپڑے دوپہر میں اور عشاء کی نماز کے بعد۔ یہ تین وقت ہیں بدن کھلنے کے تمہارے لیے۔ نہیں ہے تم پر اور نہ ان پر کوئی گناہ ان تین وقتوں کے بعد۔ آنے جانے والے ہیں تم پر تمہارے بعض دیگر بعض پر۔ اسی طرح بیان کرتے ہیں اللہ تمہارے لیے آیات کو اور اللہ علم والا حکمت والا ہے۔ اور جب پہنچیں بچے تم میں سے بلوغت کو تو چاہیے کہ وہ اجازت لیں جیسا کہ اجازت لی انہوں نے جو ان سے پہلے تھے۔ اسی طرح کھول کر بیان کرتا ہے اللہ تمہارے لیے اپنی آیتوں کو اور اللہ علم والا حکمت والا ہے۔

تفسیر: (اے ایمان والو جو تمہارے غلام ہیں اور وہ بچے جو تم میں سے بلوغت کو نہیں پہنچے یہ)

تمہارے پاس آتے ہوئے تین وقتوں میں (تم سے اجازت لیں) ایک (نماز فجر سے پہلے) دوسرے (دوپہر کے وقت جب تم آرام کرنے کے لیے اپنے زائد کپڑے اتارتے ہو اور) تیسرے (نماز عشاء کے بعد) کہ یہ (تین اوقات بدن کھولنے کے ہیں) عشاء کی نماز کے بعد کا وقت اور نماز فجر سے پہلے کا وقت باہم متصل ہے اور اس میں عشا کی نماز کے بعد بقیہ پوری رات آ گئی۔ ان تین اوقات کو چھوڑ کر (باقی اوقات میں ان کے اجازت لیے بغیر آنے جانے میں نہ تم پر کوئی گناہ ہے اور نہ ان پر) کیونکہ ان کا تم پر آنا جانا رہتا ہی ہے اور تمہارا بھی ایک دوسرے کے پاس آنا جانا رہتا ہے۔ (اسی طرح اللہ تمہارے لیے آیتوں کو کھول کر بیان کرتے ہیں اور اللہ علم والے حکمت والے ہیں) ایسا حکم نہیں دیتے جس میں لوگوں کے لیے بہت تنگی ہو۔ (اور تم میں جو بچے ہیں جب وہ بلوغت کو پہنچ جائیں تو وہ بھی ایسے ہی اجازت لیں جیسا کہ اجازت لیتے رہے وہ لوگ جو ان سے پہلے) بالغ ہو چکے (ہیں۔ اسی طرح اللہ تمہارے لیے کھول کر بیان کرتے ہیں اپنی آیتوں کو اور اللہ علم والے) ہیں حکمت والے ہیں خوب جانتے ہیں کہ وہ کیا حکم دے رہے ہیں اور اس میں کیا کیا حکمتیں انہوں نے رکھی ہیں۔

حکم 2: بوڑھی عورتوں کے لیے پردہ کا حکم

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ
الّٰتِیْ لَا یَرْجُوْنَ نِکَاحًا فَلَیْسَ عَلَیْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ یَّضَعْنَ ثِیَابَهُنَّ
غَیْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِیْنَةٍ ؕ وَاَنْ یَّسْتَعْفِفْنَ خَیْرٌ لَّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ
عَلِیْمٌ ﴿۶۰﴾

ترجمہ: اور جو بیٹھی ہوئی ہیں عورتوں میں سے نہیں امید رکھتیں نکاح کی تو نہیں ہے ان پر گناہ کہ وہ اتار رکھیں اپنے کپڑے اس حال میں کہ وہ نہ ظاہر کرنے والی ہوں زینت کو۔ اور ان کا بچنا بہتر ہے ان کے لیے اور اللہ سننے والا علم والا ہے۔

تفسیر: (اور وہ بوڑھی عورتیں جو بیٹھی ہوئی ہیں) گھروں میں (تمہاری ان عورتوں میں سے جو توقع نہیں رکھتیں) بڑھاپے میں (نکاح کی تو ان عورتوں پر گناہ نہیں کہ وہ) گھر میں تھوڑے کپڑوں میں رہیں اور (اپنے زائد کپڑے اتار دیں اس حال میں کہ وہ اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں۔ اور اگر وہ اس سے بچیں اور پورے کپڑوں میں رہیں تو یہ ان کے لیے بہتر ہے) اور گھر سے باہر نکلتے ہوئے بھی زائد کپڑے) مثلاً برقع وغیرہ (اتار دیں تو کچھ گناہ نہیں بشرطیکہ اس زینت کا اظہار نہ ہو جس کو چھپانے کا حکم

آیت وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ میں دیا جا چکا ہے۔ یہ فتنہ کی روک تھام کے ظاہری انتظامات ہیں اور پردہ میں ہوتے ہوئے جوخرابیاں کی جائیں تو (اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والے جاننے والے ہیں)۔اسی کے موافق ہرایک سے معاملہ کرتے ہیں۔

حکم 3: معذور لوگ تندرستوں کے ساتھ مل کر کھانا کھا سکتے ہیں

لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ اَوْ صَدِيْقِكُمْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا

ترجمہ: نہیں ہے اندھے پر تنگی اور نہ ہے لنگڑے پر تنگی اور نہ ہے مریض پر تنگی اور نہ ہے تم پر تنگی اس میں کہ تم کھاؤ اپنے گھروں سے یا اپنے باپوں کے گھروں سے یا اپنی ماؤں کے گھروں سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا اس گھر سے کہ مالک بنے ہو اس کی چابیوں کے یا اپنے دوست کے گھر سے۔نہیں ہے تم پر گناہ اس بات میں کہ تم کھاؤ مل کر یا الگ الگ۔

تفسیر: دور جاہلیت میں معذور ومحتاج لوگ مالداروں اور تندرستوں کے ساتھ کھانے سے رکتے تھے کیونکہ انہیں یہ خیال ہوتا تھا کہ شاید ان لوگوں کو ہمارے ساتھ کھانا پسند نہ ہو یا کھانے کے دوران ہماری کوئی حرکت ان کو پسند نہ آئے۔ پھر کبھی ایسا ہوتا تھا کہ معذور ومحتاج کسی کے پاس گئے۔ وہ شخص خود استطاعت نہ رکھتا تھا لیکن بے تکلفی کا تعلق ہونے کی وجہ سے ان کو اپنے کسی عزیز کے گھر لے جاتا مثلاً ماموں، چچا، بھائی وغیرہ۔ اس پر ان معذور ومحتاج لوگوں کو خیال ہوتا تھا کہ ہم تو آئے تھے اس کے پاس یہ دوسروں کے پاس لے گیا ہے نہ جانے گھر والوں کو ان کا آنا اور کھانا پسند بھی ہے یا نہیں۔ ان تمام خیالات کی اصلاح اس آیت میں کر دی گئی۔

محتاج و معذور شخصوں کی مثال ہے اندھا، لنگڑا اور مریض۔ ان تین کو ذکر کر کے ہر قسم کے محتاج و معذور مراد لیے۔ فرمایا (نہیں ہے اندھے پر کچھ تنگی اور نہیں ہے لنگڑے پر کچھ تنگی اور نہیں ہے مریض پر کچھ تنگی اور نہیں ہے خود تم پر کچھ تنگی اس بات میں کہ تم کھاؤ اپنے گھروں سے یا اپنے باپوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا ان گھروں سے جن کی چابیوں کے تم مالک ہو) یعنی تمہارے استعمال میں دے دیا گیا ہو (یا اپنے دوست کے گھر سے۔ اور تم پر گناہ نہیں ہے اس میں کہ تم سب مل کر کھاؤ یا تم علیحدہ علیحدہ کھاؤ)۔

حکم 4: گھر والوں کو سلام کرنا

فَإِذَا دَخَلْتُم بُيُوتًا فَسَلِّمُوا عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِندِ
اللَّهِ مُبَارَكَةً طَيِّبَةً ۚ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿٦١﴾

ترجمہ: تو جب تم داخل ہونے لگو گھروں میں تو سلام کہو اپنے لوگوں کو نیک دعا جو اللہ کی طرف سے ہے بابرکت (اور) پاکیزہ۔ اسی طرح بیان کرتے ہیں اللہ تمہارے لیے اپنی آیتیں تاکہ تم سمجھو۔

تفسیر: (پھر جب تم) اپنے یا دوسروں کے (گھروں میں داخل ہو تو اپنے گھر والوں کو سلام کرو جو) ملاقات کے وقت کی (نیک دعا ہے جو اللہ کی جانب سے آئی ہے اور بابرکت و پاکیزہ ہے۔ اسی طرح اللہ کھول کر بیان کرتے ہیں اپنی آیتوں کو تاکہ تم ان کو خوب اچھی طرح سمجھ لو)۔

ربط: اوپر کچھ احکام ذکر ہوئے۔ آگے ان ایمان والوں کی تعریف ہے جو اللہ اور اس کے رسول کے احکام پر عمل کرتے ہیں۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَىٰ
أَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوا حَتَّىٰ يَسْتَأْذِنُوهُ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ
أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ۚ فَإِذَا اسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ
شَأْنِهِمْ فَأْذَن لِّمَن شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ
غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٦٢﴾

ترجمہ: مومن تو محض وہ لوگ ہیں جو ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور اس کے رسول پر۔ اور جب وہ رسول کے ساتھ ہوں کسی اجتماعی کام میں تو نہیں جاتے یہاں تک کہ وہ اجازت لے لیں رسول سے۔ بے شک جو لوگ اجازت لیتے ہیں تجھ سے وہی ہیں جو ایمان رکھتے ہیں اللہ اور اس کے رسول پر۔ تو جب وہ اجازت طلب کریں تجھ سے اپنے کسی کام کے لیے تو اجازت دے جس کو چاہے ان میں سے اور بخشش طلب کر ان کے لیے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحمت والا ہے۔

تفسیر: (مومن تو محض وہ لوگ ہیں جو) کامل اور صحیح معنی میں (اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں اور جب وہ رسول اللہ کے ساتھ ہوتے ہیں) کسی مجلس میں یا (کسی اجتماعی کام میں تو وہ) اس مجلس اور کام کو چھوڑ کر اپنے کسی ذاتی کام کی غرض سے (نہیں جاتے یہاں تک کہ وہ آپ سے اجازت لے لیں۔ بلاشبہ وہ لوگ جو آپ سے) اپنے کسی ذاتی کام کی وجہ سے جانے کی (اجازت طلب کرتے ہیں یہی لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر) حقیقتاً (ایمان رکھتے ہیں تو یہ جب اپنے کسی ذاتی کام کے لیے آپ سے اجازت مانگیں تو آپ) غور وفکر کر کے (ان میں سے جس کو چاہیں اجازت دے دیں۔) چونکہ اس اجازت پر عمل کرنے میں ظاہری صورت رسول اللہ ﷺ کی صحبت سے محرومی ہے (اور) دنیوی کام کو دینی کام پر مقدم کرنا نظر آتا ہے اس لیے (ان مخلص مومنوں کے لیے استغفار بھی کیجئے بلاشبہ اللہ بخشنے والا رحمت والا ہے)۔

ربط: آگے اللہ اور اس کے رسول کے احکام پر عمل نہ کرنے والوں کا ذکر ہے

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ؕ
قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ
عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾ اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰهِ
مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قَدْ يَعْلَمُ مَاۤ اَنْتُمْ عَلَيْهِ ؕ وَيَوْمَ يُرْجَعُوْنَ
اِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۶۴﴾

ترجمہ: مت کرو پکارنا رسول کو اپنے درمیان مثل پکارنے کے تمہارے ایک دوسرے کو۔ جانتا ہے اللہ ان لوگوں کو جو کھسک جاتے ہیں تم میں سے آنکھ بچا کر۔ سو ڈرنا

چاہئے ان لوگوں کو جو خلاف کرتے ہیں اس کے حکم کے کہ پہنچے ان کو کوئی فتنہ یا پہنچے ان کو عذاب دردناک۔ سنو اللہ کے لیے ہے جو کچھ ہے آسمانوں اور زمین میں۔ جانتا ہے وہ جس حال پر تم ہو۔ اور جس دن وہ لوٹائے جائیں گے اس کی طرف تو وہ خبر دے گا ان کو ان کے کئے کی اور اللہ ہر چیز کو جانتا ہے۔

تفسیر: رسول اللہ ﷺ کسی کو بلاتے تو اس پر حاضر ہونا فرض ہوتا تھا۔ اگر آپ کے بلانے پر حاضر نہ ہو تو آپ کی بد دعا سے بچنا چاہئے کیونکہ آپ کی دعا اور بد دعا معمولی انسانوں جیسی نہیں۔ غرض (مت کرو رسول کے بلانے کو آپس میں ایک دوسرے کے بلانے کی طرح) کہ چاہے حاضر ہو یا نہ ہو۔ اور رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں ہو تو وہاں سے بلا اجازت اٹھ کر نہ جائیں۔ مسلمان تو ان احکام کی پابندی کرتے ہیں البتہ اللہ جانتے ہیں کہ ان لوگوں کو یعنی منافقوں کو جن کے لیے مجلس نبوی میں بیٹھنا اور نصیحت سننا بڑا دشوار ہے (اور جو) موقع پا کر اور (آنکھ بچا کر تمہاری مجلس سے) بلا اجازت (کھسک جاتے ہیں) مثلاً کوئی مسلمان اجازت لے کر اٹھا تو یہ بھی اس کی آڑ میں ہو کر ساتھ چل پڑے۔ (ان لوگوں کو جو اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ڈرنا چاہئے کہ کہیں) ان کے دلوں میں کفر و نفاق کا (فتنہ) ہمیشہ کے لیے (جڑ نہ پکڑ لے) اور اسی طرح دنیا کی سخت آفت (یا) آخرت کے (دردناک عذاب میں مبتلا نہ ہو جائیں)۔ یہ تو ممکن ہے کہ مخلوق سے آنکھ بچا کر کوئی کام کر گزرو لیکن اس سے بھی (آگاہ رہو کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ سب اللہ کا ہے اس کی زمین و آسمان سے نکل کر نہیں بھاگ سکتے کیونکہ اس کو تو ذرے ذرے کا علم ہے اور ذرے ذرے پر اس کو قدرت ہے وہ اس حالت کو بھی جانتا ہے جس میں تم ہو اور جس دن سب انسان اللہ کی طرف لوٹائے جائیں گے تو وہ سب کو ان کے کیے ہوئے کی خبر دے گا اور) یہ اس کے لیے کچھ دشوار نہیں کیونکہ (اس کو ہر شے کا علم ہے)۔

سورہ فرقان

ربط: پچھلی سورت کا ایک مضمون توحید تھا اس سورت میں اسی مضمون کا تسلسل بھی ہے اور دیگر بنیادی ایمانیات یعنی رسالت اور معاد کے بیان کو بھی شامل کر لیا ہے۔

سُوْرَةُ الْفُرْقَانِ مَكِّيَّةٌ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ٧٧ رُكُوْعَاتُهَا ٦

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۝١
الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ
لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ۝٢
وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَ
لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً
وَّلَا نُشُوْرًا ۝٣

ترجمہ: بابرکت ہے وہ ذات جس نے اتارا فرقان اپنے بندے پر تا کہ وہ ہو جائے جہان والوں کے لیے ڈرانے والا۔ وہ کہ جس کے لیے بادشاہت ہے آسمانوں کی اور زمین کی اور نہیں اختیار کی اس نے اولاد اور نہیں ہے اس کے لیے کوئی شریک سلطنت میں اور پیدا کیا اس نے ہر چیز کو پھر مقرر کیا اس کا اندازہ۔ اور لوگوں نے بنا لیے اس کے علاوہ معبود جو پیدا نہیں کرتے کچھ بھی اور وہ خود پیدا کئے گئے ہیں۔ اور وہ (معبودان باطل) نہیں اختیار رکھتے اپنے لیے نقصان کا اور نہ نفع کا اور نہیں اختیار رکھتے موت کا اور نہ زندگی کا اور نہ جی اٹھنے کا۔

تفسیر: بڑی (بابرکت ہے اللہ کی ذات جس نے اتارا فرقان) یعنی قرآن پاک جو حق و باطل کے درمیان فیصلہ کن کتاب ہے (اپنے) کامل ترین (بندے پر) جن کا امتیازی لقب ان کی کمال عبودیت

کی وجہ سے عبداللہ یعنی اللہ کا بندہ پڑ گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ قرآن اپنے بندے پر اس لیے اتارا (تا کہ وہ) یعنی رسول اللہ ﷺ (تمام جہان والوں کے لیے) جو کہ تمام جن وانس ہیں صرف عرب کے امی نہیں۔ کفر و نافرمانی کے انجام بد سے (ڈرانے والے بن جائیں)۔ اس کی دوسری تفسیر یہ ہے ''تا کہ یہ قرآن سارے جہان کو کفر وعصیان کے برے انجام سے ڈرانے والا بن جائے''۔ اللہ کی ذات بڑی شان والی ہے کہ تنہا (اس کے لیے آسمانوں کی اور زمین کی سلطنت ہے اور) اس سلطنت کو بنانے اور چلانے میں نہ تو اس نے اولاد کو اختیار کیا اور نہ ہی (اس کا کوئی شریک ہے اور یہ حقیقت ہے کہ تنہا اس نے ہر شے کو پیدا کیا پھر (ہر اس) شے (کے) ظاہری و باطنی (اندازے مقرر کئے) جس کی وجہ سے ہر شے سے وہی خواص وافعال ظاہر ہوتے ہیں جن کے لیے وہ بنائی گئی ہے، اس سے بڑھ کر اس شے سے کوئی فعل صادر نہیں ہو سکتا اور جو خواص اس میں رکھے گئے ہیں یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ اس سے صادر نہ ہوں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عام عادت کے اعتبار سے ہے۔ البتہ اللہ تعالیٰ کی خاص عادت کے اعتبار سے کسی شے سے وہ خواص اور افعال بھی صادر ہو جاتے ہیں جن کے لیے وہ عام عادت کے اعتبار سے نہ بنائی گئی ہو اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کی خاص عادت کے اعتبار سے بعض اوقات کسی شے سے وہ خواص وافعال بھی صادر نہیں ہوتے جن کے لیے عام عادت کے اعتبار سے وہ بنائی گئی ہو۔ حیرت ہے کہ ایسے قادر مطلق اور مالک کل اور حکیم علی الاطلاق کی ہستی کو ناکافی سمجھ کر (ان کافروں نے اس کے علاوہ کچھ اور خدا بنا لیے ہیں) جو گویا اللہ کی حکومت میں حصہ دار ہیں (حالانکہ وہ کچھ بھی) یہاں تک کہ ایک ذرہ بھی (نہیں بناتے بلکہ وہ خود بنائے گئے ہیں اور وہ) کچھ کرنے کا اختیار نہیں رکھتے نہ خود اپنی ذات سے اور نہ ہی خدا کے دینے سے۔ غرض یہ من گھڑت خدا کسی کو ذرہ برابر نفع نقصان نہیں پہنچا سکتے ہیں بلکہ خود (اپنی ذات کے لیے) بھی ذرہ برابر (فائدہ حاصل کرنے یا نقصان سے محفوظ رہنے کی قدرت نہیں رکھتے) تو بڑے بڑے کاموں کی تو بطریق اولی قدرت نہ ہوگی (اور) اس وجہ سے (وہ) کسی کو (موت و حیات دینے کی اور جی اٹھنے کی قدرت نہیں رکھتے)۔ ایسی عاجز اور مجبور ہستیوں کو خدا کا شریک ٹھہرانا کس قدر حماقت اور بے حیائی ہے۔

ربط: اوپر قرآن کا فرقان ہونا اور رسول اللہ ﷺ پر اس کا نازل ہونا مذکور ہوا۔ آگے بتاتے ہیں کہ کافر قرآن کو اللہ کی طرف سے نازل شدہ کتاب نہیں مانتے اور اس پر دو قسم کے اعتراض کرتے ہیں۔ آگے اللہ تعالیٰ ان کے اعتراض نقل کر کے ان کے جواب دیتے ہیں۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ ۨ افْتَرٰىهُ

وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۚ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ۚ﴿۴﴾ وَ
قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّ
اَصِيْلًا ﴿۵﴾ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ
اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۶﴾

ترجمہ: اور کہا کافروں نے نہیں ہے یہ مگر جھوٹ۔ گھڑ لیا ہے اس نے اس کو۔ اور مدد کی ہے اس کی اس پر دوسرے لوگوں نے سو یہ آئے ہیں ظلم اور جھوٹ پر اور کہا کہ (یہ) کہانیاں ہیں پہلوں کی لکھ لیا ہے اس نے جن کو سو یہی املا کی جاتی ہیں اس پر صبح اور شام۔ تو کہہ نازل کیا اس کو اس ذات نے جو جانتی ہے چھپی ہوئی چیز آسمانوں میں اور زمین میں بلاشبہ وہ ہے بخشنے والا رحم کرنے والا۔

تفسیر: پہلا اعتراض اور اس کا جواب: کافر کہتے ہیں قرآن کو خدا کی کتاب کہنا (یہ ایک جھوٹ ہے جو محمد ﷺ نے گھڑ لیا ہے اور اس پر ان کی کچھ دوسرے لوگوں) یعنی یہودیوں (نے مدد کی ہے) اور اس جھوٹ کو خدا کی طرف منسوب کر دیا ہے (ان لوگوں نے نا انصاف اور جھوٹ کی بات کی ہے) کیونکہ اس سے بڑھ کر جھوٹ اور ظلم کیا ہوگا کہ ایسے معجز اور پر حکمت کلام کو جس کی عظمت و صداقت سورج سے زیادہ روشن ہے جھوٹ و افتراء کہا جائے۔ کیا چند یہودی غلاموں کی مدد سے ایسا کلام بنایا جا سکتا ہے جس کے مقابلے سے تمام دنیا کے فصیح و بلیغ عالم و دانشور بلکہ تمام جن و انس ہمیشہ کے لیے عاجز رہ جائیں اور جس کے علوم و معارف بڑے بڑے عالی دماغ عقلاء و حکماء کی آنکھوں کو خیرہ کر دیں۔

دوسرا اعتراض اور اس کا جواب

(اور کہتے ہیں کہ یہ پہلوں کی کہانیاں ہیں جن کو محمد ﷺ نے لکھ لیا ہے سو وہی ہیں جو صبح اور شام املا کی جاتی ہیں) یعنی لکھوائی جاتی ہیں۔ غرض بات ایک ہی ہے جو ہر دور کے اسلوب میں بیان کی جاتی ہے۔ اسلوب بدلنے سے مضمون تو نہیں بدل جاتا۔ اس کے جواب میں (آپ کہیے کہ) یہ کتاب خود بتا رہی ہے کہ یہ کسی انسان و بشر کا کلام نہیں ہے بلکہ یہ خدا کا کلام ہے جو اس نے حضرت محمد ﷺ پر (اتارا ہے) اور یہی بات سچ ہے کیونکہ اس کلام کی معجزانہ فصاحت و بلاغت، علوم و معارف، غیبی خبریں، احکام و قوانین اور مخفی اسرار و حکمتیں یہ سب باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ یہ کسی انسان اور بشر کا کلام نہیں بلکہ (اتارا

ہے اس کلام کو اس ذات نے) جو آسمانوں اور زمین میں ہر چھپے راز کو جانتی ہے)۔تو جو لوگ ایسی روشن حقیقت کے منکر ہیں ان کے اس جرم پر وہ فوری سزا کے مستحق ہیں لیکن چونکہ (اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے) اس لیے فوری گرفت نہیں کرتا مہلت دیتا ہے۔

ربط: کافر قرآن کا بھی انکار کرتے تھے اور رسول کا بھی جن پر قرآن نازل ہوا تھا۔آگے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کافروں کا اعتراض اور اس کا جواب ذکر کرتے ہیں۔

وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ
الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ۭ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ
مَعَهٗ نَذِيْرًا ۝ اَوْ يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا ۭ وَ
قَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۝ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا
لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ۝

ترجمہ: اور کافر کہتے ہیں کیا ہے اس رسول کو کہ کھاتا ہے کھانا اور چلتا ہے بازاروں میں۔کیوں نہیں نازل کیا گیا اس پر کوئی فرشتہ کہ ہوتا وہ اس (رسول) کے ساتھ ڈرانے والا یا ڈالا جاتا اس کے پاس خزانہ یا ہوتا اس کے لیے باغ کہ کھاتا اس میں سے اور کہا ظالموں نے کہ نہیں پیروی کرتے ہو تم مگر ایک مرد سحر زدہ کی۔دیکھ کیسی بتاتے ہیں مثالیں سو بہک گئے اب نہیں پا سکتے راہ کو۔

تفسیر: (اور کافر کہتے ہیں کہ کیا ہے اس رسول کو) ہماری طرح (کھانا کھاتا ہے اور) ہماری طرح خرید وفروخت کے لیے (بازاروں میں چلتا ہے) تو ہم میں اور اس میں کوئی فرق نہیں ہے۔اگر یہ واقعی رب العالمین کے رسول ہوتے تو دنیوی بادشاہوں کے سفیروں اور ایلچیوں کی بھی دنیوی شان ہوتی ہے ان کی تو اس سے کہیں زیادہ ہوتی۔لہٰذا ان کی شان بڑھانے کو (ان کی طرف کوئی فرشتہ کیوں نہیں اتارا گیا جو ان کے ساتھ ہو کر لوگوں کو) عذاب خداوندی سے (ڈراتا) اور لوگ اثر قبول کرتے، یہ کیا کہ کسمپرسی کی حالت میں اکیلے دعویٰ کرتے پھر رہے ہیں (یا) اگر فرشتے بھی ہمراہ نہ ہوں تو کم از کم (ان کی طرف آسمان سے) سونے چاندی کا غیبی (خزانہ ڈال دیا جاتا) اور یہ لوگوں کو اس خزانہ میں سے بے دریغ دے کر اپنی طرف کھینچ لیتے (یا) یہ بھی نہ ہوتا تو کسی معمولی رئیس اور زمیندار کی طرح

(ان کا) انگور و کھجور وغیرہ کا (ایک باغ ہوتا جس) سے دوسروں کو نہ دیتے تو کم از کم خود اس (میں سے یہ کھایا کرتے)۔ جب اتنا بھی نہیں ہے تو کس طرح یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ نے رسالت کے بڑے منصب کے لیے ان کو منتخب کیا ہے۔ (اور یہ ظالم) بے انصاف لوگ عام مسلمانوں سے (کہتے ہیں کہ تم ان کی پیروی کر کے محض ایک سحر زدہ شخص کی پیروی کرتے ہو) جس کی عقل کو کسی نے جادو کر کے مختل کر دیا ہے اور اس کی وجہ سے وہ بہکی بہکی باتیں کرتا ہے۔

آگے رسول اللہ ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے یہ فرماتے ہیں کہ (دیکھئے یہ) آپ پر (کیسی مثالیں) بتاتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ آپ کی باتیں محض اختراعی اور من گھڑت ہیں، کبھی کہتے ہیں کہ دوسروں سے سیکھ کر اپنے الفاظ میں ڈھال لی ہیں، کبھی آپ کو سحر زدہ کہتے ہیں، کبھی ساحر کبھی کاہن کبھی شاعر اور کبھی مجنون و پاگل کہتے ہیں۔ یہ بدلتے دعوے خود بتاتے ہیں کہ ان میں سے کوئی بات بھی آپ پر صادق نہیں آتی اس لیے کسی ایک بات پر قرار نہیں (یہ لوگ خود بہک گئے ہیں اور) ایک تو (یہ لوگ) آپ پر الزام لگانے کی (کوئی راہ نہیں پا سکتے اور دوسرے یہ کہ جو لوگ انبیاء کے بارے میں اس طرح کی گستاخیاں کر کے گمراہ ہوتے ہیں وہ ہدایت کی راہ نہیں پا سکتے۔

ربط: اوپر یہ بات گزری تھی کہ کافروں نے کہا اگر یہ رسول ہیں تو ان کے پاس کم از کم ایک باغ ہی ہوتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہمیں تو یہ قدرت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اس سے زائد بہت کچھ دے دیں۔ لیکن پھر بھی جو کافروں کے مطالبے پورے نہیں کئے جا رہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے یہ مطالبے حق کو قبول کرنے کی غرض سے نہیں ہیں کیونکہ اس کے لیے تو اور بہت سی علامات ہم ظاہر کر چکے ہیں بلکہ محض شرارت اور تنگ کرنے کی غرض سے ہیں جس کا سبب یہ ہے کہ انہیں شرارت کی سزا یعنی اس کے دن (قیامت) کا یقین نہیں۔

تَبٰرَكَ الَّذِيْٓ اِنْ
شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ
وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ﴿۱۰﴾ بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ ۚ وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ
بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا ﴿۱۱﴾ اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا
وَّزَفِيْرًا ﴿۱۲﴾ وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ﴿۱۳﴾

لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُورًا وَّاحِدًا وَّادْعُوا ثُبُورًا كَثِيرًا ﴿١٤﴾ قُلْ أَذٰلِكَ خَيْرٌ
أَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ ۚ كَانَتْ لَهُمْ جَزَاءً وَّمَصِيرًا ﴿١٥﴾
لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَاءُونَ خٰلِدِينَ ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْئُولًا ﴿١٦﴾
وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ فَيَقُولُ ءَأَنْتُمْ
أَضْلَلْتُمْ عِبَادِي هٰؤُلَاءِ أَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيلَ ﴿١٧﴾ قَالُوا سُبْحٰنَكَ
مَا كَانَ يَنْبَغِي لَنَا أَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُونِكَ مِنْ أَوْلِيَاءَ وَلٰكِنْ
مَّتَّعْتَهُمْ وَءَابَاءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ ۚ وَكَانُوا قَوْمًا بُورًا ﴿١٨﴾ فَقَدْ
كَذَّبُوكُمْ بِمَا تَقُولُونَ ۙ فَمَا تَسْتَطِيعُونَ صَرْفًا وَّلَا نَصْرًا ۚ وَمَنْ
يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيرًا ﴿١٩﴾

ترجمہ: بابرکت ہے وہ ذات جو اگر چاہے تو بنا دے تیرے لیے اس سے بہتر (یعنی) باغات بہتی ہوں جن کے نیچے نہریں اور بنا دے تیرے لیے محل۔ بلکہ جھٹلایا انہوں نے قیامت کو اور تیار کی ہے ہم نے اس کے لیے جو جھٹلائے قیامت کو، آگ۔ جب وہ دیکھے گی ان کو دور کی جگہ سے وہ سنیں گے اس کی جھنجھلاہٹ کو اور چلانے کو۔ اور جب وہ ڈالے جائیں گے اس (جہنم) کے اندر تنگ جگہ میں اس حال میں کہ بندھے ہوں گے ایک زنجیر میں) پکاریں گے اس جگہ موت کو۔ مت پکارو آج ایک موت کو اور پکارو بہت سی موتوں کو۔ تو کہہ آیا یہ خیر ہے یا وہ باغ ہمیشگی کا وعدہ دیے گئے ہیں جس کا متقی لوگ۔ وہ ہوگی ان کی جزا اور پھر جانے کی جگہ۔ ان کے لیے ہوگی (جنت میں جو وہ چاہیں گے ہمیشہ رہیں گے اس میں۔ ہے تیرے رب کے ذمے میں وعدہ سوال کیا ہوا (مانگا ہوا)۔ اور جس دن جمع کرے گا (اللہ) ان کو اور اُن کو جن کو یہ پوجتے تھے اللہ کے علاوہ تو (اللہ) کہے گا۔ کیا تم نے گمراہ کیا میرے بندوں کو یا وہ خود ہی راہ سے بھٹک گئے تھے۔ وہ (جواب میں) کہیں گے پاک ہے تو نہیں تھا مناسب ہمارے لیے کہ ہم بنائیں تیرے علاوہ کوئی دوست اور لیکن فائدہ پہنچایا تو نے ان کو اور ان کے باپ دادوں کو یہاں تک کہ یہ بھول گئے تیری یاد اور یہ تھے لوگ تباہ ہونے

والے۔ (اللہ کہے گا) انہوں نے جھٹلایا تم کو تمہاری بات میں تو نہیں طاقت رکھتے تھے تم لوٹانے کی اور نہ مدد کی اور جو کوئی بھی ظلم کرے تم میں سے ہم چکھائیں گے اس کو عذاب بڑا۔

تفسیر: (بڑی بابرکت ہے وہ ذات) جس کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں۔ (وہ اگر چاہے تو آپ کے لیے اس سے بہتر) اور ایک نہیں جس کا مطالبہ کافر کر رہے ہیں بلکہ بہت سے باغ بنا دے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں (اور) اس پر مزید (آپ کے لیے بہت سے محل بنا دے)۔ لیکن پھر بھی جو کافروں کے مطالبے پورے نہیں کئے جا رہے تو اس لیے کہ ان کو پورا کرنا اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف ہے اور ان کو حق وصداقت قبول کرنا منظور نہیں (بلکہ) محض شرارت اور تنگ کرنا مقصود ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ انہیں ابھی تک قیامت اور سزا و جزا پر یقین نہیں آیا اور (وہ قیامت کو جھٹلاتے ہیں اور جو لوگ قیامت کو جھٹلاتے ہیں ہم نے ان کے لیے) جہنم کی (آگ تیار کر رکھی ہے) اس میں ان کو ضرور رہنا پڑے گا۔ جہنم کی (آگ جب) محشر میں موجود (جہنمیوں کو دور کی جگہ سے دیکھے گی تو) جوش میں بھر جائے گی اور (یہ لوگ اس) آگ (کے جھنجھلانے کو اور چلانے کو) غضبناک آوازوں اور خوفناک پھٹکاروں کی صورت میں (سنیں گے)۔

(اور جب وہ ڈالے جائیں گے جہنم کے اندر ایک تنگ جگہ میں اس حال میں کہ وہ ایک زنجیر میں بندھے ہوئے ہوں گے) جہنم میں ہر مجرم کے لیے ایک خاص جگہ ہوگی جہاں سے وہ ہل نہ سکے گا اور ایک نوعیت کے کئی کئی مجرم ایک ساتھ زنجیر میں جکڑے ہوئے ہوں گے۔ اس وقت مصیبت سے گھبرا کر وہاں موت کو پکاریں گے) کہ کاش موت آ کر ہمارے ان مصائب کا خاتمہ کر دے۔ کہا جائے گا کہ (آج ایک موت مت مانگو اور بہت سی موتیں مانگو) کیونکہ ایسا نہیں ہوگا کہ ایک موت آئی اور بات ختم ہوئی بلکہ زندگی اور موت کا لامتناہی سلسلہ چلے گا۔ آپ کہئے کہ تم نے جھٹلانے والوں کا انجام سن لیا اب فیصلہ کر لو کہ (کیا یہ بہتر ہے یا وہ ہمیشہ کی جنت جس کا وعدہ خدا خوفی کرنے والوں کو دیا گیا ہے۔ وہ) جنت (ان کی جزا اور واپس لوٹنے کی جگہ ہوگی۔ ان کے لیے اس جنت میں جو وہ چاہیں گے ہوگا اور اس میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔ یہ وعدہ ہوگا آپ کے رب کے ذمہ مانگا ہوا)۔ اس کا معنی ہے پکا اور حتمی وعدہ جو اللہ نے محض اپنے فضل وعنایت سے اپنے ذمہ کر لیا ورنہ اللہ تعالیٰ پر کسی کی کچھ ذمہ داری نہیں ہوتی۔ (اور جس دن اللہ جمع کرے گا ان) مشرکوں (کو اور ان لوگوں کو جن کو مشرک اللہ کے علاوہ پوجتے تھے پھر اللہ تعالیٰ) پوجنے والوں کو سنا کر ان کے معبودوں سے (پوچھیں گے کہ کیا تم نے میرے بندوں کو) شرک کی اور اپنی پرستش کرانے کی ترغیب دی اور یوں میرے بندوں کو (گمراہ کیا یا یہ خود) اپنی حماقت، جہالت اور غفلت (سے گمراہ ہوئے)۔ اس کے جواب میں (وہ) معبود (کہیں گے آپ) شرک اور شریک ہونے سے (پاک ہیں۔ ہم کسی سے اپنی پرستش کیوں کراتے (ہمارے لیے تو یہ جائز ہی نہیں تھا کہ ہم

آپ کے علاوہ کسی اور کو) رفیق و (مددگار بناتے)۔ پھر جب ہم اپنے لیے آپ کے سوا کوئی سہارا نہیں رکھتے تھے تو دوسروں کو کیسے حکم دیتے کہ ہم کو اپنا معبود اور حاجت روا سمجھیں۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ بدبخت اپنی خراب استعداد سے خود ہی تباہ ہونے والے تھے اور ہلاکت ان کا مقدر بن چکی تھی۔ اور ان کی ہلاکت کا ظاہری سبب یہ بنا کہ (آپ نے ان کو اور ان کے باپ دادوں کو) دنیاوی (فائدے پہنچائے تو یہ لوگ) عیش و آرام میں پڑ کر اور غفلت کے نشہ میں چور ہو کر اس حد کو پہنچ گئے کہ (آپ کی یاد کو فراموش کر بیٹھے اور یہ ہوئے تباہ ہونے والے لوگ)۔ اس پر اللہ تعالیٰ مشرکوں سے فرمائیں گے کہ لو! جن کی امداد پر تم کو بڑا بھروسہ تھا خود (انہوں نے تم کو تمہارے کہے میں) یعنی دعوے میں (جھٹلا دیا ہے) اور تمہاری حرکتوں سے اعلانیہ بیزاری کا اظہار کر رہے ہیں۔ (تو اب تم نہ تو) عذاب الٰہی کو (پھیر سکتے ہو) نہ بات کو پلٹ سکتے ہو (اور نہ) ہی ایک دوسرے کی (مدد کر سکتے ہو)۔ جس کو جو سزا ملنی ہے اسی میں ہمیشہ پڑے رہو۔ (اور جو کوئی تم میں سے ظلم کرے) یعنی شرک کرے یا زیادتی کرے (تو ہم اس کو بڑے عذاب کا مزہ چکھائیں گے)۔

ربط: کافروں نے رسول اللہ ﷺ پر اعتراض کیا تھا کہ یہ تو ہم جیسے ہیں ہماری طرح کھاتے پیتے اور سوتے جاگتے ہیں۔ آگے اس کا جواب دیتے ہیں۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ۭ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ۭ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا ۝۲۰

ترجمہ: اور نہیں بھیجے ہم نے تجھ سے پہلے رسول مگر یہ کہ وہ کھاتے تھے کھانا اور چلتے تھے بازاروں میں۔ اور بنایا ہم نے تمہارے ایک کو دوسرے کے لیے آزمائش کہ (دیکھیں) کیا تم صبر کرتے ہو۔ اور ہے تیرا رب دیکھنے والا۔

تفسیر: (آپ سے پہلے دنیا میں جتنے پیغمبروں کو ہم نے بھیجا سب) آدمی تھے۔ آدمیوں کی طرح کھانا کھاتے) پیتے تھے (اور) معاشی ضروریات کے لیے (بازاروں میں) جاتے اور (چلتے پھرتے تھے)۔ ان کو فرشتہ بنا کر نہیں بھیجا جو کھانے پینے اور انسانی ضروریات سے مستغنی ہیں۔ (اور ہم نے تم میں سے ایک کو دوسرے کے لیے) امتحان و (آزمائش بنایا ہے) کافروں کا ایمان جانچنے کو اور یہ جانچنے کو کہ (کیا تم) پیغمبر کافروں کی طعن و تشنیع اور ایذا رسانی پر (صبر کرتے ہو) یا نہیں (اور آپ کا رب) کافروں کے کفر اور ان کی ایذا رسانی اور صبر کرنے والوں کے صبر سب کچھ کو (دیکھتا ہے)۔

ربط: اوپر کافروں کا یہ مطالبہ گزرا تھا کہ حضرت محمد ﷺ کے ساتھ کوئی فرشتہ بھیجا جاتا تا کہ ہم ایمان لانے پر مجبور ہو جاتے۔ یہی مطالبہ کچھ مختلف انداز سے بھی کیا جاتا تھا وہ یہ کہ ہم پر براہ راست فرشتے اتارے جاتے یا اللہ ہمیں اپنا دیدار کراتے۔ آگے اس مطالبہ کے بارے میں کچھ کلام فرماتے ہیں۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ
اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ؕ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ﴿۲۱﴾
يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ
حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿۲۲﴾ وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ
هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴿۲۳﴾ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ
مَقِيْلًا ﴿۲۴﴾

ترجمہ: اور کہا ان لوگوں نے جو نہ امید رکھتے تھے ہم سے ملنے کی کیوں نہ اتارے گئے ہم پر فرشتے یا ہم دیکھتے اپنے رب کو۔ بہت بڑا سمجھا انہوں نے (اپنے آپ کو) اپنے دلوں میں اور انہوں نے سرکشی کی سرکشی بڑی۔ جس دن یہ دیکھیں گے فرشتوں کو نہ ہوگی کچھ خوشخبری اس دن مجرموں کے لیے اور کہیں گے (کافر) پناہ ہے پناہ ہے اور ہم پہنچے اس کی طرف جو کیا انہوں نے کوئی عمل پھر کر ڈالا ہم نے اس کو خاک کے ذرات بکھرے ہوئے۔ جنت والوں (کے لیے) اس دن اچھا ٹھکانا اور بہترین جگہ ہوگی قیلولہ کرنے کی۔

تفسیر: (اور وہ لوگ جو امید نہیں رکھتے ہم سے ملنے کی) اور ہمارے روبرو حاضر ہو کر حساب کتاب دینے کی (وہ) سزا کے خوف سے بالکل بے فکر سخت قسم کی باتیں (کہہ دیتے ہیں) مثلاً یہ (کہ) اگر محمد ﷺ پر فرشتہ وحی لے کر آتا ہے تو اسی طرح (ہمارے اوپر فرشتے کیوں نازل نہیں کئے گئے) اور کچھ نہیں تو کم از کم فرشتے اتر کر حضرت محمد ﷺ کے دعوائے رسالت کی تصدیق ہی کرتے (یا) اللہ ہمارے سامنے ظاہر ہو جاتا اور (ہم) اپنی آنکھوں سے (اپنے رب کو دیکھتے اور ان کی تائید اور تصدیق کرنے کو اپنے کانوں سے سنتے۔ ان مطالبوں سے معلوم ہوتا ہے کہ (انہوں نے اپنے دلوں میں اپنے آپ کو بہت بڑا) اور اس لائق (سمجھ رکھا ہے) کہ ان پر فرشتے نازل ہوں اور خدا ان کو اپنا دیدار کرائے اور ان سے ہم کلام ہو اور یہ بڑی سرکشی میں مبتلا ہیں) جو اتنی جرأت دکھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو یہ جواب

ہے کہ اللہ کو دیکھنے کے لائق تو کیا ہوتے البتہ ایک دن وہ فرشتوں کو ضرور دیکھیں گے) اور وہ دن قیامت کا ہوگا (اس روز مجرموں) یعنی کافروں (کے لیے کوئی خوشخبری) اور خوشی کی بات (نہ ہوگی اور) فرشتوں کو جب عذاب کے سامان کے ساتھ آتا ہوا دیکھیں گے تو گھبرا کر (کہیں گے کہ پناہ ہے پناہ ہے)۔

(اور یہ مجرم) یعنی کافر کہتے ہیں کہ اللہ ہمیں اپنا دیدار کرائیں تو لو (ہم آ پہنچے ہیں ان اعمال کی طرف جو انہوں نے) اپنے زعم میں اچھے اور نیک سمجھ کر (کئے تھے) اور جن پر ان کو بڑا بھروسہ تھا (اور ہم ان کو ایسا کر دیں گے جیسے بکھرا ہوا غبار)۔

مجرم تو مذکورہ مصائب میں مبتلا ہوں گے اور وہ مسلمان جن کی یہ ہنسی اڑایا کرتے تھے وہ جنت میں ہوں گے (اور اس دن جنت والے بہترین ہوں گے ٹھکانے کے اعتبار سے بھی اور آرام کے اعتبار سے بھی)۔

ربط: اوپر بتایا تھا کہ کافروں کا اصل مرض قیامت کا انکار کرنا ہے لیکن قیامت کا وقوع تو قطعی اور یقینی ہے اس لیے اس کی کچھ تفصیل سن لو۔

وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا ﴿٢٥﴾
اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ ۨالْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ؕ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ﴿٢٦﴾
وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ
الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ﴿٢٧﴾ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ﴿٢٨﴾
لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ ؕ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ
خَذُوْلًا ﴿٢٩﴾

ترجمہ: اور جس دن پھٹ جائے گا آسمان بادل سے اور اتارے جائیں گے فرشتے لگاتار۔ بادشاہی اس دن حق ہوگی رحمٰن کے لیے اور ہوگا وہ دن کافروں پر مشکل۔ جس دن کاٹے گا ظالم اپنے ہاتھوں کو کہے گا اے کاش پکڑا ہوتا میں نے رسول کے ساتھ راستہ۔ ہائے ہلاکت۔ کاش نہ بنایا ہوتا میں نے فلاں کو دوست۔ اس نے بہکایا مجھ کو نصیحت سے اس کے بعد کہ وہ (نصیحت) آئی میرے پاس اور ہے شیطان انسان کو دغا دینے والا۔

تفسیر: اور جس دن آسمان پھٹ جائے گا تو اس کے بعد اوپر سے بادل کی طرح کی ایک چیز اترتی نظر آئے گی جس میں اللہ تعالیٰ کی ایک خاص تجلی ہوگی۔ اس کے ساتھ بے شمار فرشتوں کا ہجوم ہوگا

اور آسمانوں کے فرشتے اس روز لگاتار مقام محشر کی طرف اتارے جائیں گے (اور اس دن) ظاہری و باطنی اور صوری اور معنوی ہر اعتبار سے (سچی بادشاہی) صرف (رحمان کے لیے ہوگی اور) جب رحمٰن کی حکومت ہوئی تو اس کے پاس رحمت کے مستحق لوگوں کے لیے رحمت کی کیا کمی ہوگی۔ بے حساب رحمتوں سے نوازیں گے مگر لامحدود رحمت کے باوجود (کافروں کے لیے وہ دن سخت مشکل) اور مصیبت کا (ہوگا اور جس دن ظالم) گناہگار حسرت وندامت کی وجہ سے (اپنے ہاتھ کاٹے گا اور) افسوس سے (کہے گا کہ اے کاش میں نے رسول کے ساتھ راستہ پکڑا ہوتا) یعنی میں نے ان کی راہ کو اختیار کیا ہوتا۔ (ہائے) میری (ہلاکت۔ کاش کہ میں نے فلاں شخص کو اپنا دوست نہ بنایا ہوتا اس نے اس کے بعد کہ میرے پاس رسول کی نصیحت آ چکی تھی مجھے اس سے بھٹکایا) حالانکہ وہ میری ہدایت کے لیے کافی تھی (اور) امکان تھا کہ میرا دل اس کو قبول کر لیتا مگر اس بدبخت کی دوستی نے میرے دل کو اس کی طرف متوجہ نہ ہونے دیا (بلاشبہ شیطان انسان کو دغا دینے والا ہے) عین وقت پر دھوکا دیتا ہے۔

ربط: اوپر ذکر ہوا کہ قیامت کے دن مجرم لوگ اعتراف کریں گے کہ ان کے پاس رسول کی نصیحت آئی لیکن ان کے بدبخت دوستوں نے انہیں اس کو قبول کرنے سے روک دیا۔ رسول کی نصیحت کا بڑا حصہ قرآن پاک ہے۔ آگے بتاتے ہیں کہ مجرموں کے اس عمل کا کیا انجام ہوگا۔

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ
مَهْجُوْرًا ﴿٣٠﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ؕ وَ
كَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا ﴿٣١﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ
عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَ
رَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ﴿٣٢﴾ وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ
تَفْسِيْرًا ﴿٣٣﴾ اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلٰى جَهَنَّمَ ۙ اُولٰٓئِكَ
شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿٣٤﴾

ترجمہ: اور کہا رسول نے اے میرے رب بلاشبہ میری قوم نے کیا ہے اس قرآن کو متروک۔ اور اسی طرح ہم نے بنایا ہر نبی کے لیے دشمن مجرموں میں سے اور کافی ہے تیرا

رب بطور ہادی اور مددگار کے۔ اور کہا کافروں نے کیوں نہیں نازل کیا گیا اس پر قرآن اکٹھا ایک بار۔ اسی طرح (اتارا) تاکہ ہم ثابت رکھیں اس کے ذریعے تیرے دل کو اور پڑھ سنایا ہم نے اس کو ٹھہر ٹھہر کے۔ اور نہیں لاتے یہ تیرے پاس کوئی مثل مگر ہم لائے تیرے پاس حق کو اور زیادہ بہتر تفسیر کو۔ وہ لوگ جو اکٹھے کئے جائیں گے اپنے چہروں کے بل جہنم کی طرف یہی لوگ برے ہیں درجہ میں اور زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں راہ سے۔

تفسیر: جب کافر اپنی ضد پر اڑے رہے اور کسی طرح نصیحت پر توجہ نہ دی تب (رسول نے) بارگاہ الٰہی میں شکایت کی اور (کہا اے میرے رب میری قوم) نہیں سنتی اور اس (نے قرآن) جیسی عظیم الشان کتاب (کو) بے وقعت اور لایعنی سمجھ کر (متروک کر رکھا ہے)۔ جب قرآن پڑھا جاتا ہے تو میری قوم کے لوگ خوب شور مچاتے ہیں تاکہ کوئی بھی نہ اس کو سنے اور نہ سمجھے۔ اسی طرح ہم نے مجرموں یعنی کافروں میں سے نبی کے دشمن بنائے ہیں جو نبی کی بات ماننے میں رکاوٹیں ڈالتے ہیں اور لوگوں کو حق قبول کرنے سے روکتے ہیں۔ یہ لوگ روکتے رہیں آپ کا رب راہ ہدایت دکھانے اور آپ کی مدد کرنے کے لیے کافی ہے۔

اور کافروں کا ایک اور اعتراض یہ تھا کہ قرآن سارا کا سارا آپ پر ایک ہی دفعہ میں کیوں نہیں اتارا گیا۔ تیئس سالوں میں کہیں جا کر یہ پورا ہوا۔ اس سے تو یہ شبہ ہوتا ہے کہ یا تو (i) اللہ تعالیٰ کو سوچنا پڑتا تھا یا (ii) رسول اللہ ﷺ اس کو سوچ سوچ کر بناتے تھے۔

آگے اس کا جواب دیتے ہیں کہ یہ ضروری نہیں کہ تھوڑا تھوڑا کر کے اتارنا اسی وجہ سے ہو جو کافروں نے سمجھی ہے۔ اگر غور کیا جائے تو اس طرح نازل کرنے میں بہت سے فائدے ہیں:

(i) قران کو حفظ کرنا زیادہ آسان ہوا۔

(ii) قران پاک کو سمجھنے میں سہولت رہی۔

(iii) قرآن پاک پوری طرح منضبط ہوتا رہا اور لکھا جاتا رہا۔

(iv) ہر آیت کے جداگانہ شان نزول کو دیکھ کر اس کے صحیح مطلب کو متعین کرنے میں سہولت ملی۔

(v) آیتوں کے نزول میں جن مصلحتوں اور حکمتوں کی رعایت رکھی گئی تھی لوگ موقع بہ موقع ان پر مطلع ہوتے رہے۔

(vi) ہر ضرورت کے وقت اس کا جواب ملتے رہنے سے پیغمبر اور مسلمانوں کے قلوب تسکین پاتے رہے۔

کفار جب کوئی اعتراض قرآن پر یا کوئی مثال آپ ﷺ پر چسپاں کرتے تو قرآن اس کے جواب

میں ٹھیک ٹھیک بات بتا دیتا جس میں کسی قسم کا ہیر پھیر نہیں ہوتا بلکہ صاف، واضح اور معتدل بات ہوتی۔ البتہ جن لوگوں کی عقل ہی اوندھی ہو وہ سیدھی اور صاف بات کو بھی ٹیڑھی سمجھیں یہ الگ بات ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے چہروں کے بل جہنم میں اکٹھے کئے جائیں گے اور یہی لوگ برے درجہ میں ہیں اور راہ کے بھٹکے ہوئے ہیں۔

ربط: اوپر عقل کے اوندھے پن کا اور کج راہی اختیار کرنے والوں کا ذکر ہوا آگے ایسی چند اقوام کے انجام کو ذکر کرتے ہیں۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَ
جَعَلْنَا مَعَهٗۤ اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِيْرًا ۚ﴿۳۵﴾ فَقُلْنَا اذْهَبَاۤ اِلَى الْقَوْمِ الَّذِيْنَ
كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِيْرًا ؕ﴿۳۶﴾ وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا
الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ
عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۳۷﴾ وَّعَادًا وَّثَمُوْدَا۠ وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًا بَيْنَ
ذٰلِكَ كَثِيْرًا ﴿۳۸﴾ وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ ۫ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا ﴿۳۹﴾ وَ
لَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِيْۤ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ؕ اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا
يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا ﴿۴۰﴾

ترجمہ: اور دی ہم نے موسیٰ کو کتاب اور بنایا ہم نے اس کے ساتھ اس کے بھائی ہارون کو وزیر۔ پھر کہا ہم نے جاؤ تم دونوں ان لوگوں کی طرف جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو پھر اکھاڑ دیا ہم نے ان کو اکھاڑنا اور قوم نوح کو جب جھٹلایا انہوں نے رسولوں کو غرق کیا ہم نے ان کو اور بنایا ہم نے ان کو نشانی اور تیار کیا ہم نے ظالم لوگوں کے لیے عذاب درد ناک۔ اور عاد اور ثمود کو اور کنویں والوں کو اور (دیگر) بہت سی جماعتوں کو بیچ بیچ میں (ہلاک کیا ہم نے)۔ اور سب کے لیے بنائیں ہم نے مثالیں اور سب کو غارت کیا ہم نے غارت کرنا۔ اور یہ لوگ آئے ہیں اس بستی پر جس پر برسائی گئی بارش بری۔ کیا پس نہیں دیکھا انہوں نے اس کو بلکہ وہ نہ امید رکھتے تھے دوبارہ جی اٹھنے کی۔

تفسیر: (1) (اور ہم نے موسیٰ) علیہ السلام (کو کتاب) تورات (دی اور ان کے ساتھ ہم نے ان کے بھائی ہارون کو) نبوت دے کر (ان کا) یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا (وزیر بنایا۔ پھر ہم نے ان سے کہا کہ تم دونوں ان لوگوں کی طرف) یعنی فرعون اور اس کے پیروکاروں کی طرف (جاؤ جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو)۔ یہ آیتیں دو قسم کی تھیں ایک تکوینی یعنی اشیاء کی ایجاد وخلق سے متعلق آیتیں جو اللہ تعالیٰ کی توحید پر دلالت کرتی تھیں۔ اور دوسرے وہ بیانات جن پر سابقہ انبیاء کا اتفاق تھا اور جن کا چرچا پہلے سے چلا آتا تھا۔ ان آیتوں کو جھٹلا کر فرعون خدائی کا دعوی کرنے لگا..... پھر ہم نے فرعون اور فرعونیوں کو اکھاڑ کر رکھ دیا۔

(2) (اور) یاد کرو (نوح) علیہ السلام (کی قوم کو جب قوم والوں نے) سب (رسولوں کو جھٹلایا) اور ضابطہ ہے کہ ایک رسول کو جھٹلانا سب رسولوں کو جھٹلانے کے برابر ہے (تو ہم نے ان کو) پانی کے طوفان میں (غرق کیا اور ہم نے ان کو) بعد کے (لوگوں کے لیے) عبرت کی (نشانی بنا دیا اور ہم نے ایسے ظالم لوگوں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور) یاد کرو قوم (عاد اور) قوم (ثمود کو اور کنویں والوں کو) جنہوں نے اپنے رسول کو کنویں میں بند کر دیا تھا (اور بیچ بیچ میں ہم نے بہت سی قوموں کو ہلاک و برباد کیا اور سب کو کہہ سنائیں ہم نے مثالیں اور اس طرح پہلے ہم نے سب کو اچھی طرح سمجھایا (اور) جب کسی طرح نہ مانے (تو ہم نے سب کو مکمل طور پر غارت کر دیا)۔ اور (یہ لوگ) اپنے شام کے سفر میں قوم لوط کی اس بستی پر آتے ہیں جس پر پتھروں کی (بری بارش برسائی گئی۔ پھر کیا وہ اس بستی کو دیکھتے نہیں رہتے) پھر بھی عبرت نہیں پکڑتے کہ کفر وتکذیب کو چھوڑ دیں جس کی وجہ سے قوم لوط کو سزا ہوئی۔ تو عبرت نہ پکڑنے کی یہ وجہ نہیں کہ وہ اس بستی کو دیکھتے نہ ہوں (بلکہ) اصل وجہ یہ ہے کہ (وہ) آخرت کے منکر ہیں اور (دوبارہ جی اٹھنے کی توقع نہیں رکھتے تھے)۔

ربط: عذاب سے تباہ شدہ بستی کے کھنڈرات کو دیکھنے کے باوجود کافر عبرت نہیں پکڑتے اور اپنی طرف بھیجے ہوئے رسول کو مذاق بنا لیا ہے۔

وَاِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ
اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا ﴿۴۱﴾ اِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ
اٰلِهَتِنَا لَوْلَاۤ اَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا ؕ وَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ حِيْنَ يَرَوْنَ
الْعَذَابَ مَنْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۴۲﴾ اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ

اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ﴿۴۳﴾ اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ
اَوْ يَعْقِلُوْنَ ؕ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۴۴﴾

ترجمہ: اور جب دیکھتے ہیں تجھ کو تو نہیں بناتے تجھ کو مگر ٹھٹھا۔ کیا یہی وہ ہے جس کو بھیجا اللہ نے بطور رسول۔ یہ قریب تھا کہ پھسلا دیتا ہم کو ہمارے معبودوں سے اگر نہ جمے رہتے ہم ان پر۔ اور جان لیں گے جب دیکھیں گے عذاب کہ کون ہے زیادہ پھسلا ہوا راہ سے۔ کیا دیکھا تو نے اس شخص کو جس نے بنایا اپنا معبود اپنی خواہش کو۔ کیا پھر تو ہوسکتا ہے اس پر ذمہ دار یا تو خیال کرتا ہے کہ ان کے اکثر سنتے ہیں یا سمجھتے ہیں۔ نہیں ہیں یہ مگر چوپایوں کی مانند بلکہ یہ زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں راہ سے۔

تفسیر: قوم لوط کی بستی کے کھنڈرات کو دیکھنے کے باوجود ان منکرین نے عبرت نہ پکڑی کیونکہ ان کے دلوں میں نہ تو کچھ خدا خوفی ہے اور نہ آخرت کی فکر ہے۔ اس صورتحال میں (جب یہ آپ کو دیکھتے ہیں تو آپ کو) مذاق اور (ٹھٹھا بنا لیتے ہیں اور) تمسخر کرتے ہوئے (کہتے ہیں کہ یہ وہی حضرت ہیں جن کو اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے)۔ ان کی حیثیت تو کچھ بھی نہیں ہے، نہ مال و دولت ہے اور نہ عہدہ ہے لیکن دونوں جہانوں میں سب سے بڑے منصب کے دعویدار ہیں۔ بھلا ان دونوں کا کیا جوڑ۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ان کی تقریر جادو کا اثر رکھتی ہے اور زور تقریر سے ایسا رنگ جمایا کہ بڑے بڑوں کے قدم پھسل گئے ہوتے اور (قریب تھا کہ یہ ہم کو ہمارے معبودوں سے پھسلا دیتے اگر ہم اپنے (ان) معبودوں (پر جمے نہ رہتے)۔

ان کے تمسخر کا جواب یہ ہے:

(i) (جب یہ عذاب الٰہی کو) اپنی آنکھوں سے (دیکھیں گے تو جان لیں گے کہ راہ حق سے کون زیادہ بھٹکا ہوا ہے)۔

(ii) یہ اپنے معبودوں پر پکے نہیں ہیں بلکہ انہوں نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے)۔ جو بات خواہش نفس کے موافق ہوئی اس کو لے لیا اور جو مخالف ہوئی اس کو رد کر دیا۔ آج ایک پتھر اچھا معلوم ہوا اسے پوجنے لگے۔ کل دوسرا اس سے زیادہ خوبصورت مل گیا تو پہلے کو چھوڑ کر اس دوسرے کے آگے سر جھکا دیا۔

تو (کیا ایسے شخص) کو ہدایت پر لانے (کے آپ ذمہ دار بن سکتے ہیں یا آپ خیال کرتے ہیں کہ ان) منکرین (میں سے بہت سے سنتے ہیں یا سمجھتے ہیں)۔ حقیقت میں ایسا نہیں ہے بلکہ (یہ) تو (چوپایوں

کی مانند ہیں) کہ ان کو کیسی ہی اور کتنی ہی نصیحتیں سنائیے ان کو انہیں سننے اور سمجھنے سے کچھ واسطہ نہیں ہے (بلکہ یہ) تو (ان) چوپایوں (سے بھی زیادہ راستہ بھٹکے ہوئے ہیں) کیونکہ چوپائے تو بہرحال اپنے پرورش کرنے والے مالک کے سامنے گردن جھکا دیتے ہیں، اپنے محسن کو پہچانتے ہیں نفع ونقصان دینے والوں کی کچھ شناخت رکھتے ہیں کھلا چھوڑ دو تو اپنی چراگاہ اور پانی پینے کی جگہ پہنچ جاتے ہیں۔ اس کے برعکس ان کافروں کا حال یہ ہے کہ انہوں نے نہ اپنے خالق و رازق کا حق پہچانا نہ اس کے احسانوں کو سمجھا، نہ بھلے برے کی تمیز کی، نہ دوست دشمن میں فرق کیا، نہ غذائے روحانی اور چشمہ ہدایت کی طرف قدم اٹھایا اور نہ ہی خدا تعالیٰ کی دی ہوئی قوتوں سے کام لیا بلکہ ان کو بے موقع یعنی راہ حق سے ہٹ کر استعمال کیا۔

ربط: اوپر ذکر ہوا کہ کافروں نے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قوتوں مثلاً عقل اور فہم سے کام نہ لیا۔ اگر ان سے کام لیتے تو اس کائنات میں بے شمار نشانیاں موجود ہیں جو نہایت واضح طور پر اللہ تعالیٰ کی توحید تنزیہ اور اصول دین کی صداقت وحقانیت کی طرف رہبری کرتی ہیں جن میں سے بعض نشانیوں کا ذکر آگے آیات میں کیا گیا ہے۔

الٓمّٓ

تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ۚ ثُمَّ جَعَلْنَا
الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا ﴿۴۵﴾ ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا ﴿۴۶﴾ وَهُوَ
الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاسًا وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ
نُشُوْرًا ﴿۴۷﴾ وَهُوَ الَّذِىْۤ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَىْ رَحْمَتِهٖ ۚ
وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا ﴿۴۸﴾ لِّنُحْيِۦَ بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا وَّنُسْقِيَهٗ
مِمَّا خَلَقْنَاۤ اَنْعَامًا وَّاَنَاسِىَّ كَثِيْرًا ﴿۴۹﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَيْنَهُمْ
لِيَذَّكَّرُوْا ۖ فَاَبٰۤى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۵۰﴾ وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِىْ
كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيْرًا ﴿۵۱﴾ فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ﴿۵۲﴾
وَهُوَ الَّذِىْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۚ

وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿۵۳﴾ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ
الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا ؕ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا ﴿۵۴﴾

ترجمہ: کیا نہیں دیکھا تو نے اپنے رب کو کیسے پھیلایا اس نے سایہ کو۔ اور اگر چاہتا تو کر دیتا اس کو ٹھہرا ہوا۔ پھر بنایا ہم نے سورج کو اس (سایہ) پر علامت پھر سمیٹ لیا ہم نے اس کو اپنی طرف سمیٹنا آہستہ آہستہ۔ اور وہی ہے جس نے بنایا تمہارے لیے رات کو لباس اور نیند کو آرام اور بنایا دن کو جی اٹھنا۔ اور وہی ہے جس نے بھیجی ہوائیں خوشخبری کے طور پر پہلے اپنی رحمت سے اور اتارا ہم نے آسمان سے پانی طہارت دینے والا۔ تاکہ ہم زندہ کریں اس پانی سے مردہ زمین کو اور (تاکہ) ہم پلائیں اس کو ان میں سے جن کو پیدا کیا ہم نے چوپایوں کو اور انسانوں کو بہت سوں کو۔ اور تقسیم کیا ہم نے اس (پانی) کو ان (لوگوں) کے درمیان تاکہ وہ غور کریں سو انکار کیا بہت سے لوگوں نے مگر ناشکری کا۔ اور اگر ہم چاہتے تو ہم بھیجتے ہر بستی میں ڈرانے والا تو مت اطاعت کر کافروں کی اور قرآن کو ساتھ لے کر جہاد کر ان سے بڑا جہاد۔ اور وہی ہے جس نے ملایا دو دریاؤں کو، یہ میٹھا ہے پیاس بجھانے والا اور یہ نمکین ہے کڑوا۔ اور کیا اس نے دونوں کے درمیان پردہ اور آڑ روکی ہوئی۔ اور وہی ہے جس نے پیدا کیا پانی سے آدمی کو پھر بنایا اس کو نسب اور سسرال والا اور ہے تیرا رب قدرت والا۔

تفسیر:

(1) سایہ کا پھیلنا اور سکڑنا

(کیا آپ نے اپنے رب کی طرف نہیں دیکھا کہ اس نے) صبح ہونے سے لے کر سورج نکلنے تک سب جگہ سایہ کی کیفیت قائم کی اور (سایہ کو پھیلایا۔ اور اگر اللہ چاہتا تو) سورج کو نکلنے نہ دیتا اور (اسی سایہ کو) قائم اور (ٹھہرا ہوا کر دیتا۔ مگر اس نے اپنی قدرت سے سورج نکالا جس سے دھوپ پھیلنی شروع ہوئی اور سایہ بتدریج ایک طرف کو سمٹنے لگا (پھر) اگر دھوپ نہ آتی تو سایہ کو ہم سمجھ بھی نہ سکتے۔ (دھوپ کو ہم نے سایہ) کے وجود (پر دلیل) اور علامت (بنا دیا۔ پھر) زوال کے بعد (ہم دھوپ کو آہستہ آہستہ سمیٹ لیتے ہیں) اور سایہ لمبا ہوتے ہوتے سورج غروب ہونے پر دوبارہ مکمل سایہ ہو جاتا ہے۔

(2) دن اور رات کے فائدے

(اور وہی) اللہ (ہے جس نے تمہارے لیے رات) کی تاریکی (کو چادر بنا دیا اور نیند کو آرام بنا

دیا) تا کہ لوگ اپنے کاروبار چھوڑ کر آرام کریں (اور دن کو جی اٹھنے کے لیے بنایا) تا کہ اٹھ کر چلیں پھریں اور کاروبار میں لگیں۔

(3) ہوا اور بارش کا نظام

(اور وہی) اللہ (ہے جس نے اپنی رحمت) یعنی بارش (سے پہلے ہواؤں کو) بارش کی (خوشخبری کے طور پر بھیجا اور) پھر (ہم نے آسمان سے پاک صاف کرنے والا پانی اتارا تا کہ اس سے ہم مردہ زمین کو زندہ کر دیں) پھر ایسے ہی ہوتا ہے کہ پانی پڑتے ہی مردہ زمین میں جان پڑ جاتی ہے اور جہاں خاک اڑ رہی تھی وہاں سبزہ زار بن جاتا ہے اور تا کہ اپنی پیدا کی ہوئی مخلوق میں سے کتنے ہی چوپایوں اور انسانوں کو پہلے وہ پانی پلا کر سیراب کریں۔اور ہم اس پانی کو مصلحت اور حکمت کے مطابق لوگوں کے درمیان تقسیم کرتے ہیں کسی کو کم کسی کو زیادہ تا کہ لوگ سمجھیں کہ اس کی تقسیم کسی قادر مختار اور حکیم کے ہاتھ میں ہے لیکن بہت سے لوگ پھر بھی نہیں سمجھتے اور ہماری نعمت کی ناشکری کرتے ہیں۔

توحید کی حقانیت کے بیان کے درمیان بتاتے ہیں کہ جیسے ہمیں مذکورہ چیزوں پر قدرت و اختیار ہے اسی طرح ہمیں اس پر بھی قدرت ہے کہ (اگر ہم چاہیں تو ہر بستی میں ایک علیحدہ ڈرانے والا نبی بھیج دیں مگر ہمیں یہی منظور ہوا کہ آخر میں سارے جہاں کے لیے ایک رسول محمد ﷺ مقرر کریں۔ سو آپ کافروں کی طعن و تشنیع اور احمقانہ نکتہ چینیوں کی طرف توجہ نہ کریں اور کافروں کی اطاعت نہ کیجئے اور اس کے بجائے قرآن) ہاتھ میں (لے کر ان کا زور شور کے ساتھ مقابلہ کرتے رہیں اللہ تعالیٰ آپ کو کامیاب کرنے والا ہے۔

(4) دو مختلف دریاؤں کا ساتھ چلنا

(اور وہی ہے جس نے دو دریاؤں کو ساتھ ملے ہوئے چلایا۔ یہ میٹھا اور پیاس بجھانے والا ہے اور یہ دوسرا نمکین ہے کڑوا) لیکن اس نے ان کو ایک دوسرے میں گھسنے نہیں دیا بلکہ (اس نے) اپنے حکم سے (دونوں کے درمیان ایک پردہ اور آڑ بنا رکھی ہے) اس لیے وہ اپنی صفات میں بھی خلط ملط نہیں ہوتے۔

(5) انسان کو پانی سے پیدا کیا

(اور وہی ہے جس نے) اپنی کامل قدرت سے (پانی سے) یعنی منی کے کرم سے عاقل و کامل (آدمی بنا دیا۔ پھر) اللہ نے (اس کے لیے نسب اور سسرال مقرر کیا) یعنی آگے اس سے نسلیں چلائیں اور دامادی اور سسرال کے تعلقات قائم کیے۔ ایک ناچیز کرم کو کیا سے کیا کر دیا اور کہاں سے کہاں پہنچا دیا (اور آپ کا رب) یہ سب کچھ بنانے پر پوری طرح (قادر ہے)۔

ربط: توحید کی نشانیاں گنانے کے بعد توقع تھی کہ منکرین توحید کو اختیار کرتے لیکن وہ اللہ کو چھوڑ

کرمخلوق کی عبادت پر ہی جمے رہے۔

وَيَعْبُدُوْنَ
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ ۗ وَكَانَ الْكَافِرُ عَلٰى رَبِّهٖ
ظَهِيْرًا ﴿۵۵﴾ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۵۶﴾ قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ
مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۵۷﴾ وَتَوَكَّلْ عَلَى
الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ۗ وَكَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ
خَبِيْرًا ﴿۵۸﴾ ۚۖ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ
ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ الرَّحْمٰنُ فَسْـَٔلْ بِهٖ خَبِيْرًا ﴿۵۹﴾ وَاِذَا قِيْلَ
لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ ۗ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَ
زَادَهُمْ نُفُوْرًا ﴿۶۰﴾ ۩ تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ
فِيْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا ﴿۶۱﴾ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً
لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ﴿۶۲﴾

ترجمہ: اور وہ عبادت کرتے ہیں اللہ کے علاوہ ایسے کی جو نہ نفع دیتا ہے ان کو اور نہ نقصان دیتا ہے ان کو اور ہے کافر اپنے رب پر پیٹھ پھیرنے والا۔ اور نہیں بھیجا ہم نے تجھ کو مگر خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا۔ تو کہہ نہیں میں سوال کرتا تم سے اس پر کچھ اجرت کا مگر جو کوئی چاہے کہ پکڑے اپنے رب کی طرف راستہ۔ اور بھروسہ کر اس زندہ پر جو نہیں مرتا اور تسبیح کر اس کی حمد کے ساتھ اور کافی ہے اپنے بندوں کے گناہوں پر خبردار۔ جس نے بنایا آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے چھ دنوں میں پھر قائم ہوا عرش پر۔ وہ بڑی رحمت والا ہے تو تو پوچھ اس کے بارے میں باخبر سے۔ اور جب کہا جاتا ہے ان سے سجدہ کرو رحمان کو تو کہتے ہیں رحمان کیا ہے؟ کیا ہم سجدہ کریں جس کا تو ہمیں حکم کرے اور

بڑھا دیا اللہ نے ان کو بدکنے میں۔ بابرکت ہے وہ جس نے بنائے آسمان میں برج اور بنائے اس میں چراغ (سورج) اور چاند روشنی کرنے والا۔ اور وہی ہے جس نے بنائے رات اور دن آگے پیچھے اس شخص کے واسطے جو چاہے نصیحت حاصل کرنا یا جو چاہے شکر ادا کرنا۔

تفسیر: ایک حقیر سے کرم کو اللہ تعالیٰ نے عاقل و کامل آدمی بنا دیا اور اس کو اپنی بہت سی نعمتوں سے نوازا اور اس کی ضرورتیں پوری کیں لیکن بہت سے انسان تھوڑی ہی مدت میں اپنی اصل کو اور خدا تعالیٰ کو بھول گئے۔ (اور اللہ کو چھوڑ کر ایسے کی عبادت کرنے لگے جو نہ ان کو نفع دے سکے اور نہ ہی ان کا نقصان کر سکے اور کافر تو اپنے رب سے) منہ موڑتا ہے اور (پشت پھیرتا ہے) اور شیطان کی فوج میں جا ملتا ہے تاکہ شیطان کے مشن میں لگ کر لوگوں کو راہ حق سے ہٹا کر گمراہی میں داخل کرے۔ خیر کافر تو جو چاہیں کریں (ہم نے آپ کو اس لیے بھیجا ہے کہ آپ) خدا تعالیٰ سے وفاداری پر (بشارتیں سنائیں اور) اللہ تعالیٰ سے غداری پر برے انجام سے (ڈرائیں) آگے کوئی مانے یا نہ مانے آپ کا کچھ نقصان نہیں۔ ان کے ماننے میں ایک رکاوٹ یہ ہوسکتی ہے کہ آپ ان سے مالی فیس اور اجرت طلب کرتے ہوں اور وہ یہ دینے پر تیار نہ ہوں تو (آپ) کھل کر (بتا دیجئے کہ میں تمہارے ماننے پر تم سے اجرت) اور فیس نہیں مانگتا (مگر) میں تو صرف اتنا چاہتا ہوں کہ (جو کوئی چاہے) خدا کی توفیق پا کر (اپنے رب کا رستہ پکڑے)۔

(اور آپ اس زندہ) ذات (پر بھروسہ رکھئے):

(i) (جس کو موت نہیں آتی اور اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجئے) اور دعوت و تبلیغ کا اپنا فریضہ ادا کرتے رہئے۔ رہے کافروں کے عمل تو (اللہ) تعالیٰ (اپنے بندوں کے گناہوں کے لیے کافی ہے) اور ان پر خبردار ہے وہ ان سے خود نمٹ لے گا۔ اور

(ii) (جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان سب کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر اس نے عرش پر قرار پکڑا)۔ اور اللہ کی شانوں اور رحمتوں کا کیا پوچھنا، رحمت سے (وہ رحمان ہے اور اس) کی رحمتوں کے بارے میں کسی باخبر سے پوچھو)۔ ان جاہلوں سے کیا پوچھتے ہو۔ (اور) ان کی تو خود یہ حالت ہے کہ (جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رحمان کو سجدہ کرو تو کہتے ہیں کہ رحمان کون ہے) جس کو سجدہ کرنے کو تم کہتے ہو (کیا) محض (تم جس کو کہو ہم اس کو سجدہ کریں) اور اس کی عبادت کریں (اور اللہ تعالیٰ نے) ان کی ایسی باتوں سے (ان کو) حق سے (بدکنے میں بڑھا دیا)۔

(iii) بابرکت ہے وہ ذات جس نے آسمان میں برج بنائے) جو آسمانی قلعے ہیں جن میں فرشتے پہرہ دیتے ہیں یا جو خود بڑے بڑے ستارے ہیں (اور بنایا آسمان میں چراغ) یعنی سورج (اور روشن چاند)۔

(iv) (اور وہی ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے آگے پیچھے بنایا تاکہ جو چاہے اس سے

نصیحت پکڑے یا جو چاہے اپنے رب کا شکر کرے)۔

ربط: اوپر اللہ تعالیٰ نے اپنی کچھ قدرتوں اور کچھ شانوں کا ذکر کیا اور کہا کہ جو چاہے نصیحت پکڑے اور شکر کرے چنانچہ رحمان کے مخلص بندے ایسا ہی کرتے ہیں جن کا ذکر آگے آتا ہے۔

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ
يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا
سَلٰمًا ﴿٦٣﴾ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ﴿٦٤﴾ وَالَّذِيْنَ
يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ
غَرَامًا ﴿٦٥﴾ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿٦٦﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا
لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴿٦٧﴾ وَالَّذِيْنَ
لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ
اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴿٦٨﴾ يُّضٰعَفْ
لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ﴿٦٩﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ
وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ۗ
وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٧٠﴾ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ
اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ﴿٧١﴾ وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ
مَرُّوْا كِرَامًا ﴿٧٢﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا
صُمًّا وَّعُمْيَانًا ﴿٧٣﴾ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا
وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ﴿٧٤﴾ اُولٰٓئِكَ
يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ﴿٧٥﴾

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿۷۶﴾

ترجمہ: اور رحمان کے بندے وہ ہیں جو چلتے ہیں زمین پر نرمی سے اور جب بات کرتے ہیں ان سے جاہل لوگ تو کہتے ہیں سلام ہو، اور جو رات گزارتے ہیں اپنے رب کے لیے سجدہ کرتے ہوئے اور قیام کرتے ہوئے اور جو درخواست کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب پھیر دیجئے ہم سے عذاب جہنم کو۔ بے شک عذاب ہے اس کا چمٹنے والا۔ بلاشبہ وہ ہے بری جگہ ٹھہرنے کی اور رہنے کی۔ اور جو جب خرچ کریں تو نہ اسراف کرتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں اور ہے ان کے درمیان سیدھی راہ۔ اور جو نہیں پکارتے اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو اور نہیں قتل کرتے اس جان کو جس کو حرام کیا اللہ نے مگر حق کے ساتھ اور نہ زنا کرتے ہیں اور جو کوئی ایسا کرے گا وہ ملے گا گناہ کو۔ دوگنا کیا جائے گا اس کے لیے عذاب قیامت کے دن اور ہمیشہ رہے گا اس میں ذلیل ہو کر مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور عمل کیے نیک تو یہ لوگ ہیں کہ بدل دیں گے اللہ ان کی برائیوں کو بھلائیوں سے اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان۔ اور جس نے توبہ کی اور کیا نیک عمل تو بلاشبہ وہ واپس لوٹتا ہے اللہ کی طرف واپس لوٹنا۔ اور جو حاضر نہیں ہوتے جھوٹی بات پر اور جب گزرتے ہیں لغو بات پر تو گزر جاتے ہیں بزرگانہ طریقے پر۔ اور جو جب سمجھائے جاتے ہیں باتیں اپنے رب کی تو نہیں گرتے ان پر بہرے اور اندھے ہو کر۔ اور جو دعا کرتے ہوئے کہتے ہیں اے ہمارے رب عطا کر ہم کو ہماری بیویوں سے اور ہماری اولادوں سے آنکھوں کی ٹھنڈک اور بنا ہم کو متقیوں کا امام۔ ان لوگوں کو جزا میں دیے جائیں گے بالاخانے بوجہ ان کے صبر کرنے کے اور ملاقات کئے جائیں گے دعا اور سلام کہتے ہوئے۔ ہمیشہ رہیں گے ان میں۔ اچھی جگہیں ہیں وہ ٹھہرنے کی اور رہنے کی۔

تفسیر: جو لوگ اللہ کی نصیحت کو قبول کرتے ہیں اور اس کا شکر ادا کرتے ہیں وہ (رحمان) جو اللہ کے صفاتی ناموں میں سے ہے (کے) مخلص (بندوں میں سے ہیں) جن کی مزید خصوصیات یہ ہیں:

1- (جو) مشرکوں کی طرح رحمان کا نام سن کر جز بز نہیں ہوتے بلکہ اپنے ہر قول و عمل سے بندگی کا اظہار کرتے ہیں اور (زمین پر نرمی) یعنی عاجزی (کے ساتھ چلتے ہیں خواہ رفتار تیز ہو۔ تکبر کرنے والوں کی طرح اکڑ کر نہیں چلتے۔ غرض ان کی چال ڈھال میں انکساری ہوتی ہے اکڑ نہیں۔

2- اور جب جاہل اور کم عقل اور بے ادب (لوگ ان سے بات کرتے ہیں تو وہ) ملائم بات اور (سلام کہہ کر الگ ہو جاتے ہیں) ان کے منہ نہیں لگتے۔

3- (اور جو اپنے رب کے آگے سجدہ میں اور قیام میں رات گزارتے ہیں) اور غافل لوگوں کی طرح ہر وقت نیند اور آرام میں نہیں رہتے۔

4- (اور جو) اتنی عبادت کے باوجود اللہ تعالیٰ سے بہت ڈرتے ہیں اور خدا خوفی اور عاجزی کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے (درخواست کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب جہنم کے عذاب کو ہم سے پھیر دیجئے) کہ اس سے واسطہ ہی نہ پڑے (کیونکہ جہنم کا عذاب چمٹنے والا ہے۔ بلاشبہ کچھ عرصہ ٹھہرنا ہو یا دائمی رہنا ہو ان کے اعتبار سے جہنم بری جگہ ہے)۔

5- (اور جو جب خرچ کرتے ہیں تو وہ نہ اسراف کرتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں بلکہ دو حدوں کے درمیان کی گزران ہوتی ہے)۔

6- (اور جو نہیں پکارتے اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو)۔

7- اور جو کسی ایسی جان کو قتل نہیں کرتے جس کو اللہ نے حرام کر دیا ہے مگر حق کے ساتھ) جس کی تین صورتیں ہیں:

(i) قتل عمد میں قصاص کے طور پر قتل کرنا (ii) محصن زانی مرد ہو یا عورت اس کو رجم کرنا اور

(iii) مرتد کو قتل کرنا

8- (اور جو زنا نہیں کرتے)۔

(اور جو کوئی) بڑے گناہ کے (یہ کام کر بیٹھے کہ) کفریہ (شرک کرے یا شرک کے ساتھ قتل ناحق کرے یا زنا کرے وہ بڑے سخت گناہ میں جا پڑا) جس کی سزا مل کر رہے گی کیونکہ اور گناہوں کے مقابلہ میں یہ گناہ زیادہ بڑے ہیں اس وجہ سے ان کے مرتکب کے لیے (قیامت کے دن عذاب کو دوگنا کیا جائے گا اور وہ اس عذاب میں ذلیل وخوار ہو کر ہمیشہ پڑے رہیں گے۔ مگر وہ لوگ جو) کفر کے عقیدوں سے اور کفر کے اعمال سے (توبہ کریں اور ایمان لے آئیں اور نیک عمل کریں تو یہ لوگ ہیں کہ اللہ) تعالیٰ (ان کی برائیوں کو نیکیوں سے بدل دے گا) جس کی ایک صورت یہ ہے کہ اللہ ان کو گناہوں کی جگہ نیکیوں کی توفیق دے گا اور دوسری صورت یہ ہے کہ برائیوں کو مٹا کر توبہ اور نیک عمل کی برکت سے گناہوں کی تعداد کے بقدر نیکیاں لکھ دے گا۔ (اور اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے) تو وہ توبہ کرنے والوں کے ساتھ ایسی رحمت کا معاملہ کیوں نہ کرے گا۔ (اور جو شخص) کافر نہیں مسلمان ہے لیکن گناہوں میں ملوث ہے یہ بھی اگر گناہوں سے (توبہ کرے اور نیک عمل کرے تو وہ) برے کام سے (اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے اور اللہ کے ہاں جگہ پاتا ہے)۔

9- (اور جو لوگ نہ جھوٹ بولتے ہیں) نہ جھوٹی مجلسوں میں شریک ہوتے ہیں اور نہ جھوٹی گواہی دیتے ہیں۔

10- اور وہ لوگ جو بے ہودہ) شغل اور کھیل تماشے سے دور رہتے ہیں لیکن جب کبھی کسی مجبوری سے (کھیل) تماشہ (کے پاس سے گزرتے ہیں تو بزرگانہ طریقے سے گزر جاتے ہیں) اس کی طرف کچھ دھیان نہیں کرتے۔

11- (اور وہ لوگ) اپنے رب سے درخواست کرتے ہوئے (کہتے ہیں اے ہمارے رب) ہماری بیویوں کو اور ہماری اولاد کو اپنا اطاعت گزار بنائیے اور اس طرح سے (ہمیں ہماری بیویوں سے اور ہماری اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرمائیے) اور ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم خاندان والوں کو اور دیگر لوگوں کو ہدایت کی دعوت دیں اور وہ ہماری پیروی کر کے متقی بن جائیں (اور) یوں (ہم کو متقیوں کا پیشوا بنا دیجئے)۔

(ان لوگوں کو جزا میں) جنت کے (بالا خانے دیئے جائیں گے اس وجہ سے کہ انہوں نے دین پر صبر کیا) اور ثابت قدم رہے۔ (اور فرشتوں کی طرف سے جنت میں (ان کا دعا اور سلام کے کلمات کے ساتھ استقبال کیا جائے گا۔ ان بالا خانوں میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ خوب جگہ ہے عارضی ٹھہرنے کی بھی اور مستقل رہنے کی بھی۔

ربط: اوپر برے اور نیک لوگوں کے حالات اور ان کی جزا کو ذکر کیا۔ آگے بتاتے ہیں کہ ہم نے تمہارا نفع ونقصان تم کو سمجھا دیا بندے کو چاہیے کہ وہ مغرور اور بے باک نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کے آگے بندگی اور عاجزی کو اختیار کرے۔

قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ
رَبِّي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ ۖ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَامًا ﴿٧٧﴾

ترجمہ: تو کہہ نہیں پروا کرے گا تمہاری میرا رب اگر نہ ہو تمہاری عبادت۔ سو تم جھٹلا چکے ہو تو عنقریب ہوگا وبال۔

تفسیر: (آپ) ان کافروں اور منکروں سے (فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ کی عبادت نہ کرو گے تو میرے رب کو تمہاری کچھ پروا نہ ہوگی) کیونکہ اللہ کے ساتھ بندوں کی کوئی ذاتی خصوصیت نہیں ہے کہ خواہی نخواہی وہ تمہاری آؤ بھگت ضرور کرے بس عبادت کا تعلق ہے۔ ایمان لا کر عبادت کرو گے تو قدر ہوگی (اور تم) توحید و رسالت کو (تو جھٹلا چکے ہو) پر اگر اسی جھٹلانے پر رہو گے (تو عنقریب یہ تمہارے لیے وبال ہوگا) دنیا میں بھی جیسے جنگ بدر میں ہوا اور آخرت میں وبال ہونا تو ظاہر ہے۔

سورہ شعراء

ربط: پچھلی سورت کا مرکزی مضمون توحید، رسالت اور معاد کی دعوت تھی۔ اس سورت میں اسی مضمون کا تسلسل ہے اور اس کی تائید کے لیے کچھ قوموں کے جھٹلانے پر ان کی ہلاکت کا ذکر ہے۔

سُوْرَةُ الشُّعَرَآءِ مَكِّيَّةٌ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ٢٢٧ رُكُوْعَاتُهَا ١١

طٰسٓمّٓ ﴿١﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿٢﴾

ترجمہ: طسم۔ یہ آیتیں ہیں کھلی کتاب کی۔

تفسیر: (یہ کھلی کتاب) یعنی قرآن (کی آیتیں ہیں) جس کا معجزہ ہونا بھی کھلا ہے، جس کے احکام بھی واضح ہیں اور جو حق و باطل کو علیحدہ علیحدہ کرنے والا بھی ہے۔

ربط: آگے بتاتے ہیں کہ آپ کا کام مذکورہ دعوت دینا ہے کافروں کے غم میں اپنے آپ کو ہلاک کرنا نہیں۔ زبردستی منوانا ہوتا تو ہم یہ بھی کر سکتے ہیں۔

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا
يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿٣﴾ اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ
اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ ﴿٤﴾ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ
مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ مُعْرِضِيْنَ ﴿٥﴾ فَقَدْ كَذَّبُوْا فَسَيَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا
مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٦﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ كَمْ اَنْۢبَتْنَا
فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ﴿٧﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ
مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٨﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿٩﴾

ترجمہ: شاید تو ہلاک کرے اپنی جان کو کہ یہ نہ ہوئے ایمان والے۔ اگر ہم چاہتے

تو ہم نازل کرتے آسمان سے (ایسی) نشانی کہ پھر ہو جاتیں ان کی گردنیں اس کے آگے جھکی ہوئی اور نہیں آتی ان کے پاس کوئی نصیحت رحمان کی طرف سے نئی مگر یہ کہ وہ اس سے اعراض کرتے ہیں۔ سو جھٹلایا ہے انہوں نے، تو عنقریب پہنچیں گی ان کو خبریں اس کی جس کا یہ مذاق اڑاتے تھے۔ کیا نہیں دیکھا انہوں نے زمین کی طرف کتنے اگائے ہم نے اس میں ہر عمدہ قسم کے (پودے)۔ بلاشبہ اس میں ہے نشانی اور نہیں ہیں ان کے اکثر لوگ ایمان والے اور بلاشبہ تیرا رب وہی ہے زبردست (اور) رحم والا۔

تفسیر: آپ کے ذمہ لوگوں تک ہمارا پیغام پہنچانا اور جنت کی طرف راغب کرنا اور جہنم کا ڈراوا دینا ہے۔ ان سے منوا لینا یہ آپ کے ذمہ نہیں ہے لیکن آپ نہ ماننے والوں پر اتنا غم کرتے ہیں کہ لگتا ہے کہ (شاید آپ ان کے ایمان نہ لانے پر خود کو ہلاک کر لیں گے)۔ دنیا تو امتحان کی جگہ ہے جہاں لوگوں کی اطاعت اور سرکشی کو آزمایا جاتا ہے۔ یہ آزمائش تقاضا کرتی ہے کہ لوگوں کے اختیار کو باقی رکھا جائے ورنہ (اگر ہم چاہتے) کہ سب کو زبردستی مسلمان اور فرمانبردار بنا دیں (تو ہم آسمان سے ایسی نشانی اتارتے جس کے آگے) بڑے بڑے سرکشوں کی (گردنیں جھک جاتیں) اور کسی کو بھی اس سے انحراف کی مجال نہ ہوتی۔ ایک طرف آپ کا یہ غم ہے (اور) دوسری طرف ان منکرین کی یہ حالت ہے کہ (ان کے پاس رحمان کی طرف سے) شفقت و رحمت کی بنیاد پر کوئی نئی نصیحت آتی ہے تو یہ اس سے منہ موڑتے ہیں) گویا کہ کوئی بہت ہی بری چیز سامنے آ گئی ہے۔ پھر تنہا منہ موڑنا ہی نہیں بلکہ اس کے ساتھ جھٹلانے اور مذاق اڑانے کا جرم بھی ہے۔ سو یہ لوگ جھٹلا تو چکے ہیں تو عنقریب ان کے پاس اس چیز کی) یعنی سزا و عذاب کی (خبریں آئیں گی جس کا یہ مذاق اڑاتے تھے) اور یوں اس عذاب کی حقیقت کھل جائے گی کہ وہ ہنسی کھیل کی بات نہ تھی بلکہ واقعی ڈرنے کی چیز تھی خواہ وہ دنیا و آخرت دونوں میں ہو یا صرف آخرت میں ہو۔ یہ منکرین اگر عقل سے زیادہ کام لینے کو تیار نہیں تو (کیا انہوں نے زمین) اور اس کے احوال (کو نہیں دیکھا) ظاہر ہے کہ دیکھا ہے کیونکہ زمین تو ہر وقت اور ہر جگہ نگاہوں کے سامنے ہوتی ہے اور یہ بھی دیکھا ہے کہ (ہم نے اس میں ہر طرح کے عمدہ پودے اگائے ہیں) جن میں رنگ برنگ کے پھل پھول اور میوے غلے شامل ہیں۔ (بلاشبہ اس میں) ہماری لامحدود قدرت کی (بڑی نشانی ہے) ہم زمین کو سرسبز و آباد کرتے ہیں پھر اس کو ویران کرتے ہیں اور ویرانی کے بعد پھر آباد کر دیتے ہیں۔ ایسے ہی ہم اپنی قدرت سے زمین پر کسی قوم کو آباد کرتے ہیں پھر اس کی نافرمانی کی وجہ سے اس کو ہلاک کر دیتے ہیں پھر اس کی جگہ پر کسی اور قوم کو آباد کر دیتے ہیں۔ تو ہمارے لیے ان کو سزا دینا (اور) ہلاک کرنا کیا مشکل ہے۔ لیکن اس تنبیہ کے باوجود پھر بھی (ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں)۔ خیر

یہ منکرین نہ مانیں لیکن یہ (بلاشبہ) حقیقت ہے کہ (آپ کا رب) ایسا (زبردست ہے) کہ نہ ماننے پر فوراً عذاب بھیج سکتا ہے لیکن ساتھ ہی (رحم والا) بھی (ہے) اور اپنی رحمت کے تقاضے سے عذاب کو مؤخر رکھتا ہے کہ ممکن ہے اب مان لیں۔

ربط: آگے عبرت کے لیے جھٹلانے والی چند قوموں کا ذکر کرتے ہیں۔

1- قوم فرعون

وَاِذْ نَادٰى رَبُّكَ
مُوْسٰٓى اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٠﴾ قَوْمَ فِرْعَوْنَ ؕ اَلَا يَتَّقُوْنَ ﴿١١﴾
قَالَ رَبِّ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ﴿١٢﴾ وَيَضِيْقُ صَدْرِيْ وَلَا
يَنْطَلِقُ لِسَانِيْ فَاَرْسِلْ اِلٰى هٰرُوْنَ ﴿١٣﴾ وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْۢبٌ فَاَخَافُ
اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ﴿١٤﴾ قَالَ كَلَّا ۚ فَاذْهَبَا بِاٰيٰتِنَآ اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ ﴿١٥﴾
فَاْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٦﴾ اَنْ اَرْسِلْ
مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿١٧﴾ قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا وَّلَبِثْتَ
فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ ﴿١٨﴾ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِيْ فَعَلْتَ وَ
اَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿١٩﴾ قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿٢٠﴾
فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِيْ رَبِّيْ حُكْمًا وَّجَعَلَنِيْ
مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٢١﴾ وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيْٓ
اِسْرَآءِيْلَ ﴿٢٢﴾ قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٢٣﴾ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ﴿٢٤﴾ قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗٓ
اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ ﴿٢٥﴾ قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٢٦﴾ قَالَ

إِنَّ رَسُولَكُمُ الَّذِي أُرْسِلَ إِلَيْكُمْ لَمَجْنُونٌ ﴿٢٧﴾ قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ
وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۖ إِن كُنتُمْ تَعْقِلُونَ ﴿٢٨﴾ قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ
إِلَٰهًا غَيْرِي لَأَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُونِينَ ﴿٢٩﴾ قَالَ أَوَلَوْ جِئْتُكَ
بِشَيْءٍ مُّبِينٍ ﴿٣٠﴾ قَالَ فَأْتِ بِهِ إِن كُنتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿٣١﴾
فَأَلْقَىٰ عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِينٌ ﴿٣٢﴾ وَنَزَعَ يَدَهُ فَإِذَا
هِيَ بَيْضَاءُ لِلنَّاظِرِينَ ﴿٣٣﴾ قَالَ لِلْمَلَإِ حَوْلَهُ إِنَّ هَٰذَا لَسَاحِرٌ
عَلِيمٌ ﴿٣٤﴾ يُرِيدُ أَن يُخْرِجَكُم مِّنْ أَرْضِكُم بِسِحْرِهِ فَمَاذَا
تَأْمُرُونَ ﴿٣٥﴾ قَالُوا أَرْجِهْ وَأَخَاهُ وَابْعَثْ فِي الْمَدَائِنِ حَاشِرِينَ ﴿٣٦﴾
يَأْتُوكَ بِكُلِّ سَاحِرٍ عَلِيمٍ ﴿٣٧﴾ فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ ﴿٣٨﴾
وَقِيلَ لِلنَّاسِ هَلْ أَنتُم مُّجْتَمِعُونَ ﴿٣٩﴾ لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ
إِن كَانُوا هُمُ الْغَالِبِينَ ﴿٤٠﴾ فَلَمَّا جَاءَ السَّحَرَةُ قَالُوا لِفِرْعَوْنَ
أَئِنَّ لَنَا لَأَجْرًا إِن كُنَّا نَحْنُ الْغَالِبِينَ ﴿٤١﴾ قَالَ نَعَمْ وَإِنَّكُمْ
إِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ﴿٤٢﴾ قَالَ لَهُم مُّوسَىٰ أَلْقُوا مَا أَنتُم مُّلْقُونَ ﴿٤٣﴾
فَأَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ وَقَالُوا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ إِنَّا لَنَحْنُ
الْغَالِبُونَ ﴿٤٤﴾ فَأَلْقَىٰ مُوسَىٰ عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَأْفِكُونَ ﴿٤٥﴾
فَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سَاجِدِينَ ﴿٤٦﴾ قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٤٧﴾ رَبِّ
مُوسَىٰ وَهَارُونَ ﴿٤٨﴾ قَالَ آمَنتُمْ لَهُ قَبْلَ أَنْ آذَنَ لَكُمْ ۖ إِنَّهُ
لَكَبِيرُكُمُ الَّذِي عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۖ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ۚ لَأُقَطِّعَنَّ

اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٤٩﴾
قَالُوْا لَا ضَيْرَ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿٥٠﴾ اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لَنَا
رَبُّنَا خَطٰيٰنَآ اَنْ كُنَّآ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٥١﴾ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى
اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْٓ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿٥٢﴾ فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِي الْمَدَآئِنِ
حٰشِرِيْنَ ﴿٥٣﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ ﴿٥٤﴾ وَاِنَّهُمْ لَنَا
لَغَآئِظُوْنَ ﴿٥٥﴾ وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ ﴿٥٦﴾ فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ
وَّعُيُوْنٍ ﴿٥٧﴾ وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴿٥٨﴾ كَذٰلِكَ وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ
اِسْرَآءِيْلَ ﴿٥٩﴾ فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ ﴿٦٠﴾ فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ
اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ﴿٦١﴾ قَالَ كَلَّا اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ
سَيَهْدِيْنِ ﴿٦٢﴾ فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ
فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ﴿٦٣﴾ وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ
الْاٰخَرِيْنَ ﴿٦٤﴾ وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴿٦٥﴾ ثُمَّ
اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿٦٦﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ
مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٦٧﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿٦٨﴾

ترجمہ: اور جب پکارا تیرے رب نے موسیٰ کو کہ جا ظالم قوم کے پاس (یعنی) قوم فرعون کے پاس، کیا نہیں وہ ڈرتے۔ کہا (موسیٰ نے) اے میرے رب میں ڈرتا ہوں کہ وہ تکذیب کریں گے میری۔ اور تنگ ہوتا ہے میرا سینہ اور نہیں چلتی میری زبان تو آپ بھیجئے ہارون کی طرف (پیغام نبوت)، اور ان کا ہے میرے ذمہ ایک جرم تو میں ڈرتا ہوں کہ وہ قتل کر دیں مجھ کو۔ کہا (اللہ نے) ہرگز نہیں (ایسا نہ ہوگا) تم دونوں جاؤ ہماری نشانیاں لے کر بلاشبہ ہم تمہارے ساتھ ہیں سنتے ہیں۔ سو جاؤ فرعون کے پاس اور کہو ہم ہیں پیغامبر رب

العالمین کے (جو یہ ہے) کہ تو بھیج ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو۔ کہا (فرعون نے) کیا نہیں پرورش کی ہم نے تیری اپنوں میں لڑکپن میں اور تو رہا ہم میں اپنی عمر میں سے کئی سال اور کی تو نے اپنی وہ حرکت جو تو نے کی اور ہے تو ناشکروں میں سے۔ کہا (موسیٰ نے) کی میں نے وہ (حرکت) اس وقت اس حال میں کہ میں تھا چوکنے والوں میں سے۔ سو میں بھاگا تم سے جب میں ڈرا تم سے پھر عطا کیا مجھ کو میرے رب نے حکم اور بنایا مجھ کو رسولوں میں سے۔ اور وہ احسان رکھ رہا ہے تو جس کو میرے اوپر کہ غلام بنا لیا ہے تو نے بنی اسرائیل کو۔ کہا فرعون نے کیا چیز ہے رب العالمین۔ کہا (موسیٰ نے) رب آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اس کا اگر تم ہو یقین کرنے والے۔ کہا (فرعون نے) ان سے جو اس کے گرد تھے کیا نہیں تم سنتے ہو۔ کہا (موسیٰ نے) (وہ) رب ہے تمہارا اور رب ہے تمہارے اگلے باپ دادوں کا۔ کہا (فرعون نے) بلاشبہ تمہارا یہ رسول جو بھیجا گیا ہے تمہاری طرف ضرور دیوانہ ہے۔ کہا (موسیٰ نے) رب (ہے) مشرق کا اور مغرب کا اور اس کا جو ان کے درمیان ہے اگر تم سمجھتے ہو۔ کہا (فرعون نے) اگر اختیار کیا تو نے کوئی معبود میرے سوا تو میں ضرور کر دوں گا تجھے قیدیوں میں سے۔ کہا (موسیٰ نے) کیا اگر میں لاؤں تیرے پاس ایسی چیز جو کھولنے والی ہو۔ کہا (فرعون نے) تو لا اس کو اگر تو ہے سچوں میں سے۔ تو ڈالی (موسیٰ نے) اپنی لاٹھی تو وہ اچانک ہو گیا اژدہا کھلا، اور نکالا اپنا ہاتھ تو وہ اچانک تھا سفید دیکھنے والوں کے لیے۔ کہا (فرعون نے) اپنے گرد سرداروں سے یقیناً یہ ہے جادوگر ماہر۔ یہ چاہتا ہے کہ نکال دے تم کو تمہاری سرزمین سے اپنے جادو کے ذریعے تو تم کیا حکم دیتے ہو۔ بولے سردار مہلت دے اس کو اور اس کے بھائی کو اور بھیج شہروں میں جمع کرنے والوں کو لے آئیں تیرے پاس ہر بڑے جادوگر ماہر کو۔ سو جمع کر لیے گئے جادوگر وعدہ پر ایک متعین دن کے۔ اور کہا گیا لوگوں سے کیا تم جمع ہو گے شاید کہ ہم پیروی کریں جادوگروں کی اگر ہوئے وہی غالب۔ پھر جب آئے جادوگر انہوں نے کہا فرعون سے کیا ہمارے لیے اجر ہو گا اگر ہم ہوئے غالب۔ کہا (فرعون نے) ہاں اور یقیناً تم اس وقت ہو گے مقربین میں سے۔ کہا ان سے موسیٰ نے ڈالو جو تم ڈالتے ہو۔ تو ڈالیں انہوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں اور کہا قسم ہے عزت فرعون کی ہم ہی غالب ہیں۔ پھر ڈالی موسیٰ نے اپنی لاٹھی تو اچانک وہ نگلنے لگی جو (جادوگروں نے) بنایا تھا۔ پھر گرا دیے گئے جادوگر سجدہ میں (اور) کہا ہم ایمان لائے رب العالمین پر (یعنی) رب موسیٰ و ہارون پر۔ کہا (فرعون نے) تم ایمان لائے اس پر پیشتر اس کے کہ میں اجازت دوں تمہیں۔ یہ تمہارا بڑا ہے جس نے سکھایا ہے تم کو جادو۔ تو جلد تم جان لو گے میں ضرور کاٹوں گا

تمہارے ہاتھ اور تمہارے پاؤں مخالف جانب سے اور میں ضرور سولی پر لٹکاؤں گا تم سب کو۔ (جادوگر) بولے نہیں ہے کچھ ڈر، بلاشبہ ہم اپنے رب کی طرف پلٹنے والے ہیں۔ ہم طمع رکھتے ہیں کہ بخش دے ہمارے لیے ہمارا رب ہماری خطاؤں کو کہ ہوئے ہم پہلے ایمان لانے والے۔ اور وحی کی ہم نے موسیٰ کو کہ رات کے وقت لے چل میرے بندوں کو بے شک تم پیچھا کئے جاؤ گے۔ پھر بھیجے فرعون نے شہروں میں جمع کرنے والے کہ یہ ہیں ایک جماعت تھوڑی سی اور بے شک یہ ہم کو غیظ دلانے والے ہیں اور بے شک ہم سب (ان سے) خطرہ رکھتے ہیں۔ پھر نکالا ہم نے ان کو باغوں سے اور چشموں سے اور خزانوں سے اور عمدہ مقام سے۔ اسی طرح اور وارث بنایا ہم نے ان سب کا بنی اسرائیل کو۔ پھر پیچھا کیا (فرعونیوں نے) ان کا (یعنی بنی اسرائیل کا) صبح کرتے ہوئے۔ جب دیکھا ایک دوسرے کو دونوں جماعتوں نے تو کہا اصحاب موسیٰ نے بے شک ہم پکڑے گئے۔ کہا (موسیٰ نے) ہرگز نہیں۔ بلاشبہ میرے ساتھ میرا رب ہے وہ مجھے (نجات کی) راہ دکھائے گا۔ تو وحی کی ہم نے موسیٰ کی طرف کہ مار اپنی لاٹھی سمندر پر۔ تو وہ (سمندر) پھٹ گیا اور ہو گیا ہر حصہ مثل بڑے پہاڑ کے۔ اور قریب پہنچا دیا وہاں دوسروں کو۔ اور بچا لیا ہم نے موسیٰ کو اور جو اس کے ساتھ تھے ان سب کو۔ پھر غرق کر دیا ہم نے دوسروں کو۔ بلاشبہ اس میں نشانی ہے اور نہیں ہیں ان میں کے اکثر ایمان والے۔ اور بلاشبہ تیرا رب وہی ہے زبردست اور رحم والا۔

تفسیر: (اور جب آپ کے رب نے موسیٰ کو پکارا کہ تم جاؤ ظالم قوم کی طرف یعنی قوم فرعون (کی طرف) اور انہیں ہمارے غصہ سے ڈراؤ۔ (کیا وہ) نافرمانیوں پر اس بات سے (نہیں ڈرتے) کہ کہیں اللہ کا عذاب ان کو آ پکڑے۔ (موسیٰ) علیہ السلام (نے) اپنی پریشانی کا ذکر کرتے ہوئے (کہا کہ اے میرے رب میں ڈرتا ہوں کہ) میری بات سنتے ہی (وہ مجھ کو جھٹلائیں گے) جس سے مجھے غم ہو گا (اور) غم کی وجہ سے (میرا دل تنگ ہو گا) تو ایک اس وجہ سے (اور) دوسرے اس وجہ سے بھی کہ (میری زبان) میں لکنت ہے میری زبان (رواں نہ چلے گی لہٰذا) میری تقویت اور تائید کے لیے میرے بھائی (ہارون کو بھی) جن کی زبان خوب روانی سے چلتی ہے (عہدہ نبوت دے دیجئے) تاکہ نبوت کے کام میں وہ میرے شریک کار اور شریک حال رہیں (اور) میرے ساتھ ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ (ان کا مجھ پر ایک جرم ہے) یعنی مصر کے ایک اصلی باشندے کو جس کو قبطی کہتے ہیں میں نے مکا مارا تو وہ مر گیا (اس لیے میں ڈرتا ہوں کہ کہیں وہ مجھ کو قتل ہی کر ڈالیں۔ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہرگز وہ تمہیں قتل نہ کر سکے گا۔ تو اب تم دونوں ہماری نشانیاں لے کر جاؤ) اور خوب تسلی رکھو کہ (ہم) ہر موقع پر (تمہارے ساتھ

ہیں) اور فریقین کی گفتگو (سنتے ہیں۔ سو تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ ہم رب العالمین کے بھیجے ہوئے رسول ہیں)۔ تم خود بھی رب العالمین پر ایمان لاؤ اور ہمارے رسول ہونے کی بھی تصدیق کرو اور (بنی اسرائیل کو) جو حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں شام سے مصر میں آ کر آباد ہوئے (ہمارے ساتھ) واپس شام جانے دو فرعون بنی اسرائیل کو چھوڑنے پر آمادہ نہیں تھا کیونکہ وہ ان سے غلاموں کی طرح بیگار میں کام لیتا تھا۔ اس لیے اس نے پہلے طعن و تشنیع کے طریقے کو اختیار کیا۔

پہلا طعنہ: فرعون نے (کہا کیا ہم نے تم کو اپنوں میں نہیں پالا تھا)۔ مطلب یہ ہے کہ ہم نے تمہیں اپنے محل میں تمام نعمتوں کے ساتھ پالا پوسا اور بچپن اور (لڑکپن میں) تمہاری پرورش کی (اور) اس طرح (تم ہم میں اپنی عمر کے کئی سال رہے)۔ اب ہم لوگوں کو ہی تم کافر بتا رہے ہو۔

دوسرا طعنہ: (اور تم نے اپنی وہ حرکت کی جو تم نے کی) یعنی قبطی کو قتل کیا (اور) بجائے ہمارا احسان ماننے کے (تم ناشکرے) اور احسان فراموش (ہو)

موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے ان دو طعنوں کے جواب میں (کہا کہ قتل کی حرکت جو میں نے اس وقت کی تھی وہ اس حال میں کی تھی کہ میں چوکنے والوں میں سے تھا) اور وہ مجھ سے چوک ہو گئی تھی قتل کرنا مقصود نہیں تھا۔ (پھر جب مجھے تمہارا خوف ہوا) کہ تم مجھ پر قتل عمد کا الزام لگا کر مجھے قتل کر دو گے (تو میں تم سے بھاگ گیا) لیکن اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ مجھے نبوت و حکمت عطا فرماتے (تو میرے رب نے مجھے حکم دیا) یعنی وحی عطا کی (اور مجھے رسولوں میں سے بنایا)۔ یہ بات خود میری سچائی کی دلیل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی مجرم کو نبوت نہیں دیتے۔ (رہا) بچپن میں میری پرورش کرنے کا احسان) جتلانا (تو) ایسا کرنا تمہیں زیب نہیں دیتا کیونکہ ایک بچے کی پرورش کے بدلے (تم نے اس کو صحیح سمجھ لیا کہ بنی اسرائیل کی پوری قوم کو اپنا غلام بنا لیا) پھر وہ پرورش بھی تمہارے مظالم کی وجہ سے ہوئی نہ تم بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کرتے، نہ خوف کی وجہ سے میری ماں مجھے صندوق میں رکھ کر دریا میں چھوڑتیں اور نہ تمہارے محل تک میری رسائی ہوتی۔

طعن و تشنیع سے نکل کر (فرعون نے) انکار و سرکشی کو اختیار کیا اور (کہا کہ) تم نے رب العالمین کے رسول ہونے کا دعویٰ کیا ہے تو یہ بتاؤ کہ (رب العالمین کیا چیز ہوتی ہے) اور میرے ہوتے ہوئے کوئی اور رب کیسے ہو سکتا ہے۔ اپنی قوم کا سب سے بڑا رب تو میں ہوں اور میرے علاوہ میرے علم میں ان کا کوئی اور رب نہیں ہے۔ (موسیٰ) علیہ السلام (نے) جواب میں (کہا رب العالمین آسمانوں کا اور زمین کا اور ان کے درمیان جو کچھ ہے ان سب کا رب) اور پالنہار ہے (اگر تم یقین کرنے والے) اور یقین کرنے کی استعداد رکھنے والے (ہو)۔ فرعون کا مقصد موسیٰ علیہ السلام کی بات کو خراب کرنا تھا اس

لیے (اس نے اپنے اردگرد سرداروں سے کہا کہ کیا تم) موسیٰ کی اوٹ پٹانگ باتیں (نہیں سنتے ہو) کیا تم میں سے کوئی اس بات میں ان کی تصدیق کرے گا کہ میرے سوا آسمانوں اور زمین میں کوئی اور رب ہے۔ (موسیٰ) علیہ السلام (نے) جواب کو جاری رکھتے ہوئے (کہا رب العالمین وہ ہے جو تمہارا بھی رب ہے اور تمہارے اگلے باپ دادوں کا بھی) خالق اور (رب ہے)۔ ان کی تخلیق کے وقت اے فرعون تمہارا رب ہونا تو درکنار تمہارا وجود ہی نہ تھا۔ (فرعون نے کہا) لو اور سنو۔ (بلاشبہ تمہارا رسول جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے دیوانہ ہے) کوئی بات بھی تو عقل کی نہیں کرتا۔ ہم سے ہمارے باپ دادوں پر اتر آیا ہے۔ (موسیٰ) علیہ السلام (نے) جواب جاری رکھتے ہوئے مزید (فرمایا) رب العالمین وہ ہے (جو مشرق ومغرب کا اور ان کے مابین کی تمام چیزوں کا) خالق اور (رب ہے) اور (اگر تم سمجھتے ہو) تو تم جانتے ہو گے کہ فلکیات اور ارضیات کا سارا نظام جس میں کچھ جھول نہیں ہے بلکہ خوب مضبوط ومحکم ہے اسی رب العالمین کا بنایا ہوا ہے۔ یہ سن کر (فرعون) بپھر گیا اور اس (نے کہا کہ) میرے ملک مصر میں (اگر تم نے) مجھے چھوڑ کر (میرے غیر کو معبود بنایا تو میں ضرور تمہیں قید میں ڈال دوں گا)۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کیا تمہارا فیصلہ یہی رہے گا (اگرچہ میں تمہارے پاس) اپنی نبوت کی (کھلی نشانی لاؤں۔ فرعون بولا اگر تم سچوں میں سے ہو تو اس نشانی کو لاؤ۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی زمین پر ڈالی تو ناگہاں وہ کھلا اژدہا تھا اور بغل میں سے اپنا ہاتھ نکالا تو دیکھنے والوں کے سامنے وہ اچانک سفید تھا)۔ یہ دیکھ کر (فرعون) ایسا حواس باختہ ہوا کہ یا تو پہلے خدائی کا دعویٰ کر رہا تھا یا اب (اپنے گرد موجود سرداروں سے) مشورہ لینے پر مجبور ہو گیا اور ان سے (بولا کہ یہ) یعنی موسیٰ (بڑے ماہر جادوگر ہیں چاہتے ہیں کہ اپنے جادو کے زور سے تم کو تمہاری سرزمین سے باہر نکال دیں۔ تو تم کیا حکم دیتے ہو۔ سرداروں نے کہا کہ ان کو اور ان کے بھائی کو ڈھیل اور مہلت دیجئے اور شہروں میں جمع کرنے والے بھیجئے جو ماہر جادوگروں کو آپ کے پاس لائیں۔ سو جادوگروں کو ایک متعین دن کا) جو کہ تہوار کا دن تھا اور دن چڑھے کے وقت کا (وعدہ دیا گیا) اس وقت مقابلہ ہو گا (اور عوام سے بھی کہا گیا کہ کیا تم بھی اکٹھے ہو گے)۔ مراد یہ تھی کہ تم بھی ضرور آؤ اور (ہمارا غالب گمان ہے) بلکہ اس کو یقین ہی سمجھو کہ (ہمارے جادوگر ہی) کامیاب اور (غالب ہوں گے) اور ایسی صورت میں موسیٰ کی شکست (اور) مغلوبیت دکھانے کے لیے (ہم جادوگروں ہی کی پیروی کریں گے۔ پھر جب) مقررہ دن آیا اور جادوگر جمع ہوئے تو ان کو اپنی کامیابی کا پکا یقین تھا اس لیے انہوں نے فرعون سے کہا کہ اگر اس مقابلہ میں ہم غالب آئے تو کیا ہمیں زوردار انعام ملے گا۔ فرعون نے کہا کہ ہاں کیوں نہیں ملے گا اس صورت میں تو آئندہ کے لیے ہمارے مقرب) اور VIP (لوگوں میں سے ہو گے۔ مقابلہ کا وقت ہوا تو (موسیٰ) علیہ السلام (نے جادوگروں

سے کہا کہ میدان میں ڈالو جو تم نے ڈالنا ہے۔تو جادوگروں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈالیں اور بولے عزت فرعون کی قسم اس مقابلہ میں غلبہ ہمارا ہی ہوگا۔ پھر جب (موسیٰ) علیہ السلام (نے اپنی لاٹھی ڈالی تو وہ) واقعۃً اژدہا بن کر (جادوگروں کی بنائی ہوئی چیزوں کو نگلنے لگا۔ جادوگر یہ دیکھ کر سمجھ گئے کہ موسیٰ علیہ السلام کا عمل جادو نہیں بلکہ ایسا فعل ہے جو کسی بھی انسان کے بس کا نہیں اور یہ خدائی فعل ہے اور موسیٰ علیہ السلام کا دعوائے رسالت درست ہے۔ (اس پر وہ جادوگر بے ساختہ سجدے میں گر گئے اور بولے کہ ہم رب العالمین پر ایمان لائے جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے۔فرعون نے) یہ خیال کر کے کہ کہیں عوام بھی جادوگروں کی پیروی کرتے ہوئے موسیٰ کے رب پر ایمان نہ لے آئے تو صورتحال کو قابو میں رکھنے کے لیے (کہا) تمہاری یہ مجال کہ (تم اس سے پہلے کہ میں تمہیں اجازت دوں تم موسیٰ پر ایمان لے آئے۔ (یہ) موسیٰ (تمہارا بڑا ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا ہے تو) اس کا انجام (تم جلد ہی جان لو گے۔ میں تمہارے جانب مخالف کے ہاتھ پیر کاٹوں گا اور تم سب کو سولی پر چڑھاؤں گا)۔ جواب میں (جادوگر بولے ہمیں اس کا کچھ ڈر نہیں کیونکہ ہر حال میں (ہمیں) مر کر (اپنے رب کی طرف پلٹنا ہے) اس طرح مریں گے تو شہادت کا درجہ ملے گا۔موسیٰ علیہ السلام کی دعوت وتبلیغ کے بعد بھرے مجمع میں فرعون کے روبرو جادوگروں نے کہا چونکہ (سب سے پہلے ہم ایمان لائے ہیں اس وجہ سے ہم امید کرتے ہیں کہ ہمارا رب ہماری خطاؤں کو معاف کر دے گا)۔

اور اسی طرح طویل مدت تک سمجھانے اور معجزے دکھلانے کے باوجود فرعون نے نہ تو حق کو قبول کیا اور نہ ہی بنی اسرائیل پر ظلم وستم کو ترک کیا (تو ہم نے موسیٰ) علیہ السلام (کو وحی کی) اور حکم دیا (کہ میرے بندوں) یعنی بنی اسرائیل (کو لے کر رات کے وقت) یہاں سے (چل پڑو اور) فرعون تمہیں آسانی سے نہیں چھوڑے گا بلکہ اس کی طرف سے (تم پیچھا کیے جاؤ گے) تو اس سے گھبرانا نہیں۔صبح ہوئی تو (فرعون) کو علم ہوا کہ بنی اسرائیل مصر سے نکلنے کے لیے چل پڑے ہیں تو اس (نے) قریب کے شہروں میں) موجود مصر کے اصل (باشندوں کو) جو قبطی (Coptic) کہلاتے تھے ان کو (جمع کرنے کے لیے ڈھنڈورچیوں کو بھیجا) تا کہ ان کو لے کر بنی اسرائیل کا تعاقب کرے۔ (یہ) بنی اسرائیل (تو چھوٹی سی جماعت ہے) لیکن انہوں نے ہم کو تنگ کر رکھا ہے (اور انہوں نے) اپنی اس کارروائی سے (ہم کو غصہ دلایا اور ہم سب ان سے خطرہ رکھتے ہیں) تو آؤ اس مستقل خطرے کو ہم ایک ہی دفعہ میں اکھیڑ دیں۔ (تو) اس طرح (ہم نے ان فرعونیوں کو باغوں سے اور چشموں سے اور خزانوں سے اور عمدہ مکانوں سے نکالا) اور وہ سب بنی اسرائیل کے تعاقب میں نکل پڑے۔ پھر فرعونیوں کو ہم نے ہلاک کیا (اور اسی طرح ہم نے بنی اسرائیل کو ان تمام چیزوں کا وارث بنا دیا۔ پھر فرعونیوں نے صبح ہوتے ہی بنی

اسرائیل کا پیچھا کیا)۔ بنی اسرائیل چلتے چلتے بحر قلزم کے کنارے جا پہنچے اور اسے پار کرنے کی ترکیب سوچنے لگے۔ پیچھے سے فرعون اپنے لشکریوں سمیت آتا دکھائی دیا۔ (جب دونوں جماعتوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو موسیٰ) علیہ السلام کے (لوگوں نے کہا کہ ہم تو پکڑے گئے) کیونکہ آگے سمندر حائل ہے اور اس کو عبور کرنے کی کوئی صورت سامنے نہیں اور پیچھے سے ظالم وسرکش دشمن چلا آ رہا ہے۔ (موسیٰ) علیہ السلام (نے فرمایا یہ ہرگز) ممکن (نہیں) کہ دشمن ہم کو پکڑ لے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں فرعون اور فرعونیوں سے نجات دلانے کا وعدہ کیا ہے لہٰذا اس کے وعدے پر یقین رکھو اور یہ بھی جان لو کہ (میرا رب) اور اس کی مدد (میرے ساتھ ہے وہ مجھے کوئی راہ بتائے گا۔ تو ہم نے موسیٰ) علیہ السلام کو وحی کی کہ تم اپنی لاٹھی سمندر پر مارو)۔ موسیٰ علیہ السلام نے ایسے ہی کیا (سو سمندر پھٹ گیا اور) اس کے پانی کا (ہر ٹکڑا بڑے پہاڑ کی طرح ہو گیا۔ اور ہم نے اسی جگہ میں دوسرے لوگوں) یعنی فرعون اور فرعونیوں کو (غرق کر دیا)۔ اس کی تفصیل یہ ہوئی کہ حکم الٰہی کے مطابق موسیٰ علیہ السلام نے سمندر پر لاٹھی ماری۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ سمندر کا پانی پھٹ کر دو ٹکڑوں میں بٹ گیا اور بیچ میں ایک خشک راستہ بن گیا۔ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ سمندر میں بارہ راستے بن گئے تھے ہر قبیلہ کا الگ راستہ۔ پھر بنی اسرائیل وہ راستہ عبور کر گئے۔ فرعون بھی بے سوچے سمجھے اپنے لشکر کے ساتھ سمندری راستہ پر چل پڑا۔ جب سب فرعونی درمیان میں آ گئے اور دوسری طرف بنی اسرائیل وہ راستہ عبور کر گئے۔ تو سمندر کو مل جانے کا حکم ہوا۔ جب دونوں طرف کا پانی مل کر ایک ہوا تو فرعون اور اس کا لشکر سب غرق ہو گئے کوئی بھی زندہ نہ بچا۔ (بلاشبہ اس واقعہ میں بڑی نشانی ہے لیکن منکرین میں سے اکثر ماننے والے نہیں اور بلاشبہ آپ کا رب زبردست ہے رحم والا ہے)۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی قوم کا قصہ

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ
إِبْرَاهِيمَ ﴿٦٩﴾ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا تَعْبُدُونَ ﴿٧٠﴾ قَالُوا نَعْبُدُ
أَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عَاكِفِينَ ﴿٧١﴾ قَالَ هَلْ يَسْمَعُونَكُمْ إِذْ
تَدْعُونَ ﴿٧٢﴾ أَوْ يَنفَعُونَكُمْ أَوْ يَضُرُّونَ ﴿٧٣﴾ قَالُوا بَلْ وَجَدْنَا آبَاءَنَا
كَذَٰلِكَ يَفْعَلُونَ ﴿٧٤﴾ قَالَ أَفَرَأَيْتُم مَّا كُنتُمْ تَعْبُدُونَ ﴿٧٥﴾ أَنتُمْ وَ

اٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ﴿۷۶﴾ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۷﴾
الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ ﴿۷۸﴾ وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ ﴿۷۹﴾
وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ﴿۸۰﴾ وَالَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ ﴿۸۱﴾
وَالَّذِيْٓ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓـَٔتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿۸۲﴾ رَبِّ هَبْ لِيْ
حُكْمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي
الْاٰخِرِيْنَ ﴿۸۴﴾ وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ ﴿۸۵﴾ وَاغْفِرْ لِاَبِيْٓ
اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۸۶﴾ وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ ﴿۸۷﴾ يَوْمَ لَا
يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ﴿۸۸﴾ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿۸۹﴾

ترجمہ: اور پڑھ ان پر خبر ابراہیم کی جب کہا اس نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے کس کی تم پوجا کرتے ہو۔ وہ بولے ہم پوجتے ہیں بتوں کو پھر ہم لگے رہتے ہیں ان کے سامنے اعتکاف کئے ہوئے۔ انہوں نے پوچھا کیا یہ سنتے ہیں تم کو جب تم پکارتے ہو ان کو یا نفع دیتے ہیں تم کو یا نقصان پہنچاتے ہیں تم کو۔ قوم والوں نے کہا بلکہ پایا ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایسا ہی کرتے ہوئے۔ کہا (ابراہیم نے) کیا پس دیکھا تم نے ان کو جن کو تم پوجتے رہے ہو تم اور تمہارے اگلے باپ دادے کیونکہ یہ دشمن ہیں میرے سوائے رب العالمین کے جس نے پیدا کیا مجھ کو پھر وہ راہ دکھاتا ہے مجھ کو۔ اور وہ جو کھلاتا ہے مجھ کو اور پلاتا ہے مجھ کو اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہ شفا دیتا ہے مجھ کو اور جو موت دے گا مجھ کو پھر زندہ کرے گا مجھ کو اور جس سے میں امید رکھتا ہوں کہ بخش دے گا میری خطا کو جزا کے دن۔ اے میرے رب عطا کر مجھ کو حکمت اور ملا دے مجھے نیک لوگوں کے ساتھ اور کر دے میرے لیے زبان سچی بعد والوں میں اور بنا دے مجھ کو وارثوں میں سے باغ نعمت کے اور بخش دے میرے باپ کو وہ ہے گمراہوں میں سے اور مت رسوا کرنا مجھ کو جس دن لوگ اٹھائے جائیں گے جس دن نہ فائدہ دے گا مال اور نہ بیٹے مگر جو کوئی آئے اللہ کے پاس قلب سلیم کے ساتھ۔

تفسیر: (اور آپ منکرین پر ابراہیم) علیہ السلام (کی خبر اور ان کا قصہ پڑھئے جب انہوں نے اپنے والد اور اپنی قوم سے پوچھا کہ یہ کیا چیزیں ہیں جن کو تم پوجتے ہو؟ انہوں نے جواب میں کہا کیا تم ہمارے معبودوں کو نہیں جانتے جو ایسی تحقیر سے پوچھ رہے ہو۔ یہ ہمارے بت ہیں اور (ہم ان بتوں کو پوجتے ہیں۔اور چونکہ یہ ہمارے کام بناتے ہیں اس لیے (ہم ان کے سامنے معتکف بن کر رہتے ہیں)۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ تمہارے اس عقیدے کو جانچنے کے لیے دو سوالوں کا جواب ضروری ہے۔ پہلا سوال یہ ہے کہ (جب تم ان کو پکارتے ہو تو کیا یہ تمہاری پکار کو سنتے ہیں؟ اور دوسرا سوال یہ ہے کہ کیا پوجا کرنے پر (یہ تمہیں فائدہ پہنچاتے ہیں اور) نہ کرنے پر (یہ تم کو نقصان پہنچاتے ہیں؟) ان دونوں سوالوں کا جواب واضح ہے کیونکہ جو فریاد کرنے والے کی فریاد کو نہ سن سکے اس کو فریاد کا علم کیسے ہوگا اور جو اتنا عاجز ہو کہ اپنے سے مکھی بھی نہ ہٹا سکے وہ کسی کی فریاد کیسے پوری کر سکتا ہے۔غرض بے شعور اور عاجز بتوں کو اپنا معبود سمجھنا تو محض بے عقلی اور حماقت کی بات ہے۔

ان کی (قوم والے بولے کہ) تم نے یہ کیا منطق شروع کر دی ہے۔ہم اس کو نہیں جانتے بلکہ ہم تو فقط یہ جانتے ہیں کہ (ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایسے ہی کرتے پایا) اور وہ ہمارے بڑے تھے اور بہت عقلمند اور سمجھ بوجھ والے تھے۔ان کے عمل کو تم بے عقلی اور حماقت بتاتے ہو۔ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ بہت سے اگلے لوگ بھی حماقت اور بے عقلی کے کام کرتے رہے ہیں اس لیے بتوں کو پوجنا پرانی حماقت ہے اور اگر یہ بت کچھ قدرت رکھتے ہیں تو لو (جن بتوں کو تم اور تمہارے باپ دادا پوجتے رہے ہیں میں ان کو اپنا دشمن قرار دیتا ہوں سوائے رب العالمین کے کہ وہ میرا معبود ہے کیونکہ وہی ہے جو میرے سارے کام بناتا ہے اور میری تمام ضرورتوں کو پورا کرتا ہے مثلاً (جس نے مجھے پیدا کیا پھر وہ مجھے) فلاح دارین کی (راہ دکھاتا ہے اور وہ جو مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہ مجھے شفا دیتا ہے اور جو مجھے موت دے گا پھر دوبارہ مجھے زندہ کرے گا اور وہ جس سے مجھے توقع ہے کہ جزا کے دن وہ میری کوتاہی کو معاف کر دے گا)۔

اللہ تعالیٰ کے کمالات اور مہربانیوں کا ذکر کرتے کرتے بارگاہ خداوندی میں حضوری کے غلبہ سے دعا شروع کر دی جو کمال عبدیت کے لیے لازم ہے۔دعا یہ کی کہ (اے میرے رب مجھے مزید علم وحکمت عطا فرما اور) اعلیٰ درجہ کے (نیک لوگوں کے ساتھ) جو انبیاء ہیں (مجھے ملا دے۔اور اے میرے رب آئندہ آنے والے لوگوں میں میرے لیے سچی زبان) یعنی ذکر خیر (جاری کر دیجئے۔ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا اس طرح قبول ہوئی کہ ان کا ذکر خیر تمام آسمانی مذاہب والوں کی زبانوں پر جاری ہے اور امت محمدیہ تو ہر نماز میں کما صلیت علی ابراہیم اور کما بارکت علی ابراہیم پڑھتی ہے۔اور مزید دعا یہ کی کہ (اے میرے رب

مجھے نعمتوں والی جنت) جو حضرت آدم علیہ السلام کی میراث ہے اس (کے وارثوں میں سے بنا دیجئے اور اے میرے رب میرے والد) کو ایمان کی دولت سے سرفراز فرما کر ان کے کفر کے زمانہ (کی خطاؤں کو بخش دیجئے بلاشبہ وہ بھٹکے ہوئے لوگوں میں سے ہیں)۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا ان کی اس وعدے کی وجہ سے تھی جو انہوں نے اپنے والد سے کیا تھا جیسا کہ سورہ توبہ کی آیت نمبر 114 میں مذکور ہے۔ لیکن جب معلوم ہوا کہ وہ اللہ کا ہمیشہ کا دشمن ہے تو اس سے بیزاری کا اعلان کر دیا۔ اور یہ دعا بھی کی کہ (اے میرے رب رسوا نہ کیجئے گا مجھے جس دن لوگ زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے اور جس دن نہ نفع دے گا محض مال اور نہ (محض) اولاد نفع دے گی البتہ نفع صرف اس صورت میں ہوگا (جب آدمی) کفر، نفاق اور فاسد عقیدوں کے روگ سے (پاک صاف دل لے کر اللہ کے دربار میں آئے گا)۔

ربط: اوپر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عمل اور ان کی قوم کے عمل کا فرق بیان کیا گیا۔ پھر اس بات کا ذکر ہوا کہ قیامت کے دن کافروں اور منافقوں کا برا انجام ہوگا اور ایمان والوں کا اچھا انجام ہو گا۔ آگے اچھے برے انجام کی کچھ تفصیل بتاتے ہیں۔

وَاُزْلِفَتِ
الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿٩٠﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ ﴿٩١﴾ وَقِيْلَ لَهُمْ اَيْنَمَا
كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿٩٢﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ هَلْ يَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴿٩٣﴾
فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا هُمْ وَالْغَاوٗنَ ﴿٩٤﴾ وَجُنُوْدُ اِبْلِيْسَ اَجْمَعُوْنَ ﴿٩٥﴾ قَالُوْا
وَهُمْ فِيْهَا يَخْتَصِمُوْنَ ﴿٩٦﴾ تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٩٧﴾ اِذْ
نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٩٨﴾ وَمَآ اَضَلَّنَآ اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿٩٩﴾ فَمَا لَنَا
مِنْ شَافِعِيْنَ ﴿١٠٠﴾ وَلَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ ﴿١٠١﴾ فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ
مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٠٢﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ
مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٠٣﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٠٤﴾

ترجمہ: اور قریب کر دی جائے گی جنت ڈرنے والوں کے لیے اور باہر نکالی جائے گی جہنم بے راہوں کے لیے اور کہا جائے گا ان کو کہاں ہیں وہ جن کو تم پوجتے تھے سوائے اللہ

کے کیا وہ مدد کرتے ہیں تمہاری یا وہ بدلہ لے سکتے ہیں۔ پھر اوندھے ڈالے جائیں گے اس میں وہ اور سب بے راہ اور ابلیس کے لشکر، سب ہی۔ کہیں گے اس حال میں کہ وہ اس میں جھگڑ رہے ہوں گے اللہ کی قسم ہم تھے کھلی گمراہی میں جب ہم برابر کا کرتے تھے تم کو رب العالمین کے ساتھ۔ اور نہیں گمراہ کیا ہم کو مگر مجرموں نے۔ پھر نہیں ہے ہمارے لیے کوئی سفارش کرنے والا اور نہ ہی کوئی دوست محبت کرنے والا۔ تو اگر ہو ہمارے لیے ایک (اور) موقع تو ہوں گے ہم ایمان والے۔ بلاشبہ اس میں نشانی ہے اور نہیں ہیں ان کے اکثر ایمان والے۔ اور بلاشبہ تیرا رب ہی زبردست ہے رحم والا ہے۔

تفسیر: (اور) محشر میں (جنت) مع اپنی انتہائی آرائش و زیبائش کے (متقیوں کے) یعنی مومنوں (کے قریب کر دی جائے گی) اور وہ ان کو قریب ہی نظر آئے گی۔ اسے دیکھ کر وہ اس میں داخل ہونے سے پہلے ہی خوشی اور مسرت محسوس کریں گے (اور اسی طرح دوزخ مجرموں کے سامنے ظاہر کی جائے گی)۔ یہاں مجرموں سے مراد وہ بڑے بڑے سردار ہیں جو کفر پر قائم رہے اور انہیں دیکھ کر دوسروں نے بھی کفر اختیار کیے رکھا مجرموں کے سامنے دوزخ ظاہر کی جائے گی تا کہ اس میں داخل ہونے سے پہلے ہی خوف کھا کر لرزنے لگیں (اور ان سے کہا جائے گا کہ تمہارے وہ) فرضی (معبود کہاں ہیں جن کو تم خدا کے سوا پوجتے تھے۔ (کیا وہ) آج تمہیں عذاب سے چھڑانے میں (تمہاری مدد کرتے ہیں یا تمہارا بدلہ لیتے ہیں)۔ نہیں ایسا کچھ نہیں ہے بلکہ وہ تو اپنا بچاؤ بھی نہیں کر سکتے۔ (پھر ان کو اور گمراہوں کو اور ابلیس کے لشکروں کو سب ہی کو اوندھے منہ جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ پھر وہاں جہنم میں وہ سب آپس میں جھگڑیں گے) اور ایک دوسرے کو الزام دیں گے اور آخر کار اپنے خود ساختہ معبودوں سے اپنی گمراہی کا اعتراف کریں گے اور کہیں گے (اللہ کی قسم ہم اس زمانہ میں کھلی گمراہی میں تھے جب ہم نے تم کو) خدائی اختیارات دیتے ہوئے (رب العالمین کے برابر قرار دے رکھا تھا۔ اس گمراہی میں ہمیں مجرموں نے ڈالا۔ اب ہم اس مصیبت میں گرفتار ہیں۔ نہ کوئی بت کام دیتا ہے نہ شیطان مدد کو پہنچتا ہے بلکہ وہ تو خود جہنم میں ہے۔ غرض (ہمارے لیے نہ کوئی سفارشی ہے اور نہ کوئی ہمدرد دوست ہے۔ سو اگر ہمارے لیے دنیا میں جانا ایک مرتبہ اور ہو جائے تو ہم پکے ایمان والے ہوں گے) لیکن یہ اپنے وعدے میں بھی جھوٹے ہیں کیونکہ سورہ انعام کی آیت میں ہے: وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْ عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكَاذِبُوْنَ یعنی اگر ان کو دنیا میں لوٹا دیا جائے تو یہ پھر وہی کریں گے جس سے ان کو منع کیا گیا ہے اور بلاشبہ یہ جھوٹ بول رہے ہیں (بلاشبہ) ابراہیم علیہ السلام کے (اس قصہ میں بڑی نشانی ہے لیکن ان کے اکثر افراد ایمان والے نہیں اور بلاشبہ آپ کا رب ہی زبردست ہے رحم والا ہے۔)

3- نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کا قصہ

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ
الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٠٥﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٠٦﴾ اِنِّيْ لَكُمْ
رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿١٠٧﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿١٠٨﴾ وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ
اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠٩﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿١١٠﴾
قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ﴿١١١﴾ قَالَ وَمَا عِلْمِيْ بِمَا
كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١١٢﴾ اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰى رَبِّيْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ ﴿١١٣﴾ وَ
مَآ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١١٤﴾ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿١١٥﴾ قَالُوْا لَئِنْ
لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ ﴿١١٦﴾ قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِيْ
كَذَّبُوْنِ ﴿١١٧﴾ فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَّنَجِّنِيْ وَمَنْ مَّعِيَ مِنَ
الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١١٨﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿١١٩﴾ ثُمَّ
اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِيْنَ ﴿١٢٠﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ
مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٢١﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٢٢﴾

ترجمہ: جھٹلایا قوم نوح نے رسولوں کو جب کہا ان سے ان کے بھائی نوح نے کہ کیا نہیں تم ڈرتے ہو۔ بلاشبہ میں تمہارے لیے رسول ہوں امانتدار تو ڈرو اللہ سے اور اطاعت کرو میری۔ اور نہیں میں سوال کرتا تم سے اس پر کچھ اجر کا۔ نہیں ہے میرا اجر مگر ذمہ رب العالمین کے تو ڈرو اللہ سے اور اطاعت کرو میری۔ وہ بولے کیا ہم مان لیں تجھ کو حالانکہ پیروی کر رہے ہیں تیری کمّی لوگ۔ کہا اور کیا ہے میرا علم اس کا جو یہ کرتے ہیں۔ نہیں ہے ان کا حساب مگر ذمہ میرے رب کے اگر تم سمجھتے ہو۔ اور نہیں ہوں میں دھتکارنے والا مومنوں کو۔ نہیں ہوں میں مگر ڈرانے والا کھلا۔ وہ بولے اگر نہ تو باز آیا اے نوح تو ضرور ہو گا تو

سنگسار کئے ہوؤں میں سے۔ کہا (نوح نے) اے رب میرے بلاشبہ میری قوم نے جھٹلایا ہے مجھے۔ سو فیصلہ کر میرے درمیان اور ان کے درمیان کوئی فیصلہ اور نجات دے مجھ کو اور ان کو جو میرے ساتھ ہیں ایمان والے۔ تو بچایا ہم نے اس کو اور جو اس کے ساتھ تھے (ان کو) بھری ہوئی کشتی میں۔ پھر غرق کیا ہم نے بعد میں باقیوں کو۔ بلاشبہ اس میں نشانی ہے اور نہیں تھے ان کے اکثر ایمان والے اور بلاشبہ تیرا رب ہی زبردست ہے رحم والا ہے۔

تفسیر: (جھٹلایا نوح) علیہ السلام (کی قوم نے) ان کو، اور ان کو جھٹلانے کے ضمن میں (تمام رسولوں کو جب کہا ان کے قومی (بھائی نوح) علیہ السلام نے (ان سے کہ کیا تم خدا کی پکڑ سے ڈرتے نہیں جو بت پرستی میں لگے ہوئے ہو۔ (میں تمہارے لیے) انتہائی (امانتدار رسول ہوں) کہ انتہائی صدق و امانت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا پیغام کسی بھی کمی بیشی کے بغیر تم تک پہنچاتا ہوں (لہٰذا) تم پر لازم ہے کہ پیغام الٰہی سن کر (اللہ سے ڈرو اور میری مکمل اطاعت کرو)۔ پیغام الٰہی تم تک پہنچانے پر میں تم سے کچھ اجرت کا سوال نہیں کرتا۔ میرا اجر تو صرف رب العالمین کے پاس ہے) جس کو وہ اپنے فضل سے یوں فرماتے ہیں کہ ''رب العالمین کے ذمہ ہے'' ورنہ اللہ تعالیٰ پر کسی کا ذمہ نہیں نکلتا۔ تو جب میری تبلیغ کسی دنیوی غرض سے لاتعلق ہے اور محض تمہاری ہمدردی اور خیر خواہی میں ہے (تو تمہیں چاہیے کہ تم اللہ کی نافرمانی سے بچو اور میری کامل اطاعت کرو)۔ اس پر ان کی قوم والے (بولے کیا ہم تم کو) خدا کا رسول (مان لیں حالانکہ تمہارے پیچھے چلنے والے تو) تھوڑے سے (کمّی لوگ ہیں)۔ یہ کمّی لوگ کیا اونچے کام کریں گے۔ اور ہم جو شرف اور بڑے مرتبہ والے ہیں ہمارا ان سے کوئی جوڑ نہیں بنتا۔ ان کو یہاں سے یعنی اپنی مجلس سے نکالو پھر ہم سے بات کرنا۔

(نوح) علیہ السلام (نے) جواب میں (کہا) کہ تم نے مجھ پر دو اعتراض کئے ہیں: (1) میرے پیروکار کمّی لوگ ہیں اور (2) یہ پیروکار بھی مال ملنے کے لالچ سے ساتھ ہوئے ہیں۔ پہلے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے (فرمایا کہ مجھے) تو ان کے ایمان اور اعمال صالحہ سے غرض ہے (اس سے غرض نہیں کہ وہ) حلال روزی کے لیے (کیا کام کرتے ہیں) دوسرے اعتراض یعنی جنہوں نے میری پیروی کی ہے وہ مال کے لالچ میں کی ہے اس کا تعلق دل کی نیتوں سے ہے (اور نیتوں کا حساب میرے رب کے ذمہ ہے اگر تم سمجھتے ہو)۔

رہا تمہارا مطالبہ کہ میں اپنے پیروکاروں کو اپنے سے چلتا کر دوں تو (میں) تمہاری خاطر سے غریب (ایمان والوں کو دھتکارنے والا نہیں۔ میں تو بس تمہیں) برے انجام سے (کھلا کھلا ڈرانے والا ہوں)۔ اور میں تمہاری لغو فرمائشیں بھی پوری نہیں کر سکتا۔ قوم کے (لوگوں نے کہا اے نوح) بس اب ہم

کوتمہاری نصیحت کی نہ ضرورت ہے اور نہ ہی اب ہم اس کو برداشت کریں گے۔ (اگر تم باز نہ آئے تو تم ضرور سنگسار کر دیئے جاؤ گے)۔ (نوح) علیہ السلام نے قوم کے اس جواب سے مکمل مایوس ہو کر بارگاہ خداوندی میں (درخواست کی کہ اے میرے رب بلاشبہ میری قوم نے مجھ کو جھٹلایا) اور میری دعوت و نصیحت کو ٹھکرا دیا اور اب مجھے ان سے مایوسی کے علاوہ ہدایت قبول کرنے کی کوئی امید نہیں رہی (تو) اے میرے رب (ان کے اور میرے درمیان) عملی (فیصلہ کر دیجئے)۔ اور ان کو تباہ کر دیجئے (اور مجھے اور میرے ساتھ جو اہل ایمان ہیں ہم سب کو) کافروں پر آنے والے عذاب سے (بچا لیجئے۔ سو) ہم نے ایسا ہی کیا اور (ہم نے نوح کو اور ان کے ساتھیوں کو) جو اہل ایمان تھے (بھری ہوئی کشتی میں بچا لیا پھر ہم نے باقی سب کو) پانی میں غرق کر دیا۔ بلاشبہ اس واقعہ میں بڑی نشانی ہے اور نوح علیہ السلام کی قوم کے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں تھے اور بلاشبہ آپ کا رب زبردست ہے رحم والا ہے۔)

قوم عاد کا قصہ

كَذَّبَتْ عَادُ
الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٢٣﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٢٤﴾ اِنِّيْ لَكُمْ
رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿١٢٥﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿١٢٦﴾ وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ
اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٢٧﴾ اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ
اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ ﴿١٢٨﴾ وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ﴿١٢٩﴾ وَاِذَا
بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ ﴿١٣٠﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿١٣١﴾ وَاتَّقُوا
الَّذِيْٓ اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ ﴿١٣٢﴾ اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّبَنِيْنَ ﴿١٣٣﴾ وَجَنّٰتٍ
وَّعُيُوْنٍ ﴿١٣٤﴾ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿١٣٥﴾ قَالُوْا سَوَآءٌ
عَلَيْنَآ اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِيْنَ ﴿١٣٦﴾ اِنْ هٰذَآ اِلَّا خُلُقُ
الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٣٧﴾ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿١٣٨﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَهْلَكْنٰهُمْ ۭ اِنَّ فِيْ
ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٣٩﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ

الرَّحِيمُ ﴿١٢٠﴾

ترجمہ: جھٹلایا عاد نے رسولوں کو جب کہا ان سے ان کے بھائی ہود نے کیا تم ڈرتے نہیں ہو بلاشبہ میں تمہارے لیے رسول ہوں امانتدار تو ڈرو اللہ سے اور اطاعت کرو میری۔ اور نہیں میں سوال کرتا تم سے اس پر اجرت کا۔ نہیں ہے میرا اجر مگر صرف رب العالمین پر۔ کیا تم بناتے ہو اونچی زمین پر ایک نشان کھیلتے ہو تم اس سے اور تم بناتے ہو کاریگریاں گویا کہ تم ہمیشہ رہو گے۔ اور جب ہاتھ ڈالتے ہو تو پکڑتے ہو ظالموں کی حالت میں سو ڈرو اللہ سے اور اطاعت کرو میری اور ڈرو اس ذات سے جس نے پہنچائیں تم کو وہ چیزیں جو تم جانتے ہو۔ پہنچائے تم کو چوپائے اور بیٹے اور باغات اور چشمے۔ بے شک میں ڈر رکھتا ہوں تم پر عذاب کا بڑے دن کا۔

قوم کے لوگ بولے برابر ہے ہم پر نصیحت کرے تو یا نہ ہو نصیحت کرنے والوں میں سے۔ نہیں ہے یہ مگر عادتیں پہلے لوگوں کی اور نہیں ہیں ہم عذاب دیے جانے والے۔ سو جھٹلایا (قوم کے) لوگوں نے ہود علیہ السلام کو اور کہا نہیں ہم عذاب دیے جانے والے۔ بلاشبہ اس میں نشانی ہے اور نہیں تھے ان کے اکثر ایمان والے اور بلاشبہ آپ کا رب زبردست ہے رحم والا ہے۔

تفسیر: حضرت ہود علیہ السلام کی قوم کا نام عاد تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ہود علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔ (قوم عاد نے تمام رسولوں کو جھٹلایا) کیونکہ قاعدہ ہے کہ کسی ایک رسول کو جھٹلانا تمام رسولوں کو جھٹلانے کے مترادف ہے۔ قوم عاد نے حضرت ہود علیہ السلام کو اس وقت جھوٹا بتایا (جب ان کے) قومی (بھائی ہود) علیہ السلام (نے ان سے کہا کہ کیا تم) خدا کی پکڑ سے (ڈرتے نہیں ہو) جو تم نے یہ جھوٹے معبود بنا لیے ہیں اور اس حقیقت کو پیش نظر رکھو کہ (میں تمہارے لیے خدا کی طرف سے رسول اور پیغام پہنچانے والا (ہوں پھر امانت دار ہوں) کہ خدا کا پیغام تم تک پہنچانے میں کوئی خیانت نہیں کرتا۔ سو اس صورت حال کا تقاضا یہ ہے کہ تم جھوٹے معبود بنا لینے پر (اللہ کی پکڑ سے ڈرو اور) خدا نے میری معرفت جو احکام تم کو دیے ہیں ان میں (میری اطاعت کرو۔ اور) دیکھو میں جو دن رات تمہیں سمجھانے میں لگا ہوں تو محض تمہاری خیر خواہی میں لگا ہوں۔ (تم سے اس پر کچھ اجرت نہیں مانگتا) بلکہ یہ تو خدا کا کام ہے اس لیے (میرا اجر رب العالمین) کے فضل (پر ہے)۔

قوم عاد کو ایک تو اونچے اور مضبوط لیکن بے فائدہ منارے بنانے کا شوق تھا۔ دوسرے رہائش کی

عمارتیں بھی بڑے تکلف والی بناتے تھے جن میں بڑی کاریگری دکھاتے تھے۔ ان سے زیب و زینت تو ہوتی تھی لیکن مزید رہائشی فائدہ نہ ہوتا تھا اس لیے مال ہی ضائع ہوتا تھا۔ حضرت ہود علیہ السلام نے ان کی اس عادت کی اصلاح کے لیے فرمایا (کیا تم ہر اونچی جگہ پر مضبوط نشانی) جس سے تم کھیلتے ہو بطور یادگار تعمیر کرتے ہو۔ یہ استفہام تقریری ہے جس کا مطلب ہے کہ ہاں تم مضبوط و بلند منارے تعمیر کرتے ہو حالانکہ ان کا کچھ فائدہ نہیں ہے اور یہ عبث کام ہے جو تم کرتے ہو۔ (اور) رہی یہ بات کہ تم اپنے رہنے کے لیے (بہت مضبوط گھر بناتے ہو) جن میں تم مضبوط اور عمدہ کاریگریاں دکھاتے ہو اور اس میں اس قدر تکلف کرتے ہو (گویا کہ تم ہمیشہ زندہ رہو گے) اور تمہارے بنائے ہوئے مکانات اور یادگاریں ہمیشہ رہیں گی اور کبھی برباد نہ ہوں گی لیکن آج دیکھو تو ان کے کھنڈر بھی باقی نہ رہے۔ پھر تمہاری ایک اور بات میں اصلاح ضروری ہے جو یہ ہے کہ (تم جب) کمزوروں پر (ہاتھ ڈالتے ہو تو ظلم سے ہاتھ ڈالتے ہو)۔ غرض تم نے کمزوروں کو تنگ کر رکھا ہے گویا انصاف اور نرمی کو تم جانتے ہی نہیں ہو۔ (سو اللہ سے ڈرو) ظلم و تکبر سے باز آؤ (اور میری اطاعت کرو)۔

اور تمہیں میری یہ بھی نصیحت ہے کہ اس بات کو سوچو کہ یہ دنیوی ساز و سامان جو تمہیں ملا ہے آخر یہ کس نے دیا ہے؟ ظاہر ہے کہ یہ منعم حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے۔ تو کیا تمہارے ذمے اللہ تعالیٰ کا کچھ حق نہیں ہے۔ یہ بات بالکل بدیہی ہے کہ جس پر احسان کیا جائے اس کے ذمہ احسان کرنے والے (یعنی محسن) کا شکر ادا کرنا واجب ہے اور یہ تینوں طرح سے ہے دل سے، زبان سے اور اعضاء و جوارح سے۔ ورنہ وہ ذات تمہاری سخت گرفت کر سکتی ہے سو اس ذات کی پکڑ سے ڈرو جس نے تمہیں وہ چیزیں دی ہیں جو تم جانتے ہو)۔ (اس ذات نے تم کو عطا کیے چوپائے اور بیٹے اور باغات اور چشمے۔ اب اتنا تو سوچو کہ یہ سب چیزیں صرف اللہ نے تم کو عطا کیں۔ لیکن اگر تمہاری شرارت اور سرکشی اسی طرح رہی تو (مجھے خوف ہے کہ) پچھلی قوموں کی طرح (تم بھی کسی بڑے دن کے عذاب میں گرفتار ہو جاؤ۔ ان کی قوم کے لوگ بولے تم ہمیں نصیحت کرو یا نہ کرو دونوں حالتیں ہم پر یکساں ہیں) اور بے کار ہیں (کیونکہ تمہاری باتیں تو پہلے ہی پچھلے دقیانوسی لوگوں کی باتیں اور طریقے ہیں)۔ اب تو دنیا بڑی ترقی کر چکی ہے یہ نئی ٹیکنالوجی کا زمانہ ہے جب کہ خدا کے عذاب سے ڈرانے کی باتیں پرانے قصے کہانیاں ہیں لوگوں کے توہمات سے فائدہ اٹھانے کے لیے کچھ لوگ نبی بن جاتے ہیں اور وہی عذاب سے ڈراتے ہیں لیکن اب ہم باشعور ہیں اور تم ہمیں بے وقوف نہیں بنا سکتے۔ اور ہم پر کوئی عذاب نہ آئے گا۔ غرض (قوم عاد نے) حضرت (ہود) علیہ السلام (کو جھٹلایا تو ہم نے ان کو) سخت آندھی کے عذاب سے (ہلاک کر دیا۔ بلاشبہ اس قصہ میں بڑی نشانی ہے اور قوم عاد کے اکثر لوگ ایمان والے نہ تھے اور بلاشبہ آپ کا رب

زبردست ہے رحم والا ہے)۔

قوم ثمود کا قصہ

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٤١﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ
اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٤٢﴾ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿١٤٣﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿١٤٤﴾ وَ
مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٤٥﴾
اَتُتْرَكُوْنَ فِيْ مَا هٰهُنَآ اٰمِنِيْنَ ﴿١٤٦﴾ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿١٤٧﴾ وَّزُرُوْعٍ
وَّنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ ﴿١٤٨﴾ وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا فٰرِهِيْنَ ﴿١٤٩﴾
فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿١٥٠﴾ وَلَا تُطِيْعُوْٓا اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿١٥١﴾ الَّذِيْنَ
يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ﴿١٥٢﴾ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ
الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿١٥٣﴾ مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۚ فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ
الصّٰدِقِيْنَ ﴿١٥٤﴾ قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿١٥٥﴾
وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿١٥٦﴾ فَعَقَرُوْهَا
فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ ﴿١٥٧﴾ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَ
مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٥٨﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٥٩﴾

ترجمہ: اور جھٹلایا ثمود نے رسولوں کو جب کہا ان سے ان کے بھائی صالح نے کیا تم ڈرتے نہیں ہو۔ بے شک میں تمہاری طرف رسول ہوں امانت دار تو ڈرو اللہ سے اور اطاعت کرو میری۔ اور نہیں میں سوال کرتا ہوں تم سے اس پر اجرت کا۔ نہیں ہے میرا اجر مگر رب العالمین پر۔ کیا تم چھوڑے جاؤ گے ان چیزوں میں جو یہاں ہیں یا ان باغوں میں اور چشموں میں اور کھیتوں میں اور کھجوروں میں جن کا خوشہ نرم و ملائم ہے۔ اور تم تراشتے ہو پہاڑوں میں گھر تکلف والے۔ سو ڈرو اللہ سے اور اطاعت کرو میری اور مت اطاعت کرو حکم

کی اسراف کرنے والوں کی جو فساد کرتے ہیں زمین میں اور اصلاح نہیں کرتے۔ لوگ بولے نہیں ہے تو مگر بشر ہماری طرح کا سو لے آ کوئی نشانی اگر تو سچوں میں سے ہے۔ کہا (صالح نے) یہ اونٹنی ہے۔ اس کے لیے پانی پینا ہے اور تمہارے لیے پانی پینا ہے متعین دن میں۔ مت چھونا اس کو برائی کے ساتھ کہ پکڑے تم کو عذاب بڑے دن کا۔ پھر انہوں نے کاٹ دیا اس (اونٹنی) کو تو ہو گئے ندامت والے۔ سو پکڑا ان کو عذاب نے۔ بلاشبہ اس میں بڑی نشانی ہے اور ان کے اکثر لوگ ایمان والے نہ تھے۔ اور بلاشبہ تیرا رب وہی زبردست ہے رحمت والا ہے۔

تفسیر: قوم (ثمود نے) اپنی طرف بھیجے گئے رسول حضرت صالح علیہ السلام کو جھٹلایا اور ایک کو جھٹلانا سب کو جھٹلانا ہے لہٰذا انہوں (نے سب رسولوں کو جھٹلایا)۔ یہ اس وقت ہوا (جب ان کے) قومی (بھائی حضرت صالح علیہ السلام نے ان کو سمجھایا کہ کیا تم) خدا تعالیٰ کی پکڑ سے (ڈرتے نہیں ہو۔ میں تمہاری طرف رسول ہوں امانتدار تو اللہ) کی پکڑ سے ڈرو اور جو حکم میں تمہیں خدا تعالیٰ کی طرف سے دوں اس میں (میری اطاعت کرو۔ اور میں اس) دعوت و تبلیغ کرنے اور نصیحت (کرنے پر تم سے اجرت نہیں مانگتا بلکہ میرا اجر رب العالمین پر ہے) جو ان کا فضل ہے۔ (کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تم یہاں) اس دنیا کی عیش (آرام دہ چیزوں میں) اور آرام دہ حالات میں (باغوں میں اور چشموں میں اور کھیتیوں میں اور کھجوروں میں جن کا خوشہ نرم ہے تم ہمیشہ کے لیے چھٹے رہو گے۔ اور پہاڑوں کو تراش کر تم پر تکلف مکان بناتے ہو)۔ کیا تمہارا خیال ہے کہ تم ان سے کبھی نہ نکلو گے یا یہ مضبوط اور پتھر کی بنی ہوئی عمارتیں تم کو خدا کے عذاب سے بچا لیں گی۔ یہ خام خیالی دل سے نکال دو (اور خدا سے ڈر کر میری اطاعت کرو) میں تمہارے فائدے کی بات کرتا ہوں اور مزید تمہیں یہ نصیحت کرتا ہوں کہ بے باک (اور فسادی لوگوں کی پیروی مت کرو کیونکہ یہ لوگ تو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے)۔

قوم کے (لوگ بولے تم تو محض جادو زدہ شخص ہو) اور اس وجہ سے تمہاری عقل ماری گئی ہے العیاذ باللہ (ورنہ تم تو محض ہماری طرح کے بشر ہو) جو باتیں تم میں پائی جاتی ہیں وہ ہم میں بھی پائی جاتی ہیں تم میں کوئی زائد بات نہیں ہے تو تم رسول کیسے بن گئے (اور اگر پھر بھی تم اپنے دعوے میں اپنے کو سچا سمجھتے ہو تو) اپنے نبی اور رسول ہونے پر (کوئی نشانی لاؤ)۔ بعض تفسیروں میں ہے کہ خود قوم ثمود نے فرمائش کی کہ فلاں چٹان سے اونٹنی نکال کر دکھاؤ۔ حضرت صالح علیہ السلام کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے اس چٹان سے زندہ اونٹنی نکال دی۔ وہ اونٹنی آزاد پھرتی رہتی۔ جس جنگل میں وہ چرنے جاتی اور جس تالاب سے پانی پینے جاتی وہاں سے دوسرے سب جانور بھاگ جاتے۔ (اس پر یہ طے کیا گیا کہ ایک دن پانی پینے کا

حق اس خاص اونٹنی کو ہوگا اور ایک دن دوسرے مویشیوں کا ہوگا۔ اس بات کو) حضرت صالح علیہ السلام نے یوں سمجھایا کہ دیکھو یہ اونٹنی (ہے تمہاری فرمائش پر نکالی گئی ہے) اور یہ غیر معمولی ہے۔ (ایک دن پانی پینے کا حق اس کا ہوگا اور ایک دن دوسرے مویشیوں کا ہوگا۔ اور یاد رکھو کہ اس اونٹنی کو برائی سے مت چھونا ورنہ بڑے دن کا عذاب تمہیں آن پکڑے گا)۔

قوم ثمود کے لوگ اپنے چوپایوں کے لیے ایک دن چھوڑ کر پانی کی قربانی کے لیے راضی نہ رہے اور (انہوں نے اس) اونٹنی (کے پاؤں کاٹ ڈالے جس پر پھر وہ پچھتائے) کیونکہ تیسرے دن (عذاب خداوندی نے آ کر ان کو پکڑ لیا۔ بلاشبہ اس میں بڑی نشانی ہے اور قوم ثمود کے اکثر لوگ ایمان والے نہ تھے اور بلاشبہ آپ کا رب وہی زبردست ہے رحمت والا ہے۔)

حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کا قصہ

كَذَّبَتْ
قَوْمُ لُوْطِ ۨ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٦٠﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٦١﴾
اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿١٦٢﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿١٦٣﴾ وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ
عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٦٤﴾ اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ
مِنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٦٥﴾ وَتَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ
قَوْمٌ عٰدُوْنَ ﴿١٦٦﴾ قَالُوْا لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰلُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِيْنَ ﴿١٦٧﴾
قَالَ اِنِّيْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِيْنَ ﴿١٦٨﴾ رَبِّ نَجِّنِيْ وَاَهْلِيْ مِمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٦٩﴾
فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴿١٧٠﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ ﴿١٧١﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا
الْاٰخَرِيْنَ ﴿١٧٢﴾ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَاۗءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿١٧٣﴾
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٧٤﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ
لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٧٥﴾

ترجمہ: جھٹلایا قوم لوط نے رسولوں کو جب کہا ان سے ان کے بھائی لوط نے کیا تم ڈرتے نہیں ہو۔ بلاشبہ میں تمہارے لیے رسول ہوں امانتدار۔ تو ڈرو اللہ سے اور اطاعت کرو میری۔ اور میں سوال نہیں کرتا تم سے اس کام پر اجرت کا۔ نہیں ہے میرا اجر مگر رب العالمین پر۔ کیا تم آتے ہو مردوں کے پاس جہانوں سے اور چھوڑتے ہو جو پیدا کیں تمہارے لیے تمہارے رب نے تمہاری بیویوں سے بلکہ تم ہو لوگ سرکش۔ وہ بولے اگر تو باز نہ آیا اے لوط تو تو ضرور ہوگا نکالے ہوؤں میں سے۔ کہا (لوط نے) بے شک میں تمہارے عمل کی وجہ سے غصہ میں ہوں۔ اے میرے رب نجات دیجئے مجھ کو اور میرے گھر والوں کو اس کام سے جو یہ کرتے ہیں۔ تو نجات دی ہم نے لوط کو اور اس کے اہل کو سب کو مگر ایک بڑھیا کو جو پیچھے رہ جانے والوں میں ہوئی۔ پھر اٹھا مارا ہم نے دوسروں کو اور برسائی ہم نے ان کے اوپر بارش تو بری ہوئی بارش ڈرائے ہوؤں کی۔ بلاشبہ اس میں بڑی نشانی ہے اور ان کے اکثر ایمان والے نہ تھے اور بلاشبہ تیرا رب وہی زبردست ہے رحمت والا ہے۔

تفسیر: (جھٹلایا قوم لوط نے) اپنے رسول کو جھٹلا کر (تمام رسولوں کو جب ان سے کہا ان کے بھائی لوط) علیہ السلام (نے کہ کیا تم خدا) کی پکڑ (سے ڈرتے نہیں ہو میں تمہارے لیے رسول ہوں امانتدار) اور میں امانت داری سے کہتا ہوں کہ تم جس برائی میں مبتلا ہو اس کا انجام تو خداوندی عذاب ہے۔ سو اللہ کے عذاب سے ڈرو (اور میں اپنے) دعوت وتبلیغ کے (کام پر تم سے اجرت نہیں مانگتا) جو میرے خیر خواہ ہونے کی مزید دلیل ہے۔ (میرا اجر تو رب العالمین پر ہے۔ کیا تم) اپنی جنسی شہوت پوری کرنے کے لیے (مردوں کے پاس آتے ہو یا یہ کہ سارے جہاں میں صرف تم ہی ہو جو یہ خلاف فطرت فعل کرتے ہو (اور تمہارے رب نے تمہارے لیے اس غرض سے بیویاں بنائی ہیں ان کو چھوڑتے ہو)۔ بات صرف اتنی نہیں (بلکہ تم) خلاف فطرت کام کر کے آدمیت کی (حد سے نکل گئے ہو۔) قوم کے لوگ (بولے اے لوط) تم اپنی وعظ ونصیحت رہنے دو ہمیں اس کی ضرورت نہیں اور (اگر تم اس سے باز نہ آئے تو تم بستی سے نکال دیے جاؤ گے۔ لوط) علیہ السلام نے فرمایا میں تمہارے عمل سے ناراض) اور بیزار (ہوں اور اس وجہ سے تمہارے عمل سے نفرت کا اظہار بھی کرتا رہوں گا اور نصیحت بھی کرتا رہوں گا۔ لیکن جب وہ قوم کی اصلاح سے مایوس ہو گئے تو دعا کی کہ (اے میرے رب مجھے اور میرے گھر والوں کو ان) خلاف فطرت (کاموں سے جو یہ کرتے ہیں نجات دیجئے)۔ مطلب یہ ہے کہ ان کی نحوست اور وبال سے ہم کو بچا اور ان کو غارت کر۔ (تو ہم نے لوط) علیہ السلام کو (اور ان کے گھر والوں کو سب کو بچایا سوائے ایک بڑھیا کے) جو حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی تھی لیکن اپنی قوم کی حمایت میں (ان کے ساتھ

ہی پیچھے رہی) ان کو چھوڑا نہیں۔ (پھر باقی لوگوں کو ہم نے اکھاڑ کر رکھ دیا۔ اور ہم نے ان پر آسمان سے) پتھروں کی بارش برسائی۔ سو ڈرائے ہوئے لوگوں پر کیا ہی بری بارش تھی) جس سے وہ ڈھیر ہو کر رہ گئے۔ (بلاشبہ اس میں بڑی نشانی ہے اور لیکن ان کے اکثر لوگ ایمان والے نہ تھے اور بلاشبہ آپ کا رب زبردست ہے رحمت والا ہے)۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کا قصہ

كَذَّبَ أَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٧٦﴾ إِذْ قَالَ
لَهُمْ شُعَيْبٌ أَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٧٧﴾ إِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ أَمِيْنٌ ﴿١٧٨﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ
وَأَطِيْعُوْنِ ﴿١٧٩﴾ وَمَآ أَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۚ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلٰى
رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٨٠﴾ أَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ ﴿١٨١﴾ وَزِنُوْا
بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ﴿١٨٢﴾ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا
فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿١٨٣﴾ وَاتَّقُوا الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْأَوَّلِيْنَ ﴿١٨٤﴾
قَالُوْٓا إِنَّمَآ أَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿١٨٥﴾ وَمَآ أَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَإِنْ
نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿١٨٦﴾ فَأَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ إِنْ
كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿١٨٧﴾ قَالَ رَبِّيْٓ أَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿١٨٨﴾ فَكَذَّبُوْهُ
فَأَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ ۚ إِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿١٨٩﴾
إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۚ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٩٠﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ
لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٩١﴾

ترجمہ: جھٹلایا اصحاب ایکہ نے رسولوں کو جب کہا شعیب نے ان سے کیا تم نہیں ڈرتے ہو۔ بے شک میں تمہاری طرف رسول ہوں امانتدار۔ سو ڈرو اللہ سے اور اطاعت کرو میری۔ اور میں نہیں مانگتا تم سے اپنے اس کام پر اجرت۔ میرا اجر تو رب العالمین پر ہے۔ اور

جب تم سودا کرو تو پورا کرو ناپ کو اور مت ہو کمی کرنے والوں میں سے اور تولو سیدھی ترازو سے اور مت کم کرو لوگوں کو ان کی چیزوں میں اور مت دوڑو زمین میں فساد کرتے ہوئے۔ اور ڈرو اسی ذات سے جس نے پیدا کیا تم کو اور پہلوں کی خلقت کو۔ وہ لوگ بولے تو تو محض جادو زدہ لوگوں میں سے ہے اور نہیں ہے تو مگر بشر ہماری مثل اور ہم خیال کرتے ہیں تجھ کو جھوٹوں میں سے۔ سو گرا دے ہم پر کوئی ٹکڑا آسمان کا اگر ہے تو سچوں میں سے۔ کہا (شعیب نے) میرا رب خوب جانتا ہے جو تم عمل کرتے ہو۔ سو جھٹلایا انہوں نے اس کو (یعنی شعیب کو) تو پکڑا ان کو عذاب نے سائبان والے دن کے۔ بلاشبہ وہ عذاب تھا بڑے دن کا۔ بے شک اس میں نشانی ہے اور ان کے اکثر لوگ ایمان والے نہ تھے اور بلاشبہ تیرا رب وہی زبردست ہے رحمت والا ہے۔

تفسیر: (جھٹلایا ایکہ والوں نے رسولوں کو) یہ لوگ مدین والے بھی کہلاتے تھے۔ ایکہ ایک درخت تھا جسے حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم پوجتی تھی۔ اسی نسبت سے ان لوگوں کو اصحاب الایکہ کہا گیا ہے۔ اور اسی لیے حضرت شعیب علیہ السلام کو ان کے بھائی سے تعبیر نہیں کیا گیا کیونکہ انبیاء کو بھائی کہا گیا تو نسبی اور قومی نسبت سے کہا گیا۔ ایکہ کی طرف نسبت مذہبی تھی جو حضرت شعیب علیہ السلام کے لائق نہ تھی۔ قوم نے ان کو اس وقت جھٹلایا (جب شعیب) علیہ السلام (نے ان کو یہ بات کہی کہ کیا تم خدا کی پکڑ سے ڈرتے نہیں ہو۔ بلاشبہ میں تمہاری طرف رسول ہوں امانتدار۔ سو اللہ) کی پکڑ (سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ اور اس پر میں تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا، میرا اجر تو رب العالمین پر ہے اور) اپنے آپس کے مالی معاملات بھی درست کر لو جو یہ ہیں:

(i) ناپ کو پورا کرو اور سودے میں کچھ کمی کرنے والے نہ بنو۔

(ii) اور وزن کرو سیدھی ترازو سے۔

(iii) اور ناپ تول میں یا اس کے بعد لوگوں کی چیزوں کو مت گھٹاؤ۔

(iv) اور مت دوڑو زمین میں فساد کرتے ہوئے) مطلب یہ ہے کہ ڈاکے مت ڈالو اور لوگوں کے حقوق مت مارو۔

(اور) اصلاح کی ان باتوں پر عمل اس وقت ممکن ہوگا جب (تم اس ذات کی پکڑ سے ڈرو جس نے تمہیں اور پہلے کے لوگوں کو پیدا کیا)۔ قوم کے لوگ (بولے تم تو محض جادو زدہ شخص ہو پھر ہماری طرح کے بشر ہو) تم پر کوئی سرخاب کا پر نہیں لگا جو تم خدا کے رسول بن گئے ہو۔ اور تمہاری باتیں سن کر تو (ہمارا غالب خیال یہی ہے کہ تم جھوٹے لوگوں میں سے ہو۔ اور اگر تم واقعی سچوں میں سے ہو تو ہم پر

آسمان کا یا بادل کا کوئی ٹکڑا گرا دو) اور ہمیں ہلاک کر دو۔ شعیب علیہ السلام نے (کہا میرا رب خوب جانتا ہے کہ تم کیا عمل کرتے ہو) یعنی وہ خوب جانتا ہے کہ کس نے کتنا جرم کیا ہے اور وہ کتنی سزا کے لائق ہے۔ عذاب دینا ہمارا کام نہیں ہے۔ ہمارا کام تو تمہیں ہوشیار کرنا ہے وہ ہم کر چکے۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی تمام تر خیر خواہی کے باوجود (ان کی قوم نے ان کو جھوٹا ہی کہا جس پر سائبان کے دن کے عذاب نے ان کو آن پکڑا)۔ اس کی صورت یہ تھی کہ سائبان کی طرح کا ابر آیا اور اس میں سے آگ برسی۔ نیچے سے زمین کو بڑا زلزلہ آیا اور سخت ہولناک آواز آئی۔ اس طرح پوری قوم تباہ ہوگئی۔ (بلاشبہ وہ بڑے دن کا عذاب تھا۔ بلاشبہ اس قصہ میں بڑی نشانی ہے اور ان کے اکثر لوگ ایمان والے نہ تھے اور بلاشبہ آپ کا رب زبردست ہے رحمت والا ہے)۔

ربط: سورت کے شروع میں قرآن پاک کا ذکر تھا اور اس کو جھٹلانے پر دھمکی دی گئی تھی۔ درمیان میں حق کو جھٹلانے والوں کے چند واقعات ذکر ہوئے۔ اب اصل مضمون کی طرف دوبارہ لوٹتے ہیں اور اس کے نزول کی کچھ کیفیت اور کچھ اوصاف ذکر کرتے ہیں۔

وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۹۲﴾ نَزَلَ بِهِ
الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ﴿۱۹۳﴾ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿۱۹۴﴾ بِلِسَانٍ
عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ﴿۱۹۵﴾ وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۹۶﴾ اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً
اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۹۷﴾ وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ
الْاَعْجَمِيْنَ ﴿۱۹۸﴾ فَقَرَاَهٗ عَلَيْهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۹۹﴾ كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ
فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۲۰۰﴾ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۲۰۱﴾
فَيَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۰۲﴾ فَيَقُوْلُوْا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ ﴿۲۰۳﴾
اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۲۰۴﴾ اَفَرَءَيْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِيْنَ ﴿۲۰۵﴾ ثُمَّ جَآءَهُمْ
مَّا كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿۲۰۶﴾ مَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ ﴿۲۰۷﴾ وَمَآ اَهْلَكْنَا
مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ ﴿۲۰۸﴾ ذِكْرٰى ۚ وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۲۰۹﴾

ترجمہ: اور بلاشبہ یہ (قرآن) اتارا ہوا ہے رب العالمین (پروردگار عالم) کا۔ اترا اس کو لے کر فرشتہ امانتدار تیرے دل پر تا کہ تو ہو ڈرانے والوں میں سے کھلی عربی زبان میں۔ اور اس قرآن کا ذکر ہے کتابوں میں پہلوں کی۔ کیا نہیں ہے ان کے لیے نشانی کہ اس کا علم رکھتے تھے علمائے بنی اسرائیل۔ اور اگر ہم اتارتے اس کو کسی عجمی پر اور وہ (ہی) پڑھتا لوگوں پر تو کبھی بھی اس پر ایمان نہ لاتے۔ اسی طرح گھسا دیا ہم نے اس کو دلوں میں مجرموں کے۔ نہیں مانیں گے وہ اس کو یہاں تک کہ وہ دیکھ لیں عذاب دردناک کو۔ پھر آئے ان پر اچانک اور وہ نہ رکھتے ہوں خبر۔ پھر کہنے لگیں کیا ہم مہلت دیئے جائیں گے۔ کیا ہمارے عذاب کو یہ جلدی مانگتے ہیں۔ کیا تو نے دیکھا اگر فائدہ دیں ہم ان کو سالہا سال۔ پھر آئے ان پر جس کا وہ وعدہ دیئے جاتے تھے اور نہیں ہلاک کیا ہم نے کسی بستی کو مگر ہو لیے اس کے لیے ڈرانے والے۔ یاد دلانے کو اور نہیں تھے ہم ظالم۔

قرآن پاک کی صفات

(اور یہ) قرآن (وہ) بابرکت اور عظیم الشان (کتاب ہے):

1- جو پروردگار عالم کی جانب سے اتاری ہوئی ہے۔

2- حضرت جبرئیل علیہ السلام جن کا لقب (روح الامین) ہے وہ (قرآن پاک کو لے کر آپ ﷺ کے قلب مبارک پر نازل ہوئے۔

3- پھر وہ وحی آپ ﷺ کے دل میں سیدھی اترتی چلی گئی۔

4- آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے اختیار کردہ الفاظ میں وہ مضمون حاصل ہوا (جس سے آپ کھلی عربی زبان میں ڈرانے والوں میں سے ہو جائیں)۔

5- وحی نازل ہونے کی دو صورتیں تھیں ایک آسان اور دوسری مشقت والی۔ آسان صورت یہ تھی کہ جبرئیل علیہ السلام انسانی صورت میں آتے اور آپ ﷺ ان کو اپنی ظاہری آنکھوں سے دیکھتے اور ظاہری کانوں سے ان کی بات سنتے۔ یہ صورت انسان کے طبعی عمل کے موافق تھی اس لیے اس میں کچھ مشقت نہ ہوتی تھی۔ دوسری صورت میں حضرت جبرئیل علیہ السلام اپنی اصل پر رہتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی روح مبارکہ کو مسخر کر کے غیر طبعی عالم یعنی عالم ملکیت کی طرف کھینچتے اور پھر اس پر وحی کا القاء کرتے۔ اس صورت میں آپ کے جسدی آلات معطل ہو جاتے اور آپ صرف اپنی روحانی اور قلبی قوتوں سے کام لیتے تھے، دل کے کانوں سے وحی کی آواز سنتے اور دل کی آنکھوں سے فرشتے کو

دیکھتے اور دل کی روشن قوتوں سے وحی کے علوم کو حاصل کرتے تھے۔

6- یہ کھلی عربی زبان میں اتارا گیا ہے۔ اس سے دو باتیں نکلتی ہیں (i) قرآن پاک کی زبان نہایت فصیح وبلیغ ہے۔ فصاحت کا تعلق الفاظ سے ہوتا ہے اور بلاغت کا تعلق صورتحال کے تقاضہ سے ہوتا ہے اور (ii) صرف مضمون ہی نہیں بلکہ الفاظ اور معانی سب وحی ربانی سے قلب مبارک پر القاء کئے گئے۔

7- (اور یہ) یعنی قرآن کی اور اس کے لانے والے کی خبر (پہلے لوگوں کی کتابوں میں) بطور پیشین گوئی (لکھی ہوئی ہے) مثلاً تورات اور انجیل میں۔ (کیا ان منکرین کے لیے یہ نشانی نہیں ہے کہ بنی اسرائیل کے علماء اس) قرآن کو اور صاحب قرآن دونوں (کو جانتے ہیں) کہ یہ وہی کتاب ہے اور وہی پیغمبر ہیں جن کی خبر سابقہ آسمانی صحیفوں میں دی گئی ہے۔

قرآن پاک کی صفات کے ذکر میں ضمناً ایک اعتراض اور اس کا جواب

اعتراض

کافر کہتے تھے کہ قرآن عربی زبان میں ہے اور محمد ﷺ کی زبان بھی عربی ہے اس لیے ہوسکتا ہے کہ انہوں نے یہ کتاب خود ہی بنالی ہو۔ اگر غیر عربی والے پر یعنی عجمی پر عربی قرآن اترتا تو یقین کرتے کہ مدعی نے خود نہیں بنایا۔

جواب

دھوکہ دینے والے کا دل کسی ایک بات پر نہیں ٹھہرتا۔ اگر ایسا ہوتا تب اور شبہے نکالتے مثلاً یہ کہ اس عجمی کو کوئی عربی میں کلام سکھا جاتا ہے۔ غرض (اگر ہم اس) قرآن (کو کسی عجمی پر اتارتے اور وہ اس کو عربوں پر پڑھتا تب بھی یہ اس پر ایمان نہ لاتے۔ اسی طرح گھسا دیا ہم نے مجرموں کے دلوں میں قرآن کو) کہ وہ دل میں خوب سمجھتے ہیں کہ یہ کلام کسی بشر کا نہیں ہوسکتا پھر بھی ہٹ دھرمی سے ایمان نہیں لاتے یہاں تک کہ وہ دردناک عذاب کو دیکھ لیں)۔

قرآن اور صاحب قرآن پر ایمان نہ لانے پر عذاب آنے کا ضابطہ

(وہ عذاب ان کے پاس اچانک آئے گا اور ان کو خبر بھی نہ ہوگی۔ پھر وہ کہیں گے کہ کیا ہم کچھ مہلت اور ڈھیل دیئے جائیں گے۔ کیا یہ ہمارے عذاب کو جلد مانگتے ہیں۔ کیا آپ نے دیکھا کہ اگر ہم ان کو سالہا سال فائدہ پہنچائیں پھر ان کے پاس وہ عذاب آئے جس کا وہ وعدہ دیئے جاتے تھے تو جو فائدہ وہ اٹھاتے رہے اب وہ ان کے کچھ کام نہ آئے گا۔

اور ہم نے جو کوئی بستی ہلاک کی تو اس وقت جب اس کے لیے ڈرانے والے ہوئے یاد دلانے کو،

اور ہم ظالم نہ تھے) کہ کسی قوم پر عذاب بغیر ڈرائے ڈال دیا ہو بلکہ عذاب بھیجنے سے پہلے کافی مہلت دی گئی اور تنبیہ کرنے والے پیغمبر بھیجے گئے تا کہ لوگ غفلت میں نہ رہیں۔ جب لوگ کسی طرح نہ مانے تو آخر کار ہلاک کئے گئے۔

قرآن پاک کی ایک اور صفت: قرآن پاک محفوظ ہے

وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ ﴿٢١٠﴾ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿٢١١﴾
اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ ﴿٢١٢﴾

ترجمہ: اور نہیں اترے اس کو لے کر شیطان اور نہیں ہے لائق ان کے اور نہ وہ (اس کی) طاقت رکھتے ہیں۔ بلاشبہ وہ سننے سے دور کر دیئے گئے ہیں۔

تفسیر: 1- (اس کو) یعنی قرآن کو (شیطان لے کر نہیں اترے) بلکہ یہ کتاب خدا تعالیٰ کے پاس سے جبرئیل امین علیہ السلام لے کر آئے ہیں۔

2- (یہ قرآن شیطانوں کے لائق بھی نہیں ہے) کیونکہ شیطانوں کی طبیعتوں کا خاصہ تو گمراہی اور فساد پھیلانا ہے جب کہ یہ کتاب از اول تا آخر رشد وصلاح اور نور ہدایت سے بھری ہوئی ہے جس کی تعلیم سے صحابہ جیسی جماعت قدسی اور اللہ والی جماعت وجود میں آئی۔

3- (اور شیطان ایسی کتاب بنانے کی استطاعت) اور طاقت (نہیں رکھتے)۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ قوت ہی نہیں دی۔

4- (شیطانوں کو اس کے سننے سے دور کر دیا گیا ہے) یہ اس طرح کہ نزول قرآن کے زمانہ میں اس کی حفاظت کے لیے ایسے غیبی پہرے بٹھا دیئے گئے کہ شیطان اس کے قریب بھی نہ پھٹک سکیں اور نہ ہی اس کا ایک حرف بھی اچک سکیں۔

ربط: جب یہ قرآن بلاشک وشبہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اتاری گئی کتاب ہے اور شیطانوں کا اس میں ذرہ بھر بھی دخل نہیں ہے تو چاہیے کہ اس کی تعلیم پر چلو جس کی اصل اصول توحید ہے۔ شرک، کفر اور تکذیب کی شیطانی راہ اختیار نہ کرو۔

فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ
مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ ﴿٢١٣﴾ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴿٢١٤﴾ وَاخْفِضْ

جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۱۵﴾ فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ
اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۱۶﴾ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ﴿۲۱۷﴾ الَّذِيْ
يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿۲۱۸﴾ وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ ﴿۲۱۹﴾ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۲۲۰﴾

ترجمہ: سو تو مت پکار اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو کہ پھر تو ہو جائے عذاب دیئے ہوؤں میں سے۔ اور ڈرا تو اپنے قریبی رشتہ داروں کو اور تو نیچے رکھ اپنے بازو ان کے لیے جو پیروی کریں تیری ایمان والوں میں سے۔ پھر اگر وہ نافرمانی کریں تیری تو تو کہہ میں بری ہوں (بیزار ہوں) اس کام سے جو تم کرتے ہو۔ اور تو بھروسہ کر اس زبردست (اور) رحمت والے پر جو دیکھتا ہے تجھے جب تو کھڑا ہوتا ہے اور جب تیرا پھرنا ہوتا ہے سجدہ کرنے والوں میں۔ بے شک وہی ہے خوب سننے والا جاننے والا۔

تفسیر: (سو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو مت پکاریے) کیونکہ یہ کفر و شرک کی راہ ہے اور اس کو اختیار کرنے سے (آپ عذاب دیئے ہوؤں میں سے ہو جائیں گے)۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بات رسول اللہ کو خطاب کرتے ہوئی کہی ہے لیکن مقصد دوسروں کو سنانا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے میں اپنے قریبی رشتہ داروں سے پہل کیجئے کیونکہ خیر خواہی میں ان کا حق مقدم ہے اور ویسے بھی آدمی کی صداقت و حقانیت اقارب کے ساتھ معاملہ پر پرکھی جاتی ہے۔ اس ہدایت پر عمل کی خاطر رسول اللہ ﷺ نے سارے قریش کو پکار کر سنایا اور اپنی پھوپھی اور بیٹی اور اپنے چچا تک کو سنایا کہ اللہ کے ہاں اپنی فکر کرو خدا کے چاہے بغیر میں تمہارا کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ (اور اپنے بازو اس شخص کے لیے جھکا لیجئے جو ایمان والوں میں سے آپ کی پیروی کرے پھر اگر وہ آپ کی نافرمانی کریں تو آپ ان کو کہئے کہ میں تمہارے عمل سے جو تم کرتے ہو بیزار ہوں) کیونکہ اللہ جو پورے عالم کا شہنشاہ ہے اس کے حکم کی مخالفت کرنے والوں سے بیزار ہونا ہی چاہئے۔ (اور وہ ذات جو زبردست ہے اور رحمت والی ہے آپ اس پر بھروسہ کیجئے)۔ نافرمانی کرنے والے کوئی بھی ہوں اور کتنے بھی ہوں اور کتنے ہی ہوں آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے کیونکہ (اللہ تعالیٰ آپ کو اس وقت بھی دیکھتے ہیں جب آپ کھڑے ہوتے ہیں اور جب آپ سجدہ کرنے والوں یعنی نمازیوں میں چلتے پھرتے ہیں۔ بلاشبہ وہی خوب سننے والا جاننے والا ہے)۔

ربط: قرآن پاک کے بارے میں بیان چل رہا ہے۔ اوپر بتایا تھا کہ قرآن پاک کو حضرت

جبرئیل علیہ السلام لے کر نازل ہوئے، شیطان اس کو لے کر نازل نہیں ہوئے اور نہ ہی وہ اس کے لائق ہیں۔ ہاں جس کے وہ لائق ہیں وہ یہ ہے:

هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَىٰ مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيَاطِينُ ﴿٢٢١﴾ تَنَزَّلُ عَلَىٰ كُلِّ أَفَّاكٍ
أَثِيمٍ ﴿٢٢٢﴾ يُلْقُونَ السَّمْعَ وَأَكْثَرُهُمْ كَاذِبُونَ ﴿٢٢٣﴾ وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ ﴿٢٢٤﴾
أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ ﴿٢٢٥﴾ وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ ﴿٢٢٦﴾
إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا اللَّهَ كَثِيرًا وَانْتَصَرُوا مِنْ
بَعْدِ مَا ظُلِمُوا ۗ وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ ﴿٢٢٧﴾

ترجمہ: کیا میں تمہیں بتاؤں کہ کس پر نازل ہوتے ہیں شیطان۔ وہ نازل ہوتے ہیں ہر بہتان باندھنے والے گناہگار پر۔ لاڈالتے ہیں سنی ہوئی بات اور اکثر ان کے جھوٹے ہیں۔ اور شاعروں کی پیروی کرتے ہیں گمراہ لوگ۔ کیا تو نے نہیں دیکھا ان کو کہ وہ ہر وادی میں سر مارے پھرتے ہیں اور یہ کہ وہ کہتے ہیں وہ بات جو کرتے نہیں ہیں سوائے ان کے جو ایمان لائے اور عمل کئے نیک اور یاد کیا اللہ کو بہت اور بدلہ لیا اس کے بعد کہ ان پر ظلم کیا گیا اور جلد جان لیں گے وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا کہ وہ کس کروٹ الٹتے ہیں۔

تفسیر: آگے قرآن کے صدق اور عظمت شان پر تنبیہ فرمائی کہ ایسے عبادت گزاروں اور تہجد گزاروں کے امام رسول اللہ ﷺ ہیں جو اللہ کے معاملے میں اپنے اور غیروں کی کوئی پرواہ نہ کریں اور ساری دنیا سے ٹوٹ کر اکیلے خدا پر بھروسہ رکھیں کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ معاذ اللہ شیطان ان پر وحی لاتا تھا۔ کیا میں تم کو بتاؤں مطلب یہ ہے کہ (آؤ میں تم کو بتاؤں کہ شیطان اپنی وحی لے کر کس قسم کے لوگوں پر نازل ہوتے ہیں۔ وہ اترتے ہیں ہر جھوٹے گناہگار پر اور ڈالتے ہیں سنی ہوئی باتیں کاہنوں پر اور ان میں سے اکثر جھوٹے ہیں) اس کی تفصیل یہ ہے کہ شیطان جن چھپ کر فرشتوں کی کوئی بات سن لیتے پھر اس کے ساتھ بہت سے جھوٹ ملا کر کاہنوں کو بتاتے ہیں۔

(اور) اسی طرح (شعراء ہیں) جب کہ وہ مومن اور متقی پرہیز گار نہ ہوں۔

(i) بے راہ لوگ ان کی پیروی کرتے ہیں) کیونکہ شاعری کی باتیں محض تخیلات ہوتی ہیں اور تحقیق و واقعیت کے ساتھ ان کا کوئی جوڑ نہیں ہوتا۔ اس لیے شاعر کی باتوں سے گرمیٔ محفل اور وقتی جوش اور واہ واہ کے علاوہ کسی کو مستقل ہدایت نہیں ملتی حالانکہ اس پیغمبر کی صحبت میں قرآن سن سن کر ہزاروں آدمی نیکی اور پرہیز گاری پر آ جاتے ہیں۔

(ii) (کیا تم نے نہیں دیکھا کہ شعراء ہر وادی میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔) کسی کی تعریف کی تو آسمان پر چڑھا دیا، کسی کی مذمت کی تو ساری دنیا کے عیب اس میں جمع کر دیئے۔ غرض جھوٹ، مبالغہ اور تخیل کی جس وادی اور جنگل میں نکل گئے پھر مڑ کر نہیں دیکھا۔

(اور شعراء وہ بات کہتے ہیں جو کرتے نہیں ہیں) اس لیے ان کے شعر پڑھو تو معلوم ہو کہ رستم سے زیادہ بہادر اور شیر سے زیادہ دلیر اور ان کو جا کر دیکھو تو پرلے درجے کے ڈرپوک، ان کو دیکھو تو ہٹے کٹے ہیں لیکن اسی حالت میں اپنے اشعار میں اپنی حالت یہ بیان کرتے ہیں کہ جیسے ان میں جان ہی نہیں رہی۔

شعراء کی ان باتوں کی وجہ سے ایک پیغمبر خدا اور وہ بھی خاتم الانبیاء کو ان لوگوں سے کیا واسطہ۔ آپؐ کی ہر بات سچی اور عمل کے موافق۔ لیکن مذکورہ اوصاف سے بعض شعراء اور ان کے اشعار مستثنیٰ ہیں مثلاً:

(مگر وہ شعراء جو پکے ایمان والے ہیں اور نیک عمل کرتے ہیں اور اللہ کا ذکر بکثرت کرتے ہیں اور شعر کے ذریعے بدلہ لیتے ہیں اپنے اوپر ظلم کئے جانے کے بعد۔) ایسے شعراء یا تو اللہ کی حمد اور رسول کی نعت میں شعر کہیں گے یا کافر اسلام کی ہجو کریں تو یہ اعتدال کے ساتھ اس کا جواب دیں۔ ایسے شعر عیب نہیں ہیں۔ حضرت حسان بن ثابتؓ ایسے ہی اشعار کہتے تھے اور خود رسول اللہ ﷺ نے ان سے کہا کہ تم کافروں کی ہجو کا جواب دو اور روح القدس تمہاری تائید اور مدد کے لیے تمہارے ساتھ ہیں۔ (اور ظالم لوگ) جو قرآن کا انکار کرتے ہیں وہ (جلد ہی جان لیں گے کہ وہ کس کروٹ الٹتے ہیں)۔

سورہ نمل

ربط: پچھلی سورت کے آخری حصے میں قرآن پاک کی صفات کا ذکر ہوا۔ آگے اسی مضمون کا تسلسل ہے اور قرآن پاک کی اس صفت کا بیان ہے کہ اس میں لوگوں کے فائدے ہیں۔

سُوْرَةُ النَّمْلِ مَكِّيَّةٌ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — آيَاتُهَا ٩٣ رُكُوْعَاتُهَا ٧

طٰسٓ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِيْنٍ ۝١ هُدًى وَّبُشْرٰى
لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝٢ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ
بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝٣ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ زَيَّنَّا لَهُمْ
اَعْمَالَهُمْ فَهُمْ يَعْمَهُوْنَ ۝٤ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْعَذَابِ وَهُمْ
فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ۝٥ وَاِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ
حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ ۝٦

ترجمہ:: طٰسٓ: یہ آیتیں ہیں قرآن کی اور کھلی کتاب کی، ہدایت اور خوشخبری ہیں مومنوں کے لیے وہ کہ جو قائم کرتے ہیں نماز اور دیتے ہیں زکوۃ اور وہی آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ وہ لوگ جو ایمان نہیں رکھتے آخرت پر مزین کر دیئے ہم نے ان کے لیے ان کے اعمال سو وہ بھٹکتے پھرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے ہے برا عذاب اور وہ آخرت میں زیادہ نقصان والے ہوں گے اور بلاشبہ تجھ کو دیا جاتا ہے قرآن منجانب حکیم وعلیم کے۔

تفسیر: (طٰسٓ: یہ قرآن) پاک (اور کھلی کتاب کی آیتیں ہیں، اور ایمان والوں کے لیے ہدایت اور بشارت ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ ادا کرتے ہیں (اور وہ آخرت کے واقع ہونے پر یقین رکھتے ہیں)۔ ان کے برعکس (جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے) یعنی جن کو اپنے انجام کی کوئی فکر نہیں اور اپنے مستقبل کا کوئی خیال نہیں وہ اسی دنیائے فانی کی فکر میں ڈوبے رہتے ہیں۔ ان کی تمام

کوششوں کا مرکز یہی چندروزہ زندگی ہے، اور جو کتاب یا پیغمبر دنیا سے ہٹا کر آخرت کی طرف توجہ دلائے تو یہ اس پر کان نہیں دھرتے بلکہ اس پر آوازیں کستے ہیں اور اس کا مذاق اڑاتے ہیں اور آسمانی صحیفوں کو اپنے طعن وتشنیع کا نشانہ بناتے ہیں (ہم نے ان کے اعمال کو ان کی نظر میں مزین کر دیا (اس لیے وہ) ان کو بہت اچھا سمجھ کر برابر گمراہی میں ترقی کرتے جاتے ہیں اور (بھٹکتے پھرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے برا عذاب ہے اور یہی لوگ آخرت میں سب سے زیادہ خسارہ میں ہوں گے)۔ اس لیے ان بدبختوں کو ان کی گمراہی میں بھٹکنے دیجئے لیکن آپ خود خدا کا شکر ادا کیجئے کہ اس (علیم وحکیم ذات کی طرف سے) سب سے زیادہ عظیم الشان کتاب یعنی (قرآن آپ کو عطا کیا گیا ہے) جس سے تازہ بتازہ فائدے آپ کو پہنچ رہے ہیں۔

ربط: اوپر ذکر ہوا کہ قرآن پاک میں لوگوں کے فائدے ہیں۔ ان میں سے ایک فائدہ یہ ہے کہ اس میں مومنوں کے لیے بشارتیں اور جھٹلانے والوں کے لیے عبرت ناک واقعات بتائے گئے ہیں (جن میں سے چند کا ذکر ذیل میں آتا ہے) تاکہ سچوں کے دل مضبوط ہوں اور جھوٹ کی حمایت کرنے والے اپنے بدانجام پر مطلع ہو جائیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا واقعہ

إِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِأَهْلِهِ إِنِّي آنَسْتُ نَارًا ۖ سَآتِيكُم
مِّنْهَا بِخَبَرٍ أَوْ آتِيكُم بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُونَ ﴿٧﴾
فَلَمَّا جَاءَهَا نُودِيَ أَن بُورِكَ مَن فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا ۖ وَسُبْحَانَ
اللَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٨﴾ يَا مُوسَىٰ إِنَّهُ أَنَا اللَّهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٩﴾
وَأَلْقِ عَصَاكَ ۚ فَلَمَّا رَآهَا تَهْتَزُّ كَأَنَّهَا جَانٌّ وَلَّىٰ مُدْبِرًا وَلَمْ يُعَقِّبْ ۚ
يَا مُوسَىٰ لَا تَخَفْ إِنِّي لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُونَ ﴿١٠﴾ إِلَّا مَن ظَلَمَ
ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًا بَعْدَ سُوءٍ فَإِنِّي غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١١﴾ وَأَدْخِلْ يَدَكَ
فِي جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ ۖ فِي تِسْعِ آيَاتٍ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ
وَقَوْمِهِ ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ ﴿١٢﴾ فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ آيَاتُنَا مُبْصِرَةً

قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٣﴾ وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا
وَّعُلُوًّا ؕ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿١٤﴾

ترجمہ: جب کہا موسیٰ نے اپنے گھر والوں سے میں نے دیکھی ہے ایک آگ۔ میں لاتا ہوں تمہارے پاس اس سے کچھ خبر یا میں لاتا ہوں تمہارے پاس انگارا سلگا کرتا کہ تم تاپو۔ تو جب وہ (موسیٰ) آیا اس کے پاس آواز دی گئی کہ بابرکت ہے جو کوئی ہے آگ میں اور جو اس کے گرد ہے اور پاک ہے اللہ رب العالمین۔ اے موسیٰ بلاشبہ وہ میں اللہ ہوں زبردست اور حکمتوں والا۔ اور ڈال اپنی لاٹھی کو۔ جب دیکھا اس کو حرکت کرتے ہوئے گویا کہ وہ سانپ ہے تو پلٹا پیٹھ پھیر کر اور مڑ کر نہ دیکھا۔ اے موسیٰ خوف مت کر۔ بلاشبہ میں جو ہوں تو نہیں خوف کرتے میرے پاس رسول مگر جس نے ظلم کیا ہو پھر بدل لیا ہو نیکی کے ساتھ بعد میں برائی کو تو بے شک میں بخشنے والا رحم کرنے والا ہوں اور داخل کر اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں تو نکلے گا سفید ہو کر کسی بیماری کے بغیر ان نو نشانیوں میں سے جو فرعون اور اس کی قوم کے لیے ہیں۔ بے شک وہ لوگ فاسق ہیں۔ پھر جب آ گئیں ان کے پاس ہماری نشانیاں سمجھانے کو بولے یہ تو جادو ہے کھلا۔ اور انہوں نے انکار کیا ان کا حالانکہ یقین کر چکے تھے ان کے نفوس (دل) ظلم و غرور سے۔ تو دیکھ کیسا ہوا انجام فسادیوں کا۔

تفسیر: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مدین کے ایک بزرگ کے ساتھ ایک معاہدہ کیا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام آٹھ یا دس سال ان کی بکریاں چرائیں گے اور جواب میں وہ بزرگ اپنی ایک بیٹی کا نکاح موسیٰ علیہ السلام سے کر دیں گے۔ معاہدہ پر عمل پورا ہونے کے بعد بزرگ نے اپنی ایک بیٹی کا نکاح موسیٰ علیہ السلام سے کر دیا۔

اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی اہلیہ کو لے کر چلے۔ شاید واپس مصر جانے کا ارادہ تھا یا شام کے ملک جانے کا ارادہ تھا۔ جب وادی طُویٰ کے قریب پہنچے تو سخت سردی تھی اور رات کا وقت تھا۔ اندھیرے میں راستہ بھی بھول گئے کہ اچانک وادی طوی میں آگ جلتی دیکھی۔ (اپنی اہلیہ سے کہا کہ میں نے آگ دیکھی ہے۔ میں اس طرف جا کر وہاں سے تمہارے لیے کوئی خبر لاتا ہوں یا تمہارے پاس کوئی انگارا سلگا کر لاتا ہوں تا کہ سردی کی اس رات میں آگ تاپ سکو۔ پھر جب موسیٰ علیہ السلام اس آگ پر پہنچے) تو معلوم ہوا کہ دنیا کی آگ نہیں ہے بلکہ غیبی اور نورانی آگ ہے جس کے اندر نور کا بابرکت ٹکڑا ہے آگ میں جو تجلی ہے وہ بھی بابرکت اور اس کے اندر یا اس کے آس پاس جو ہستیاں ہیں) مثلاً فرشتے

یا خود موسیٰ علیہ السلام (وہ سب بابرکت ہیں) یہ بات موسیٰ علیہ السلام کو مانوس کرنے کے لیے ان کے اعزاز واکرام میں کہی گئی۔

اس سے کسی کو خیال ہو کہ آگ کے اندر خود اللہ تعالیٰ کی ذات موجود تھی اور وہ خود ہی آواز نکال کر بات کر رہی تھی تو یہ درست نہیں کیونکہ مکان، جہت جسم، صورت اور رنگ وغیرہ یہ سب حدوث اور نو پیدا شدہ چیزوں کی علامتیں ہیں (اور اللہ رب العالمین ان سے پاک ہیں)۔ آگ میں اللہ تعالیٰ کی تجلی ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ معاذ اللہ اس کی پاک ذات آگ میں حلول کر آئی ہو۔ سورج آئنہ میں متجلی ہوتا ہے لیکن یہ کون کہہ سکتا ہے کہ اتنا بڑا کرہ اور سیارہ چھوٹے سے آئینہ میں حلول کر گیا ہے اور اس میں سما گیا ہے۔ تجلیات کا کچھ تعارف ہماری کتاب فہم حدیث جلد اول میں دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا۔ (فرمایا اے موسیٰ بلاشبہ میں) اس وقت تم سے کلام کرنے والا (اللہ) ہوں زبردست ہوں حکمت والا ہوں۔ (اور اپنی لاٹھی زمین پر ڈالو۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے اس لاٹھی کو دیکھا کہ حرکت کر رہی ہے گویا کہ وہ تیز رفتار سانپ ہے تو پیٹھ پھیرتے ہوئے بھاگے اور مڑ کر بھی نہ دیکھا۔

لاٹھی سانپ میں تبدیل ہوئی تو اس کے لیے قرآن پاک میں تین لفظ استعمال ہوئے (i) حَيَّةٌ: کسی بھی قسم کا سانپ ہو اس کو عربی میں حَيَّةٌ کہتے ہیں۔ اس کو حَيَّةٌ کہا تو یہ بتایا کہ لاٹھی کی جنس تبدیل ہو کر سانپ کی جنس (Species) بن گئی تھی۔

(ii) جَانٌّ. جو سانپ تیز رفتار ہو اس کو جان کہتے ہیں۔

(iii) ثُعْبَانٌ. اژدہے کو کہتے ہیں جو خوب موٹا اور خوب لمبا ہوتا ہے۔

چونکہ اس سانپ میں یہ تینوں وصف پائے جاتے تھے اس لیے کہیں اس کو ایک وصف سے ذکر کیا اور کہیں دوسرے سے اور کہیں تیسرے سے۔

اگرچہ طبعی خوف کا پیدا ہونا مقام نبوت کے منافی نہیں لیکن نبوت کا اعلیٰ درجہ تقاضا کرتا ہے کہ کسی بھی مخلوق سے خوف نہ کرے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے (فرمایا اے موسیٰ خوف نہ کرو) میرے ہاں رسول خوف نہیں کرتے) ایسی چیزوں سے ڈرنے کا کیا مطلب؟ رسول کو لائق نہیں کہ ہماری بارگاہ قرب میں پہنچ کر کسی لاٹھی یا سانپ یا کسی بھی مخلوق سے ڈرے۔ وہاں تو دل کو انتہائی سکون اور غیر اللہ سے عدم خوف ہونا چاہئے۔ (سوائے اس کے جس نے ظلم کیا مطلب یہ ہے کہ خدا کے حضور میں پہنچ کر خوف و اندیشہ صرف اس کو ہونا چاہئے جو کوئی ظلم و زیادتی یا کوتاہی کر بیٹھا ہو جب کہ موسیٰ علیہ السلام سے جو اتفاقاً قتل ہو گیا تھا وہ چوک تھی جان بوجھ کر قتل نہیں کیا تھا اور یہ چوک بھی توبہ کرنے سے معاف کر

دی گئی۔ اس لیے فرمایا (مگر جس نے زیادتی کی لیکن پھر برائی کے بعد اس کو نیکی سے بدل دیا تو بلاشبہ میں بخشنے والا ہوں رحم کرنے والا ہوں)۔

(اور داخل کرو اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں وہ نکلے گا سفید بغیر کسی بیماری کے۔ (لاٹھی کا سانپ بننا اور ہاتھ کا سفید ہونا۔ دو بڑی نشانیاں ہیں جو ان نشانیوں میں سے ہیں جو فرعون اور اس کی قوم کو دی گئیں۔ باقی سات نشانیاں یہ ہیں: قحط، پیداوار میں کمی، طوفان، ٹڈی دل، چچڑی، مینڈک اور خون۔

باقی نشانیوں کی تفصیل

تھوڑے تھوڑے وقفہ کے ساتھ یہ سب نشانیاں دکھائی گئیں۔ حضرت سعید بن جبیرؒ سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے (پہلے) بارش کا طوفان بھیجا جس سے کھیتوں کی تباہی کا اندیشہ ہوا۔ آخر گھبرا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی کہ آپ اپنے خدا سے کہہ کر یہ بلائے طوفان دور کرا دیں تو ہم بنی اسرائیل کو آزادی دے کر آپ کے ساتھ روانہ کر دیں گے۔ موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے بارش بند ہو گئی اور بجائے نقصان کے پیداوار بہت کثرت سے ہوئی۔ فرعونی عذاب سے بے فکر ہو کر اپنے عہد پر قائم نہ رہے۔ تب اللہ تعالیٰ نے تیار کھیتیوں پر ٹڈی دل بھیج دیا جسے دیکھ کر پھر گھبرائے کہ یہ نئی آفت کہاں سے آ گئی۔ پھر موسیٰ علیہ السلام سے دعا کی درخواست کی اور پکے عہد کئے لیکن جوں ہی وہ حالت ختم ہوئی بدستور بدعہدی اور سرکشی کرنے لگے اب خدا نے ان کا کھانا اور پینا بے لطف کر دیا۔ مینڈک اس کثرت سے پیدا کر دیئے کہ ہر کھانے اور برتن میں مینڈک نظر آتا تھا۔ جب بولنے یا کھانے کے لیے منہ کھولتے تو مینڈک چھلانگ لگا کر منہ میں پہنچتا تھا۔ ادھر پینے کے لیے جو پانی لینا چاہتے تھے وہی خدا کے حکم سے برتنوں میں یا منہ میں پہنچ کر خون بن جاتا تھا۔

(بلاشبہ وہ لوگ نافرمان تھے۔ پھر جب ان کے پاس ہماری نشانیاں سمجھانے کو آئیں تو کہنے لگے کہ یہ سب کھلا جادو ہے)۔ اور فرعون اور فرعونیوں نے انکار کیا حالانکہ ان کے دلوں کو یقین تھا) کہ موسیٰ علیہ السلام سچے ہیں اور وہ جو نشانیاں دکھا رہے ہیں وہ یقیناً خدائی نشانیاں ہیں اور ان کا انکار محض ان کے ظلم و غرور کی وجہ سے تھا۔ (پھر دیکھو) کچھ ہی عرصہ میں انہیں معلوم ہو گیا کہ ایسے ہٹ دھرم مفسدوں کا انجام کیسا ہوتا ہے)۔ سب کو بحر قلزم کی موجوں نے کھا لیا کسی کو گور و کفن بھی نصیب نہ ہوا۔

حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کا قصہ

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا

دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا ۚ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا عَلٰى
كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٥﴾ وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ
يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ؕ اِنَّ
هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ ﴿١٦﴾ وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ
وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿١٧﴾ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ ۙ
قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰۤاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ
وَجُنُوْدُهٗ ۙ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿١٨﴾ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَقَالَ
رَبِّ اَوْزِعْنِيْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْۤ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ
وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ
الصّٰلِحِيْنَ ﴿١٩﴾

ترجمہ: اور دیا ہم نے داود اور سلیمان کو علم اور دونوں نے کہا شکر ہے اللہ کا جس نے فضیلت دی ہمیں اپنے بہت سے مومن بندوں پر۔ اور وارث ہوا سلیمان داؤد کا اور کہا کہ اے لوگو! سکھائی گئی ہم کو پرندوں کی بولی اور دئے گئے ہم ہر چیز میں سے۔ بے شک یہی ہے فضیلت کھلی ہوئی۔ اور جمع کئے گئے سلیمان کے لیے لشکر اس کے جنوں اور انسانوں سے اور پرندوں سے پھر وہ تقسیم کئے جاتے۔ یہاں تک کہ جب وہ لشکر آئے وادی پر چیونٹیوں کی کہا ایک چیونٹی نے اے چیونٹیو داخل ہو جاؤ اپنے گھروں میں نہ پیس ڈالیں تم کو سلیمان اور اس کا لشکر اور ان کو خبر بھی نہ ہو۔ تو سلیمان مسکرائے ہنستے ہوئے اس کی بات سے اور کہا اے میرے رب میری قسمت میں دے کہ میں شکر کروں تیرا اس نعمت پر جو تو نے دی مجھ کو اور میرے والدین کو اور یہ کہ میں عمل کروں نیک تو پسند کرے جن کو اور شامل کر لے مجھ کو اپنی رحمت سے اپنے بندوں میں جو نیک ہیں۔

تفسیر: حضرت داؤد علیہ السلام بنی اسرائیل میں سے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے

بعد پیدا ہوئے تھے۔ جالوت کے خلاف جنگ میں جالوت کو قتل کرنے والے داؤد علیہ السلام ہی تھے۔ ان کے صاحبزادے حضرت سلیمان علیہ السلام تھے۔ حکومت دونوں کو ملی اگرچہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت بہت شان وشوکت والی تھی۔ (اور ہم نے داؤد اور سلیمان علیہما السلام میں سے ہر ایک (کو) اس کی شایان شان (علم عطا فرمایا) قوانین و احکام اور اصول سیاست اور اصول حکمرانی وغیرہ کے علوم سب اسی ایک لفظ علم کے تحت میں داخل ہیں۔ اور اسی علم کا ایک اثر یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے انعامات کا شکر ادا کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں اپنے بہت سے مومن بندوں پر فضیلت دی یہ دونوں حضرات بیک وقت نبی بھی تھے اور بادشاہ بھی تھے اور سلیمان علیہ السلام صحیح معنی میں یعنی علم وفضیلت میں داؤد علیہ السلام کے جانشین ہوئے اور انہوں نے کہا کہ اے لوگو ہم کو پرندوں کی بولی سکھائی گئی اور ہمیں وہ تمام چیزیں دی گئیں جو ایسی عظیم الشان سلطنت اور نبوت کے لیے درکار ہوتی ہیں۔ بلاشبہ یہی ہے وہ کھلی فضیلت۔ جن، ہوا اور پرندے سب کو حضرت سلیمان علیہ السلام کا تابع فرمان بنا دیا تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام جب کسی طرف کوچ کرتے تو جن، انس اور پرندے تینوں قسم کے لشکروں میں سے حسب ضرورت و مصلحت ساتھ لے جاتے تھے اور ان کی جماعتوں میں خاص نظم و ضبط قائم رکھا جاتا تھا۔ پچھلی جماعتیں تیز چل کر یا اڑ کر اگلی جماعتوں سے آگے نکل نہیں سکتی تھیں۔

ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو اپنے لاؤ لشکر سمیت کہیں جانا تھا تو ان کے لیے جنوں، انسانوں اور پرندوں کے لشکر جمع کئے گئے اور ان کی جماعتیں بنائی گئیں۔ سفر میں چلے (یہاں تک کہ وہ چیونٹیوں کی وادی پر پہنچے) جہاں چیونٹیوں کی بڑی بھاری بستی تھی۔ (اس وقت ایک چیونٹی نے کہا اے چیونٹیو تم اپنے گھروں میں گھس جاؤ کیونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کے لشکری تم کو جان بوجھ کر تو نہیں روندیں گے البتہ یہ (ممکن ہے کہ وہ تمہیں بے خبری میں پیس دیں)۔ سلیمان علیہ السلام اس چیونٹی کی بات سن کر مسکراتے ہوئے ہنس پڑے اور سرور کے غلبہ سے شکر کی ادائیگی کا جذبہ جوش میں آیا (اور) بارگاہ خداوندی میں (اپنی درخواست یوں پیش کی کہ:

(i) اے میرے رب مجھے توفیق عطا فرما کہ میں آپ کی نعمت کا شکر ادا کروں جو آپ نے مجھ پر اور میرے والدین پر کی ہے۔

(ii) اور مجھے توفیق عطا فرما کہ میں وہ نیک عمل کروں جو آپ پسند کرتے ہیں۔

(iii) اور اے میرے رب اپنی رحمت سے مجھے اعلیٰ درجہ کے نیک لوگ یعنی انبیاء میں شامل رکھئے)۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا فوجی نظم ونسق

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَآ أَرَى الْهُدْهُدَ أَمْ كَانَ
مِنَ الْغَآئِبِيْنَ ﴿٢٠﴾ لَأُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا أَوْ لَأَاذْبَحَنَّهٗٓ أَوْ لَيَأْتِيَنِّيْ
بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿٢١﴾ فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَقَالَ أَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ
بِهٖ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَإٍ بِنَبَإٍ يَّقِيْنٍ ﴿٢٢﴾ إِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَأَةً تَمْلِكُهُمْ
وَأُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ ﴿٢٣﴾ وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا
يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ أَعْمَالَهُمْ
فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿٢٤﴾ أَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ
الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَ
مَا تُعْلِنُوْنَ ﴿٢٥﴾ اَللّٰهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿٢٦﴾

ترجمہ: اور خبر لی پرندوں کی تو فرمایا کیا بات کہ میں نہیں دیکھتا ہوں ہدہد کو یا ہے وہ غیر حاضروں میں سے۔ میں سزا دوں گا اس کو سخت سزا یا میں ذبح کر دوں گا اس کو یا وہ لائے میرے پاس دلیل کھلی۔ تو ہدہد ٹھہرا رہا (غیر حاضر رہا) کچھ دیر اور (اپنے عذر کو یوں) بیان کیا کہ میں نے احاطہ کیا ایسی بات کا کہ نہیں احاطہ کیا تو نے جس کا اور میں لایا ہوں تیرے پاس (ملک) سبا سے خبر یقینی۔ میں نے پایا ایک عورت کو کہ وہ بادشاہت کرتی ہے ان پر اور دی گئی ہے وہ ہر چیز اور اس کا ہے ایک تخت عظیم الشان۔ پایا میں نے اس کو اور اس کی قوم کو کہ سجدہ کرتے ہیں سورج کو چھوڑ کے اللہ کو اور مزین کیا ان کے لیے شیطان نے ان کے اعمال کو پھر روک دیا ان کو راہ (حق) سے تو وہ راہ (حق) نہیں پاتے (جو یہ ہے) کہ کیوں نہ وہ سجدہ کریں اللہ کو جو نکالتا ہے چھپی ہوئی چیز کو آسمانوں میں اور زمین میں اور وہ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو تم ظاہر کرتے ہو۔ اللہ، نہیں ہے کوئی لائق عبادت مگر وہی، مالک ہے عرش عظیم کا۔

تفسیر: کسی ضرورت سے یا ویسے ہی فوجی نظم ونسق جانچنے کے لیے حضرت (سلیمان) علیہ السلام (نے پرندوں کی فوج کا) معائنہ کیا تو دیکھا کہ ہد ہد غیر حاضر ہے۔ ممکن ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہد ہد سے کوئی خاص کام ہو یا فوجی نظم ونسق میں جب سب کی حاضری مطلوب ہو تو بعض افراد کا حاضر نہ ہونا بڑا جرم سمجھا جاتا ہے اس لیے حضرت (سلیمان) علیہ السلام (نے ہد ہد کے بارے میں کہا کہ کیا بات ہے کہ میں ہد ہد کو نہیں دیکھ رہا یا تو پرندوں کے جھنڈ میں اس کو نہیں دیکھ پا رہا یا وہ غیر حاضر ہے۔ غیر حاضری کی صورت میں اس کے لیے) سخت فیصلہ (فرمایا) کہ (میں اس کو سخت سزا دوں گا یا اس کو ذبح کر دوں گا) یا اس کے پر نوچ لوں گا (یا وہ میرے پاس کوئی کھلا عذر پیش کرے۔ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ ہد ہد آ گیا اور اس نے یہ عذر بیان کیا کہ (میں نے ایسی بات کا احاطہ کیا جس کا احاطہ آپ نے بھی نہیں کیا)۔ یہاں احاطہ سے مراد احاطہ علمی ہے تو مطلب یہ ہوا کہ مجھے وہ بات معلوم ہوئی ہے جو آپ کو بھی معلوم نہیں ہوئی اور وہ بات ملک سبا کی ہے۔ سبا یمن کے قریب بسنے والی ایک قوم تھی (اور میں وہاں سے ایک پکی خبر لایا ہوں)۔ وہ یہ ہے کہ میں نے (دیکھا کہ ایک عورت اپنے لوگوں پر حکومت کر رہی ہے اور اس کو) حکومت و بادشاہت سے متعلق (سب چیزیں حاصل ہیں) مثلاً مال، سامان، فوج اور اسلحہ وغیرہ۔ (اور اس کا تخت بھی بڑا شاندار ہے)۔ اس جیسا تخت اس وقت کے کسی بادشاہ کے پاس نہ تھا۔ (میں نے ملکہ اور اس کی قوم کو پایا کہ وہ بجائے اللہ کے سورج کو سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے ان کے مشرکانہ اعمال ان کی نظروں میں) اور ان کے دلوں میں (مزین کر دیئے ہیں اور اس طرح سے شیطان نے ان کو راہ حق پر آنے سے روک دیا ہے تو وہ راہ حق پر نہیں آتے) جو یہ ہے (کہ کیوں وہ سجدہ نہ کریں اللہ کو) یعنی کیوں نہ وہ عبادت کریں اللہ کی (جو نکالتا ہے آسمانوں میں اور زمین میں چھپی ہوئی چیز کو اور جو جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو تم ظاہر کرتے ہو۔ اللہ کے علاوہ کوئی اور لائق عبادت نہیں اور وہ عرش عظیم کا مالک ہے۔)

ربط: یہاں تک کلام ہد ہد کا تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کو اپنی صفائی پیش کرنے کا پورا موقع دیا اور اس کا بیان مکمل ہونے تک اس کو توجہ سے سنا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی تحقیق وتفتیش

قَالَ سَنَنْظُرُ
اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۲۷﴾ اِذْهَبْ بِّكِتٰبِيْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ
ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۸﴾

ترجمہ: کہا (سلیمان نے) اب ہم دیکھتے ہیں کہ تو نے سچ کہا یا ہے تو جھوٹوں میں سے۔ لے جا میرا یہ خط اور ڈال دے اس کو ان کی طرف پھر ہٹ جا وہاں سے پھر دیکھ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔

تفسیر: (سلیمان علیہ السلام نے) ہد ہد سے (کہا کہ اب ہم دیکھتے ہیں کہ تو نے سچ کہا ہے یا تو جھوٹوں میں سے ہے) یعنی تو نے جھوٹ کہا ہے کہ جان بچانے کے لیے اپنی طرف سے ایک کہانی گھڑ لی ہے۔ سلیمان علیہ السلام نے ملکہ سبا جس کا نام بلقیس ذکر کیا جاتا ہے اس کے نام ایک خط لکھا اور ہد ہد کو دیا اور کہا (تو میرا یہ خط سبا والوں کی طرف لے جا اور اس کو ان کی طرف) یعنی ان کی ملکہ کے پاس (ڈال دے اور ان سے ہٹ کر دیکھ کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔ ان سے ہٹ کر کھڑے ہونے کی نصیحت اس لیے کی کہ قاصد کا وہیں افسر یا حاکم کے پاس کھڑے رہنا آداب شاہی کے خلاف ہے۔

ربط: ہد ہد نے وہ خط ملکہ سبا تک پہنچا دیا اور ملکہ نے خط پڑھا پھر مشورہ کے لیے اپنے سرداروں کے پاس لے گئی۔

ملکہ سبا کا اپنے سرداروں سے مشورہ کرنا

قَالَتْ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّيْۤ اُلْقِيَ
اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ ﴿۲۹﴾ اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳۰﴾
اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَتْ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ فِيْۤ
اَمْرِيْ ۚ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ ﴿۳۲﴾ قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّ
اُولُوْا بَاْسٍ شَدِيْدٍ ۙ وَّالْاَمْرُ اِلَيْكِ فَانْظُرِيْ مَاذَا تَاْمُرِيْنَ ﴿۳۳﴾ قَالَتْ اِنَّ
الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْۤا اَعِزَّةَ اَهْلِهَاۤ اَذِلَّةً ۚ وَكَذٰلِكَ
يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۴﴾

ترجمہ: بولی اے سردارو ڈالا گیا ہے میری طرف ایک خط عزت والا۔ یہ ہے سلیمان کی طرف سے اور یہ ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہ زور مت کرو میرے مقابلہ میں اور چلے آؤ میرے پاس تابعدار ہو کر۔ کہا اے سردارو مشورہ دو مجھے میرے کام میں۔ نہیں میں طے کرتی کوئی کام یہاں تک کہ تم لوگ حاضر ہو جاؤ میرے پاس۔ وہ بولے ہم ہیں قوت

والے اور سخت لڑائی والے اور کام تیرے اختیار میں ہے سو تو دیکھ لے کہ تو کیا حکم دیتی ہے۔
اس نے کہا کہ بادشاہ جب داخل ہوتے ہیں کسی بستی میں برباد کر دیتے ہیں اس کو اور کر دیتے ہیں اس بستی والوں کے عزت داروں کو ذلیل اور اسی طرح یہ کریں گے۔

تفسیر: (ملکہ نے) وہ خط پڑھا پھر اپنے دربار میں لے گئی تاکہ (سرداروں سے) مشورہ کرے اور ان سے کہا کہ میری طرف ایک عزت والا خط مجھے) عجیب طریقے سے (پہنچایا گیا ہے اور وہ) مشہور اور محترم بادشاہ (سلیمان کی جانب سے ہے اور) اس کا اصل مضمون (یوں ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میرے مقابلہ میں تم لوگ زور مت لگانا اور میرے پاس تابعدار ہو کر آ جاؤ)۔ بلقیس نے ان کا نام اور ان کے کچھ کارنامے سن رکھے ہوں گے۔ یہ خط سنا کر (اس نے کہا اے سردارو میرے اس معاملہ میں مجھے مشورہ دو اور تمہیں معلوم ہے کہ جب تک تم میرے پاس حاضر نہ ہو) اور مشورہ نہ دو (میں کسی کام کو بھی طے نہیں کرتی) لہٰذا مشورہ دو کہ کیا جواب دیا جائے اور کیا کارروائی کی جائے۔ سردار بولے ہم بڑی قوت والے اور سخت لڑائی والے ہیں) اور ہمارے پاس زور، طاقت اور سامان حرب کی کمی نہیں، نہ ہی کسی بادشاہ سے خواہ وہ کتنا ہی زور آور ہو دبنے کی ضرورت ہے (آگے معاملہ آپ کے اختیار میں ہے تو آپ جو بھی فیصلہ دیں اس پر اچھی طرح غور کر لیں) ہم آپ کے حکم کے تابعدار ہیں۔ غرض درباریوں کی رائے یہ ہوئی کہ سلیمان علیہ السلام سے جنگ کی جائے لیکن ملکہ نے جلد بازی میں جنگ چھیڑنے کو مناسب نہ سمجھا اور ایک درمیانی صورت اختیار کی۔ اس کی بظاہر وجہ یہ بنی کہ ملکہ سبا بلقیس نے خط کے مضمون کے بارعب ہونے سے اور دیگر قرائن و آثار مثلاً ہوا اور پرندوں پر ان کی حکومت اور جنگوں میں ان کی فتوحات اور ان کی شان و شوکت سے یہ اندازہ لگا لیا کہ وہ جنگ کی صورت میں سلیمان علیہ السلام کو شکست نہ دے سکے گی اس لیے (اس نے) اپنے سرداروں سے (کہا کہ بادشاہوں کی عام عادت ہے کہ جب وہ کسی شہر پر قبضہ یا غلبہ حاصل کر لیتے ہیں تو اسے برباد) اور ویران (کر دیتے ہیں) کہ بہت سے باشندوں کو قتل کر دیتے ہیں اور بہت سوں کو جلا وطن کر دیتے ہیں اور شہر کے عزت دار لوگوں کو ذلیل و خوار کر دیتے ہیں اور (یہ) سلیمان (بھی ایسا ہی کریں گے)۔

بلقیس کا ارادہ کہ سلیمان علیہ السلام کی قوت کا سرچشمہ معلوم کیا جائے

وَاِنِّیْ مُرْسِلَةٌ اِلَیْهِمْ بِهَدِیَّةٍ فَنٰظِرَةٌۢ بِمَ یَرْجِعُ
الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۳۵﴾ فَلَمَّا جَآءَ سُلَیْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ فَمَاۤ اٰتٰىنِۦَ اللّٰهُ
خَیْرٌ مِّمَّاۤ اٰتٰىكُمْ بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِیَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ ﴿۳۶﴾ اِرْجِعْ اِلَیْهِمْ

فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَآ اَذِلَّةً وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۳۷﴾

ترجمہ: اور میں بھیجتی ہوں ان کی طرف ہدیہ پھر دیکھتی ہوں کہ کس چیز (جواب) کے ساتھ لوٹتے ہیں بھیجے ہوئے۔ پھر جب وہ (وفد) پہنچا سلیمان کے پاس کہا سلیمان نے کیا تم مدد کرتے ہو میری مال سے تو جو دیا ہے مجھ کو اللہ نے وہ بہتر ہے اس سے جو دیا ہے اس نے تم کو بلکہ تم اپنے ہدیے پر خوش ہو رہے ہو۔ واپس جاؤ ان کی طرف، ہم ضرور لائیں گے ان پر ایسے لشکر نہیں ہو سکے گا مقابلہ ان سے ان کا اور ہم ضرور نکال دیں گے ان کو وہاں سے ذلیل کر کے اور وہ خوار ہوں گے۔

تفسیر: حضرت سلیمان علیہ السلام کے خط کے مضمون کے رعب سے اور ان کی شان وشوکت کی خبروں سے اور دیگر قرائن کی وجہ سے بلقیس کو یقین سا ہو گیا تھا کہ اس بادشاہ پر ہم غالب نہیں آ سکتے اس لیے سرداروں کی رائے کے جواب میں کہا کہ میرے نزدیک بہتر ہے کہ ہم جنگ کرنے میں جلدی نہ کریں بلکہ دو پہلوؤں سے اس پر غور کر لیں۔ ایک تو ان کی طاقت، ان کے طبعی رجحانات اور ان کی حکومت کی نوعیت کو معلوم کر لیں اور دوسرے اس بات کا پتہ لگائیں کہ ان کی زوردار دھمکیوں کی پشت پر کونسی قوت کارفرما ہے اور اس بات کو بھی جاننا ہے کہ یہ ہم سے واقعی کیا چاہتے ہیں۔ اگر کچھ تحفے تحائف دے کر ہم آنے والی مصیبت کو اپنے سر سے ٹال سکیں تو زیادہ بہتر ہوگا ورنہ جو کچھ ان کا رویہ معلوم ہوگا ہم اس کے مناسب کارروائی کریں گے۔ (تو میں ان لوگوں کی طرف تحفے بھیجتی ہوں اور دیکھتی ہوں کہ بھیجے ہوئے لوگ کیا جواب لے کر پلٹتے ہیں۔ (جب) تحفے لے جانے والا (وفد سلیمان علیہ السلام کے پاس پہنچا) اور تحفے پیش کئے (تو سلیمان علیہ السلام نے کہا کیا تم اپنے مال سے میری مدد کرنا چاہتے ہو) تو یہ تحفے تمہیں ہی مبارک ہوں۔ کیا تم نے مجھے محض ایک دنیوی بادشاہ سمجھا ہے جو مال ومتاع کا لالچ دیتے ہو تمہیں یہ معلوم ہونا چاہئے کہ (اللہ تعالیٰ نے جو) روحانی اور مادی (دولت مجھے دی ہے وہ تمہارے ملک اور تمہاری دولت سے کہیں بڑھ کر ہے)۔ تمہارے اس ساز وسامان کی ہمیں پروا نہیں (بلکہ تم ہی اپنے تحائف) کو بلا وجہ بڑی چیز سمجھ کر اس (پر خوش ہو رہے ہو۔ اس لیے تم واپس جاؤ ہم ایسے لشکروں کے ساتھ تمہارے ان لشکروں کے مقابلہ پر آئیں گے جن کا مقابلہ کرنا تمہاری فوج کے بس کی بات نہیں اور ہم ان کو بے عزت اور خوار کر کے وہاں سے نکالیں گے)۔

وفد نے واپس جا کر سلیمان علیہ السلام کا پیغام جہاد پہنچا دیا۔ بلقیس کو یقین ہو گیا کہ یہ کوئی معمولی بادشاہ

نہیں ہیں، ان کی قوت خدائی زور سے ہے۔ جنگ سے ہمیں کچھ فائدہ نہ ہوگا اور نہ ہی ان کے مقابلہ میں کوئی حیلہ کارگر ہوگا۔ اس لیے سلیمان علیہ السلام کی اطاعت کا فیصلہ کیا اور اطاعت کے اظہار کی غرض سے بڑے ساز و سامان کے ساتھ حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضری دینے کے لیے روانہ ہوئی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی آزمائش

قَالَ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ
مُسْلِمِيْنَ ﴿۳۸﴾ قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ
مَّقَامِكَ ۚ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ ﴿۳۹﴾ قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ
اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ
قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ ۖ لِيَبْلُوَنِيْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ؕ وَمَنْ شَكَرَ
فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ ﴿۴۰﴾

ترجمہ: (سلیمان علیہ السلام نے) کہا اے سردارو تم میں سے کون لائے گا اس کا عرش پیشتر اس کے کہ وہ آئیں میرے پاس اطاعت گزاری کرتے ہوئے۔ کہا ایک دیو نے جنوں میں سے میں لے آؤں گا اس کو تیرے پاس اس سے پہلے کہ تو کھڑا ہو اپنی جگہ سے اور میں اس پر قوی بھی ہوں امانتدار بھی ہوں۔ کہا اس شخص نے جس کے پاس علم تھا کتاب کا میں لے آؤں گا اس کو تیرے پاس پیشتر اس کے کہ تیری آنکھ جھپکے۔ پھر جب دیکھا اس (تخت) کو رکھا ہوا اپنے پاس کہا یہ ہے فضل سے میرے رب کے تاکہ وہ آزمائے مجھ کو کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری کرتا ہوں اور جو کوئی شکر کرے تو وہ شکر کرتا ہے اپنے فائدے کے لیے اور جو کوئی ناشکری کرے تو بلاشبہ میرا رب بے پرواہ ہے کرم والا ہے۔

تفسیر: حضرت سلیمان علیہ السلام کا دربار روزانہ ایک معین وقت پر معین وقت کے لیے لگتا تھا۔ بلقیس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی اطاعت کو اختیار کیا اور اظہار اطاعت کی خاطر سلیمان علیہ السلام کے ہاں پیش ہونے کے لیے روانہ ہوئی۔ جب وہ ملک شام یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام کی بادشاہت کے قریب پہنچی تو (سلیمان علیہ السلام نے اپنے سرداروں سے فرمایا کہ بلقیس کے اطاعت گزار

ہو کر یہاں آنے سے پہلے تم میں سے کون اس کا شاہی تخت میرے پاس لائے گا۔ جنوں میں سے ایک بڑا زور آور دیو بولا کہ میں اس کو آپ کے پاس آپ کی درباری مجلس برخاست ہونے سے پہلے) اپنے زور بازو سے (لا دوں گا)۔ تو ایک تو (مجھ میں اس کو اٹھا کر لانے کی قوت بھی ہے اور) دوسرے (میں امانتدار بھی ہوں) کہ وہ تخت کتنا ہی قیمتی کیوں نہ ہو اس میں کچھ خیانت نہیں کروں گا۔ دربار کے (ایک اور صاحب) جن کا نام آصف بن برخیا تھا اور (جن کو کتاب الٰہی کا علم حاصل تھا) اور اللہ تعالیٰ کے ناموں کی اور اللہ تعالیٰ کے کلام کی تاثیرات سے واقف تھے (انہوں نے کہا کہ میں اس کو آپ کے پاس آپ کی پلک جھپکنے سے پہلے حاضر کر دیتا ہوں)۔ (پھر جب) حضرت (سلیمان علیہ السلام نے دیکھا کہ شاہی تخت پاس رکھا ہوا ہے تو بولے یہ) کسی کے زور بازو یا کسی اور ظاہری سبب کا اثر نہیں ہے بلکہ (میرے رب کے فضل سے ہوا ہے) کہ میرے رفیق اس درجہ کو پہنچے کہ ان سے ایسی کرامات ظاہر ہونے لگیں۔ واضح رہے کہ طبعیاتی عالم اور مابعد الطبعیاتی عالم کے پیمانے مختلف ہیں، دونوں کی جہات مختلف ہیں اور دونوں کے مکان و زمان ایک جیسے نہیں ہیں۔ اور میرے رب کا مجھ پر فضل اس وجہ سے ہے (کہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری کرتا ہوں۔ سلیمان علیہ السلام ہر ہر قدم پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو پہچانتے تھے اور ہر دم شکر گزاری کے لیے تیار رہتے تھے کیونکہ جو شکر گزاری کرتا ہے اس کا نفع اسی کو ملتا ہے) کہ دنیا اور آخرت کی مزید نعمتیں ملتی ہیں (اور جو ناشکری کرے تو میرے رب کا کیا نقصان میرا رب تو خود بے نیاز اور کرم والا ہے)۔ ہماری ناشکری سے اس کی کسی بھی صفت میں کمی نہیں آتی۔

بلقیس کی آزمائشیں

اب بلقیس کی عقل وفہم کو آزمانا تھا تا کہ اندازہ کیا جا سکے کہ اس میں ہدایت پانے کی کتنی استعداد ہے اس لیے حضرت سلیمان علیہ السلام نے دو طریقوں سے آزمایا۔ پہلا حکم یہ دیا:

قَالَ نَكِّرُوْا
لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ اَتَهْتَدِيْٓ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِيْنَ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۴۱﴾
فَلَمَّا جَآءَتْ قِيْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ ۭ قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ ۚ وَاُوْتِيْنَا الْعِلْمَ
مِنْ قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِيْنَ ﴿۴۲﴾ وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ
اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿۴۳﴾ قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ ۚ فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ

لُجَّةٌ وَّكَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا ۭ قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ ۭ قَالَتْ
رَبِّ اِنِّىْ ظَلَمْتُ نَفْسِىْ وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۴﴾

ترجمہ: کہا بدل دو بلقیس کے لیے اس کا عرش تا کہ ہم دیکھیں کہ وہ سمجھ پاتی ہے یا وہ ان لوگوں میں سے ہے جو سمجھ نہیں رکھتے۔ پھر جب وہ آئی تو کہا گیا کیا اسی طرح کا ہے تیرا تخت وہ بولی گویا کہ وہی ہے۔ اور دیے گئے ہم علم اس سے پہلے اور تھے ہم فرمانبردار۔ اور روک دیا بلقیس کو ان چیزوں سے جن کو وہ پوجتی تھی اللہ کو چھوڑ کر۔ البتہ وہ تھی کافر لوگوں میں سے۔ (پھر) اس سے کہا گیا کہ داخل ہو جا محل میں۔ جب بلقیس نے اس طرف دیکھا تو خیال کیا اس کو پانی اور کھول دیں اپنی پنڈلیاں، کہا (سلیمان نے) یہ تو محل ہے جو جوڑا گیا ہے شیشوں سے۔ بلقیس بولی اے میرے رب میں نے ظلم کیا اپنی جان پر اور میں تابعدار ہوئی سلیمان کے ساتھ اللہ رب العالمین کے لیے۔

تفسیر: **پہلی آزمائش**: (سلیمان علیہ السلام نے حکم دیا کہ) بلقیس کے شاہی (تخت کے رنگ و روپ) اور شکل و ہیئت (کو بدل دو تا کہ ہم دیکھیں کہ وہ سمجھ پاتی ہے یا نہیں۔ اس لیے (جب وہ آئی تو اس سے پوچھا گیا کہ اس کا تخت شاہی کیا ایسا ہی ہے۔ جواب میں بلقیس نے کہا گویا یہ وہی ہے)۔ سمجھدار عورت تھی اس لیے یہ نہ کہا کہ ہاں وہی ہے اور نہ بالکل نفی کی کہ یہ وہ نہیں ہے۔ جو حقیقت تھی وہ ٹھیک ٹھیک بتا دی کہ تخت وہی ہے مگر کچھ اوصاف میں فرق آ گیا ہے اور فرق چونکہ زیادہ نہیں اس لیے کہہ سکتے ہیں کہ گویا یہ وہی ہے۔ اور ہمیں اس معجزے کی ضرورت نہ تھی کیونکہ ہمیں اس سے پہلے ہی معلوم ہو گیا تھا کہ سلیمان علیہ السلام محض بادشاہ نہیں بلکہ اللہ کے مقرب بندے بھی ہیں اور اسی لیے ہم نے فرمانبرداری اور تسلیم و انقیاد کا راستہ اختیار کیا۔

سوال: بلقیس اب تک اللہ اور رسول پر ایمان کیوں نہ لائی؟

جواب: اگرچہ بلقیس کو سلیمان علیہ السلام کی صداقت کا اجمالی علم ہو چکا تھا لیکن اپنے معبودوں کا خیال اور اپنی کافر قوم کی تقلید و صحبت اس کے ایمان لانے میں رکاوٹ بنی ہوئی تھی۔ اور یہاں فرمانبرداری سے مراد کفر میں رہتے ہوئے اسلامی حکومت کی فرمانبرداری ہے۔

دوسری آزمائش: اب اس سے (کہا گیا کہ محل میں داخل ہو جاؤ) اس وقت سلیمان علیہ السلام دیوان خانے میں بیٹھے تھے۔ اس میں پتھروں کی جگہ شیشہ کا فرش تھا۔ صاف شیشہ دور سے نظر آتا تھا کہ جیسے پانی لہرا رہا ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ فرش کے نیچے واقعی پانی ہو یعنی حوض کو شیشے سے پاٹ دیا ہو۔ (جب بلقیس نے اس کو دیکھا تو پانی سمجھا اور پار ہونے کے لیے پنڈلیاں کھول دیں یعنی پائنچے اوپر چڑھا

لیے۔تو سلیمانؑ نے اس سے (کہا) کہ یہ پانی نہیں ہے بلکہ (یہ شیشوں سے جوڑا گیا محل ہے) اس لیے اس کا فرش بھی شیشے کا ہے۔بلقیس میں حق بات کو سمجھنے کی اور حق بات کو قبول کرنے کی وافر صلاحیت تھی اس لیے اس نے خیال کیا کہ تخت اور فرش کے معاملہ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی سمجھ بوجھ زیادہ نظر آئی ہے تو عقیدہ میں بھی ان کی سمجھ بوجھ زیادہ ہوگی اور اس پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔اس لیے اس نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور (کہا اے میرے رب واقعی میں نے اپنے اوپر ظلم کیا) کہ شرک وکفر میں مبتلا رہی (اب) اس سے تائب ہوکر (سلیمان) علیہ السلام (کے ساتھ فرمانبردار ہوئی اللہ رب العالمین کے لیے) یعنی عقیدے میں بھی ان کی سی فرمانبرداری اختیار کی۔

حضرت صالح علیہ السلام کا قصہ

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ فَاِذَا هُمْ
فَرِيْقٰنِ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۵﴾ قَالَ يٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ
الْحَسَنَةِ ۚ لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۴۶﴾ قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَ
بِمَنْ مَّعَكَ ۚ قَالَ طٰٓئِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَ
كَانَ فِى الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ﴿۴۸﴾
قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا
مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ
لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۰﴾ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ ۙ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ
اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۱﴾ فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةًۢ بِمَا ظَلَمُوْا ۗ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ
يَّعْلَمُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَاَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۳﴾

ترجمہ: اور بھیجا ہم نے ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو کہ عبادت کرو اللہ کی تو وہ ہو گئے دو فرقے آپس میں جھگڑنے لگے۔کہا صالح نے اے میری قوم کیوں تم جلدی مانگتے ہو برائی پیشتر بھلائی سے۔کیوں نہیں تم استغفار کرتے اللہ سے تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ وہ بولے ہم نے منحوس قدم دیکھا تجھ کو اور ان کو جو تیرے ساتھ ہیں۔صالح نے کہا تمہاری

نحوست اللہ کے یہاں ہے بلکہ تم ہی لوگ ہو آزمائے جاتے ہو اور تھے اس شہر میں نو شخص کہ فساد مچاتے تھے زمین میں اور اصلاح نہ کرتے تھے۔ وہ بولے آپس میں قسمیں کھاؤ اللہ کی کہ ہم رات کے وقت حملہ کریں اس پر اور اس کے گھر والوں پر پھر ہم کہیں اس کے ولی کو کہ ہم حاضر نہ تھے اس کے گھرانے کی ہلاکت کے وقت اور ہم سچے ہیں۔ اور مکر کیا انہوں نے ایک مکر اور مکر کیا ہم نے ایک مکر اور وہ نہ جانتے تھے۔ تو دیکھ کیسا ہوا انجام ان کے مکر کا کہ ہم نے ہلاک کیا ان کو اور ان کی قوم کو سب کو۔ تو یہ ہیں ان کے گھر ہیں ڈھے پڑے ہوئے بوجہ ظلم کے جو انہوں نے کیا۔ بلاشبہ اس میں نشانی ہے ان لوگوں کے لیے جو جانتے ہیں۔ اور نجات دی ہم نے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور وہ ڈرتے تھے۔

تفسیر: (اور ہم نے) قوم (ثمود کی طرف ان کے) قومی (بھائی صالح) علیہ السلام (کو بھیجا کہ) وہ ان کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دیں کہ (عبادت کرو اللہ کی تو وہ دو فرقے ہو کر) یعنی ایک اہل ایمان اور دوسرے اہل کفر ہو کر (جھگڑنے لگے) جیسے مکہ مکرمہ کے لوگ رسول اللہ ﷺ کے آنے پر اور توحید کی دعوت دینے پر دو فرقے ہو گئے اہل اسلام اور اہل کفر اور ایمان و کفر کے بارے میں دونوں کا اختلاف ہونے لگا۔ صالح علیہ السلام نے ان کو بہت سمجھایا اور آخر میں ان کو عذاب کی دھمکی دی جس پر وہ کہنے لگے یَا صَالِحُ ائتِنَا بِمَا تَعِدُنَا اِنْ کُنتَ مِنَ الصَّادِقِیْنَ یعنی اے صالح اگر تم سچے ہو تو وہ عذاب لے آؤ جس کی تم دھمکی دیتے ہو۔ صالح علیہ السلام نے کہا اے میری قوم تم برائی کو) جو کہ عذاب ہے (کیوں جلدی طلب کرتے ہو بھلائی سے پہلے) جو کہ ایمان و توبہ ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ ایمان، توبہ اور بھلائی کی راہ تو اختیار نہیں کرتے کہ گناہوں سے توبہ کر کے محفوظ ہو جاؤ۔ تم اللہ سے مغفرت کیوں طلب نہیں کرتے جو اللہ تعالیٰ کے عذاب کی جگہ تم پر رحمتیں نازل کی جائیں)۔ قوم کے (لوگوں نے کہا ہم نے منحوس قدم دیکھا تم کو اور تمہارے ساتھ والوں کو) کیونکہ جب سے تمہارا منحوس قدم آیا ہے اور تم نے یہ باتیں شروع کی ہیں ہم پر قحط وغیرہ کی سختیاں پڑتی جاتی ہیں اور گھر گھر میں لڑائی جھگڑے شروع ہو گئے ہیں۔ (صالح علیہ السلام نے) جواب میں (کہا کہ تم پر یہ سختیاں) میری وجہ سے نہیں ہیں (بلکہ یہ سختیاں (اللہ کے یہاں تمہاری نحوست) اور بدقسمتی کی وجہ سے (ہیں جو اللہ نے تمہاری شرارتوں اور بداعمالیوں کے سبب سے تمہارے مقدر کی ہیں اور اس لیے کی ہیں کہ چونکہ تمہاری بداعمالیوں میں سب سے بڑھ کر کفر ہے تو اللہ کی جانب سے تم آزمائے جاتے ہو) کہ دیکھیں تم سمجھتے ہو یا نہیں۔

(اور) صالح علیہ السلام کے (شہر میں نو شخص تھے جو زمین میں) یعنی اپنے علاقہ میں (فساد برپا کیے رہتے تھے اور اصلاح) احوال کے لیے کچھ (نہ کرتے تھے۔ انہوں نے مل کر ایک سازش تیار کی اور کہا

کہ آپس میں خدا کی قسمیں کھاؤ کہ ہم سب مل کر رات کے وقت صالح) علیہ السلام (کے گھر پر ٹوٹ پڑیں اور ان کے گھرانہ کے کسی فرد کو بھی زندہ نہ چھوڑیں۔ پھر جب کوئی ان کے قبیلہ سے ان کے خون کا دعویٰ کرے تو وہ ہم پر جرم ثابت نہ کر سکے کیونکہ (ہم یہ کہیں گے کہ ان کے گھرانہ کی ہلاکت کے وقت ہم موقع پر موجود ہی نہ تھے)۔ کسی کو قتل کیا کرتے۔ یہ چال چلنے سے کوئی ہم کو مجرم ثابت نہ کر سکے گا۔ (ان فسادیوں نے) اس سازش اور (مکر کا منصوبہ بنایا۔ اس کے مقابلہ میں ایک) مکر اور (تدبیر ہم نے کی) اور وہ یہ کہ ہم نے ان کو ڈھیل دی تا کہ خوب دل کھول کر اپنی شرارتوں کی تکمیل کر لیں (اور) بڑے عذاب کے مستحق ہونے میں کوئی عذر اور حجت باقی نہ رہے۔ وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ وہ صالح علیہ السلام کا قصہ ختم کر رہے ہیں (ان کو) یہ (خبر نہ تھی) کہ اندر ہی اندر ان کی جڑ کٹ رہی ہے۔

ان نو بدمعاشوں نے اول اتفاق کر کے معجزہ کی اونٹنی کو قتل کیا۔ اس پر صالح علیہ السلام نے فرمایا اب تین دن سے زیادہ کی مہلت نہیں، عذاب آ کر رہے گا۔ ان نو بدمعاشوں نے آپس میں طے کیا کہ اگر ہم ہلاک ہوئے تو تین دن کے بعد ہلاک ہوں گے۔ تین دن کے دوران ہم صالح علیہ السلام کا قصہ نبیڑ دیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی جانب سے صالح علیہ السلام کی حفاظت کے لیے فرشتوں کا پہرہ لگا دیا گیا۔ اس طرح سے بدمعاش تو اپنی چال نہ چل سکے البتہ تین دن کے بعد ہم نے اپنے عذاب سے تمام بدمعاشوں اور ان کے معاون قوم کے تمام افراد کو ہلاک و برباد کر دیا۔ مکہ مکرمہ والے جب شام کی طرف سفر کرتے تھے تو راستہ میں وادی القریٰ میں ثمود کی بستیوں کے کھنڈر دیکھتے تھے تو ان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ مکہ سے شام کی طرف سفر کرنے والو! (دیکھ لو کیسا انجام ہوا ان کے مکر و فریب کا۔ ہم نے ان بدمعاشوں کو اور ان کی قوم کو سب کو ہلاک کیا۔ اور یہ ان کے گھر پڑے ہیں جو اجڑے ہیں اس وجہ سے کہ انہوں نے ظلم کیا یعنی توحید و رسالت اور آخرت کا انکار کیا۔ (بلاشبہ اس میں) بڑی (نشانی ہے ان لوگوں کے لیے جو جانتے ہیں) کہ یہ قوم ثمود کے کھنڈرات ہیں اور یہ قوم عذاب سے ہلاک ہوئی (اور ہم نے ان لوگوں کو عذاب سے بچا لیا جو ایمان لائے اور جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے ڈرتے رہے)۔

حضرت لوط علیہ السلام کا قصہ

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ
لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ﴿۵۴﴾ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ
شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿۵۵﴾ فَمَا كَانَ جَوَابَ
قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْٓا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ

يَتَطَهَّرُونَ ﴿٥٦﴾ فَأَنجَيْنَاهُ وَأَهْلَهُ إِلَّا امْرَأَتَهُ قَدَّرْنَاهَا مِنَ الْغَابِرِينَ ﴿٥٧﴾
وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِم مَّطَرًا ۖ فَسَاءَ مَطَرُ الْمُنذَرِينَ ﴿٥٨﴾ قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ
وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ ۗ آللَّهُ خَيْرٌ أَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٥٩﴾

ترجمہ: اور (یاد کرو) لوط کو جب کہا اس نے اپنی قوم سے کیا تم آتے ہو بے حیائی کے کام پر اور تم دیکھتے ہو۔ کیا تم آتے ہو مردوں پر شہوت سے عورتوں کو چھوڑ کر بلکہ تم ہو لوگ جاہل بے سمجھ۔ تو نہیں تھا جواب اس کی قوم کا مگر یہ کہ انہوں نے کہا نکال دو لوط کے گھر والوں کو اپنی بستی سے۔ یہ لوگ خوب پاک وصاف رہتے ہیں۔ تو نجات دی ہم نے اس کو اور اس کے گھر والوں کو سوائے اس کی بیوی کے یہ مقدر کیا ہم نے اس کو پیچھے رہ جانے والوں میں سے۔ اور برسائی ہم نے ان پر بارش۔ پھر کیا ہی بری ہوئی بارش ڈرائے ہوؤں کی۔ تو کہہ دے کہ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اور سلام ہے اس کے ان بندوں پر جن کو اس نے منتخب کیا۔ بھلا اللہ بہتر ہے یا وہ جن کو یہ شریک ٹھہراتے ہیں۔

تفسیر: (اور) یاد کرو (لوط کو جب انہوں نے اپنی قوم) کے لوگوں (سے کہا کہ کیا تم بے حیائی کے کام پر آتے ہو حالانکہ تم دیکھتے ہو) کہ یہ کیسا برا اور گندہ کام ہے۔ (کیا تم اپنی شہوت کو پورا کرنے کے لیے عورتوں کو چھوڑ کر مردوں پر آتے ہو)۔ کچھ نہیں (بلکہ تم لوگ) پرلے درجے کے (جاہل) اور بے عقل (ہو۔ لوط علیہ السلام کی نصیحت کے (جواب میں قوم کے لوگ صرف یہ کہتے تھے کہ لوط کے گھر والوں کو اپنی بستی سے نکال دو کیونکہ یہ لوگ ہمیں تو ناپاک اور گندہ سمجھتے ہیں اور (خود بہت پاک صاف بنتے ہیں)۔ ایسے پاک لوگوں کا کیا کام کہ وہ ناپاک لوگوں میں رہیں۔ پھر جب ہمارا عذاب نازل ہوا (تو ہم نے لوط کو اور ان کے گھر والوں کو بچا لیا سوائے ان کی بیوی کے جو بدمعاشوں کی مدد کرتی تھی۔ اس سبب سے کہ ہم نے اس کے لیے مقدر کیا کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہوئی) جن پر عذاب نازل ہوا اور وہ بھی ان کے ساتھ ہلاک ہوئی۔ اور یہاں ہمارے عذاب کی یہ صورت بنی کہ (ہم نے ان پر آسمان سے پتھروں کی بارش برسائی) جس میں سب بدمعاش ہلاک و برباد ہو گئے (غرض ڈرائے ہوؤں کی کیا ہی بری بارش تھی)۔

(آپ کہہ دیجئے) مذکورہ بالا قصوں سے یہ بات معلوم ہوئی کہ (تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اور اللہ نے اپنے جن بندوں کو پسند کیا ان پر سلامتی ہے۔ تو کیا اللہ بہتر ہے یا وہ بہتر ہیں جن کو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہو) جو کسی بھی تعریف کے قابل نہیں کیونکہ پتھر کے بنے ہوئے بت ہیں جن کو اپنی سلامتی بھی حاصل نہیں کہ کوئی ان کو توڑے تو ٹوٹ جائیں۔

ربط: اوپر بتایا گیا کہ تمام تعریفیں اور کمالات اللہ تعالیٰ کو حاصل ہیں یہ مضمون توحید کا ہے۔ اور کفر وشرک سے اجتناب کرنے والوں کے لیے سلامتی ہے جب کہ شرک کرنے والوں کی طرف سے ٹھہرائے گئے شریکوں کو اللہ تعالیٰ جیسا کوئی کمال حاصل نہیں ہے۔ مزید نصیحت اور تنبیہ کی غرض سے آگے اللہ تعالیٰ کی بعض شئون اور صفات بیان کرتے ہیں جو توحید پر دلالت کرتی ہیں۔

أَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَأَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ
فَأَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ؕ
أَإِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ﴿٦٠﴾ أَمَّنْ جَعَلَ الْأَرْضَ
قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَآ أَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ
الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ؕ أَإِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٦١﴾
أَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ
خُلَفَآءَ الْأَرْضِ ؕ أَإِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿٦٢﴾
أَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ
بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ؕ أَإِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا
يُشْرِكُوْنَ ﴿٦٣﴾ أَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ
مِّنَ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ ؕ أَإِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ
إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٦٤﴾ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ
الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ ؕ وَمَا يَشْعُرُوْنَ أَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿٦٥﴾ بَلِ ادّٰرَكَ
عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ ۚ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا ۚ بَلْ هُمْ
مِّنْهَا عَمُوْنَ ﴿٦٦﴾

ترجمہ: بھلا بتاؤ کس نے بنایا آسمانوں کو اور زمین کو اور اتارا تمہارے لیے آسمان سے پانی پھر اگائے ہم نے اس (پانی) سے باغ رونق والے۔ نہیں تھا تمہارے لیے کہ اگاؤ تم درخت باغ کا۔ کیا کوئی اور لائق عبادت ہے اللہ کے ساتھ بلکہ یہ لوگ ہیں راہ سے مڑنے والے۔ بھلا کس نے بنایا زمین کو جائے قرار اور بنائے اس کے بیچ میں دریا اور بنائے زمین کے ٹھہرانے کو بوجھ (یعنی پہاڑ) اور بنایا دو دریاؤں کے درمیان پردہ۔ کیا کوئی اور لائق عبادت ہے اللہ کے ساتھ۔ بلکہ ان کے اکثر نہیں جانتے۔ بھلا کون پہنچتا ہے بے کس کو جب وہ پکارے اور دور کرتا ہے سختی کو اور بناتا ہے تم کو زمین کا نائب۔ کیا کوئی لائق عبادت ہے اللہ کے ساتھ۔ بہت ہی کم تم دھیان کرتے ہو۔ بھلا کون ہے جو راہ دکھاتا ہے اندھیروں میں خشکی کے اور تری کے اور کون چلاتا ہے ہواؤں کو خوشخبری کے طور پر اس کی رحمت سے پہلے۔ کیا کوئی لائق عبادت ہے اللہ کے ساتھ۔ بلند ہے اللہ اس سے جس کو تم خدا کا شریک ٹھہراتے ہو۔ بھلا کوئی ہے جو نئے سرے سے بناتا ہے پھر اس کا اعادہ کرے گا۔ اور کون ہے جو رزق دیتا ہے تم کو آسمان سے اور زمین سے۔ کیا کوئی لائق عبادت ہے اللہ کے ساتھ۔ تو کہہ کہ تم لے آؤ اپنی دلیل اگر ہو تم سچے۔

تو کہہ نہیں جانتا جو کوئی ہے آسمانوں میں اور زمین میں غیب کو سوائے اللہ کے۔ اور وہ نہیں جانتے کہ کب وہ اٹھائے جائیں گے۔ بلکہ تھک کر گر گئی ان کی فکر آخرت کے بارے میں، بلکہ وہ شک میں ہیں آخرت کے بارے میں بلکہ وہ تو اس کے بارے میں اندھے ہیں۔

تفسیر: توحید کے دلائل:

پہلی دلیل:

وہ ذات جس میں خلق و تدبیر کی صفت کامل ہو خواہ اس کی پیدا کی ہوئی چیزیں بڑی بڑی ہوں یا چھوٹی ہوں صرف وہی ذات عبادت کے لائق ہے، جس میں یہ صفت نہ ہو وہ لائق عبادت نہیں۔

(بھلا بتاؤ کس نے بنایا آسمانوں کو اور زمین کو اور کس نے اتارا تمہارے لیے آسمان سے پانی پھر پانی کے ذریعے رونق والے باغ بنائے) تمام دنیا جانتی ہے اور خود یہ مشرکین بھی مانتے ہیں کہ زمین و آسمان کو پیدا کرنا، بارش برسانا اور درخت اگانا سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور کا کام نہیں ہے۔ (تمہیں بھی

یہ قدرت) اور اختیار (حاصل نہیں کہ باغ کا ایک درخت اگا سکو)۔ جب اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ہستی نہیں جو خلق اور تدبیر کر سکے یا کسی چیز کا مستقل اختیار رکھے اور جو خلق و تدبیر نہ کر سکے وہ عبادت کے لائق نہیں ہوتا تو بتاؤ کہ (کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور لائق عبادت ہے) ظاہر ہے کہ ایسا نہیں ہے (تو یہ مشرک لوگ راہ حق سے مڑنے والے ہیں)۔

(بھلا بتاؤ کون ہے جس نے زمین کو) انسانوں اور جانوروں کے لیے (جائے قرار) اور جائے مقام (بنایا)، جو آرام سے اس پر زندگی بسر کرتے ہیں اور اس کے فائدے حاصل کرتے ہیں۔ (پھر اس زمین کے بیچ میں دریا اور نہریں بنائیں اور زمین کے لیے بوجھ) یعنی پہاڑ (رکھ دیے) تاکہ زمین ٹھہری رہے لرزے نہیں (اور دو دریاؤں کے درمیان پردہ بنایا۔ جن میں سے ایک کا پانی بالکل میٹھا اور دوسرے کا انتہائی نمکین۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور لائق عبادت) ہستی (ہے) جس سے یہ کام بن پڑیں۔ ظاہر ہے کہ ایسا نہیں ہے تو وہ لائق عبادت بھی نہیں ہے۔ جب نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ (مشرکین کی اکثریت محض جہالت) اور ناسمجھی سے شرک اور مخلوق پرستی (میں) پھنسی ہوئی (ہے)۔

دوسری دلیل

سب بے کسوں اور بے بسوں کی فریاد صرف اللہ ہی سنتا ہے اور وہی جب مناسب جانتا ہے ان کی تکلیفوں کو دور کرتا ہے۔ غرض اللہ تعالیٰ نے دعا و پکار کو بھی فریاد رسی کے لیے سبب عادی بنا دیا ہے جس پر تکلیف دور کئے جانے کا اثر حاصل ہوتا ہے۔ فرمایا:

(بھلا کون ہے جو بے کسوں کی پکار کو پہنچتا ہے جب وہ اللہ کو پکارتا ہے اور تکلیف کو دور کرتا ہے)۔ اس آیت میں مشرکین کو تنبیہ ہے کہ سخت اور شدید مصیبتوں کے وقت تو تم بھی لاچار ہو کر صرف اللہ کو پکارتے ہو اور اپنے بنائے ہوئے معبودوں کو بھول جاتے ہو۔ امن و اطمینان کی حالت میں اس حقیقت کو کیوں یاد نہیں رکھتے۔

تیسری دلیل

(اور وہ) اللہ ہی ہے جو (زمین میں تم کو پہلے لوگوں کا نائب بناتا ہے)۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک قوم یا ایک نسل کو طبعی یا غیر طبعی موت دے دیتے ہیں اور اس کی جگہ دوسری نسل کو یا کسی دوسری قوم کو آباد کر دیتے ہیں جو زمین میں مالکانہ اور شاہانہ تصرف کرتے ہیں۔ قوموں اور نسلوں میں یہ الٹ پھیر صرف اللہ تعالیٰ ہی کے بس کی بات ہے کسی اور کو اس کی قدرت نہیں ہے (تو کیا اللہ کے

ساتھ کوئی اور لائق عبادت ہے)۔ جواب ظاہر ہے کہ کوئی اور لائق عبادت نہیں ہے کیونکہ اس میں مذکورہ قدرت نہیں ہے۔لیکن (تم لوگ اس پر بہت کم توجہ کرتے ہو) اس لیے معمولی غور وفکر کا جو فطری نتیجہ ہے اس سے محروم رہ جاتے ہو۔

چوتھی دلیل:

تاریکیوں میں انسان کی رہنمائی کرنا صرف اللہ کا کام ہے۔ (بھلا بتاؤ کون راہ بتاتا ہے تم کو بحری و بری تاریکیوں میں) ستاروں کے ذریعے پھر خواہ قطب نما اور دیگر آلات کے واسطے سے خواہ ان کے بغیر۔

پانچویں دلیل: بارش سے پہلے خوشخبری کی ہوائیں چلانا

(اور بھلا بتاؤ کون ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے) بارش کی (خوشخبری کے طور پر) (اپنی رحمت سے پہلے، کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور لائق عبادت ہے) جو یہ کام کرتا ہو۔ جب ایسا کرنے کی کسی اور میں طاقت نہیں ہے تو کوئی دوسرا لائق عبادت کہاں۔ (اللہ بلند و بالا ہیں اس سے جس کو مشرکین اس کا شریک بناتے ہیں) کیونکہ وہ قادر مطلق اور حکیم برحق ہے جب کہ مزعومہ شریک عاجز و ناقص مخلوق ہے۔

چھٹی دلیل: اللہ تعالیٰ اول پیدا کرتے ہیں پھر اس کا اعادہ بھی کر سکتے ہیں

(بھلا بتاؤ کون ہے جو پہلی مرتبہ بناتا ہے پھر اس کو دوبارہ بناتا ہے)۔ ابتداءً پیدا کرنا تو سب تسلیم کرتے ہیں کہ صرف اللہ کا کام ہے۔موت کے بعد دوبارہ پیدا کرنے کو بھی اسی سے سمجھ لو۔ بعث بعد الموت کے منکرین بھی اتنا سمجھتے تھے کہ اگر بالفرض دوبارہ پیدا کئے گئے تو یہ کام اسی کا ہوگا جس نے اول پیدا کیا تھا۔

ساتویں دلیل: رزق دینا صرف اللہ کا کام ہے

(اور بھلا بتاؤ کون تم کو رزق دیتا ہے آسمان سے اور زمین سے)۔ جب تم جانتے ہو کہ آسمانی اور زمینی اسباب کے ذریعہ سے اپنی حکمت کے موافق تم کو رزق دینے والی ذات صرف اللہ کی ہے (تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور لائق عبادت ہے) اتنی صاف نشانیوں کو دیکھ کر اور واضح دلائل کو سن کر بھی تم اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور شرک کی قباحت تسلیم نہیں کرتے تو (اگر تم اپنے آپ کو سچا سمجھتے ہو تو اس پر کوئی دلیل لاؤ)۔

آٹھویں دلیل: عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے

آپ فرمائیے کہ (جو کوئی بھی آسمانوں میں اور زمین میں ہے وہ نہیں جانتا غیب کو مگر اللہ کہ وہ ہر غیب سے باخبر ہے۔ اس کے حق میں کوئی غیب غیب نہیں یعنی چھپا ہوا نہیں بلکہ کھلا ہوا ہے۔ علم غیب کے دو معنی ہیں۔ ایک چھپی ہوئی چیز کے بارے میں کسی کے بتانے سے علم ہونا جیسے قرآن اور نبی کے بتانے سے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے وجود کا علم ہونا دوسرے لفظوں میں اس کو مغیبات کا علم کہہ سکتے ہیں جو کسی ذریعے سے معلوم ہوا ہے۔ علم غیب کا دوسرا معنی ہے وہ کمال اور صفت جس کے ہوتے ہوئے جب چاہے غیب کا براہ راست علم حاصل کر لے۔ علم غیب کا یہ دوسرا معنی خاص اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ مغیبات میں سے ایک روز قیامت کی آمد اور اس کا وقوع ہے۔ اس مغیب کا علم اللہ تعالیٰ نے قرآن اور رسول کے ذریعے مخلوق کو بتایا لیکن خود قیامت کب ہوگی اللہ تعالیٰ نے یہ علم صرف اپنے پاس رکھا ہے کسی اور کو نہیں بتایا نہ کسی ولی کو (اور) نہ کسی رسول کو۔ اس لیے فرمایا کہ (لوگ نہیں جانتے کہ وہ کب دوبارہ اٹھائے جائیں گے)۔ بلکہ آخرت کے بارے میں ان کی عقل غور وفکر کرتے کرتے تھک گئی ہے لیکن ان کو آخرت کی حقیقت تک رسائی نہیں ہوئی بلکہ وہ اس کے بارے میں شک میں ہیں بلکہ وہ تو آخرت کے بارے میں اندھے ہیں۔

ربط: اوپر بتایا کہ آخرت ایک حقیقت ہے لیکن مشرکین کی اس حقیقت تک رسائی نہیں ہو رہی۔ کبھی وہ اس میں شک کرتے ہیں اور کبھی اس کا انکار کرتے ہیں۔ اپنے شک اور انکار کو درج ذیل انداز میں ظاہر کرتے ہیں۔ مشرکین کی ایسی باتوں سے رسول اللہ ﷺ کو رنج وغم ہوتا تھا تو آپ کو تسلی دی کہ آپ اپنے ذمہ کا کام کرتے رہیں اور ان کے پیچھے اپنے آپ کو مت گھلائیں۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّاٰبَآؤُنَآ اَئِنَّا
لَمُخْرَجُوْنَ ﴿٦٧﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ ۙ اِنْ
هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٦٨﴾ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا
كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٦٩﴾ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ
فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴿٧٠﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ

صٰدِقِيْنَ ﴿٧١﴾ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ
تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿٧٢﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ
اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿٧٣﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ
صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿٧٤﴾ وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِي السَّمَآءِ
وَالْاَرْضِ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿٧٥﴾

ترجمہ: اور بولے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا کہ کیا جب ہم ہو جائیں گے مٹی اور ہمارے باپ دادے تو کیا ہم (مٹی سے) نکالے جائیں گے۔ دھمکی دیے گئے ہم اس کی اور ہمارے باپ دادے اس سے پہلے۔ یہ نہیں ہیں مگر کہانیاں پہلے لوگوں کی۔ تو کہہ چلو تم زمین میں پھر دیکھو کیسا ہوا انجام مجرموں کا۔ اور نہ غم کر اور نہ ہو تنگی میں اس سے جو یہ لوگ مکر کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ کب ہو گا یہ وعدہ اگر ہو تم سچے۔ تو کہہ شاید کہ ہو پیچھے لگا ہوا تمہارے کچھ وہ (عذاب) جس کی تم جلدی مچا رہے ہو۔ اور بلاشبہ تیرا رب فضل والا ہے لوگوں پر لیکن ان کے اکثر شکر نہیں کرتے۔ اور بلاشبہ تیرا رب جانتا ہے جو چھپاتے ہیں ان کے سینے اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں اور نہیں ہے کوئی چیز غائب آسمان میں اور زمین میں مگر موجود ہے کھلی کتاب میں۔

تفسیر: (اور کافروں نے کہا کیا جب ہم) اپنی قبروں میں مٹی سے مل کر (مٹی ہو جائیں گے اور ہمارے آباؤ اجداد بھی، تو کیا اس حالت میں ہم قبروں سے نکالے جائیں گے۔ یہ دھمکی ہمیں اور ہمارے باپ دادوں کو اس سے پہلے بھی دی جا چکی ہے) لیکن ہم نے تو نہ دیکھا نہ سنا کہ کوئی مردہ قبر سے نکل کر زندہ ہوا ہو اور اس کو سزا ہوئی ہو، (لہٰذا یہ تو پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔ آپ فرمائیے کہ تم زمین میں چلو پھرو اور دیکھو کہ مجرموں اور گناہگاروں کا کیسا انجام ہوا)۔ کتنے ہی مجرموں کو دنیا ہی میں عبرت ناک سزائیں مل چکی ہیں اور پیغمبروں کی دھمکیاں اور ڈراوے سچ نکلے۔ اس سے قیاس کر لو کہ جب انبیاء کی خبریں دنیوی عذاب کے بارے میں پوری ہوئیں تو آخرت کے بارے میں کیوں پوری نہ ہوں گی۔ سچے لوگوں کی سب ہی باتیں سچی ہوتی ہیں۔

اور آپ ان منکرین کو سمجھا کر اور انکار کے برے انجام سے ڈرا کر ان سے الگ ہو جائیے۔ (ان)

کے نہ ماننے پر (آپ نہ) زیادہ (غم) وافسوس (کریں اور نہ ہی ان کے مکر) وفریب (پر تنگ دل ہوں) کیونکہ آپ اپنا فرض ادا کر چکے اور ایسے ضدی اور ہٹ دھرم مجرموں سے اللہ تعالیٰ خود نمٹ لیں گے اور جیسے پہلے مجرموں کو عذاب میں مبتلا کیا موجودہ مجرموں کو بھی کرے گا۔

عذاب کی دھمکی سن کر (منکرین نے اس بات کی گردان شروع کر دی کہ اگر تم سچے ہو تو یہ بتاؤ کہ دھمکی کب پوری ہوگی) اور عذاب کب نازل ہوگا۔ (آپ فرمائیے کہ) گھبراؤ نہیں وعدہ پورا ہو کر رہے گا اور (شاید وعدہ کا کچھ حصہ قریب ہی تمہاری پشت کے ساتھ آ لگا ہو جس کی تم جلدی مچا رہے ہو) چنانچہ زیادہ دن نہ گزرنے پائے تھے کہ جنگ بدر میں سزا کی پہلی قسط پہنچ گئی۔ رہی قیامت کبریٰ تو اس کی بھی بعض نشانیاں ظاہر ہونے لگی ہیں۔ (اور بے شک آپ کا رب لوگوں پر فضل) وکرم (والا ہے)۔ اگر وہ اپنے کرم سے عذاب میں تاخیر کرتا ہے تو لوگوں کو چاہیے تھا کہ وہ مہلت سے فائدہ اٹھاتے اور اس کی مہربانی کے شکر گزار ہو کر ایمان اور عمل صالح کا راستہ اختیار کرتے لیکن ان کے اکثر اس کے برخلاف ناشکری کرتے ہیں) اور اپنے منہ سے عذاب مانگتے ہیں۔ (اور بے شک آپ کا رب خوب جانتا ہے اس کو جو یہ لوگ اپنے سینوں) اور دلوں (میں) چھپاتے ہیں اور اس کو بھی خوب جانتے ہیں جو یہ لوگ ظاہر کرتے ہیں)۔ غرض تمہارے ظاہری و پوشیدہ اعمال، دلوں کے بھید، نیتیں اور ارادے اللہ ان سب کو بخوبی جانتے ہیں۔ پھر اللہ کے علم میں ہونا ہی کافی حجت ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے ایک اور انتظام کر رکھا ہے وہ یہ کہ (آسمان و زمین میں جو بھی چھپی چیز ہے اس کا ذکر کھلی کتاب) یعنی لوح محفوظ (میں ہے) اس لیے جو واقعہ بھی ہونا ہے اللہ کے علم میں اور لوح محفوظ میں اس کا جو وقت درج ہے بعینہ اسی وقت میں وہ واقعہ ہوگا نہ کچھ پہلے نہ کچھ بعد میں۔ اسی طرح مشرکین ومنکرین رسول سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو جس عذاب کی تم دھمکی دے رہے ہو اس کو جلدی لے آؤ تاکہ ہمارے تمہارے درمیان جلد فیصلہ ہو جائے۔ اس کے جواب میں فرمایا کہ جس واقعہ کے بارے میں جو کچھ لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے وہ اپنے وقت پر ہو کر رہے گا اور اسی طرح قیامت بھی جو کہ عملی فیصلہ کا وقت ہے اپنے وقت پر آ کر رہے گی۔

ربط: اوپر بتایا کہ قیامت کا دن عملی فیصلہ کا دن ہے۔ اب بتاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حق و باطل کے درمیان فیصلہ کو قیامت کے دن پر نہیں چھوڑا بلکہ قولی اور علمی فیصلہ دنیا میں قرآن کے ذریعہ سے دے دیا۔

إِنَّ هَٰذَا الْقُرْآنَ يَقُصُّ عَلَىٰ
بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ أَكْثَرَ الَّذِي هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿٧٦﴾ وَإِنَّهُ
لَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴿٧٧﴾ إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُم
بِحُكْمِهِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ ﴿٧٨﴾ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۖ إِنَّكَ عَلَى
الْحَقِّ الْمُبِينِ ﴿٧٩﴾

ترجمہ: بلاشبہ یہ قرآن بیان کرتا ہے بنی اسرائیل پر بہت سی ان چیزوں کو جن میں وہ جھگڑتے ہیں۔ اور بے شک یہ ہدایت اور رحمت ہے ایمان والوں کے لیے۔ تیرا رب فیصلہ دے گا ان کے درمیان اپنے حکم سے اور وہ زور والا ہے علم والا ہے۔ تو تو بھروسہ کر اللہ پر بے شک تو کھلے حق پر ہے۔

تفسیر: اگرچہ ابھی عملی فیصلہ کا وقت نہیں آیا کیونکہ اس کا وقت قیامت کا دن ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآن کے ذریعہ سے قولی اور علمی فیصلہ دے رکھا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے وقت آسمانی علوم اور مذہبی امور کے سب سے بڑے عالم بنی اسرائیل سمجھے جاتے تھے مگر عقائد، احکام، قصص اور روایات کے متعلق ان کے آپس میں شدید اختلافات تھے۔ ان کے درمیان اکثر اختلافات میں قرآن حق و باطل ہونے کا فیصلہ سناتا ہے۔ فی الحقیقت قرآن تو ایمان والوں کے لیے ہدایت و رحمت ہے۔

اور اس وقت (آپ کا رب) ان بنی اسرائیل کے آپس کے اختلافات میں اپنے حکم سے (عملی فیصلہ دے گا اور وہی ہے زبردست) اور (علم والا)۔ آپ کسی کے اختلاف اور تکذیب سے متاثر نہ ہوں بلکہ صرف (اللہ پر بھروسہ رکھیں) اور اپنا کام کیے جائیں (بے شک آپ صحیح کھلے راستہ پر ہیں) جس میں کوئی خوف کی بات نہیں ہے۔

ربط: اوپر کہا تھا کہ آپ اپنے سمجھانے کا کام کرتے رہیے۔ آگے بتاتے ہیں کہ آپ کے سمجھانے سے سب آپ کی باتوں کو قبول نہیں کریں گے صرف وہ لوگ قبول کریں گے جن میں حق بات کو سن کر اس کو قبول کرنے کی صلاحیت ہو۔ یہاں اثر کو قبول کرنے سے مراد یہ ہے کہ اللہ کی باتوں پر یقین کر کے فرمانبردار بنیں۔ جن لوگوں میں اثر قبول کرنے کی صلاحیت نہ ہو وہ تو سننے سے ہی بھاگیں گے

اورطرح طرح کی باتیں بنائیں گے۔

إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ
إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ ﴿٨٠﴾ وَمَا أَنتَ بِهَادِي الْعُمْيِ عَن ضَلَالَتِهِمْ ۖ
إِن تُسْمِعُ إِلَّا مَن يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا فَهُم مُّسْلِمُونَ ﴿٨١﴾

ترجمہ: بے شک تو نہیں سنا سکتا مردوں کو اور بے شک تو نہیں سنا سکتا بہروں کو پکار جب وہ پلٹیں پیٹھ پھیر کر اور نہیں ہے تو دکھانے والا اندھوں کو ان کی گمراہی سے۔ تو نہیں سنا سکتا مگر اس کو جو یقین رکھتا ہو ہماری آیتوں پر اور وہ فرمانبردار ہیں۔

تفسیر: آپ سمجھانے کا اپنا کام کرتے رہئے لیکن جس طرح ایک مردہ کو خطاب کرنا یا کسی بہرے کو پکارنا خصوصاً جب وہ پیٹھ پھیرے چلا جا رہا ہو اور پکارنے والے کی طرف کچھ التفات نہ کرے اس کے حق میں خطاب مفید نہیں، یہی حال ان جھٹلانے والوں کا ہے جن کے دل مر چکے ہیں اور دل کے کان بہرے ہو گئے ہیں اور سننے کا ارادہ بھی نہ رکھتے ہوں ان کے حق میں کوئی نصیحت کارگر نہیں ہوتی۔ اسی لیے فرمایا (بلاشبہ آپ نہیں سنا سکتے مردوں کو اور آپ نہیں سنا سکتے بہروں کو اپنی پکار جب وہ پلٹیں پیٹھ پھیر کر۔ اور آپ اندھوں کو راہ نہیں دکھا سکتے ان کی گمراہی سے۔ آپ تو صرف ان کو سنا سکتے ہیں جو نصیحت کی بات کو سن کر اثر قبول کریں اور اثر قبول کرنا یہی ہے کہ ہماری آیتوں پر ایمان لائیں سو وہ فرمانبردار ہیں۔

ربط: اوپر یہ بات گزری کہ قیامت جو کہ عملی فیصلہ کا دن ہے وہ آ کر رہے گی۔ آگے قرب قیامت کی ایک بڑی نشانی اور خود قیامت کے دن کے کچھ حالات ذکر کرتے ہیں۔

وَإِذَا وَقَعَ
الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ
النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ ﴿٨٢﴾ وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِن كُلِّ أُمَّةٍ
فَوْجًا مِّمَّن يُكَذِّبُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ يُوزَعُونَ ﴿٨٣﴾ حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوا

قَالَ اَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِيْ وَلَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا عِلْمًا اَمَّاذَا كُنْتُمْ
تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا فَهُمْ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿۸۵﴾
اَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا الَّيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۸۶﴾ وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي
الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ
شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَكُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً
وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ؕ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ؕ
اِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۸۸﴾

ترجمہ: اور جب پورا ہونے کو ہوگا وعدہ ان پر نکالیں گے ہم ان کے لیے ایک جانور زمین میں سے۔ وہ بات کرے گا لوگوں سے اس وجہ سے کہ لوگ ہماری نشانیوں پر یقین نہیں کرتے تھے۔ اور جس دن ہم جمع کریں گے ہر امت میں سے ایک جماعت کو ان لوگوں میں سے جو جھٹلاتے تھے ہماری آیتوں کو اور وہ روکے جائیں گے یہاں تک کہ جب سب آ جائیں گے اللہ فرمائے گا کیا جھٹلایا تم نے میری آیتوں کو اور نہیں احاطہ کیا تم نے ان آیتوں کا علم سے، یا بولو کہ تم کیا عمل کرتے تھے۔ اور پڑ چکا قول ان پر بسبب اس کے جو انہوں نے ظلم کیا سو اب وہ (کچھ) نہیں بول سکتے۔ کیا نہیں دیکھا انہوں نے کہ ہم نے بنائی رات تا کہ لوگ آرام پائیں اس میں اور (بنایا ہم نے) دن دیکھنے کو۔ بلاشبہ اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو یقین کرتے ہیں۔ اور جس دن پھونکا جائے گا صور میں تو گھبرا جائے گا جو کوئی ہے آسمانوں میں اور جو کوئی ہے زمین میں مگر جس کو چاہے اللہ اور سب آئیں گے اللہ کے پاس عاجزی کرتے ہوئے۔ اور تو دیکھتا ہے پہاڑوں کو تو خیال کرتا ہے ان کو جمے ہوئے جب کہ یہ چلیں گے بادلوں کا سا چلنا۔ (یہ) کاریگری ہے اللہ کی جس نے مضبوط کیا ہر چیز کو۔ بے شک وہ باخبر ہے اس سے جو تم کرتے ہو۔

تفسیر: (اور جب) قیامت کے وقوع کے بارے میں (منکرین سے ہمارا وعدہ پورا ہونے کو ہوگا) یعنی قیامت قریب آ جائے گی اس وقت قیامت کی بڑی بڑی نشانیاں ظاہر ہوں گی۔ ان میں سے ایک نشانی یہ ہوگی کہ سورج مغرب سے طلوع ہوگا جس کے بعد کسی کافر کا ایمان لانا اور کسی فاسق کا توبہ کرنا معتبر نہ ہوگا۔ اسی دن بعد میں (ہم لوگوں کے لیے ایک جانور زمین سے نکالیں گے)۔ اس کی صورت یہ بنے گی کہ مکہ مکرمہ میں جو صفا پہاڑ ہے وہ پھٹے گا اور اس میں سے یہ جانور نکلے گا اور وہ لوگوں سے باتیں کرے گا) اور مسلمان اور کافر کی پیشانیوں پر ایمان کا یا کفر کا شناختی نشان لگائے گا۔ (ایسا اس لیے ہوگا کہ لوگ) رسولوں کے ہاتھوں (ہماری) دی ہوئی (نشانیوں پر یقین نہ کرتے تھے)۔ جب انسانوں کی بات نہیں مانتے تھے تو اب جانور ہی کی مانو گے۔ لیکن یہ ماننا اب مفید نہ ہوگا۔

(اور جس دن ہم اکٹھا کریں گے ہر امت میں سے ہماری باتوں کو جھٹلانے والوں کی جماعت کو اور ان کو میدان حشر کی طرف لے جائیں گے تو وہ اتنی کثرت سے ہوں گے کہ پیچھے چلنے والوں کو آگے بڑھنے سے روکا جائے گا جیسا کہ مجمع بہت زیادہ ہو تو انتظام قائم رکھنے کے لیے کیا جاتا ہے۔ (یہاں تک کہ) میدان حشر میں (جب سب حاضر ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ کیا تم نے میری آیتوں) یعنی میری باتوں (کو جھٹلایا حالانکہ تم نے ان کا علمی احاطہ بھی نہ کیا تھا) یعنی ہماری باتوں پر نہ کسی پہلو سے غور کیا اور نہ ہی پوری طرح سمجھنے کی کوشش کی پہلے ہی جھٹلانا شروع کر دیا یا بتاؤ کہ) یہ نہیں کرتے تھے تو اور (کیا کرتے تھے۔ اور پورا ہو گیا ہمارا وعدہ ان پر ظلم و شرارت کی وجہ سے جو وہ کرتے تھے سو اب وہ کچھ بول نہیں سکتے) یعنی ان کی شرارتوں کا یقینی ثبوت ہو چکا اور خدا تعالیٰ کی حجت تمام ہوئی اب آگے ان کے پاس کچھ کہنے کو کیا منہ رہ گیا ہے اس لیے یہ کچھ نہیں بول سکتے۔

(کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے رات بنائی تاکہ لوگ اس میں سکون حاصل کریں اور ہم نے دن بنایا دیکھنے کو)۔ غرض اللہ تعالیٰ نے کیسے کھلے کھلے نشان دنیا میں دکھلائے۔ (بلاشبہ اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان و یقین رکھتے ہیں)۔

(اور جس دن صور میں پھونکا جائے گا تو آسمانوں میں اور زمین میں جو کوئی ہے وہ) بڑی (گھبراہٹ میں مبتلا ہو جائے گا) اور اسی سے مر جائے گا (مگر جس کو اللہ چاہے) یہ استثنا اللہ تعالیٰ کے مقرب چار فرشتوں جبرئیل، میکائیل، اسرافیل اور ملک الموت علیہم السلام کو حاصل ہوگا جبکہ

بعض مفسرین نے اس کا مصداق شہدا کو بنایا ہے۔ پھر جب دوسری مرتبہ صور میں پھونکا جائے گا تو جاندار جی اٹھیں گے اور (عاجزی کرتے ہوئے اللہ کے دربار میں حاضر ہوں گے)۔ (اور بڑے بڑے پہاڑوں کو تم) اس وقت (دیکھ کر خیال کرتے ہو کہ) ہمیشہ کے لیے زمین میں گڑے اور (جمے رہیں گے) اور کبھی اپنی جگہ سے جنبش نہ کرسکیں گے یہ قیامت کے دن روئی کے گالوں کی طرح فضا میں اڑتے پھریں گے۔ اور بادل کی طرح) تیز رفتاری سے (گزریں گے)۔ دیکھو (اللہ کی کاریگری) کو (جس نے ہر چیز کو مضبوط بنایا ہے) لیکن وہی ان کو ایک دن ریزہ ریزہ کر کے اڑا دے گا اور جو ایسی زبردست قدرت والا ہے (وہ) زبردست علم والا بھی ہے کہ (جو کچھ تم عمل کرتے ہو اس سے باخبر ہے)۔

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ
وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ ﴿٨٩﴾ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ
وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ ۭ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٩٠﴾
اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِيْ حَرَّمَهَا وَلَهٗ
كُلُّ شَيْءٍ ۡ وَّاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿٩١﴾ وَاَنْ اَتْلُوَا
الْقُرْاٰنَ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ
فَقُلْ اِنَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿٩٢﴾ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ
فَتَعْرِفُوْنَهَا ۭ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿٩٣﴾

ترجمہ: جو کوئی لایا نیکی کو تو اس کے لیے ہو گا (بدلہ) اس سے بہتر اور یہ لوگ گھبراہٹ سے اس دن کی امن میں ہوں گے۔ اور جو کوئی برائی لایا تو اوندھے ڈالے جائیں ان کے چہرے آگ میں۔ نہیں بدلہ دیے جاؤ گے مگر ان اعمال کا جو تم کرتے تھے۔ محض میں حکم دیا گیا ہوں کہ عبادت کروں رب کی اس شہر کے جس نے حرمت والا بنایا اس کو اور اس کے لیے ملکیت ہے ہر چیز کی اور میں حکم دیا گیا ہوں کہ میں رہوں فرمانبرداروں میں سے۔

اور (میں حکم دیا گیا ہوں) کہ میں قرآن پڑھوں تو جس نے (ہدایت کی) راہ پائی تو محض راہ پائی اپنے لئے۔ اور جو کوئی بھٹکا تو، تو کہہ دے کہ میں محض ڈرانے والوں میں سے ہوں۔ اور تو کہہ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو دکھائے گا تم کو نشانیاں اپنی تو تم پہچان لو گے ان کو اور نہیں ہے تیرا رب غافل اس سے جو تم عمل کرتے ہو۔

تفسیر: (جو کوئی لائے گا نیک عمل اس کے لیے بدلہ ہوگا اس سے بہتر اور یہ لوگ اس دن کی گھبراہٹ سے امن میں ہوں گے۔ اور جو برائی کرے گا تو ایسے لوگوں کے منہ اوندھے ڈالے جائیں گے آگ میں) اور ان سے کہا جائے گا کہ (جو کچھ تم عمل کرتے تھے یہ صرف اس کی جزا تم دیئے جاتے ہو) اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ زیادتی نہیں کی جا رہی۔

(میں محض یہ حکم دیا گیا ہوں کہ میں عبادت کروں اس شہر) یعنی مکہ مکرمہ (کے رب کی جس نے اس شہر کو حرمت عطا فرمائی اور اسی کی ملکیت میں ہے ہر ہر چیز اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں کامل فرمانبرداروں میں سے رہوں۔ اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں قرآن پڑھ کر سناؤں) تاکہ لوگ راہ حق سے واقف ہو جائیں۔ (پھر جس نے راہ ہدایت اختیار کی تو اپنے فائدے کے لیے کی اور جو گمراہ ہوا تو آپ کہہ دیجئے کہ) ہدایت دینا نہ دینا میرے اختیار میں نہیں یہ تو اللہ تعالیٰ کا کام ہے (میں تو محض ڈرانے والوں میں سے ہوں)۔ سو سمجھا بجھا کر اور رغبت و خوف بتا کر میں اپنی ذمہ داری سے فارغ ہو چکا ہوں۔ نہ مانو تو تمہارا ہی نقصان ہے۔

(آپ کہئے سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں) جس نے مجھے راہ ہدایت دکھانے اور بتانے والا اور ہدایت یافتہ بنایا۔ (آگے چل کر اللہ تعالیٰ) تمہارے اندر یا تم سے باہر (تم کو) اپنی قدرت کے (وہ نمونے اور) میری صداقت کے (ایسے نشان دکھائے گا جنہیں دیکھ کر تم ان کو پہچان لو گے) اور سمجھ لو گے کہ بے شک یہ اللہ کی وہی نشانیاں ہیں جن کی خبر رسول اللہ ﷺ نے دی تھی۔ علامات قیامت وغیرہ بھی سب اسی میں آ گئیں۔ (اور جو کچھ تم عمل کرتے ہو آپ کا رب ان سے غافل نہیں ہے) بلکہ جو عمل اور معاملہ تم کرتے ہو سب اس کی نظر میں ہے اور اسی کے موافق آخر کار بدلہ ملے گا۔

سورہ قصص

ربط: پیچھے قرآن پاک پر ایمان لانے کے بارے میں کچھ بیان ہوا تھا۔ اس سورت میں دعویٰ ہے کہ قرآن پاک کلام الٰہی ہے اور اس میں ذکر کردہ واقعات بالکل درست ہیں ان میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ بھی ہے۔ اس قصہ کے کچھ پہلو بیان کرتے ہیں۔

سُوْرَةُ الْقَصَصِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانٌ وَّثَمَانُوْنَ اٰيَةً وَّتِسْعُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

طٰسٓمّٓ ﴿١﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿٢﴾ نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ
نَّبَاِ مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٣﴾ اِنَّ
فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ
طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ؕ اِنَّهٗ
كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿٤﴾ وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا
فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿٥﴾ وَ
نُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا
مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ﴿٦﴾ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ
اَرْضِعِيْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِيْ
وَلَا تَحْزَنِيْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٧﴾
فَالْتَقَطَهٗٓ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ؕ اِنَّ

فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِـِٕيْنَ ﴿٨﴾ وَقَالَتِ امْرَاَتُ
فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ ؕ لَا تَقْتُلُوْهُ ۖ عَسٰۤى اَنْ يَّنْفَعَنَاۤ
اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٩﴾ وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ
مُوْسٰى فٰرِغًا ؕ اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَاۤ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى
قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٠﴾ وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ ۚ
فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿١١﴾ وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ
الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰۤى اَهْلِ بَيْتٍ
يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ ﴿١٢﴾ فَرَدَدْنٰهُ اِلٰۤى اُمِّهٖ كَيْ
تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ
اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿١٣﴾

ترجمہ:۔ طٰسٓمٓ. یہ آیتیں ہیں کتاب مبین کی۔ ہم پڑھتے ہیں تجھ پر کچھ حالات موسیٰ اور فرعون کے سچائی کے ساتھ ان لوگوں کے لیے جو ایمان رکھتے ہیں۔ بلاشبہ فرعون نے سرکشی کی زمین میں اور بنایا اس نے زمین والوں کو کئی فرقے، کمزور کر رکھا تھا ایک گروہ کو ان میں سے، ذبح کرتا تھا ان کے بیٹوں کو اور زندہ رکھتا تھا ان کی عورتوں کو۔ بے شک وہ تھا فسادیوں میں سے۔ اور ہم ارادہ کرتے ہیں کہ احسان کریں ان لوگوں پر جن کو کمزور کر دیا گیا تھا زمین میں اور (چاہتے ہیں کہ) ہم بنا دیں ان کو سردار اور بنا دیں ہم ان کو قائم مقام اور جماؤ دیں ان کو زمین میں اور یہ کہ دکھا دیں ہم فرعون کو اور ہامان کو اور ان کے لشکروں کو کہ ان سے ہوگئی وہ چیز جس سے وہ ڈرتے تھے۔ اور حکم بھیجا ہم نے مادر موسیٰ کو کہ دودھ پلاؤ اس (بچے) کو پھر جب تم خوف کرو اس پر تو ڈال دو اس کو دریا میں اور نہ خوف کرنا اور نہ غم کرنا۔ بلاشبہ ہم لوٹا دیں گے اس کو تیری طرف اور ہم بنائیں گے اس کو رسولوں میں سے۔ پھر اٹھا لیا اس (بچے) کو فرعون کے گھر والوں نے تاکہ وہ ہو ان کا دشمن

اورغم میں ڈالنے والا۔ بلاشبہ فرعون اور ہامان اور ان کے لشکر تھے چوکنے والے اور کہا زوجۂ فرعون نے یہ ٹھنڈک ہے میری آنکھ کی اور تیری مت قتل کرو اس کو۔ شاید کہ یہ نفع پہنچائے ہم کو یا ہم بنالیں اس کو (اپنا) بیٹا اور وہ نہ جانتے تھے۔ اور ہو گیا دل مادر موسیٰ کا بے قرار۔ قریب تھا کہ ظاہر کر دیتی اس بے قراری کو اگر نہ باندھا ہوتا ہم نے اس کے دل کو تا کہ رہے یقین کرنے والوں میں سے۔ اور کہا (مادر موسیٰ نے) موسیٰ کی بہن سے پیچھے جا اس کے پھر وہ (بہن) دیکھتی رہی اجنبی بن کر اور وہ جانتے نہ تھے۔ اور ہم نے روک دیا موسیٰ پر دائیوں کو پہلے سے پھر بولی (موسیٰ کی بہن) کیا میں رہنمائی کروں تمہاری ایسے گھر والوں پر جو پالیں اس کو تمہارے لیے اور وہ اس (بچے) کے خیر خواہ ہیں۔ تو لوٹا دیا ہم نے اس بچے کو اس کی ماں کی طرف تا کہ ٹھنڈی رہے اس کی آنکھ اور وہ غمگین نہ ہو اور تا کہ وہ جان لے کہ وعدہ الٰہی سچا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

تفسیر: (یہ کھلی کتاب) یعنی قرآن پاک (کی آیتیں ہیں) اس لیے قرآن پاک کی آیتیں نصیحت پر مشتمل ہوں تب بھی کھلی اور واضح ہیں اور واقعات پر مشتمل ہوں تو وہ عین واقع کے مطابق اور سچے اور واضح۔ ان واقعات میں سے ایک (موسیٰ) علیہ السلام (اور فرعون کے حالات و واقعات ہیں جو ہم) ان آیتوں میں (آپ کو پڑھ کر سناتے ہیں ان لوگوں کے لیے جو) اللہ اور اس کے آخری رسول پر (ایمان رکھتے ہیں) تا کہ وہ اپنے حالات کو ظالموں کے مقابلہ میں بنی اسرائیل کے حالات پر قیاس کر لیں جن کو اللہ نے ان کے کمزور ہونے کے باوجود فرعونیوں کے مقابلہ میں کامیاب کیا۔ ایسے ہی مسلمان جو ہجرت سے پہلے مکہ مکرمہ میں کمزور ہیں اپنے بے شمار طاقتور حریفوں کے مقابلہ میں ایک دن اللہ کے حکم سے کامیاب ہوں گے۔

فرعون نے کوئی خواب دیکھا تھا جس کی تعبیر یہ بتائی گئی کہ کسی اسرائیلی کے ہاتھوں تیری سلطنت برباد ہوگی۔ اس کی پیش بندی کے طور پر اس نے ظلم اور سرکشی سے یہ تجویز کیا کہ بنی اسرائیل کو کبھی پنپنے نہ دیا جائے تا کہ نہ وہ ترقی کر سکیں اور نہ ہی ان کے اندر حکومت کے مقابلہ کا حوصلہ ہو۔ اس لیے اس نے ایک قدم یہ اٹھایا کہ بنی اسرائیل کو اپنا غلام بنالیا۔ اور دوسرا اقدام یہ تھا کہ اس نے یہ حکم جاری کیا کہ بنی اسرائیل میں جو لڑکا پیدا ہو اس کو قتل کر دیا جائے اور جو لڑکی پیدا ہو اسے چھوڑ دیا جائے۔ غرض (فرعون نے اپنے ملک میں سرکشی کی اور اپنے ملک والوں کے کئی فرقے بنا دیے اور ان میں سے ایک فرقہ کو) یعنی بنی اسرائیل کو (کمزور کر رکھا تھا کہ) ان کے نومولود (بیٹوں کو ذبح کرتا تھا اور ان کی عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتا تھا) کیونکہ ان سے کوئی خطرہ نہ تھا اور یہ فائدہ بھی تھا کہ لڑکیاں بڑی ہوں گی تو خدمت گار بنیں

گی۔ (فرعون) کو ایسا ظلم وستم کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ نہ ہوتی تھی کیونکہ وہ پہلے ہی سے (فسادیوں میں سے تھا)۔ اپنی سلطنت کو بربادی سے بچانے کے لیے فرعون نے مذکورہ تدابیر کو اختیار کیا جب کہ اس کی سلطنت کو برباد کرنے کے لیے (ہم نے یہ ارادہ کیا کہ ہم ان لوگوں پر احسان کریں جو ملک میں کمزور کر دیئے گئے تھے اور ان (کو قوت والا بنا دیں اور بیک وقت ان کو دین کا) (امام اور دنیا کا سردار بنا دیں اور) ظالموں اور مغروروں سے ملک کو خالی کرا کر (اس) مظلوم وستم رسیدہ (قوم کو) فرعون اور فرعونیوں کے ملک کا (وارث بنا دیں)۔ دینی سیادت (اور) دنیوی حکومت دے کر (ان کو ملک میں جما دیں اور فرعون اور ہامان اور ان کے) وزیروں مشیروں کے (لشکروں کو وہی بات دکھا دیں جس سے وہ ڈرتے تھے) یعنی جس خطرے کی وجہ سے فرعون اور فرعونیوں نے بنی اسرائیل کے ہزارہا معصوم بچوں کو قتل کیا ہم نے چاہا کہ وہی خطرہ ان کے سامنے آ جائے اور وہ اسرائیلی بچہ جس کے ہاتھوں فرعون کی تباہی مقدر تھی خود اس کی پرورش کے اسباب فرعون کے ہاتھوں مہیا کئے گئے اور ہم نے دکھا دیا کہ جو انتظام ہم کرنا چاہیں کوئی طاقت اسے روک نہیں سکتی۔

موسیٰ علیہ السلام کی فرعون کے ہاتھوں پرورش

(اور ہم نے) الہام یا خواب یا کسی اور ذریعے سے (موسیٰ) علیہ السلام (کی ماں کو ہدایت کی کہ) جب تک بچے کے قتل کا اندیشہ نہ ہو (تم اس کو) اپنا (دودھ پلاتی رہو۔ پھر جب تمہیں بچہ پر خوف ہو تو اس کو) ایک صندوق میں رکھ کر (دریا) یعنی دریائے نیل (میں ڈال دو۔ اور) ماں کو تسلی دی کہ بچے کو دریا میں چھوڑنے سے بچے کے ضائع ہونے کا (خوف نہ کرنا) ہم بچے کو ضائع نہ ہونے دیں گے (اور) بچے کی جدائی سے (غمگین) بھی (نہ ہونا ہم) بہت جلد (اس بچے کو تمہاری طرف لوٹا دیں گے)۔ ہمیں تو اس بچے سے بڑے کام لینے ہیں یعنی (ہم نے اس کو) اپنا (رسول بنانا ہے) اور ہم جو کرنا چاہیں اس میں کوئی طاقت رکاوٹ نہیں بن سکتی۔

آخر کار ماں نے بچہ کو لکڑی کے صندوق میں رکھ کر دریا کے پانی میں چھوڑ دیا۔ صندوق بہتا ہوا ایسی جگہ جا لگا جہاں سے فرعون کی بیوی آسیہ کے ہاتھ لگ گیا۔ ان کو اس پیارے بچے کی پیاری صورت دیکھ کر اس پر پیار آ گیا پھر اندازہ کر لیا کہ اچھے اور شریف خاندان کا ہے اس لیے پالنے کی غرض سے انہوں نے اس کو اٹھا لیا) مگر اس اٹھائے جانے کا ہماری طرف سے یہ انجام تھا (کہ وہ) بچہ بڑا ہو کر (ان کا) یعنی فرعون اور فرعونیوں کا (دشمن ثابت ہو اور ان کو غم میں ڈالنے والا بنے۔ بلاشبہ فرعون اور ہامان اور ان کے لشکر) یعنی وزیر و مشیر اپنے ناپاک مقصد کے اعتبار سے (خطا کر گئے) اور خطا کیوں نہ کرتے۔ وہ خدا کی تقدیر کو تو نہیں بدل سکتے تھے۔ ان کی بڑی خطا یہی تھی کہ انہوں نے یہ سمجھا کہ اللہ تعالیٰ کے قضا وقدر کے

فیصلوں کو انسانی تدبیر روک سکتی ہے۔ فرعون نے خیال کیا کہ بنی اسرائیل میں سے کسی نے خوف سے بچے کو دریا میں ڈال دیا ہے اس لیے اس نے بچے کو قتل کرانے کا ارادہ کیا لیکن (اس کی بیوی بولی یہ میری اور آپ کی آنکھ کی ٹھنڈک ہے اس کو قتل مت کرو اور یہ کوئی ضروری تو نہیں کہ یہ وہی بچہ ہو جس سے ہمیں خوف ہے۔ تو ایک لڑکا مارا نہ گیا تو کیا ہوا۔ اور (ہوسکتا ہے کہ یہ) بڑا ہو کر (ہمیں فائدہ پہنچائے یا) مناسب ہوا تو (ہم اس کو اپنا بیٹا بنا لیں) اور رہا یہ امکان کہ یہ بچہ ہی دشمن ہو تو جب ہم پرورش کریں گے تو ہمارے احسان کی وجہ سے وہ خود ہی ہم سے شرمائے گا اور یہ ممکن ہی نہیں ہوگا کہ وہ ایسی حالت میں ہم سے دشمنی کرنے لگے۔ اس پر فرعون اور اس کے ہمنوا خاموش ہو گئے (اور وہ) یہ بات (نہ جانتے تھے) کہ یہ بچہ بڑا ہو کر اللہ کا دوست اور اس کا رسول بنے گا جو واقعی رب العالمین ہے اور ایسا شخص اللہ کے دوست کو دوست اور اللہ کے دشمن کو دشمن سمجھتا ہے۔ یہاں خاندان یا ولدیت کی عصبیت نہیں چلتی۔

(موسیٰ کی ماں) بچے کو دریا میں ڈال آئیں مگر ماں کی مامتا کو چین کہاں؟ رہ رہ کر بچے کا خیال آتا اور ایک دفعہ تو ان (کا دل) اس قدر (بے قرار ہو گیا کہ اگر ہم نے ان کے دل پر گرہ نہ باندھی ہوتی) یعنی اگر ہم نے ان کے دل کو وعدوں سے پکی تسلی نہ دی ہوتی (تو قریب تھا کہ وہ بات کو ظاہر کر دیتیں) کہ دریا میں میں نے اپنا بچہ ڈالا تھا اور اس کی خیر خبر تو لاؤ۔ ہم نے ان کے دل کو مضبوط باندھا (تاکہ) ایک تو ہمارا راز قبل از وقت نہ کھلے اور دوسرے جب کچھ ہی دیر میں بچہ ان کے پاس آ جائے گا تو (وہ یقین کر لیں) کہ اللہ کا وعدہ ضرور پورا ہو کر رہے گا۔ (البتہ موسیٰ کی ماں نے موسیٰ کی بہن) یعنی اپنی بیٹی (سے کہا کہ تم موسیٰ کے پیچھے جاؤ) اور بچہ سے علیحدہ رہ کر دیکھو کہ کیا ہوتا ہے۔ جب فرعون کی بیوی نے فرعون کو موسیٰ کی پرورش کرنے پر آمادہ کر لیا تو دودھ پلانے کی فکر ہوئی اور دائیاں طلب کی گئیں۔ اس پر دائیوں کی بھیڑ لگ گئی۔ لیکن لڑکی ہوشیار اور سمجھدار تھی (وہ بھیڑ سے) بے تعلق (اجنبی بن کر دور سے دیکھتی رہی اور فرعونی سمجھ نہ پائے) کہ یہ موسیٰ کی بہن ہے۔

(اور ہم نے موسیٰ پر پہلے ہی سے دائیاں حرام کر دیں) یعنی موسیٰ پر بندش کر دی کہ وہ سوائے اپنی ماں کے کسی اور کا دودھ قبول نہ کریں۔ جب سب دائیاں ناکام ہو گئیں (تو) اب (موسیٰ کی بہن بولی کیا میں تمہاری رہنمائی کروں ایسے گھرانے کی طرف جو اس بچے کو تمہارے لیے پال دیں)۔ وہ گھرانہ بہت شریف ہے (اور) بادشاہ سے انعام و اکرام کی توقع ہے اس لیے (گھرانے والے بچے کے بہت خیر خواہ ہوں گے)۔ آخری امید کے طور پر لڑکی کے مشورہ کے موافق موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو طلب کیا گیا۔ بس بچہ کو چھاتی سے لگانا تھا کہ اس نے دودھ پینا شروع کر دیا۔ فرعون کے گھر والوں کو بہت غنیمت معلوم ہوا کہ بچہ نے ایک عورت کا دودھ قبول کر لیا ہے۔ بڑی خوشیاں منائی گئیں اور انعام دیئے گئے۔ اس دائی

نے جو موسیٰ علیہ السلام کی والدہ تھیں عذر کیا کہ میں یہاں محل میں نہیں رہ سکتی اپنے گھر لے جا کر اس کی پرورش کروں گی۔ (چنانچہ ہم نے موسیٰ) علیہ السلام (کو) امن واطمینان کے ساتھ (ان کی ماں کی طرف واپس لوٹا دیا) اور فرعون کے یہاں سے ان کی ماں کا جو وظیفہ مقرر ہوا وہ علیحدہ رہا (تاکہ) بچہ پاس ہونے سے (ان کی آنکھ ٹھنڈی رہے اور وہ غمگین نہ ہوں اور تاکہ وہ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ برحق ہوتا ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے) کہ اللہ کا وعدہ پورا ہو کر رہتا ہے۔ البتہ کبھی ایسا ہو جاتا ہے کہ بیچ میں بڑے پھیر پڑ جاتے ہیں اس میں بہت لوگ بے یقین ہونے لگتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جوانی کی عمر کو پہنچنا اور ان سے خطا سے قتل ہو جانا

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰٓى اٰتَيْنٰهُ
حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴﴾ وَدَخَلَ
الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا
رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ ۖ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ فَاسْتَغَاثَهُ
الَّذِىْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِىْ مِنْ عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى
فَقَضٰى عَلَيْهِ ۖ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ
مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّىْ ظَلَمْتُ نَفْسِىْ فَاغْفِرْ لِىْ فَغَفَرَ لَهٗ ؕ
اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶﴾ قَالَ رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَىَّ فَلَنْ
اَكُوْنَ ظَهِيْرًا لِّلْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۷﴾

ترجمہ: اور جب موسیٰ پہنچا اپنی جوانی کو اور توانا ہوا دی ہم نے اس کو حکمت اور سمجھ۔ اور اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں نیکی والوں کو۔ اور وہ داخل ہوا شہر میں جس وقت غفلت تھی شہر والوں میں تو اس نے پایا اس (شہر) میں دو مردوں کو لڑتے ہوئے۔ ایک موسیٰ کی برادری میں سے تھا اور ایک اس کے مخالف لوگوں میں سے تھا۔ فریاد کی موسیٰ سے اس شخص نے جو اس کی برادری میں سے تھا اس کے خلاف جو اس کے دشمنوں میں سے تھا۔ تو ایک مکا

مارا اس مخالف کو موسیٰ نے اور مار دیا اس کو۔ کہا (موسیٰ نے) یہ تو شیطان کے کام سے ہے بلاشبہ وہ دشمن ہے بہکانے والا ہے کھلا۔ کہا اے میرے رب میں نے ظلم کیا اپنی جان پر تو تو بخش دے مجھے سو بخش دیا اس کو۔ بلاشبہ وہ بخشنے والا رحمت والا ہے۔ کہا اے میرے رب بوجہ اس کے کہ نعمت کی تو نے مجھ پر تو میں کبھی نہ ہوں گا مددگار مجرموں کا۔

تفسیر: (اور جب موسیٰ اپنی بھرپور جوانی کو پہنچے اور خوب توانا ہو گئے تو ہم نے ان کو حکمت) کی باتیں بتائیں (اور) ان کو خصوصی (علم) وفہم (عطا فرمایا) کیونکہ وہ بچپن سے نیک کردار تھے (اور نیک کرداروں کو ہم ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں)۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب جوان ہوئے فرعون کی قوم سے ان کے ظلم و کفر کی وجہ سے بیزار رہتے اور بنی اسرائیل ان کے ساتھ لگے رہتے تھے۔ ان کی والدہ کا گھر شہر سے باہر تھا۔ وہ کبھی وہاں اور کبھی فرعون کے گھر جاتے۔ فرعون کی قوم جو قبطی کہلاتی تھی موسیٰ علیہ السلام کی دشمن تھی کہ غیر قوم کا شخص ہے کہیں زور نہ پکڑ لے۔ ایک روز (جس وقت شہر والے) نیند کی (غفلت میں تھے) شاید صبح سویرے کا وقت ہو گا یا رات کا یا دوپہر کا (موسیٰ) علیہ السلام (شہر میں داخل ہوئے تو دو مردوں کو آپس میں لڑتے ہوئے پایا۔ ان میں سے ایک موسیٰ علیہ السلام کی برادری کا تھا) یعنی اسرائیلی تھا (اور دوسرا موسیٰ) علیہ السلام (کی مخالف برادری) یعنی قبطی برادری (میں سے تھا)۔ موسیٰ علیہ السلام قبطیوں کے ظلم وستم کو پہلے سے جانتے تھے۔ اس وقت اپنی آنکھوں سے قبطی کی زیادتی دیکھ کر اور غضبناک ہوئے۔ تو جو موسیٰ علیہ السلام کی برادری میں سے تھا اس نے موسیٰ سے فریاد کی اس کے خلاف جو اس کا دشمن تھا۔ (موسیٰ) علیہ السلام (نے) پہلے قبطی کو زبانی سمجھانے کی کوشش کی لیکن جب نہیں مانا تو اس کو سبق سکھانے اور تادیب کرنے کی خاطر (ایک مکا مارا جس نے اس) دشمن (کا کام تمام کر دیا)۔ اب پچھتائے کہ بلا قصد قتل ہو گیا۔ مانا کہ قبطی حربی تھا ظالم تھا اور موسیٰ علیہ السلام کی نیت بھی اس کو قتل کرنے کی نہ تھی پھر بھی قبطیوں کے ساتھ جہاد تو نہیں ہو رہا تھا کہ حربی کو قتل کرنا جائز ہوتا۔ دوسری طرف اندیشہ تھا کہ کہیں اس واقعہ سے فرقہ وارانہ اشتعال پیدا ہو کر دوسرے مصائب وفتن کا دروازہ نہ کھل جائے۔ اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے فعل پر نادم ہوئے اور سمجھے کہ اس میں کسی حد تک شیطان کا دخل ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی فطرت ایسی پاک صاف اور ان کی استعداد اس قدر اعلیٰ ہوتی ہے کہ نبوت ملنے سے پہلے بھی اپنے ذرہ ذرہ عمل کا محاسبہ کرتے ہیں اور ادنی سی لغزش یا خطائے اجتہادی پر بھی حق تعالیٰ سے رو رو کر معافی مانگتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے لغزش کا اعتراف کر کے اللہ تعالیٰ سے معافی چاہی جو ان کو دے دی گئی اور اس کا علم ان کو الہام وغیرہ سے ہوا ہو گا۔ آخر پیغمبر حضرات نبوت سے پہلے ولی تو ہوتے ہیں۔ معافی مانگتے

ہوئے (کہا کہ یہ شیطان کا کام ہو گیا) اور (وہ بلاشبہ انسانوں کا کھلا دشمن اور کھلا بہکانے والا ہے۔) دعا میں یہ بھی (کہا اے میرے رب میں نے اپنے اوپر ظلم کیا تو آپ مجھے بخش دیجئے سو اللہ تعالیٰ نے انہیں بخش دیا) اور خواب یا الہام وغیرہ کسی ذریعہ سے ان کو خبر کر دی۔ (بلاشبہ اللہ بخشنے والا رحمت والا ہے)۔ جب اللہ تعالیٰ کی جانب سے مغفرت کی خبر ملی (تو موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کیا کہ بسبب اس نعمت کے جو آپ نے مجھ پر کی) یعنی مجھے عزت، راحت قوت عطا فرمائی اور میری لغزش کو معاف کیا (میں آئندہ مجرموں کا مددگار نہ بنوں گا)۔

قتل کا راز فاش ہونا اور موسیٰ علیہ السلام کا مصر چھوڑ کر مدین جانا

فَاَصْبَحَ فِی الْمَدِیْنَةِ خَآىِٕفًا
یَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِی اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ یَسْتَصْرِخُهٗ ؕ قَالَ
لَهٗ مُوْسٰۤى اِنَّكَ لَغَوِیٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۱۸﴾ فَلَمَّاۤ اَنْ اَرَادَ اَنْ یَّبْطِشَ
بِالَّذِیْ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا ۙ قَالَ یٰمُوْسٰۤى اَتُرِیْدُ اَنْ تَقْتُلَنِیْ
كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًۢا بِالْاَمْسِ ۖ اِنْ تُرِیْدُ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا
فِی الْاَرْضِ وَمَا تُرِیْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِیْنَ ﴿۱۹﴾ وَ
جَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِیْنَةِ یَسْعٰى ۫ قَالَ یٰمُوْسٰۤى اِنَّ
الْمَلَاَ یَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِیَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّیْ لَكَ مِنَ
النّٰصِحِیْنَ ﴿۲۰﴾ فَخَرَجَ مِنْهَا خَآىِٕفًا یَّتَرَقَّبُ ؕ قَالَ رَبِّ نَجِّنِیْ مِنَ
الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۱﴾ وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْیَنَ قَالَ عَسٰى
رَبِّیْۤ اَنْ یَّهْدِیَنِیْ سَوَآءَ السَّبِیْلِ ﴿۲۲﴾

ترجمہ: پھر صبح کی موسیٰ نے شہر میں خوف کرتے ہوئے انتظار کرتے ہوئے تو اچانک دیکھا کہ جس نے مدد مانگی تھی اس سے گزشتہ دن وہ پھر اس سے فریاد کر رہا ہے۔ کہا

اس سے موسیٰ نے بے شک تو ہے بے راہ کھلا۔ پھر جب ارادہ کیا کہ پکڑے اس کو جو دشمن ہے دونوں کا تو بول اٹھا کہ اے موسیٰ تو چاہتا ہے کہ قتل کرے مجھے جیسے قتل کیا تو نے ایک جان کو کل۔ نہیں تو چاہتا مگر یہ کہ تو ہو جائے زبردست ملک میں اور نہیں تو چاہتا کہ ہو تو اصلاح کرنے والوں میں سے۔ اور آیا ایک شخص پرلے سرے سے شہر کے دوڑتا ہوا۔ کہا اے موسیٰ بے شک دربار والے مشورہ کر رہے ہیں تیرے بارے میں کہ وہ قتل کر دیں تجھ کو لہٰذا تو نکل جا۔ بلاشبہ میں تیرا خیر خواہ ہوں۔ تو نکلا (موسیٰ) ڈرتا ہوا، انتظار کرتا ہوا کہا اے میرے رب نجات دے مجھ کو ایسے لوگوں سے جو ظالم ہیں۔ اور جب رخ کیا مدین کی طرف بولا امید ہے کہ میرا رب لے جائے مجھ کو سیدھی راہ پر۔

تفسیر: (پھر صبح کی اسی شہر میں ڈرتے ہوئے انتظار کرتے ہوئے) کہ مقتول کے وارث فرعون کے پاس فریاد لے گئے ہوں دیکھئے کس پر جرم ثابت ہو اور مجھ سے کیا سلوک کریں (تو اچانک دیکھا کہ وہی شخص جس نے گزشتہ کل موسیٰ سے مدد مانگی تھی آج پھر موسیٰ سے فریاد کر رہا ہے۔ موسیٰ نے اس کو کہا بے شک تو کھلی گمراہی میں ہے) کہ روزانہ ظالموں سے الجھتا ہے اور مجھ کو لڑواتا ہے۔ (پھر جب موسیٰ نے چاہا کہ اس پر ہاتھ ڈالے جو دونوں کا دشمن تھا یعنی قبطی پر تو اسرائیلی سمجھا کہ موسیٰ نے زبان سے مجھ پر غصہ کیا ہے تو ہاتھ بھی مجھ پر چلائیں گے۔ اس لیے کل کے خون کو جو اسرائیلی چھپا رہا تھا آج اس کو اپنی زبان سے ظاہر کر دیا۔ کہا اے موسیٰ کیا تم چاہتے ہو کہ تم مجھے قتل کر دو جیسا کہ تم نے کل ایک جان کو قتل کیا۔ تم تو صرف یہ چاہتے ہو کہ زمین میں زور زبردستی کرنے والے بنو۔ اور یہ نہیں چاہتے کہ) سمجھا بجھا کر فریقین میں (صلح کرانے والے بنو)۔ اسرائیلی کا یہ کہنا تھا کہ مخالف قبطی کے ذریعہ فرعون اور اس کے وزیروں تک یہ بات پہنچ گئی کہ گزشتہ دن کے مقتول کے قاتل موسیٰ ہیں۔ وہاں مشورے ہوئے کہ ایک غیر قوم کے آدمی کا یہ حوصلہ ہو گیا ہے کہ وہ حاکم قوم کے فرد کو ہلاک کر دے۔ فرعون کی طرف سے شاہی حکم جاری ہوا کہ موسیٰ کو گرفتار کر کے پیش کیا جائے۔ اس مجلس میں ایک شخص نیک فطرت موسیٰ کا خیر خواہ تھا۔ (وہ شخص شہر کے پرلے سرے سے لیکن قریب کے راستے سے بھاگتے ہوئے آیا اور کہا اے موسیٰ دربار والے تمہارے بارے میں مشورہ کر رہے ہیں کہ تمہیں قتل کر دیں تو تم) فوری طور پر شہر سے (نکل جاؤ) اور یہ مشورہ دینے میں (میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ موسیٰ ڈرتے ہوئے اور راہ دیکھتے ہوئے فوراً شہر سے باہر نکلے) راستہ سے چونکہ واقف نہ تھے اس لیے (درخواست کی کہ اے میرے رب ظالم لوگوں سے مجھے نجات دیجئے۔ اور جب مدین کی طرف رخ کیا تو دعا کے انداز میں کہا امید ہے کہ میرا رب مجھ کو) مدین کی (سیدھی راہ پر لگا دے)۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی کر دیا۔

مدین پہنچ کر وہاں کے صالح مرد سے معاملہ

وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ
وَجَدَ عَلَيْهِ أُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُونَ ۖ وَوَجَدَ مِن دُونِهِمُ
امْرَأَتَيْنِ تَذُودَانِ ۖ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ۖ قَالَتَا لَا نَسْقِي حَتَّىٰ
يُصْدِرَ الرِّعَاءُ ۖ وَأَبُونَا شَيْخٌ كَبِيرٌ ﴿٢٣﴾ فَسَقَىٰ لَهُمَا ثُمَّ تَوَلَّىٰ إِلَى
الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ ﴿٢٤﴾
فَجَاءَتْهُ إِحْدَاهُمَا تَمْشِي عَلَى اسْتِحْيَاءٍ ۖ قَالَتْ إِنَّ أَبِي يَدْعُوكَ
لِيَجْزِيَكَ أَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا ۚ فَلَمَّا جَاءَهُ وَقَصَّ عَلَيْهِ
الْقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفْ ۖ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٢٥﴾
قَالَتْ إِحْدَاهُمَا يَا أَبَتِ اسْتَأْجِرْهُ ۖ إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ
الْأَمِينُ ﴿٢٦﴾ قَالَ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُنكِحَكَ إِحْدَى ابْنَتَيَّ هَاتَيْنِ
عَلَىٰ أَن تَأْجُرَنِي ثَمَانِيَ حِجَجٍ ۖ فَإِنْ أَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِندِكَ ۖ
وَمَا أُرِيدُ أَنْ أَشُقَّ عَلَيْكَ ۚ سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللَّهُ مِنَ
الصَّالِحِينَ ﴿٢٧﴾ قَالَ ذَٰلِكَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ ۖ أَيَّمَا الْأَجَلَيْنِ قَضَيْتُ
فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ ۖ وَاللَّهُ عَلَىٰ مَا نَقُولُ وَكِيلٌ ﴿٢٨﴾

ترجمہ: اور جب وارد ہوا مدین کے پانی پر پائی اس پر ایک جماعت انسانوں کی پانی پلا رہے ہیں (اپنے جانوروں کو) اور پایا ان سے ورے دو عورتوں کو کہ روک رہی ہیں (اپنے جانور)۔ بولا کیا معاملہ ہے تم دونوں کا۔ دونوں بولیں نہیں پلاتیں ہم یہاں تک کہ واپس نہ لے جائیں چرواہے اور ہمارا باپ بوڑھا ہے بہت۔ تو پانی پلایا ان دونوں کے لیے

پھر پلٹا سائے کی طرف اور کہا اے میرے رب بے شک میں اس چیز کا جو تو نے اتاری میری طرف خیر محتاج ہوں۔ پھر آئی اس کے پاس ان دو میں سے ایک چلتی تھی شرم سے۔ بولی میرا باپ بلاتا ہے تجھ کو تا کہ بدلہ میں دے تجھ کو اجرت اس کی کہ پانی پلایا تو نے ہمارے لیے۔ پھر جب پہنچا (موسیٰ) اس بوڑھے کے پاس اور بیان کئے اس پر حالات تو بوڑھے نے کہا نہ کر خوف۔ نجات پائی تو نے ظالم لوگوں سے۔ کہا ایک نے ان دو میں سے اے ابا اجرت پر رکھ لے اس کو۔ بے شک بہتر آدمی جس کو تو اجرت پر رکھے وہ ہے جو قوت والا ہو امانتدار ہو۔ (بوڑھے نے) کہا میں چاہتا ہوں کہ نکاح کر دوں تیرے ساتھ اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک کا اس شرط پر کہ تو نوکری کرے میری آٹھ سال۔ پھر اگر پورے کر دے تو دس تو وہ تیری طرف سے ہے اور نہیں میں چاہتا کہ مشقت ڈالوں تجھ پر۔ تو پائے گا مجھ کو ان شاء اللہ نیکو کاروں میں سے۔ (موسیٰ نے) کہا یہ ہوا معاملہ میرے اور تیرے درمیان۔ جونسی دو مدتوں میں سے پوری کروں تو زیادتی نہ ہوگی مجھ پر اور اللہ اس پر جو ہم کہتے ہیں گواہ ہے۔

تفسیر: (اور جب موسیٰ) علیہ السلام (مدین کے پانی پر پہنچے) تو بھوکے پیاسے تھے کیونکہ مصر سے مدین کا فاصلہ طے کرنے میں اس زمانے میں تقریباً دس دن لگتے تھے۔ وہاں پہنچے (تو وہاں) کنویں (پر کچھ لوگوں کو دیکھا کہ) اپنے مویشیوں کو (پانی پلا رہے ہیں۔ اور ان سے ورے) یعنی ان سے ہٹ کر ایک طرف کو دو عورتوں کو پایا کہ اپنے جانوروں کو ادھر ادھر ہونے سے روک رہی ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان سے پوچھا تمہارا کیا معاملہ ہے) تم علیحدہ کیوں کھڑی ہو۔ (وہ بولیں کہ جب تک دوسرے چرواہے اپنے جانوروں کو) پانی پلانے کے بعد (ہٹا کر نہ لے جائیں ہم پانی نہیں پلا سکتیں) اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ اگر مردوں میں گھسیں تو یہ شرم و حیا کے خلاف ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ بڑے جانوروں میں گھسنے سے کوئی حادثہ پیش آ سکتا ہے۔ اور اس دنیا میں ہمارا صرف ایک ہی مرد رشتہ دار ہے (اور) وہ (ہمارے والد) ہیں لیکن وہ بھی (بہت بوڑھے ہیں) وہ یہ کام کر ہی نہیں سکتے۔ جو پیغمبر ہوں یا پیغمبر بننے والے ہوں ان کے فطری جذبات ایسے ہوتے ہیں کہ اگرچہ خود تھکے ماندے اور بھوکے پیاسے تھے، مگر غیرت آئی کہ میری موجودگی میں یہ صنف ضعیف ہمدردی سے محروم رہے۔ (اٹھے اور) مجمع میں گھس کر ان عورتوں کی بکریوں کو (پانی پلایا) پھر سایہ کی طرف پلٹ آئے اور اللہ سے دعا کی کہ میں اپنے کسی عمل کی اجرت مخلوق سے نہیں چاہتا لیکن (جو خیر آپ نے میرے لیے اتاری ہے اس کا میں) ہمیشہ (محتاج ہوں)۔ ان کی دعا پر اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے خیر بھیجی جس کی صورت یہ بنی کہ (ان دو میں سے ایک عورت شرم و حیا سے چلتی ہوئی ان کے پاس آئی اور) چہرے کو کپڑے سے چھپا کر (بولی میرے والد

آپ کو بلاتے ہیں تا کہ آپ نے ہماری بکریوں کو جو پانی پلایا اس کی اجرت آپ کو بدلہ میں دیں)۔ موسیٰ علیہ السلام اس عورت کے ساتھ ہو لیے لیکن خود بھی شرم وحیا کے ساتھ جس کی صورت یہ بنائی کہ عورت کو کہا کہ تم میرے پیچھے پیچھے چلو اور مجھے راستہ بتاتی جاؤ، اگر اس کو آگے چلنے کو کہتے تو بار بار اس پر نظر پڑنے کا اندیشہ تھا۔ (پھر جب موسیٰ) علیہ السلام (ان کے) والد کے (پاس پہنچے اور ان کو) اپنے (سارے حالات بتائے تو انہوں نے کہا اب مت ڈرو۔ تم نے ظالم لوگوں سے نجات پالی ہے) کیونکہ مدین کا علاقہ فرعون کی سلطنت سے باہر ہے۔ (ان دو بیٹیوں میں سے ایک بولی کہ اے اباجی آپ ان کو اجرت پر) یعنی نوکر (رکھ لیجئے۔ بہتر شخص جس کو آپ نوکر رکھیں گے وہ ہوگا جو قوی بھی ہو اور امانتدار بھی ہو) اور موسیٰ میں یہ دونوں باتیں موجود ہیں۔ قوت دیکھی ڈول نکالنے یا مجمع کو ہٹانے سے اور امانتداری دیکھی بے طمع اور پاکدامن ہونے سے۔ ان کے والد نے (کہا میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح تمہارے ساتھ کر دوں اس شرط پر کہ تم میری نوکری کرو آٹھ سال تک۔ پھر اگر تم دس سال پورے کر دو) یعنی دو سال زائد خدمت کرو (تو یہ تمہاری طرف سے) تمہاری خوشی سے (ہوگا۔ اور میں نہیں چاہتا کہ تم پر مشقت) ڈالوں یعنی سخت خدمت لوں (اور انشاء اللہ تم مجھے نیکو کار) اور اچھی طبیعت والا (پاؤ گے)۔ موسیٰ علیہ السلام (بولے) مجھے آپ کی پیشکش منظور ہے اور (یہ معاہدہ ہو چکا میرے اور آپ کے درمیان۔ دو مدتوں میں سے جونسی میں پوری کروں اس بارے میں مجھ پر زیادتی) اور زبردستی (نہ کی جائے گی اور جو کچھ ہم کہتے ہیں اللہ اس پر گواہ ہے)۔

موسیٰ علیہ السلام کو نبوت کا ملنا

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى
الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖۤ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ
لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْۤ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ
جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَلَمَّاۤ اَتٰىهَا نُوْدِیَ مِنْ
شَاطِئِ الْوَادِ الْاَیْمَنِ فِی الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ
یّٰمُوْسٰۤى اِنِّیْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۳۰﴾ وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا

رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ؕ يٰمُوْسٰۤى اَقْبِلْ
وَلَا تَخَفْ ۟ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ ﴿۳۱﴾ اُسْلُكْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ
تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ ۫ وَّاضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ
الرَّهْبِ فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ ؕ
اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا
فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ﴿۳۳﴾ وَاَخِيْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا
فَاَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْاً يُّصَدِّقُنِيْۤ ۫ اِنِّيْۤ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ﴿۳۴﴾
قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا
يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا ۚ بِاٰيٰتِنَاۤ ۚ اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ﴿۳۵﴾

ترجمہ: پھر جب پوری کر لی موسیٰ نے مدت اور چلا اپنے اہل کو لے کر دیکھی ایک جانب کوہ طور کے آگ۔ کہا اپنے اہل کو تم ٹھہرو بے شک میں نے دیکھی ہے آگ۔ شاید کہ میں لاؤں تمہارے لیے وہاں سے کوئی خبر یا انگارا آگ کا تا کہ تم تاپو۔ پھر جب وہ پہنچا اس پر (یعنی آگ پر) پکارا گیا وادی کے داہنے کنارے سے بابرکت جگہ میں (موجود) درخت سے کہ اے موسیٰ بلاشبہ میں ہوں اللہ رب العالمین۔ اور یہ کہ ڈالو اپنی لاٹھی۔ پھر جب دیکھا اس کو پھن پھلاتے ہوئے گویا کہ وہ سانپ ہے پیٹھ پھیری اور مڑ کر نہ دیکھا۔ اے موسیٰ آگے آ اور مت خوف کر تو ہے امن والوں میں سے۔ ڈال اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں نکلے گا سفید ہو کر بغیر کسی بیماری کے اور ملا لے اپنی طرف اپنے بازو کو ڈر سے۔ سو یہ دو نشانیاں ہیں تیرے رب کی طرف سے بطرف فرعون اور اس کے سرداروں کے۔ بے شک وہ ہیں لوگ نافرمان۔ کہا اے میرے رب قتل کیا میں نے ان کے ایک آدمی کو ڈرتا ہوں کہ کہیں وہ قتل کر دیں مجھے۔ اور میرا بھائی ہارون وہ زیادہ رواں ہے مجھ سے زبان میں۔ تو بھیج اس کو میرے ساتھ مدد کے لیے کہ تصدیق کرے میری۔ میں ڈرتا ہوں کہ وہ جھٹلائیں گے مجھ کو۔ فرمایا ہم مضبوط کریں گے تیرے بازو کو تیرے بھائی کے ساتھ اور کر دیں گے تم دونوں کے لیے غلبہ تو

نہ پہنچ سکیں گے تم تک (کسی شر کے ساتھ)۔ ہماری نشانیوں کے ساتھ (اور) تم دونوں اور جو تم دونوں کی پیروی کریں گے (وہ) غالب ہوں گے۔

تفسیر: (پھر جب موسیٰ) علیہ السلام (نے مدت پوری کر لی)۔ احادیث میں ہے کہ انہوں نے دس سال کی مدت پوری کی (اور بیوی کو لے کر چلے)۔ اس دوران انہوں نے کوہ طور کی جانب آگ دیکھی۔ (موسیٰ) علیہ السلام (نے اپنے اہل) یعنی اہلیہ (سے کہا تم لوگ یہاں ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے شاید کہ میں تمہارے پاس راستہ کی کوئی خبر لاؤں) کہ ہم صحیح سمت میں جا رہے ہیں (یا نہیں یا آگ کا انگارہ لے آؤں تا کہ آگ جلا کر (تم) لوگ اس سردی کی رات میں (آگ تاپو۔ پھر جب وہ آگ کے پاس پہنچے تو بابرکت جگہ میں موجود وادی کے دائیں کنارے کے ایک درخت سے ان کو پکارا گیا کہا اے موسیٰ بلاشبہ میں اللہ رب العالمین ہوں)۔ یہ وہی درخت تھا جس پر آگ بھڑکتی ہوئی نظر آئی۔ پکار میں یہ بات بھی تھی کہ (ڈالو اپنی لاٹھی زمین پر۔ پھر جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی کو دیکھا کہ اپنے پھن کو ہلا رہی ہے گویا کہ وہ سانپ ہے تو وہ پیٹھ پھیر کر دوڑے اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ آگے بڑھو اور خوف مت کرو۔ تم تو امن والوں میں سے ہو) جن کے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے اور (لے جاؤ اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں تو نکلے گا سفید ہو کر بغیر کسی بیماری کے۔ اور ملاؤ اپنے بازو کو اپنے پہلو کے ساتھ ڈر سے بچاؤ کے واسطے) یعنی جب ایسا کرو گے تو سانپ کا اور ہر کسی چیز کا ڈر جاتا رہے گا۔ (تو یہ دو دلیلیں ہیں) ایک لاٹھی کے سانپ بننے کی اور دوسری ہاتھوں کے سفید چمکدار ہونے کی یہ حقیقی آگ نہ تھی اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے اس آگ میں حلول کیا ہوا تھا۔ جو چیز اللہ تعالیٰ نے اپنی معرفت کے لیے پیدا کی ہو اور ظاہر کی ہو اس کو اللہ تعالیٰ کی تجلی کہتے ہیں اس کو یوں سمجھئے کہ کسی ملک کا صدر ٹی وی پر پُر جوش تقریر کر رہا ہو تو دیکھئے سننے والے اپنے انہاک میں کہہ بیٹھتے ہیں کہ صدر نے آج بڑی عمدہ تقریر کی ہے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ صدر اپنے دفتر میں بیٹھا ہوا ہے اور ٹی وی سکرین پر صدر کا عکس اور تجلی ہے ٹی وی سکرین پر نظر آنے والے عکس کو عین شے یعنی بعینہ صدر سمجھ لیا ہے۔ حاصل یہ ہوا کہ ذات کی تجلی کو خود ذات بھی کہا جا سکتا ہے۔ (تمہارے رب کی طرف سے فرعون اور اس کے سرداروں کے لیے تا کہ ان پہلوؤں سے ان کے خلاف اتمام حجت ہو سکے۔ (موسیٰ) علیہ السلام (نے کہا اے میرے رب میں نے ان کے ایک آدمی کو قتل کیا ہے تو مجھے ڈر ہے کہ) بدلہ میں (وہ مجھے قتل کر دیں گے) تو میں ان لوگوں کو آپ کی بات کیسے پہنچاؤں گا۔ (اور میرے بھائی ہارون وہ مجھ سے زیادہ رواں ہیں زبان میں) یعنی زبانی گفتگو میں (تو ان کو نبوت دے کر میرے ساتھ بھیج دیجئے میری مدد کے لیے کہ میری تصدیق کریں کیونکہ مجھے اس کا بھی ڈر ہے کہ وہ لوگ مجھے جھٹلائیں گے)۔ اس درخواست کی غرض یہ تھی کہ کوئی تصدیق و تائید کرنے والا ساتھ ہو

تو فطری طور پر دل مضبوط رہتا ہے اور ان کے جھٹلانے پر اگر بحث و مناظرہ کی نوبت آئے تو چونکہ میری زبان میں کچھ لکنت ہے جو ایسے موقع میں زیادہ ہو جاتی ہے جب کہ ہارون کی زبان صاف رواں ہے ایسے وقت میں ان کی رفاقت مفید ہوگی۔ (اللہ) تعالیٰ (نے فرمایا) تمہاری دونوں درخواستیں منظور ہیں۔ (ہم تمہارے بازو کو مضبوط کر دیں گے تمہارے بھائی سے) یعنی وہ تمہارے قوت بازو بنے رہیں گے (اور کر دیں گے ہم تم دونوں کے لیے غلبہ تو وہ تم تک کسی شرارت کے ارادہ سے نہ پہنچ سکیں گے۔) اور (ہماری نشانیوں کی وجہ سے تم اور تمہارے پیروکار ہی غالب) اور کامیاب (ہوں گے)۔

فرعون اور اس کے درباریوں کو دین کی دعوت اور ان کا انجام

فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ
مُّفْتَرًى وَّمَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۶﴾ وَقَالَ
مُوْسٰى رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى مِنْ عِنْدِهٖ وَمَنْ
تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَقَالَ
فِرْعَوْنُ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ۚ فَاَوْقِدْ لِيْ
يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَطَّلِعُ اِلٰٓى
اِلٰهِ مُوْسٰى ۙ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۳۸﴾ وَاسْتَكْبَرَ هُوَ
وَجُنُوْدُهٗ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا
لَا يُرْجَعُوْنَ ﴿۳۹﴾ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ ۚ فَانْظُرْ
كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۰﴾ وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى
النَّارِ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِيْ هٰذِهِ
الدُّنْيَا لَعْنَةً ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ ﴿۴۲﴾

ترجمہ: پھر جب پہنچا ان کے پاس موسیٰ ہماری کھلی نشانیوں کے ساتھ تو فرعونیوں نے کہا نہیں ہے یہ مگر جادو گھڑا ہوا اور نہیں سنی ہم نے یہ بات اپنے پہلے باپ دادوں میں۔ اور کہا موسیٰ نے میرا رب خوب جانتا ہے کہ کون لایا ہے ہدایت کو اللہ کے پاس سے اور کس کے لیے ہوگا آخرت کا گھر۔ بے شک فلاح نہ پائیں گے ظالم لوگ۔ اور بولا فرعون اے درباریو نہیں جانتا میں تمہارے لیے کوئی لائق عبادت اپنے سوا۔ سو آگ لگا میرے لیے اے ہامان گارے کو پھر بنا میرے لیے ایک محل تا کہ میں جھانکوں موسیٰ کے خدا کی طرف اور میں خیال کرتا ہوں اس کو جھوٹوں میں سے۔ اور تکبر کیا فرعون نے اور اس کے لشکروں نے زمین میں ناحق اور گمان کیا کہ وہ ہماری طرف نہ لوٹائے جائیں گے۔ تو ہم نے پکڑا اس کو اور اس کے لشکروں کو پھر پھینک دیا ہم نے ان کو دریا میں اور بنایا ہم نے ان کو پیشوا کہ بلاتے ہیں آگ کی طرف اور یوم قیامت میں وہ مدد نہ دیئے جائیں گے۔ سو دیکھ کیسا ہوا انجام ظالموں کا۔ اور پیچھے لگا دی ہم نے ان کے اس دنیا میں لعنت۔ اور روز قیامت وہ ہوں گے قبیح لوگوں میں سے۔

تفسیر: (پھر جب موسیٰ) علیہ السلام (ہماری کھلی نشانیاں لے کر) فرعون اور اس کے درباریوں کے پاس پہنچے) اور ان کے سامنے دین حق کی بات رکھی اور اللہ کے پیغمبر ہونے کے دعوے کی صداقت کے لیے مذکورہ نشانیاں بھی دکھائیں (تو فرعون اور اس کے درباریوں نے کہا کہ یہ تو جادو ہے) اور جو باتیں خدا کی طرف نسبت کر کے کہتے ہیں وہ بھی جادو کی باتیں ہیں جو خود بنا کے لے آئے ہیں اور دعوی کرنے لگے ہیں کہ یہ خدا نے مجھ پر وحی کی ہیں۔ حقیقت میں وحی وغیرہ کچھ نہیں محض (اپنا بنایا ہوا) جادو کا کھیل ہے جس سے دوسرے کی قوت خیالیہ پر اثر ڈالتے ہیں۔ (اور) جو باتیں یہ کہتے ہیں مثلاً ایک خدا نے یہ ساری دنیا پیدا کی اور ایک وقت سب کو فنا کر کے دوبارہ زندہ کرے گا اور ان کو خدا نے اپنا پیغمبر بنا کر بھیجا ہے (ایسی کوئی بات ہم نے اپنے پہلے باپ دادوں میں نہیں سنی۔ اور) اس کے جواب میں (موسیٰ) علیہ السلام (نے کہا میرا رب خوب جانتا ہے) کہ میں اپنے دعوائے رسالت میں سچا ہوں کیونکہ وہ (ہر اس شخص سے بخوبی واقف ہے جو اس کے پاس سے ہدایت لے کر آتا ہے اور جس کے لیے آخرت کا گھر ہے) اس لیے میرا ہی انجام بہتر ہوگا۔ جو لوگ اللہ تعالی کی کھلی نشانیاں دیکھ کر اور صداقت کے دلائل و براہین کو جان لینے کے باوجود نہیں مانتے تو وہ اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں (اور) ایسے (ظالم لوگ کامیاب نہیں ہوتے)۔

(اور فرعون نے) اپنے درباریوں سے (کہا کہ اے درباریو میں نہیں جانتا کہ میرے سوا تمہارا کوئی خدا ہے)۔ اور تمسخر کے طور پر اپنے وزیر ہامان کو کہا اے ہامان میرے لیے گارے کو آگ لگاؤ) یعنی

اینٹوں کے بھٹے کو چالو کرو اور بہت بڑی تعداد میں پکی اینٹیں حاصل کرو اور (پھر) ان سے (میرے لیے ایک) بہت اونچا (محل تعمیر کرو) جو آسمان سے باتیں کرتا ہو (تاکہ میں اس پر چڑھ کر موسیٰ کے خدا کو جھانک آؤں) کہ کہاں ہے اور کیسا ہے کیونکہ زمین میں تو مجھے اپنے سوا کوئی خدا نظر نہیں آیا۔ آسمان میں بھی خیال تو یہی ہے کہ کوئی نہ ہوگا تاہم موسیٰ کی بات کا جواب ہو جائے گا، ورنہ ویسے تو مجھے یقین ہے کہ یہ جھوٹوں میں سے ہے۔ اور) انجام سے بالکل غافل ہو کر (فرعون اور اس کے) وزیروں مشیروں کے (لشکر ملک میں ناحق تکبر کرنے لگے اور سمجھے کہ وہ ہماری طرف لوٹ کر نہ آئیں گے)۔ آخر کار (ہم نے فرعون کو اور اس کے لشکروں کو پکڑا پھر ہم نے ان کو دریا میں پھینک دیا اور اس میں سب کو غرق کر دیا۔ تو دیکھو کیسا انجام ہوا ظالموں کا یعنی گناہگاروں کا۔ اور ہم نے ان کو) گمراہی و سرکشی میں (پیشوا بنایا کہ بلاتے ہیں) جہنم کی (آگ کی طرف۔ جہنم میں بھی ان کو جہنمیوں کا پیشوا بنا کر آگے رکھا جائے گا (اور قیامت کے دن ان کی مدد نہ کی جائے گی) اور یہاں کے لشکری وہاں کچھ کام نہ آئیں گے۔ آخرت کا یہ برا انجام تو الگ رہا (اس دنیا میں بھی ہم ان کے پیچھے لعنت کو لگا دیں گے) تو رہتی دنیا تک لوگ ایسوں پر لعنت بھیجتے رہیں گے (اور قیامت کے دن وہ برے لوگوں میں سے ہوں گے)۔

ربط: حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء کے واقعات آپ جو ٹھیک ٹھیک سنا رہے ہیں تو آپ کی زبان پر اللہ سنا رہے ہیں یہ اس بات کی دلیل ہے کہ تورات ہو یا قرآن یہ اللہ کی کتابیں ہیں ان پر ایمان لاؤ۔ قرآن کو نہ ماننے والے جاہل مشرک تھے آگے ان کے کچھ حالات ذکر کرتے ہیں۔

جاہل مشرکوں کے حالات کا بیان

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ
الْاُوْلٰى بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۳﴾
وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَآ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ
وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَلٰكِنَّآ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ
عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۚ وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوْا
عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۙ وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ

الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا
مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٤٦﴾
وَلَوْلَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا
رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ
الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٤٧﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا لَوْلَآ
اُوْتِيَ مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى ؕ اَوَلَمْ يَكْفُرُوْا بِمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى
مِنْ قَبْلُ ۚ قَالُوْا سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا ۫ وَقَالُوْٓا اِنَّا بِكُلٍّ
كٰفِرُوْنَ ﴿٤٨﴾ قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَآ
اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٤٩﴾ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ
اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ؕ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ
هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٥٠﴾

ترجمہ: اور دی ہم نے موسیٰ کو کتاب اس کے بعد کہ ہلاک کیا ہم نے پہلی قوموں کو (وہ کتاب تھی) بصیرتوں والی لوگوں کے لیے اور تھی ہدایت اور رحمت تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ اور نہیں تھا تو مغربی جانب میں جب عطا کیا ہم نے موسیٰ کو حکم اور نہیں تھا تو موجود لوگوں میں سے۔ اور لیکن پیدا کیں ہم نے کئی قومیں پھر طویل ہوگئی ان پر عمر۔ اور نہیں تھا تو رہنے والا مدین کا کہ پڑھتا ہوتا ان پر ہماری آیتیں ولیکن ہم تھے رسول بھیجنے والے۔ اور نہیں تھا تو طور کی جانب جب پکارا ہم نے ولیکن رحمت ہے اپنے رب کی جانب سے تا کہ تو ڈرائے ایسے لوگوں کو کہ نہیں آیا ان کے پاس کوئی ڈرانے والا تجھ سے پہلے تا کہ یہ نصیحت حاصل کریں۔ اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ پہنچتی ان کو مصیبت بسبب ان اعمال کے جو انہوں نے آگے بھیجے پھر یہ کہتے کہ اے ہمارے رب کیوں نہ بھیجا تو نے ہماری طرف کوئی رسول کہ ہم پیروی کرتے تیری آیتوں کی اور ہوتے ہم ایمان والوں میں سے۔ پھر جب آیا ان کے

پاس حق ہماری طرف سے تو کہنے لگے کیوں نہیں دیا گیا یہ مثل اس کے جو دیا گیا موسیٰ۔ کیا نہیں انکار کیا انہوں نے اس کا جو دیا گیا موسیٰ اس سے پہلے۔ (یہ لوگ) کہتے ہیں کہ (قرآن اور تورات) دو جادو ہیں جو ایک دوسرے کے موافق ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم (ان میں سے) ہر ایک کے منکر ہیں۔ تو کہہ تو لے آؤ کتاب اللہ کے پاس سے جو زیادہ ہدایت والی ہو ان دو سے پیروی کروں اس کی اگر تم سچے ہو۔ پھر اگر وہ پورا نہ کریں تیرے لیے تیرا کہا ہوا تو جان لے کہ وہ محض پیروی کرتے ہیں اپنی خواہشات کی۔ اور کون زیادہ گمراہ ہے اس شخص سے جو پیروی کرتا ہے اپنی خواہش کی بغیر ہدایت کے اللہ کی جانب سے۔ بلاشبہ اللہ نہیں دکھاتا راہ ظالم لوگوں کو۔

تفسیر: قوم فرعون سمیت (پہلی قوموں کو) کسی آسمانی عذاب سے (ہلاک کر دینے کے بعد ہم نے موسیٰ) علیہ السلام (کو کتاب) یعنی تورات (عطا فرمائی جو لوگوں کے لیے) بڑی فہم و (بصیرت) عطا کرنے والی، لوگوں کو راہ (ہدایت) پر چلانے والی (اور رحمت) کی مستحق بنانے والی کتاب (تھی تا کہ) اسے پڑھ کر (لوگ) خدا کو یاد رکھیں، احکام الٰہی کو سیکھیں اور (نصیحت حاصل کریں)۔ پھر دنیا کی اقوام پر صدیاں گزر گئیں اور تورات کے علوم میں ایک تو تحریف کر دی گئی، دوسرے اس کی ہدایات پر عمل نہ ہونے کی وجہ سے وہ مٹتی رہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوا کہ ایک اُمی کی زبان سے بھولے ہوئے سبق یاد دلائے جائیں۔ اصول باقی رکھے جائیں اور فروعات میں حسب ضرورت ترمیم کی جائے اور نصیحتوں اور ہدایتوں کا سلسلہ دوبارہ جاری کیا جائے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی و رسول پر اپنی آخری کتاب قرآن کا سلسلہ شروع فرمایا اور اس میں جو کچھ ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کا کلام ہے کسی اور کا تو کیا خود رسول اللہ ﷺ کا کلام نہیں ہے جس کے دلائل یہ ہیں:

1- آپ جس طرح گزشتہ اقوام کے حالات بیان کر رہے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ آپ کی آنکھوں دیکھے اور آپ کے کانوں سنے ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ آپ تو اس وقت تک دنیا ہی میں نہ آئے تھے۔

2- آپ کا اُمی ہونا۔

3- آپ ﷺ کا کسی عالم کی صحبت میں نہ رہنا۔

4- مکہ مکرمہ میں کوئی عالم بھی ایسا موجود نہ تھا جو گزشتہ اقوام کے حالات کا صحیح صحیح علم رکھتا ہو۔

(اور آپ کوہ طور کی مغربی جانب نہ تھے جب ہم نے موسیٰ کو حکم عطا فرمایا) یعنی نبوت سے اور تورات سے سرفراز فرمایا (اور نہ ہی آپ) اس واقعہ کا (مشاہدہ کرنے والوں میں سے تھے۔ لیکن ہم نے

بہت سی قومیں پیدا کیں جن پر طویل مدت گزر گئی) اور اصل خدائی ہدایات مٹتی چلی گئیں (اور آپ اہل مدین میں رہتے نہ تھے کہ جس طرح آج اپنے وطن مکہ میں ہماری آیتیں پڑھ کر سنا رہے ہیں اسی طرح ہماری آیتیں مدین والوں کو سناتے ہوں گے لیکن بات صرف اتنی ہے کہ ہم ہمیشہ سے رسول بھیجتے رہے) جو دنیا کو غفلت سے چونکاتے اور گزشتہ عبرتناک واقعات یاد دلاتے۔ اسی عام عادت کے موافق ہم نے اس زمانے میں آپ کو رسول بنا کر بھیجا کہ پچھلے قصے یاد دلاؤ اور خواب غفلت سے مخلوق کو بیدار کرو۔ اس لیے ضروری ہوا کہ ٹھیک ٹھیک واقعات کا صحیح علم آپ کو دیا جائے اور آپ کی زبان سے ان کو کہلوایا جائے۔ (اور آپ طور کی جانب) کھڑے سن (نہ) رہے (تھے جب ہم نے موسیٰ) علیہ السلام (کو پکارا لیکن یہ آپ کے رب کی جانب سے رحمت) وانعام (ہے) کہ آپ کو ان واقعات وحقائق پر مطلع کیا تا کہ آپ عرب کے لوگوں کو یہ باتیں بتا کر خطرناک نتائج سے (ڈرائیں کہ جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا شاید کہ وہ) سن کر یاد رکھیں اور (نصیحت پکڑیں)۔ اور رسول کو ان میں بھیجنا تو ان کی خوش قسمتی ہے اور ان پر فضل خداوندی ہے کیونکہ رسول کو بھیجے بغیر (اگر ان بدعملیوں کے سبب سے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجیں ان پر کوئی مصیبت) وآفت (آتی تو) ممکن ہے کہ (وہ یہ عذر کرتے کہ اے ہمارے رب آپ نے ہماری طرف رسول کیوں نہ بھیجا) جو ہم کو ہماری غلطیوں پر تنبیہ کر دیتا۔ یہ کیا کہ ہمیں ایک دم پکڑ کر عذاب میں ڈال دیا۔ اگر کوئی رسول آتا (تو) آپ دیکھتے کہ (ہم) کیسے (آپ کے احکام کی پیروی کرتے اور ایمان والے ہوتے۔ پھر جب حق) اور رسول (ہمارے پاس سے ان تک آ گیا تو کہنے لگے کہ ان) مدعی رسالت (کو وہ معجزے کیوں نہیں دیئے گئے جو موسیٰ) علیہ السلام (کو دیئے گئے تھے)۔ غرض نہ ماننے کو سو بہانے۔ رسول نہ بھیجتے تو کہتے رسول کیوں نہ بھیجا اور اب جب بھیج دیا اور ایسے کو بھیج دیا جو شان اور رتبہ میں سب سے بلند ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو اس وقت مانتے جب ان کو بعینہ وہی معجزے دیے جاتے جو موسیٰ علیہ السلام کو دیئے گئے اور جیسے تورات اکٹھی نازل ہوئی ایسے ہی قرآن بھی اکٹھا نازل ہوتا لیکن (کیا لوگوں نے موسیٰ) علیہ السلام (کو پہلے دیئے گئے) معجزوں کا اور دی گئی کتاب تورات (کا انکار نہیں کیا؟) بالکل کیا (اور) کہا کہ (یہ دونوں چیزیں) قرآن اور تورات موسیٰ علیہ السلام اور حضور علیہ السلام کے گھڑے ہوئے (ایک دوسرے کے موافق جادو ہیں اور کہا کہ ہم ان میں سے ہر ایک کے منکر ہیں)۔ اسی طرح اے رسول جو لوگ آج آپ کے منکر ہیں وہ آپ کے ہاتھ پر ظاہر ہونے والے حسی معجزوں کا اور آپ کو دی گئی کتاب قرآن کو نہیں مانتے اور دونوں کو جادو کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ آپس میں ایک دوسرے کے موافق ہیں۔ آپ فرمائیے کہ تورات اور قرآن اگر دونوں جادو ہیں حالانکہ یہ دونوں کتابیں ایسی ہیں کہ ان کے برابر کی کوئی اور کتاب نہیں تو آپ ان کے سامنے دو مطالبے رکھئے۔

1- قرآن کی ہدایت کو قبول کرلو۔

2- (تم اللہ کے پاس سے ایسی کتاب لے آؤ جو ان دونوں سے بڑھ کر ہدایت کرنے والی ہو میں بھی اس کی پیروی کروں گا اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو)۔لیکن ایسی کتاب تم لا ہی نہیں سکتے کیونکہ تورات اور قرآن اللہ تعالیٰ کی جانب سے کتاب ہدایت ہیں اور ہدایت کی تکمیل قرآن پاک میں کر دی گئی ہے تو یہ اب اور کونسی کتاب ہدایت لائیں گے۔

(پھر اگر یہ آپ کے مطالبے پورے نہ کرسکیں) یعنی جب یہ لوگ نہ ہدایت قبول کریں اور نہ ہی اس کے مقابلہ میں کوئی زیادہ ہدایت والی کتاب پیش کرسکیں (تو) یہی اس کی دلیل ہے کہ (ان کو) راہ ہدایت پر چلنا مقصود نہیں ہے (محض اپنی خواہشات کی پیروی کرنا ہے) جس چیز کو دل چاہا مان لیا جس کو اپنی مرضی اور خواہش کے خلاف پایا اس کو مسترد کر دیا۔ جو (محض اپنی خواہش کی پیروی کرے اللہ کی طرف سے ہدایت کے بغیر اس سے بڑھ کر گمراہ کوئی نہیں ہے۔ بلاشبہ ایسے ظالم لوگوں کو اللہ راہ حق نہیں دکھاتا) اس کی عادت ان لوگوں کو راہ حق دکھانے اور اس پر چلانے کی ہے جو ہدایت حاصل کرنے کا عزم کرلیں اور محض ہوا و ہوس کو حق کا معیار نہ بنالیں۔

قرآن کی دعوت کے جواب میں انصاف پسند اہل کتاب کا حال

وَلَقَدْ
وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿٥١﴾ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ
الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِهِ هُمْ بِهِ يُؤْمِنُونَ ﴿٥٢﴾ وَإِذَا يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ قَالُوا
آمَنَّا بِهِ إِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّنَا إِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهِ مُسْلِمِينَ ﴿٥٣﴾
أُولَٰئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ
السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ﴿٥٤﴾ وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا
عَنْهُ وَقَالُوا لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ
لَا نَبْتَغِي الْجَاهِلِينَ ﴿٥٥﴾

ترجمہ: اور ہم پے در پے چلاتے گئے ان کے لیے کلام تا کہ وہ یاد رکھیں۔ وہ لوگ

عطا کی ہم نے جن کو کتاب اس سے پہلے وہ اس پر یقین رکھتے ہیں۔ اور جب پڑھی جاتی ہے ان پر کہتے ہیں ہم ایمان لائے اس پر بے شک یہ حق ہے ہمارے رب کی طرف سے، بے شک ہم ہیں اس کے پہلے فرمانبردار۔ یہ لوگ دیئے جائیں گے اپنے اجر دو مرتبہ بسبب اپنے صبر کرنے کے اور بسبب ان کے دور کرنے کے بھلائی کے ساتھ برائی کو اور بسبب ان کے اس رزق میں سے جو ہم نے ان کو دیا خرچ کرنے کے۔ اور یہ جب سنتے ہیں لغو بات کو تو اعراض کرتے ہیں اس سے اور کہتے ہیں ہمارے لیے ہیں ہمارے اعمال اور تمہارے لیے ہیں تمہارے اعمال سلامتی ہو تم پر۔ نہیں چاہتے ہم جاہل لوگ۔

تفسیر: (ہم نے) اپنے (قول) یعنی وحی (کا سلسلہ پہلے سے) پے در پے بھیجا ہے تا کہ وہ یاد رکھیں اور (نصیحت پکڑیں) وحی کا سلسلہ پہلے سے چلا آتا ہے۔ ایک وحی کی تصدیق و تائید میں دوسری وحی برابر بھیجتے رہے ہیں۔ مثلاً تورات نازل کی پھر اس کی تصدیق میں انجیل اور اس کے بعد قرآن نازل کیا اور اسی طرح مثلاً قرآن پاک کی ایک یا چند آیتیں نازل ہوئیں پھر کچھ عرصہ بعد اور آیتیں نازل ہوئیں جو پچھلی آیتوں کی تائید و تصدیق ہوئیں۔ جاہل مشرکوں کا حال تو یہ ہے کہ وہ نہ اگلی کتابوں کو مانیں نہ پچھلی کو جب کہ (وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی) اور ان میں سے جو حق پرست اور انصاف پسند بھی ہیں ان کو دیکھو کہ (وہ) دونوں کو تسلیم کرتے ہیں۔ پہلے سے تورات اور انجیل پر یقین رکھتے تھے۔ پھر (جب) قرآن آیا اور وہ (ان کو پڑھ کر سنایا گیا تو بول اٹھے کہ ہم اس پر بھی ایمان لائے یہ کتاب برحق ہے ہمارے رب کی جانب سے ہے) اور تورات و انجیل میں قرآن پاک سے متعلق مذکور بشارتوں کی وجہ سے (ہم تو اس کو پہلے سے مانتے تھے۔ ان لوگوں کو دوگنا اجر دیا جائے گا ان کے صبر کرنے) اور پختہ رہنے (کی وجہ سے) یعنی تورات و انجیل پر ایمان کے ضمن میں قرآن پر ایمان رکھا پھر جب قرآن نازل ہوا تو سابقہ ایمان کی تجدید کی۔ یہ ان کے عقیدے کا بیان تھا۔

آگے ان کے اعمال و اخلاق کا بیان ہے۔ ان کا ایک وصف یہ ہے کہ (کوئی ان کے ساتھ برائی سے پیش آئے تو اس کے جواب میں) شرافت اور مروت سے کام لے کر (بھلائی) اور احسان (کرتے ہیں اور) ان کا دوسرا وصف یہ ہے کہ (جو حلال رزق) اور مال (ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے) زکوۃ اور صدقات کی شکل میں ہماری رضا مندی کے لیے (خرچ کرتے ہیں) اور خویش و اقارب کی ضرورتوں کو بھی نظر میں رکھتے ہیں۔ غرض اللہ کے حقوق ہوں یا بندوں کے حقوق ہوں سب کو پورا کرتے ہیں اور کسی کو ضائع نہیں کرتے۔ (اور) ان کا تیسرا وصف یہ ہے کہ (جب وہ کوئی لغو اور بے ہودہ بات سنتے ہیں تو) کہنے والے سے الجھتے نہیں بلکہ اس سے (اعراض) اور کنارہ کشی اختیار (کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں) سب سامنے آجائیں گے اور ہر

ایک کو اس کے عمل کا بدلہ ملے گا۔ ہم (تم کو سلام) کہتے ہیں (ہم) کو جھگڑے سے معاف رکھو ہم (جاہل اور بے سمجھ لوگوں سے الجھنا نہیں چاہتے)۔

محمد بن اسحاق نے سیرت پر اپنی مشہور کتاب میں لکھا ہے کہ قیام مکہ کے زمانہ میں تقریباً بیس اشخاص جو حق پرست اہل کتاب میں سے تھے رسول اللہ ﷺ کی خبر سن کر آئے کہ تحقیق کریں کہ حضور کیسے آدمی ہیں۔ آپ ﷺ سے بات چیت کی، حضور نے قرآن پڑھ کر سنایا۔ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور پوری قوت سے آپ ﷺ کی تصدیق کی۔ اوپر کی آیت میں ان لوگوں کی فضیلت ذکر کی گئی۔

ربط: فطری طور پر آپ چاہتے کہ آپ کے خاندان والے بھی فضیلت حاصل کریں۔ اس لیے آپ نے ابو طالب کی موت کے وقت بہت کوشش کی کہ کلمہ اسلام کہہ لیں لیکن ابو طالب آمادہ نہ ہوئے اور ایمان کے بغیر ہی دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اس وقت آپ ﷺ کو مندرجہ ذیل ہدایت دی گئی۔

إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ
اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ۚ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴿٥٦﴾

ترجمہ: بے شک تو راہ پر نہیں لا سکتا جس کو تو چاہے ولیکن اللہ راہ پر لاتا ہے جس کو چاہتا ہے اور وہ خوب جانتا ہے ان کو جو راہ پر آئیں گے۔

تفسیر: (بلاشبہ جس) سے آپ (کو) طبعی محبت ہو یا (آپ کا دل چاہتا ہو) کہ وہ ہدایت پر آ جائے تو (آپ اس کو راہ ہدایت پر نہیں لا سکتے) کیونکہ آپ کا کام صرف راستہ بتانا یا دکھانا ہے (راہ ہدایت پر لگانا) اور چلانا (یہ اللہ کرتے ہیں جس کے لیے چاہتے ہیں۔ اور اللہ خوب جانتے ہیں کہ کون راہ ہدایت پر آنے والا ہے یا آنے کی استعداد و لیاقت رکھتا ہے۔ لوگوں کی استعدادیں مختلف ہوتی ہیں اور اللہ ہی کے علم و اختیار میں ہے کہ ان میں سے کسے راہ ہدایت پر لایا جائے۔

مشرکوں کا ایمان لانے پر اندیشہ اور اس کا جواب

وَقَالُوا
إِنْ نَتَّبِعِ الْهُدَىٰ مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ أَرْضِنَا ۚ أَوَلَمْ نُمَكِّنْ
لَهُمْ حَرَمًا آمِنًا يُجْبَىٰ إِلَيْهِ ثَمَرَاتُ كُلِّ شَيْءٍ رِزْقًا مِنْ لَدُنَّا

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍۭ بَطِرَتْ
مَعِيْشَتَهَا ۚ فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا
قَلِيْلًا ۭ وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿۵۸﴾

ترجمہ: اور مشرک کہتے ہیں کہ اگر ہم نے پیروی کی ہدایت کی تیرے ساتھ اچک لیے جائیں گے ہم اپنی سرزمین سے۔ کیا ہم نے نہیں جماؤ دیا ان کو حرم میں جو امن والا ہے۔ لے جائے جاتے ہیں اس کی طرف پھل ہر چیز کے رزق کے طور پر ہماری طرف سے ولیکن ان کے اکثر لوگ نہیں جانتے۔ اور کتنی ہی ہلاک کیں ہم نے بستیاں جو اترائیں اپنی خوش عیشی پر تو یہ ہیں ان کے گھر نہیں آباد ہوئے ان کے بعد مگر تھوڑے۔ اور سب چیزوں کے ہم ہی وارث ہیں۔

تفسیر: (اور) انسان کو ہدایت سے روکنے والی کئی چیزیں ہیں جن میں سے ایک جان و مال کے نقصان کا خوف ہے اسی لیے مکہ کے (بعض مشرکوں نے) رسول اللہ ﷺ سے (کہا) کہ ہم جانتے ہیں کہ آپ حق پر ہیں لیکن (ہمیں اندیشہ ہے کہ اگر ہم) اسلام قبول کر کے آپ کے ساتھ ہو جائیں تو سارا عرب ہمارا دشمن ہو جائے گا۔ (اور ہم اپنی سرزمین سے) اس طرح (اچک لئے جائیں گے) کہ ہمارا نام ونشان بھی نہ ملے گا۔

اس اندیشہ کے جواب میں آپ فرمائیے کہ کفر وشرک کے ارتکاب اور اسلام سے اعراض کی جو تمہاری موجودہ صورتحال ہے اس میں تم امن واطمینان سے رہ رہے ہو تو یہ امن تم کو کہاں سے حاصل ہوا؟ یہ امن اس وجہ سے ہے کہ تم حرم کے رہنے والے ہو اور حرم کو اللہ تعالیٰ نے ادب واحترام کی جگہ بنایا ہے۔ یہاں تک کہ اگر زید بکر کو حرم سے باہر قتل کر دے اور پھر حرم میں داخل ہو جائے تو بکر کے ولی زید کو حرم میں قتل نہیں کر سکتے۔ فرمایا (کیا ہم نے انہیں حرم میں جماؤ نہیں دیا جو امن والا ہے اور جس کی طرف ہماری جانب سے ہر قسم کے پھل رزق میں کھنچے چلے آتے ہیں)۔ غرض تمہارے شرک وکفر کے باوجود اللہ نے تمہیں پناہ دی اور بہترین رزق عطا فرمایا۔ اگر تم ایمان وتقوی اختیار کرو گے تو کیا اللہ پناہ نہ دے گا؟ ضرور دے گا (لیکن ان کے اکثر لوگ) اس بات کو (سمجھتے نہیں ہیں)۔ آپ مزید یہ بھی بتا دیجئے کہ تم عرب کی دشمنی سے کیا ڈرتے ہو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرو۔ کیا دیکھتے نہیں کہ (کتنی ہی بستیوں کو ہم نے ہلاک کیا جو اپنی خوش عیشی پر اترائیں) اور غرور کیا۔ (تو یہ ان بستیوں والوں کی رہائش گاہیں ہیں

جواب کھنڈرات میں تبدیل ہو چکی ہیں اور ان کے بعد وہ آباد نہ ہوئیں مگر تھوڑی مثلاً کوئی مسافر تھوڑی دیر ستانے کے لیے وہاں ٹھہر گیا ہو یا کوئی قدرت الٰہی کا عبرت ناک تماشہ دیکھنے کے لیے وہاں جا اترے۔ (اور) آخر ہر چیز کے (ہم ہی وارث ہیں) یعنی ظاہری صورت میں دنیوی چیزیں قیامت کے دن سب انسانوں کی ملکیت سے نکل کر اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں لوٹ جائیں گی۔

کافروں پر عذاب الٰہی آنے کا ضابطہ

وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى
حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا
مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۹﴾

ترجمہ: اور نہیں ہے تیرا رب ہلاک کرنے والا بستیوں کو یہاں تک کہ بھیجے ان کی بڑی بستی میں رسول جو پڑھے ان (بستی والوں) پر ہماری آیتیں۔ اور نہیں ہیں ہم ہلاک کرنے والے بستیوں کو مگر جب کہ ان کے باشندے ظالم ہوں۔

تفسیر: (اور آپ کا رب بستیوں کو) یعنی بستیوں کے باشندوں کو (ہلاک کرنے والا نہیں) جب تک دو شرطیں پوری نہ ہوں:

(i) (جب تک بستیوں کے صدر مقام میں رسول نہ بھیج دے جو اس بستی کے باشندوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ کر سنائے) اور انہیں متنبہ کر دے کہ اللہ کے احکام کو نہ ماننے کی صورت میں ان پر عذاب الٰہی نازل ہو سکتا ہے۔ صدر مقام کی تخصیص اس وجہ سے ہے کہ وہاں کا اثر دور دور تک پہنچتا ہے۔

(ii) (اور ہم بستیوں کو صرف اس وقت ہلاک کرتے ہیں جب ان کے باشندے ظلم کرتے ہوں) یعنی رسول کی تنبیہ کے باوجود باز نہ آئیں اور سرکشی میں بڑھتے چلے جائیں۔

دنیا و آخرت کا ایک فرق

وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ
شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ
وَّاَبْقٰى ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۰﴾ اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ

لَاقِيْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ﴿٦١﴾

ترجمہ: اور جو دئے گئے تم کوئی شے تو وہ سامان ہے حیات دنیوی کا اور اس کی زینت ہے۔ اور جو اللہ کے پاس ہے وہ بہتر ہے اور باقی رہنے والی ہے۔ کیا پھر بھی تم عقل نہیں پکڑتے۔ کیا وہ شخص وعدہ دیا ہو ہم نے اس کو وعدہ اچھا اور وہ پانے والا ہے اس کو مانند ہے اس شخص کے جس کو فائدہ دیا ہم نے فائدہ حیات دنیوی کا پھر وہ روز قیامت پیش کئے ہوؤں میں سے ہو۔

تفسیر: (اور جو تم دیے گئے کوئی) مادی اور دنیوی (شے تو یہ دنیوی زندگی کا سامان اور اس کی زینت ہے) جو کہ عارضی (اور) فانی ہے جب کہ (جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ) دنیوی نعمتوں کے مقابلہ میں بہتر بھی ہے اور ہمیشہ باقی رہنے والی بھی ہے۔ کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے) حالانکہ آدمی کو عقل سے کام لے کر اتنا تو سمجھنا چاہئے کہ دنیا میں کتنا رہنا ہے؟ اور یہاں کی بہار اور چہل پہل کا مزہ کب تک اٹھا سکتے ہو۔ فرض کرو دنیا میں عذاب نہ بھی آئے تاہم موت کا ہاتھ تم سے یہ سب دنیوی سامان اور جائیداد جدا کر کے رہے گا۔

جیسے دنیا کے سامان اور آخرت کے سامان کے درمیان فرق ہے اسی طرح اللہ کے یہاں نیک و بد کے انجام میں بھی فرق ہے۔ ذرا غور کرو ایک طرف ایک خدا کا فرمانبردار اور صحیح ایمان والا ہے۔ تو (کیا یہ شخص جس) کے ایمان و عمل صالح کی بنیاد پر ہم نے اس (سے اچھا وعدہ کیا) کہ اس کو آخرت میں جنت ملے گی (اور وہ اس وعدہ کو پانے والا ہے) مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے اپنا وعدہ ضرور پورا کریں گے (تو کیا یہ شخص اس شخص کی مانند ہوسکتا ہے جس کو ہم نے حیات دنیوی کے فائدے دیے پھر ایمان و عمل نہ ہونے کی وجہ سے قیامت کے دن یہ شخص پیش کئے ہوئے مجرموں میں سے ہوگا۔

آخرت میں مشرکین کا انجام

وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ
الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿٦٢﴾ قَالَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا
هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَغْوَيْنَا ۚ اَغْوَيْنٰهُمْ كَمَا غَوَيْنَا ۚ تَبَرَّاْنَآ اِلَيْكَ

مَا كَانُوْٓا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ ﴿٦٣﴾ وَقِيْلَ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ
فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَرَاَوُا الْعَذَابَ ۚ لَوْ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَهْتَدُوْنَ ﴿٦٤﴾
وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٦٥﴾ فَعَمِيَتْ
عَلَيْهِمُ الْاَنْۢبَآءُ يَوْمَئِذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿٦٦﴾ فَاَمَّا مَنْ تَابَ
وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِيْنَ ﴿٦٧﴾

ترجمہ: اور جس دن پکارے گا اللہ ان کو اور کہے گا کہاں ہیں میرے شریک جن کا تم دعویٰ کیا کرتے تھے۔ کہیں گے وہ لوگ ثابت ہوا جن پر ہمارا قول ''اے ہمارے رب یہ وہ لوگ ہیں جن کو بہکایا ہم نے۔ بہکایا ہم نے ان کو جیسا کہ بہکے ہم خود۔ بیزاری دکھاتے ہیں ہم تیری طرف۔ نہ تھے یہ ہمیں پوجتے۔ اور کہا جائے گا کہ پکارو اپنے شریکوں کو تو وہ پکاریں گے ان کو سو وہ نہ جواب دیں گے ان کو اور دیکھیں گے عذاب کو۔ کاش کہ وہ راہ ہدایت پر ہوتے۔ اور جس دن وہ پکارے گا ان کو اور کہے گا کیا جواب دیا تھا تم نے رسولوں کو۔ پھر بند ہو جائیں گی ان پر خبریں اس دن تو نہ پوچھیں گے آپس میں۔ سو وہ شخص جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور عمل کئے نیک تو امید ہے کہ وہ ہوگا کامیاب لوگوں میں سے۔ اور جس دن پکارے گا (اللہ) تو کہے گا کہاں ہیں میرے شریک جن کا تم دعویٰ کیا کرتے تھے۔

تفسیر: (اور جس دن) جو کہ قیامت کا دن ہوگا (اللہ تعالیٰ) عوام مشرکین کو فرشتوں کے ذریعہ (پکاریں گے اور کہیں گے کہ میری خدائی میں وہ شریک اور حصہ دار کہاں ہیں جن کا تم دعویٰ کیا کرتے تھے) کہ یہ بھی ہمارے کام بناتے ہیں اور ہماری فریاد رسی کرتے ہیں اور عبادت کے لائق ہیں۔ آج ان کو اپنی تائید اور حمایت کے لیے لاؤ تو سہی۔ یہ مطالبہ عوام مشرکین سے ہوگا لیکن جواب دینے میں ان کو بہکانے والے شیطان سبقت کریں گے کیونکہ ان کو خیال ہوگا کہ عوام نے اپنا جرم ہمارے سر ہی ڈالنا ہے۔ (وہ شیطان کہ جن کے بارے میں ہمارا قول ثابت ہوا) کہ میں جہنم کو انسانوں اور جنات سے ضرور بھروں گا۔'' (کہیں گے اے ہمارے رب یہ) عوام مشرکین (ہیں جن کو ہم نے بہکایا تھا)۔ بہکانے کا ہم اعتراف کرتے ہیں لیکن ہماری طرف سے ان پر زبردستی نہیں ہوئی یہ خود نفس پرستی میں مبتلا تھے اس

لیے جب ہم نے ان کو بہکایا تو یہ آسانی سے بہک گئے۔ (غرض جیسے ہم خود بہکے اسی طرح ہمارے بہکانے سے یہ بہک گئے)۔ اور نیک لوگوں کو خدا کا شریک مان لیا اور ان کو پوجنے لگے۔ عوام مشرکین سے (ہم آپ کی طرف اظہار بیزاری کرتے ہیں اس وقت عوام مشرکین سے (کہا جائے گا اپنے بنائے ہوئے شریکوں کو بلاؤ) کہ وہ آ کر تمہاری مدد کریں (سو وہ ان کو پکاریں گے مگر وہ ان کو) کچھ (جواب نہ دیں گے) کیونکہ اگر ان کے علم میں تھا کہ یہ مشرک ان کی عبادت کرتے تھے تو وہ ان کے شرک پر راضی نہ تھے یا ان کو سرے سے علم ہی نہ تھا کہ مشرکین ان کو خدا کا شریک ٹھہرا کر ان کی عبادت کرتے تھے۔ (اور) اس وقت (مشرکین عذاب کو دیکھیں گے اور آرزو کریں گے کہ کاش وہ دنیا میں راہ ہدایت پر چلتے) تو یہ مصیبت کیوں دیکھنی پڑتی۔ (اور جس دن) یعنی قیامت کے دن (اللہ تعالیٰ مشرکوں کو پکاریں گے اور کہیں گے کہ تم نے اپنی عقل سے حق کو نہ سمجھا تھا تو ہمارے بھیجے ہوئے رسولوں سے حق کو سمجھ لیا ہوتا۔ بتاؤ (تم نے ان کو کیا جواب دیا) اور ان کے ساتھ کیا برتاؤ کیا۔ (اس دن کافروں مشرکوں پر سب باتیں) یعنی ان کی باتوں کی راہیں (بند ہو جائیں گی) اور کسی کو بھی کوئی جواب نہ سوجھے گا (اور نہ ہی ایک دوسرے سے پوچھ سکیں گے)۔

غرض قیامت کے دن کسی کافر و مشرک کے لیے عذاب سے بچاؤ نہ ہوگا۔ البتہ (وہ شخص جو) کفر و شرک سے (توبہ کر لے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے تو امید ہے کہ وہ کامیاب لوگوں میں سے ہو گا)۔ یہ شاہانہ انداز میں وعدہ ہے کہ اس کو فلاح و کامیابی کی امید رکھنی چاہئے کیونکہ اللہ پر کسی کا زور اور دباؤ نہیں کہ مجبور ہو مگر محض فضل و کرم سے وعدہ دیتے ہیں۔

ربط: آگے پھر توحید کا سلسلہ جاری کرتے ہیں۔

کل اختیارات اور کلی تصرف صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہیں

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ۗ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ۗ سُبْحٰنَ
اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٦٨﴾ وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ
وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿٦٩﴾ وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۗ لَهُ الْحَمْدُ فِى الْاُوْلٰى
وَالْاٰخِرَةِ ۗ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٧٠﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ
جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ

إِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَأْتِيكُمْ بِضِيَاءٍ ۖ أَفَلَا تَسْمَعُونَ ﴿٧١﴾ قُلْ أَرَأَيْتُمْ
إِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَنْ
إِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَأْتِيكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُونَ فِيهِ ۖ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴿٧٢﴾
وَمِنْ رَحْمَتِهِ جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ
وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٧٣﴾

ترجمہ: اور تیرا رب پیدا کرتا ہے جو چاہے اور پسند کرے (جس کو چاہے)۔نہیں ہے ان (لوگوں) کو اختیار۔ پاک ہے اللہ اور بلند ہے اس سے جو یہ لوگ شریک بناتے ہیں اور تیرا رب جانتا ہے جو چھپاتے ہیں ان کے سینے اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں اور وہی اللہ ہے نہیں ہے کوئی لائق عبادت مگر وہی اور اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔تو کہہ بتاؤ اگر بنا دے اللہ تم پر رات ہمیشہ کے لیے روز قیامت تک کون معبود ہے اللہ کے علاوہ جو لائے تمہارے پاس روشنی۔کیا پھر تم سنتے نہیں ہو۔تو کہہ بتاؤ اگر بنا دے اللہ تم پر دن ہمیشہ کے لیے روز قیامت تک کون معبود ہے سوائے اللہ کے جو لائے تمہارے پاس رات کو آرام کرو تم جس میں۔کیا پھر تم دیکھتے نہیں ہو۔اور اپنی رحمت سے بنائے اس نے رات اور دن تا کہ تم آرام کرو اس میں (یعنی رات میں) اور تا کہ تم تلاش کرو اس کے فضل کو (دن کی روشنی میں) اور تا کہ تم شکر کرو۔

تفسیر: اور اللہ کے تصرف و اختیار کا حال سن لو۔ وہ یہ ہے کہ (آپ کا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جس کو چاہے اختیار کرتا ہے)۔یعنی ہر چیز کا پیدا کرنا بھی اسی کی مشیت و اختیار سے ہے اور کسی چیز کو پسند کرنے یا چھانٹ کر منتخب کر لینے کا حق بھی اسی کو حاصل ہے۔ جو اس کی مرضی ہو حکم دے۔ جس شخص کو مناسب جانے کسی خاص مرتبہ و منصب پر فائز کرے۔جس کسی میں استعداد دیکھے راہ ہدایت پر چلا کر کامیاب کر دے اس کے سوا کسی اور کو ایسا اختیار نہیں ہے۔غرض تخلیق ہو، تشریع یعنی قانون سازی ہو یا اختیار ہو ان میں (اللہ تعالیٰ ان سے پاک اور برتر ہیں جو یہ شریک ٹھہراتے ہیں)۔

(اور آپ کا رب جانتا ہے جو کچھ ان کے سینوں میں ہے خواہ وہ فاسد عقیدے ہوں یا بری نیتیں ہوں اور اس کو بھی جانتا ہے جو وہ ظاہر کرتے ہیں مثلاً وہ کام جو زبان اور ہاتھ پاؤں وغیرہ سے کرتے

ہیں (اور وہی اللہ ہے نہیں ہے لائق عبادت مگر وہی۔ اسی کے لیے تعریف ہے دنیا میں اور آخرت میں) وہ اس طرح کہ دنیا و آخرت میں جو تعریف بھی ہو خواہ وہ کسی کا نام لے کر کی جائے حقیقت میں اللہ کی تعریف ہے۔ (اسی کا حکم) چلتا (ہے اور تخلیق، تشریع اور اختیار میں منفرد و یکتا ہے۔ اسی طرح اس بات میں بھی یکتا ہے کہ تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے)۔

آگے بتاتے ہیں کہ رات اور دن میں جس قدر نعمتیں اور بھلائیاں ہیں سب اللہ تعالیٰ کے تصرف کے تحت ہیں بلکہ خود رات و دن کے الٹ پھیر میں بھی اس کا مستقل تصرف ہے۔ (آپ کہئے بتاؤ اگر اللہ تعالیٰ رات کو تم پر ہمیشہ کے لیے قیامت کے دن تک بنا دیں) مثلاً اس طرح کہ تم پر سورج کو طلوع نہ ہونے دیں یا سورج کی روشنی سلب کر لیں تو اللہ کے علاوہ کونسا معبود ہے جو تم تک روشنی لا سکے)۔ یہ بات ایسی صاف اور واضح ہے کہ سنتے ہی سمجھ میں آ جائے۔ (تو کیا تم سنتے بھی نہیں؟) کیونکہ اگر تم سن رہے ہوتے تو یہ اتنی واضح بات تمہاری سمجھ میں ضرور آتی۔ تمہارا یہ کہنا کہ ہماری سمجھ میں نہیں آ رہی اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ تم سن ہی نہیں رہے۔ (آپ فرمائیے کہ بتاؤ اگر اللہ تعالیٰ تم پر دن کو ہمیشہ کے لیے قیامت کے دن تک بنا دیں) وہ اس طرح کہ سورج کو غروب ہی نہ ہونے دیں ہمیشہ تمہارے سروں پر کھڑا رکھیں (تو اللہ کے علاوہ کون معبود ہے جو تم تک رات کو لائے جس میں راحت و سکون اور دیگر فوائد حاصل کر سکو۔ کیا پھر تم دیکھتے نہیں) ہو یعنی ایسی روشن حقیقت چیز جو دیکھتے ہی سمجھ میں آ جائے جب تمہاری سمجھ میں نہیں آ رہی تو یہی کہا جا سکتا ہے کہ تم دیکھ نہیں رہے ہو۔

ربط: آخرت کے مزید احوال کا ذکر

وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ
فَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَاءِيَ الَّذِينَ كُنتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿٦٢﴾ وَنَزَعْنَا
مِن كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا فَقُلْنَا هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوا أَنَّ الْحَقَّ
لِلَّهِ وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٦٣﴾

ترجمہ: اور جس دن پکارے گا (اللہ) تو کہے گا کہاں ہیں میرے شریک جن کا تم دعویٰ کیا کرتے تھے۔ اور نکالیں گے ہم ہر امت میں سے ایک گواہ پھر ہم کہیں گے تم لاؤ اپنی دلیل تو جان لیں گے کہ حق بات اللہ کی ہے اور گم ہو جائے گا ان سے جو کچھ وہ گھڑتے تھے۔

تفسیر: (اور جس دن) یعنی قیامت کے دن (اللہ پکارے گا مشرکوں کو اور کہے گا آج تمہارے بنائے ہوئے شریک کہاں ہیں جن کا تم دعویٰ کیا کرتے تھے)۔ (اور ہم نکالیں گے ہر امت میں سے ایک گواہ) جو کہ خود رسول ہوگا یا رسول کا نائب ہوگا یا نیک بخت لوگوں میں سے ہوگا۔ جو بتائے گا کہ کس نے شریعت سماویہ اور احکام الٰہیہ کے ساتھ کیا برتاؤ کیا تھا۔ (پھر ہم) مشرکوں سے (کہیں گے کہ) اللہ کے شریک ٹھہرانے پر (کوئی سند) اور دلیل (لاؤ) اور حلال وحرام کے جو احکام تم نے اختیار کر رکھے تھے وہ تم نے کہاں سے لیے تھے رسولوں کو تم نے مانا ہی نہیں پھر کس نے تمہیں بتایا کہ یہ خدا کا حکم ہے اور یہ نہیں ہے۔ (تو اس وقت جان لیں گے کہ سچی اور حق بات اللہ کی ہے اور) معبودیت صرف اللہ کا حق ہے، کوئی اس کا شریک نہیں ہے، دنیا میں رسول جو بتاتے تھے وہی بات درست تھی اور (مشرکین نے جو) عقیدے (گھڑ رکھے تھے وہ سب کافور ہو جائیں گے)۔

ربط: پچھلے رکوع کے شروع میں دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کے مقابلہ میں اس کی حقارت بیان کی گئی تھی۔ اس کے بعد آخرت کی مناسبت سے آخرت کے کچھ حالات ذکر کیے گئے۔ اب دوبارہ دنیا کی بے ثباتی اور حقارت کی طرف لوٹتے ہیں اور اس کی دلیل کے طور پر قارون کا قصہ ذکر کرتے ہیں۔

إِنَّ قَارُونَ كَانَ مِنْ
قَوْمِ مُوسَىٰ فَبَغَىٰ عَلَيْهِمْ ۖ وَآتَيْنَاهُ مِنَ الْكُنُوزِ مَا إِنَّ
مَفَاتِحَهُ لَتَنُوءُ بِالْعُصْبَةِ أُولِي الْقُوَّةِ إِذْ قَالَ لَهُ قَوْمُهُ
لَا تَفْرَحْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ ﴿٧٦﴾ وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ
اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ ۖ وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا ۖ وَأَحْسِنْ
كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ ۖ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ ۖ إِنَّ
اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ﴿٧٧﴾ قَالَ إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ
عِندِي ۚ أَوَلَمْ يَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ أَهْلَكَ مِن قَبْلِهِ مِنَ
الْقُرُونِ مَنْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَأَكْثَرُ جَمْعًا ۚ وَلَا يُسْأَلُ

عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۷۸﴾ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ ؕ
قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَاۤ
اُوْتِيَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿۷۹﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ
اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ
صَالِحًا ۚ وَلَا يُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ﴿۸۰﴾ فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ
الْاَرْضَ ۫ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۖ
وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ
بِالْاَمْسِ يَقُوْلُوْنَ وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ
مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ ۚ لَوْلَاۤ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا ؕ
وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۲﴾ تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا
لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ؕ وَالْعَاقِبَةُ
لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۸۳﴾ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ
بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا
يَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾

ترجمہ: بے شک قارون تھا قوم موسیٰ میں سے۔ پھر سرکشی کی اس نے اپنے لوگوں کے خلاف اور دیئے ہم نے اس کو خزانے اتنے کہ ان کی چابیوں کو اٹھانے سے عاجز ہو جاتی زور والے مردوں کی جماعت۔ جب کہا اس کو اس کی قوم نے مت اترا بلاشبہ اللہ نہیں پسند کرتا اترانے والوں کو۔ اور تلاش کر اس مال میں جو دیا تجھ کو اللہ نے دار آخرت کو اور مت بھول اپنا حصہ دنیا سے اور احسان کر جیسا کہ احسان کیا اللہ نے تجھ پر۔ اور مت تلاش کر فساد کو زمین

میں۔ اللہ نہیں پسند کرتا مفسدوں کو۔ (قارون) بولا محض میں دیا گیا ہوں یہ (مال) ایک علم سے جو میرے پاس ہے۔ کیا اس نے یہ نہ جانا کہ اللہ ہلاک کر چکا ہے اس سے پہلے کتنے زمانے والوں کو جو بڑھ کر تھے اس سے قوت میں اور جو زیادہ تھے اس سے مال جمع کرنے میں اور نہیں سوال کئے جائیں گے اپنے گناہوں کے بارے میں مجرم لوگ۔ پھر نکلا (قارون) اپنی قوم کے سامنے اپنی زیب و زینت میں۔ کہا ان لوگوں نے جو طلب کرتے تھے حیات دنیوی کو اے کاش ہمارے لیے ہوتا مثل اس کے جو دیا گیا قارون۔ بلاشبہ وہ بڑے نصیبے والا ہے اور کہا ان لوگوں نے جو دیئے گئے علم ارے خرابی تمہاری۔ ثواب الٰہی بہتر ہے اس کے لیے جو ایمان لایا اور اس نے عمل کیا نیک اور نہیں القاء کی جاتی یہ بات مگر صبر کرنے والوں میں۔ پھر دھنسا دیا ہم نے اس کو اور اس کے گھر کو زمین میں۔ پھر نہ ہوئی اس کے لیے کوئی جماعت جو مدد کرتی اس کی اللہ کے مقابلہ میں اور نہ ہوا وہ مدد لانے والوں میں سے۔ اور صبح کی ان لوگوں نے جنہوں نے تمنا کی تھی اس کے مرتبہ کی گزشتہ دن یہ کہتے ہوئے کہ ہائے خرابی۔ اللہ پھیلاتا ہے رزق کو جس کے لیے چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے اور تنگ کرتا ہے (جس کے لیے چاہتا ہے)۔ اگر نہ ہوتی یہ بات کہ (اللہ نے) احسان کیا ہم پر تو دھنسا دیتا ہمیں بھی۔ ہائے خرابی! نہیں فلاح پاتے کافر لوگ۔ وہ دار آخرت ہے ہم کریں گے اس کو ان لوگوں کے لیے جو نہیں ارادہ رکھتے بڑائی کا زمین میں۔ اور بھلا (انجام) بھی ہے واسطے ڈرنے والوں کے۔ جو لایا بھلائی تو اس کے لیے بہتر ہوگا اس سے، اور جو لایا برائی تو سزا نہ دیے جائیں گے وہ لوگ جنہوں نے کی برائیاں مگر (ان اعمال پر) جو وہ کرتے تھے۔

تفسیر: (قارون) حضرت (موسیٰ) علیہ السلام (کی قوم) بنی اسرائیل (میں سے تھا)۔ فرعون نے اس کو بنی اسرائیل کی نگرانی پر لگا دیا تھا۔ (یہ اپنی ہی قوم پر زیادتیاں کرنے لگا) یعنی فرعون کو ان کی ناجائز شکایتیں پہنچانے لگا۔ دوسری طرف اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ (ہم نے مال و دولت کے اتنے خزانے اس کو دیئے کہ ان کی چابیاں تک زور آور لوگوں کی ایک جماعت اٹھانے سے تھک جاتی تھی۔ جب اس کی قوم نے اس سے کہا) کہ اس فنا اور زائل ہونے والی دولت پر مت اترا اللہ کے ہاں تو اس کی وقعت مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں ہے۔ خوب سمجھ لے کہ (اللہ) اکڑنے والے اور (اترانے والے لوگوں کو پسند نہیں کرتے)۔ اور جو چیز وہ مالک پسند نہیں کرتا اس کا نتیجہ سوائے ہلاکت و تباہی کے اور کیا ہے؟ اور اس مال سے جو اللہ نے تجھ کو دیا ہے دار آخرت کو حاصل کر) اور آخرت کا توشہ بنا

آخرت سے غفلت اور تکبر کا ذریعہ نہ بنا۔ (اور مت بھول اپنا حصہ دنیا سے) یعنی اپنے حصہ کے موافق کھا اور پہن اور زائد مال سے آخرت کی کمائی کر۔ (اور مخلوق کے ساتھ احسان کر جیسا کہ اللہ نے بھلائی کی تیرے ساتھ اور زمین میں فساد کرنے کو تلاش نہ کر بے شک اللہ پسند نہیں کرتا فسادیوں کو۔ قارون بولا یہ مال مجھے دیا گیا ہے محض علم و ہنر کی وجہ سے جو میرے پاس ہے) یعنی میں ہنر مند ہوں کمانے کا طریقہ جانتا ہوں۔ اپنی لیاقت و قابلیت اور خاص علمی مہارت سے مجھے یہ دولت حاصل ہوئی۔ اللہ نے بھی میری لیاقت دیکھ کر اور قابل جان کر یہ کچھ دیا ہے۔ یونہی بیٹھے بٹھائے بے محنت نہیں ملا جواب تمہارے کہنے پر خدا کے نام پر خرچ کر ڈالوں۔ کیا اسے معلوم نہ تھا کہ اللہ نے اس سے پہلے بہت سی قوموں کے لوگوں کو ہلاک کیا جو اس سے قوت میں زیادہ سخت تھے اور مال جمع کرنے میں اس سے زیادہ تھے۔ اور مجرموں سے ان کے گناہ پوچھے نہیں جائیں گے) کیونکہ پوچھنے کی ضرورت ہی نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کو ان کے ایک ایک گناہ کا علم ہوگا اور فرشتوں نے نامۂ اعمال لکھ رکھا ہوگا ہاں ڈانٹ کے طور پر کسی وقت پوچھ لیا جائے تو اور بات ہے۔ (پھر قارون اپنی زینت میں) یعنی بہترین لباس پہن کر، بہت سے خادموں کے ساتھ بڑی شان اور ٹیپ ٹاپ سے (اپنی قوم کے ساتھ نکلا) جسے دیکھ کر (دنیا کے طالب لوگوں کی آنکھیں چندھیا گئیں (اور کہنے لگے کاش جو ترقی اور عروج قارون کو ملا ہے ہمیں بھی ملتا بے شک قارون تو بڑے نصیبے والا ہے۔ اور جو لوگ علم و سمجھ دیئے گئے تھے انہوں نے تمنا کرنے والوں سے کہا ارے خرابی تمہاری)۔ اس خالی چمک دمک میں کیا رکھا ہے۔ (جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کے لیے اللہ کے ہاں جو ثواب) اور دولت ملنے والی (ہے وہی بہتر ہے۔ اور یہ بات کہ آخرت دنیا سے بہتر ہے ان لوگوں کو القاء کی جاتی ہے اور ان کے دلوں میں ڈالی جاتی ہے جو) محنت کو برداشت کرتے ہیں اور (صبر والے ہیں)۔ اور جو بے صبرے ہیں وہ حرص کی وجہ سے دنیا کی آرزو میں گرتے ہیں۔ (پھر دھنسا دیا ہم نے قارون کو اور اس کے گھر کو زمین میں تو نہ ہوئی اس کے لیے کوئی جماعت جو مدد کرتی اس کی اور خود وہ بھی مدد نہ لا سکا یعنی نہ کوئی دوسرا اس کی مدد کو پہنچا اور نہ وہ کسی کو بلا سکا۔ (اور صبح کی ان لوگوں نے جنہوں نے گزشتہ دن قارون کے مرتبہ کی تمنا کی تھی کہنے لگے ارے خرابی ہو۔ اللہ کشادہ کرتا ہے رزق کو جس کے لیے چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے اور رزق کو تنگ کرتا ہے) جس کے لیے چاہتا ہے۔ (اگر نہ ہوتی یہ بات کہ اللہ نے احسان کیا ہم پر کہ ہم کو قارون جیسا نہ بنایا ورنہ ہم کو بھی دھنسا دیا جاتا۔ ارے خرابی ہے فلاح و چھٹکارا نہیں پاتے کافر لوگ)۔ قارون کی دولت کو نادانوں نے کہا کہ یہ قارون کی بڑی اور اچھی قسمت ہے۔ بڑی قسمت یہ نہیں ہے

بلکہ آخرت کا ملنا بڑی قسمت ہے۔ (وہ دار آخرت ہے جس کو ہم ان لوگوں کے لیے کریں گے جو زمین میں بڑائی اور فساد و بگاڑ نہیں چاہتے) اور نہ ہی اس فکر میں رہتے ہیں کہ اپنی ذات کو سب سے اونچا رکھیں بلکہ تواضع وانکساری اور گناہوں سے پرہیز کی راہ اختیار کرتے ہیں اور اپنی ذات کے بجائے دین کو اونچا رکھنے میں اپنی توانائیاں خرچ کرتے ہیں۔ اور ڈرنے والوں کے لیے اچھا انجام ہے۔

قیامت کے دن (جو لائے نیکی) و بھلائی جو اس نے دنیا میں کی ہو (تو اس کے لیے اس سے بہتر بھلائی ہوگی) اور کم از کم جو بہتری ملے گی وہ یہ کہ ایک نیکی کا دس گنا ثواب ملے گا (اور جو کوئی لائے گا برائی تو) وہ لوگ جنہوں نے برائیاں کیں (ان کو صرف ان کے عمل کے بقدر سزا ملے گی)۔

ربط: اوپر ذکر ہوا کہ بھلا انجام جو آخرت میں ہوگا وہ گناہوں سے پرہیز کرنے والوں اور خدا سے ڈرنے والوں کے لیے ہوگا۔ آگے بتاتے ہیں کہ دنیا میں بھی آخری فتح نیک لوگوں کو حاصل ہوتی ہے۔

إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَرَادُّكَ إِلَىٰ
مَعَادٍ ۚ قُل رَّبِّي أَعْلَمُ مَن جَاءَ بِالْهُدَىٰ وَمَنْ هُوَ فِي
ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٨٥﴾ وَمَا كُنتَ تَرْجُو أَن يُلْقَىٰ إِلَيْكَ الْكِتَابُ
إِلَّا رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ ۖ فَلَا تَكُونَنَّ ظَهِيرًا لِّلْكَافِرِينَ ﴿٨٦﴾
وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ آيَاتِ اللَّهِ بَعْدَ إِذْ أُنزِلَتْ إِلَيْكَ ۖ وَادْعُ
إِلَىٰ رَبِّكَ ۖ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿٨٧﴾ وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ
إِلَٰهًا آخَرَ ۘ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ ۚ
لَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٨٨﴾

ترجمہ: (اے رسول) جس ذات نے ذمہ داری ڈالی تجھ پر قرآن کی وہ ضرور لوٹائے گی تجھ کو پہلی جگہ۔ تو کہہ میرا رب خوب جانتا ہے اس کو جو ہدایت لے کر آیا ہے اور اس کو جو ہے کھلی گمراہی میں اور نہیں تو توقع رکھتا تھا کہ اتاری جائے گی تیری طرف کتاب مگر

رحمت سے تیرے رب کی تو مت ہو تو مدد گار کافروں کے لیے۔ اور یہ نہ ہو کہ وہ روک دیں تجھ کو آیات الٰہی سے بعد اس کے کہ وہ اتاری گئیں تیری طرف اور بلا تو طرف اپنے رب کے اور مت ہو مشرکوں میں سے۔ اور مت پکار اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو، نہیں ہے کوئی لائق عبادت مگر وہی۔ ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے اس کے چہرے کے۔ اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

تفسیر: ہجرت کے موقع پر یہ آیت نازل ہوئی کہ آج کفار کے ظلم وستم سے تنگ آ کر تم کو مکہ مکرمہ چھوڑنا پڑا ہے۔ مگر (جس خدا نے آپ) کو رسول بنایا ہے اور آپ پر قرآن کی ذمہ داری ڈالی ہے وہ یقیناً آپ کو نہایت کامیابی کے ساتھ اسی جگہ) یعنی مکہ مکرمہ (میں واپس لائے گا)۔ آٹھ سال کی مدت میں یہ وعدہ پورا ہوا اور آپ ﷺ فاتح بن کر مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔

(آپ) یہ بھی (کہہ دیجئے کہ میرا رب اس شخص سے خوب واقف ہے جو ہدایت لایا ہے) وہ میں ہوں۔ (اور اس سے بھی) خوب واقف ہے (جو کھلی گمراہی میں ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو مجھے جھٹلاتے ہیں۔

(اور آپ توقع نہ رکھتے تھے کہ آپ کی طرف) کتاب یعنی (قرآن اتارا جائے گا) یعنی آپ پہلے سے رسول ہونے کے انتظار میں نہ تھے۔ (یہ محض اللہ کی رحمت) ومہربانی (ہے) جو اس نے آپ کو رسالت اور وحی سے سرفراز فرمایا اور وہی اپنی رحمت ومہربانی سے دنیا وآخرت میں کامیاب فرمائے گا لہٰذا کافروں کی امداد پر بھروسہ نہ کیجئے ہمیشہ اللہ کی امداد پر بھروسہ رکھئے اور کافروں کے مددگار بھی نہ بنیے۔ اپنی قوم کو جنہوں نے آپ کو وطن چھوڑنے پر مجبور کیا اپنا نہ سمجھئے اور اب تو آپ کا وہی ہے جو آپ کا ساتھ دے۔

(اور کافر آپ کو اللہ کی آیتوں کے آپ پر نازل کئے جانے کے بعد ان پر عمل کرنے سے نہ روکیں۔ ہاں (آپ ان کو اپنے رب کی طرف بلاتے رہئے) اور خدا کے احکام پر جمے رہئے۔ (اور مشرکوں میں سے مت ہوں) کیونکہ ایک تو (اللہ کے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں ہے) اور دوسرے (اللہ کی ذات کے سوا دنیا کی ہر چیز کو فنا ہے۔ اسی کا حکم) اور حکومت (ہوگی اور اس کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے) یعنی سب کو اس کی عدالت میں حاضر ہونا ہے جہاں تنہا اسی کا حکم چلے گا۔

سورہ عنکبوت

گزشتہ سورت کے آخر میں یہ ہدایت آئی تھی کہ وحی آجانے کے بعد کفار آپ کو اس سے روک نہ دیں۔
اس سورت میں کفار کی طرف سے دین حق میں ڈالی جانے والی رکاوٹوں کا تذکرہ ہے اور اہل ایمان کو تسلی دی گئی ہے۔

سُوْرَةُ الْعَنْكَبُوْتِ مَكِّيَّةٌ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ٦٩ رُكُوْعَاتُهَا ٧

الٓمّٓ ۝١ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ
لَا يُفْتَنُوْنَ ۝٢ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ
اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ۝٣ اَمْ حَسِبَ
الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّسْبِقُوْنَا ۭ سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝٤
مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَاۗءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ۭ وَهُوَ
السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝٥ وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ۭ
اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝٦ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَحْسَنَ
الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝٧

ترجمہ: الٓمّٓ. کیا خیال کیا ہے لوگوں نے کہ وہ چھوڑ دیے جائیں گے کہ وہ کہیں ہم ایمان لائے اور وہ نہ آزمائے جائیں گے۔ اور ہم نے آزمایا ان لوگوں کو جو تھے ان سے پہلے سو ضرور معلوم کرے گا اللہ ان لوگوں کو جنہوں نے سچ کہا اور ضرور معلوم کرے گا جھوٹوں کو۔ کیا گمان کیا ان لوگوں نے جو کرتے ہیں برائیاں کہ وہ سبقت کر جائیں گے ہم سے۔ برا ہے جو وہ

فیصلہ دیتے ہیں۔ جو کوئی امید رکھتا ہے اللہ کی ملاقات کی تو بلاشبہ اللہ کا وعدہ آ رہا ہے اور وہ ہے سننے والا جاننے والا۔ اور جو کوئی محنت کرے تو وہ محض محنت کرتا ہے اپنے لیے۔ بلاشبہ اللہ بے پروا ہے جہان والوں سے۔ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل کئے نیک ہم دور کر دیں گے ان سے ان کی برائیاں اور ہم بدلہ دیں گے ان کو بہترین ان کاموں کا جو وہ کرتے تھے۔

تفسیر: (کیا لوگوں نے یہ خیال کیا ہے کہ وہ) محض (یہ کہنے پر کہ ہم ایمان لائے چھوڑ دیئے جائیں گے اور آزمائے نہ جائیں گے)۔ یہ خیال کرنا ان کی خام خیالی ہے کیونکہ ایمان کا دعویٰ کرنا آسان کام نہیں ہے۔ جو یہ دعویٰ کرتا ہے اس کی قوت ایمانی کے برابر آزمائش ہوتی ہے جس سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ کس کا ایمان کھرا ہے اور کس کا کھوٹا ہے۔ حدیث میں ہے کہ سب سے سخت امتحان انبیاء علیہم السلام کا ہوتا ہے، پھر اولیاء و صالحین کا پھر درجہ بدرجہ ان لوگوں کا جو ان کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں۔ صحیح بخاری کی ایک حدیث میں ہے کہ صحابہؓ نے ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں فریاد کی کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے اور مدد مانگئے۔ یہ مکی دور کا وہ زمانہ تھا جس میں مشرکین مکہ نے مسلمانوں پر سختی اور ظلم و ستم کی انتہا کر دی تھی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ (ہم نے تو ان سے پہلے لوگوں کو بھی آزمایا تھا)۔ اس فرمان الٰہی کی تفصیل کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا تم سے پہلے ایک زندہ آدمی کو زمین کھود کر کھڑا گاڑ دیا جاتا تھا پھر اس کے سر پر آرا چلا کر بیچ میں سے دو ٹکڑے کر دیتے تھے اور بعض لوگوں کے بدن میں لوہے کی کنگھیاں پھیر کر کھال اور گوشت ادھیڑ دیا جاتا تھا۔ (سو) ان امتحانوں سے (اللہ) تعالیٰ (اعلانیہ ظاہر کر دے گا کہ کون) اپنے دعوائے ایمانی میں (سچے ہیں اور اعلانیہ ظاہر کر دے گا جھوٹوں کو) اور اسی کے مطابق ہر ایک کو جزا دے گا۔ (تو کیا وہ لوگ جو برائیاں کرتے ہیں) جن میں سے ایک یہ ہے کہ وہ مسلمانوں پر ظلم و ستم ڈھاتے ہیں (انہوں نے یہ خیال کیا ہے کہ وہ) مزے سے ظلم کرتے رہیں گے اور (ہم سے آگے بڑھ جائیں گے) اور ہماری پکڑ کی سختیوں سے بچ جائیں گے۔ وہ ہم سے بچ کر کہاں جا سکتے ہیں۔ (برا ہے فیصلہ جو یہ دیتے ہیں) یعنی کافر جو اپنی بات کو اور سمجھ کو فیصلہ کن سمجھتے ہیں ان کا فیصلہ برا ہے۔

جو شخص امید رکھتا ہے اللہ سے ملاقات کی) کہ ایک دن مجھے اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے جہاں بات بات پر پکڑ ہوگی۔ کامیاب نہ ہوا تو آخرت کی ساری سختیاں جھیلنی پڑیں گی اور کامیاب ہوا تو ساری تکلیفیں جاتی رہیں گی اور اللہ کی خوشنودی اور اس کا دیدار نصیب ہوگا۔ ایسا شخص یاد رکھے کہ (اللہ کا وعدہ آ رہا ہے) کوئی طاقت اسے پھیر نہیں سکتی (اور اللہ) تمہاری اچھی بری باتوں سمیت (سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے)۔ اس لیے اس بات کا کچھ اندیشہ نہیں کہ کسی بندے کا ادنیٰ عمل ضائع ہو سکتا ہے۔ اور یاد رکھو کہ کسی کی اطاعت سے اللہ کا کچھ بنتا نہیں اور کسی کی نافرمانی سے اس کا کچھ بگڑتا نہیں اس لیے (جو

کوئی) اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری میں محنت و (مجاہدہ کرتا ہے تو وہ محض اپنے) فائدہ کے (لیے مجاہدہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی ذات تو جہان والوں سے بے نیاز ہے) محنت ومجاہدہ کرنے والا یہ خیال کبھی نہ کرے کہ مجاہدہ کر کے وہ اللہ پر کچھ احسان کر رہا ہے۔ یہ تو اللہ کا تم پر احسان ہے کہ تمہارے فائدے کے لیے اس اطاعت وفرمانبرداری کی تم کو توفیق دی۔ پھر بے نیاز ہونے کے باوجود اپنی رحمت ومہربانی سے تمہاری محنت کو قبول کرتے ہیں (اور) اجر عطا فرماتے ہیں۔ اور اس بات کو یوں فرماتے ہیں (جو لوگ ایمان لائے اور پھر نیک عمل کئے ہم ان سے ان کی برائیوں کو دور کر دیں گے اور ہم ان کو بہتر سے بہتر بدلہ دیں گے ان اعمال کا جو وہ کرتے تھے)۔

ربط: اوپر مومنوں اور کافروں کے ساتھ روا رکھے جانے والے ضابطے کا بیان تھا۔ آگے اس ضابطہ کے موافق اور مخالف چلنے والوں کا ذکر ہے۔

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ
حُسْنًا ۖ وَإِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ
فَلَا تُطِعْهُمَا ۚ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٨﴾
وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصَّالِحِينَ ﴿٩﴾
وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ فَإِذَا أُوذِيَ فِي اللَّهِ جَعَلَ
فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللَّهِ ۖ وَلَئِنْ جَاءَ نَصْرٌ مِنْ رَبِّكَ
لَيَقُولُنَّ إِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ۚ أَوَلَيْسَ اللَّهُ بِأَعْلَمَ بِمَا فِي صُدُورِ
الْعَالَمِينَ ﴿١٠﴾ وَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنَافِقِينَ ﴿١١﴾
وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا اتَّبِعُوا سَبِيلَنَا وَلْنَحْمِلْ
خَطَايَاكُمْ ۚ وَمَا هُمْ بِحَامِلِينَ مِنْ خَطَايَاهُمْ مِنْ شَيْءٍ ۖ إِنَّهُمْ
لَكَاذِبُونَ ﴿١٢﴾ وَلَيَحْمِلُنَّ أَثْقَالَهُمْ وَأَثْقَالًا مَعَ أَثْقَالِهِمْ ۖ وَ
لَيُسْأَلُنَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَمَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿١٣﴾

ترجمہ: اور تاکید کی ہم نے انسان کو اپنے والدین سے حسن سلوک کی۔ اور اگر وہ جھگڑیں تجھ سے تاکہ تو شریک کرے میرے ساتھ اس کو نہیں ہے تجھ کو جس کا علم تو مت اطاعت کر ان کی۔ میری طرف ہے تمہاری واپسی سو میں خبر دوں گا تم کو ان اعمال کی جو تم کرتے تھے۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور عمل کئے نیک ہم ضرور داخل کریں گے ان کو نیکوکار لوگوں میں۔ اور لوگوں میں سے کچھ وہ ہیں جو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اللہ پر، پھر جب وہ تکلیف دیئے جاتے ہیں راہ خدا میں تو کرنے لگتے ہیں لوگوں کے ستانے کو مثل عذاب خداوندی کے اور اگر آئے مدد تیرے رب کی جانب سے تو یہ ضرور کہیں گے (کہ) ہم تو تمہارے ساتھ ہیں۔ کیا نہیں ہے اللہ باخبر ان باتوں سے جو جہان والوں کے سینوں میں ہیں۔ اور ضرور معلوم کرے گا اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور ضرور معلوم کرے گا منافقوں کو۔ اور کہا ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا، ان لوگوں سے جو ایمان لائے کہ پیروی کرو ہمارے راستہ کی اور اٹھائیں گے ہم تمہاری خطاؤں کو اور نہیں ہیں وہ (کافر) اٹھانے والے ان (ایمان والوں) کی خطاؤں میں سے کچھ بھی۔ بلاشبہ یہ جھوٹے ہیں۔ اور یہ (کافر) ہیں جو ضرور اٹھائیں گے اپنے (گناہوں کا) بوجھ اور اپنے بوجھوں کے علاوہ اور بوجھ اور وہ ضرور سوال کئے جائیں گے بروز قیامت ان باتوں کے بارے میں جو یہ گھڑتے تھے۔

تفسیر: دنیا میں والدین سے زیادہ کسی کا حق نہیں مگر اللہ اور اس کے رسول کا حق ان سے بھی زیادہ ہے۔ والدین کی خاطر دین حق کو چھوڑنا درست نہیں اس لیے فرماتے ہیں (اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے بارے میں تاکید کی کہ ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ) اگرچہ وہ کافر ہی ہوں۔ ہاں (اگر وہ) تجھ پر دباؤ ڈالیں اور (تجھ سے جھگڑا کریں کہ تو) اپنا دین حق چھوڑ کر (ایسی چیز کو شریک خداوندی مان لے جس کا تجھے کچھ علم نہیں ہے)۔ اس کے علم نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ تمام کائنات میں ایسی کوئی چیز نہیں جو خدا کی شریک ہو سکے۔ شریک کا جب سرے سے وجود ہی نہیں ہے تو اس کا علم کیسے ہو سکتا ہے، غرض اللہ تعالیٰ کا واقعی شریک ہے ہی نہیں، اگر واقعی شریک ہوتا تو اس کا علم بھی ہوتا، تو اب جس کو شریک ٹھہراتے ہیں وہ محض جاہلانہ اوہام اور بے سند خیالات ہیں جن کی والدین پیروی کرتے ہیں اور اپنی مسلمان ہونے والی اولاد کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ دوبارہ پرانے دین یعنی کفر و شرک پر آ جائیں (تو اس میں والدین کی اطاعت مت کرو)۔ کیونکہ (تم سب کو) مر کر (میری طرف لوٹنا ہے) اور میری قائم کردہ عدالت میں پیش ہونا ہے۔ (سو) اس دن (میں تم کو بتا دوں گا کہ تم) یعنی والدین اور اولاد (کیا عمل کرتے تھے) اور کون حق پر تھا اور کون باطل پر تھا (اور جو لوگ) اس قسم کی زبردست رکاوٹوں کے

باوجود (ایمان لائے اور نیک عمل کئے ہم ان کو ضرور اپنے خاص نیک لوگوں میں شامل کریں گے) ان کے والدین کے زمرے میں ان کو نہ کریں گے۔

(اور لوگوں میں سے کچھ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے) مگر دلوں میں ایمان راسخ نہیں تھا (تو جب اللہ کے راستہ میں ان کو تکلیف پہنچائی گئی تو لوگوں کے ستانے کو انہوں نے عذاب خداوندی کی مثل سمجھا) اور جس طرح عذاب خداوندی سے گھبرا کر جان بچانا چاہتا ہے تو اپنے پچھلے دعوؤں سے دستبردار ہونے لگتا ہے اور آخر کار خود کے غلطی پر ہونے کا اعتراف کرتا ہے۔ یہی حال ان کمزور دل لوگوں کا ہے کہ جہاں دین کے معاملہ میں کوئی سختی پہنچی بس گھبرا گئے اور اپنے دعوائے ایمان سے دستبردار ہونا شروع کیا اور زبان سے یا عمل سے گویا اقرار کرنے لگے کہ ایمان کا دعویٰ کرنے میں ہم نے غلطی کی تھی۔ (اور اگر ان کے رب کی طرف سے مدد آ جائے تو یہ ضرور کہیں گے کہ ہم تو تمہارے ساتھ تھے۔ کیا اللہ تعالیٰ جہان والوں کے دلوں کی باتوں سے باخبر نہیں ہے) اور جیسے کچھ یہ مسلمانوں کے ساتھ ہیں سب کو معلوم ہے۔ کیا زبانی دعوی کر کے اللہ سے اپنے دلوں کا حال چھپا سکتے ہیں؟ اور اللہ کا یہ علم ازلی ہے لیکن (اب تمہارے اعمال وافعال کو) ظاہر میں (دیکھ لے گا کہ کون) سچے (ایمان والے ہیں اور دیکھ لے گا کہ کون منافق ہیں) اس لیے ایمان والوں کو چاہئے کہ وہ اپنے ایمان پر مضبوط رہیں کسی کے ایذاء پہنچانے سے ہمت نہ ہاریں اور کافروں کے ورغلانے میں بھی نہ آئیں جیسا کہ (کافر ایمان والوں سے کہتے ہیں کہ تم ہمارے راستہ) یعنی ہمارے دین (کی پیروی کرو) یہی حق ہے جس پر ہمارے اور تمہارے آباؤ و اجداد چلتے رہے اور تم تکلیفیں اٹھانے سے بھی بچ جاؤ گے۔ اور اگر اس کو پھر بھی گناہ سمجھو اور آخرت میں پکڑ کا اندیشہ مانو تو تسلی رکھو تمہارے تمام گناہوں کو اپنے سر لے لیں گے) اور تم پر آنچ نہ آنے دیں گے حالانکہ یہ محض کہنے کی بات ہے اور خلاف واقعہ ہے کیونکہ قیامت کے دن (یہ کافر ان مسلمانوں کا کچھ بوجھ نہ اٹھائیں گے بلاشبہ یہ جھوٹے ہیں۔ یہ اپنے بوجھ تو اٹھائیں گے ہی ساتھ میں دوسروں کو ورغلانے کے بوجھ سمیت اور بہت سے بوجھ اٹھائیں گے اور قیامت کے دن ان سے ان باتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا جو وہ گھڑتے تھے) مثلاً یہی کہ ہم تمہارے گناہوں کا بوجھ اٹھالیں گے۔

ربط: آگے چند قصوں کے ضمن میں تنبیہ کرتے ہیں کہ سچوں کے مقابلہ میں جھوٹے ہمیشہ سے ورغلانے اور راہ راست سے ہٹانے کا کام کرتے رہے ہیں اور سچوں کو مدتوں تک امتحان و آزمائش میں سے گزرنا پڑا ہے مگر آخری انجام ان ہی کے حق میں ہوا۔ سچے کامیاب ہوئے اور جھوٹے ناکام ہوئے۔

حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا

إِلَىٰ قَوْمِهِۦ فَلَبِثَ فِيهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا ۖ فَأَخَذَهُمُ
ٱلطُّوفَانُ وَهُمْ ظَٰلِمُونَ ﴿١٤﴾ فَأَنجَيْنَٰهُ وَأَصْحَٰبَ ٱلسَّفِينَةِ وَ
جَعَلْنَٰهَآ ءَايَةً لِّلْعَٰلَمِينَ ﴿١٥﴾

ترجمہ: اور بھیجا ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف، پھر رہا وہ ان میں ایک ہزار سال مگر پچاس سال (کم) پھر پکڑا ان کو طوفان نے اس حال میں کہ وہ ظالم تھے۔ پھر نجات دی ہم نے اس کو اور کشتی والوں کو اور بنایا ہم نے اس (کشتی) کو نشانی جہان والوں کے لیے۔

تفسیر: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام چالیس سال کی عمر میں رسول بنا کر بھیجے گئے۔ پھر ساڑھے نو سو سال دعوت و تبلیغ اور اصلاح میں مصروف رہے۔ پھر طوفان کے بعد ساٹھ سال اور زندہ رہے پھر ایک ہزار پچاس سال کی عمر میں وفات ہوئی۔

(اور ہم نے نوح) علیہ السلام (کو ان کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔ وہ اپنی قوم کے لوگوں (میں ساڑھے نو سو سال) دعوت و تبلیغ کرتے (رہے) لیکن سوائے چند گنے چنے افراد کے لوگ اپنی شرارتوں اور گناہوں سے باز نہ آئے (تو) پانی کے (طوفان نے انہیں گھیر لیا اور وہ لوگ ظالم تھے۔

(اور ہم نے بچایا نوح کو اور ان لوگوں کو جو کشتی میں سوار تھے اور کشتی کو ہم نے جہان والوں کے لیے نشانی بنا دیا) اس طرح سے کہ وہ کشتی بڑے طویل عرصہ تک جودی پہاڑ پر لگی رہی تا کہ دیکھنے والوں کے لیے نشان عبرت بنی رہے۔

حضرات ابراہیم علیہ السلام کا قصہ

وَإِبْرَٰهِيمَ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ ٱعْبُدُوا
ٱللَّهَ وَٱتَّقُوهُ ۖ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿١٦﴾ إِنَّمَا تَعْبُدُونَ
مِن دُونِ ٱللَّهِ أَوْثَٰنًا وَتَخْلُقُونَ إِفْكًا ۚ إِنَّ ٱلَّذِينَ تَعْبُدُونَ
مِن دُونِ ٱللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ لَكُمْ رِزْقًا فَٱبْتَغُوا۟ عِندَ ٱللَّهِ ٱلرِّزْقَ
وَٱعْبُدُوهُ وَٱشْكُرُوا۟ لَهُۥٓ ۖ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿١٧﴾ وَإِن تُكَذِّبُوا۟ فَقَدْ
كَذَّبَ أُمَمٌ مِّن قَبْلِكُمْ ۖ وَمَا عَلَى ٱلرَّسُولِ إِلَّا ٱلْبَلَٰغُ ٱلْمُبِينُ ﴿١٨﴾

اَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى
اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۱۹﴾ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ
ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۰﴾
يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَرْحَمُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاِلَيْهِ تُقْلَبُوْنَ ﴿۲۱﴾
وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ۫ وَمَا لَكُمْ
مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۲۲﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ
اللّٰهِ وَلِقَآئِهٖٓ اُولٰٓئِكَ يَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِيْ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ
عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۳﴾ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ
اَوْ حَرِّقُوْهُ فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ
يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَقَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا ۙ مَّوَدَّةَ
بَيْنِكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ
بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۫ وَّمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا
لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۵﴾ فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ ۘ وَقَالَ اِنِّيْ مُهَاجِرٌ
اِلٰى رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۶﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَ
يَعْقُوْبَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ وَاٰتَيْنٰهُ
اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۲۷﴾

ترجمہ: اور یاد کرو ابراہیم کو جب کہا اس نے اپنی قوم سے عبادت کرو اللہ کی اور ڈرتے رہو اس سے۔ یہ بہتر ہے تمہارے لیے اگر تم جانتے ہو۔ محض پوجتے ہو تم سوا اللہ کے

بتوں کو اور بناتے ہو جھوٹی بات۔ بے شک وہ جن کو تم پوجتے ہو سوا اللہ کے نہیں ملکیت رکھتے تمہارے لیے رزق کی سو تلاش کرو اللہ کے پاس رزق اور عبادت کرو اس کی اور شکر گزاری کرو اس کی۔ اس کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ اور اگر تم جھٹلاؤ گے تو جھٹلایا ہے بہت سی قوموں نے تم سے پہلے۔ اور نہیں ہے رسول کے ذمہ مگر پہنچا دینا کھلا کھلا۔ کیا نہیں دیکھا انہوں نے کیسے شروع کرتا ہے اللہ پیدائش کو پھر اعادہ کرتا ہے اس کا۔ بلاشبہ یہ اللہ پر آسان ہے۔ تو کہہ چلو زمین میں پھر دیکھو کیسے شروع کی پیدائش پھر اللہ اٹھائے گا اٹھانا دوسری مرتبہ کا، بلاشبہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ عذاب دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور رحم کرتا ہے جس پر چاہتا ہے اور اسی کی طرف تم پلٹائے جاؤ گے۔ اور نہیں ہو تم عاجز کر دینے والے) اللہ کو (زمین میں اور نہیں ہو تم عاجز کرنے والے آسمان میں اور نہیں ہے تمہارے لیے اللہ کے سوا کوئی حمایتی اور نہ کوئی مددگار۔ اور وہ لوگ جنہوں نے انکار کیا اللہ کی آیتوں کا اور اس کی ملاقات کا یہ لوگ مایوس ہو گئے میری رحمت سے اور ان لوگوں کے لیے عذاب ہو گا دردناک۔ تو نہیں تھا جواب اس کی قوم کا مگر یہ کہ انہوں نے کہا کہ قتل کر دو اس کو یا جلا دو اس کو، تو بچایا اس کو اللہ نے آگ سے۔ بلاشبہ اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان و یقین لاتے ہیں۔ اور کہا (ابراہیم نے) محض بنا لیے ہیں تم نے اللہ کے علاوہ بت دوستی سے آپس کی حیات دنیوی میں پھر قیامت کے دن انکار کرو گے ایک دوسرے کا اور لعن طعن کرو گے ایک دوسرے پر اور تمہارا ٹھکانا آگ ہے اور نہ ہوں گے تمہارے لیے مددگار۔ سو ایمان لایا اس پر لوط اور کہا (ابراہیم نے) میں چھوڑنے والا ہوں اپنا وطن اپنے رب کی خوشنودی کے لیے۔ بلاشبہ وہی زبردست ہے حکمت والا ہے۔ اور ہدیہ میں دیے ہم نے ابراہیم کو اسحاق اور یعقوب اور رکھ دی اس کی اولاد میں نبوت اور کتاب اور دیا ہم نے اس کو اس کا اجر دنیا میں اور وہ آخرت میں نیک لوگوں میں سے ہے۔

تفسیر: اور بھیجا ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف رسول بنا کر۔ اور یاد کرو (جب انہوں نے اپنی قوم) والوں (سے کہا کہ صرف اللہ کی عبادت کرو اور صرف اسی سے ڈرو۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم سمجھتے ہو۔ اللہ کے سوا تم محض پوجتے ہو بتوں کو اور جھوٹ گھڑتے ہو) جس کی تفصیل یہ ہے کہ تم جھوٹے عقیدے تراشتے ہو اور جھوٹے خیالات و اوہام کی پیروی کرتے ہو چنانچہ اپنے ہاتھوں سے یہ بت بنا لیے ہیں جنہیں جھوٹ موٹ خدا کہنے لگے۔ اسی طرح بہت سے لوگ اپنی

روزی کے پیچھے اپنا ایمان ضائع کر دیتے ہیں (اور تم) بھی رزق کی خاطر (جن ماسوا اللہ کی پوجا کرتے ہو وہ تمہارے لیے رزق کی ملکیت) و قدرت (نہیں رکھتے۔ سو تم اللہ کے پاس رزق تلاش کرو) اور جان لو کہ مخلوق کو رزق صرف اللہ دیتا ہے لہٰذا (اسی کی عبادت کرو اور اس کے شکر گزار بنو۔ اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے) اور اپنے کئے کی جزا پاؤ گے (اور اگر تم نے) مجھے (جھٹلایا تو) تمہارا یہ عمل کوئی انوکھا نہیں ہے، تم سے پہلے جو امتیں ہوئیں انہوں نے بھی) اپنے رسولوں کو (جھٹلایا تھا) تمہارے جھٹلانے سے میرا کچھ نہیں بگڑا اور پہلی امتوں کے جھٹلانے سے ان کے رسولوں کا کچھ نہیں بگڑا اور نقصان جھٹلانے والوں کا ہوتا ہے کیونکہ رسول کی ذمہ داری فقط اتنی ہوتی ہے کہ وہ اپنی قوم کو اللہ کا پیغام پوری بسط و شرح کے ساتھ کھلا کھلا پہنچا دے) اور انہوں نے اپنی ذمہ داری پوری کر لی لیکن قوم نے اپنی ذمہ داری پوری نہیں کی جو یہ تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کی نشانیوں کو دیکھ کر یا رسولوں کے تنبیہ کرنے پر مذکورہ نشانیوں پر غور کرتے اور صحیح نتیجہ نکالتے۔ مذکورہ نشانیوں میں سے ایک نشانی خود تمہاری اپنی ذات ہے۔ (کیا انہوں نے) اپنی ذات پر (غور نہیں کیا کہ) پہلے یہ کچھ نہ تھے پھر (کیسے اللہ نے ان کی تخلیق کو شروع کیا پھر) اسی طرح ان کے مرنے کے بعد (ان کو دوبارہ زندہ کرے گا۔ یہ سب کچھ اللہ پر) یکساں (آسان ہے)۔ البتہ تمہارے سمجھنے کی بات ہے کہ جس ذات نے نمونہ کے بغیر ایک چیز کو بنایا نمونہ قائم ہونے کے بعد بنانا تو اور زیادہ آسان ہوتا ہے (آپ ان لوگوں سے کہیے کہ) اب اپنی ذات کو چھوڑ کر (زمین میں چلو پھرو اور) دوسری چیزوں کی پیدائش میں (غور کرو کہ اللہ تعالیٰ نے) کیسی کیسی مخلوق کو پیدا کیا اور کس طرح ان کی پیدائش کو شروع کیا۔ (پھر اللہ پیدا کرے گا آخری پیدائش) کیونکہ اس کی قدرت تو پہلی دفعہ کی طرح موجود ہے (اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ) اپنی قدرت سے (جس کو چاہے عذاب دے اور جس پر چاہے رحم کرے اور) اس جزا و سزا کے لیے (تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے) اور تم یہ خیال کرو کہ اگر قیامت کا دن ہوا تو تم کس کونے کھدرے میں اپنے آپ کو چھپا کر بچا لو گے (تو یاد رکھو کہ تم نہ تو زمین) کے کسی کونے (میں) چھپ کر (اللہ کو عاجز کر سکتے ہو اور نہ ہی آسمان) کی کسی بلندی (میں) چھپ کر عاجز کر سکتے ہو (اور تمہارے لیے) اس دن (اللہ کے سوا نہ کوئی حمایتی ہوگا اور نہ کوئی مددگار ہوگا۔ اور جن لوگوں نے اللہ کی آیتوں کا اور اس کی ملاقات کا انکار کیا یہ لوگ میری رحمت سے مایوس ہوں گے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا)۔ ابراہیم علیہ السلام کی تمام معقول باتوں کو اور دلائل و براہین کو سن کر جب ان کے ہم قوم لوگ جواب میں کچھ کہنے سے عاجز ہوئے تو وہ قوت کے استعمال پر اتر آئے اور ان کا جواب صرف یہ ہوا کہ انہوں نے کہا کہ اس (ابراہیم) کو قتل کر دو، اس کو آگ میں جلا دو تو اللہ نے ان کو آگ سے بچا لیا بے

شک اس قصہ میں ایمان والوں کے لیے بڑی نشانیاں ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے سچے بندوں کو بچانا چاہے تو عجیب وغریب طریقوں سے بچا لیتا ہے مثلاً آگ سبب ہے جسم کو جلانے کا۔ اس قصہ میں ابراہیم علیہ السلام کے حق میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے سبب کو معطل کر دیا یعنی آگ کو جلانے نہ دیا۔ آگ سے نکل کر ابراہیم علیہ السلام نے نصیحت کا سلسلہ جاری رکھا اور (فرمایا اے لوگو! تم نے دنیوی زندگی میں اللہ کے سوا بتوں کے نام پر) اسلام کے مقابلہ میں (آپس کی دوستی کی وجہ سے تھان بنا لیے ہیں) لیکن تمہاری یہ سب دوستیاں اور محبتیں چند روزہ ہیں (پھر قیامت کے دن تم ایک دوسرے کے منکر) یعنی دشمن (ہو گے اور تمہارے بعض دوسروں کو لعنت کریں گے)۔ اس آیت کی تفسیر میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ شیطان جن کے نام کے تھان تم نے بنا لیے ہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے منکر ہوں گے کہ ہم نے نہیں کہا تھا کہ ہمیں پوجو۔ اس وقت یہ پوجا کرنے والے ان کو لعنت کریں گے کہ ہماری نذر و نیاز لے کر وقت پڑنے پر پھر گئے ہو (اور تمہارا ٹھکانا) جہنم کی (آگ ہے اور اس وقت کوئی تمہارا مددگار نہ ہوگا) جو جہنم کی آگ سے تم کو بچا لے جیسے میرے پروردگار نے تمہاری آگ سے مجھے بچایا۔ ابراہیم علیہ السلام پر ان کی قوم میں سے تو کوئی ایمان نہ لایا (البتہ) ان کے بھتیجے جن کا نام (لوط) تھا وہ کسی توقف کے بغیر ان پر ایمان لے آئے) دونوں کا وطن عراق کا شہر بابل تھا۔ یہاں جب کوئی اور ایمان نہ لایا تو (ابراہیم) علیہ السلام (نے) اپنے وطن کو چھوڑنے کا فیصلہ کیا اور (کہا کہ میں ہجرت کرتا ہوں اپنے رب کی طرف، بلاشبہ وہی زبردست ہے) اپنے زور سے بابل کے لوگوں پر عذاب نازل کر سکتا تھا لیکن (حکمت والا) بھی (ہے اپنی حکمت کے تقاضے سے قوم کو ویسے ہی چھوڑا اور خود ابراہیم علیہ السلام کو شام کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ (اور ہم نے ابراہیم کو) ان کی اطاعت گزاری پر تین انعام دیئے۔

1- ایک بیٹا اسحاق اور ایک پوتا (یعقوب عطا فرمایا)۔

یعقوب حضرت اسحاق علیہ السلام کے بیٹے تھے اور ان کا لقب اسرائیل تھا اس لیے ان کی اولاد در اولاد کو بنی اسرائیل کہا جاتا ہے۔

2- (اور ہم نے نبوت اور کتاب کو ان کی اولاد میں رکھ دیا۔) اس لیے ابراہیم علیہ السلام کے بعد جو نبی آئے وہ سب ان کی اولاد میں سے ہوئے۔

3- (اور ہم نے دیا ان کو ان کا ثواب دنیا میں اور وہ آخرت میں اعلیٰ درجہ کے نیکو کار لوگوں میں سے ہوں گے)۔

حضرت لوط علیہ السلام کا قصہ

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ ۫ مَا
سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۸﴾ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ
الرِّجَالَ وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ ۙ وَتَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ
الْمُنْكَرَ ؕ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا
بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۹﴾ قَالَ رَبِّ
انْصُرْنِيْ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۳۰﴾ وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَآ
اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مُهْلِكُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ ۚ
اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا ؕ قَالُوْا
نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا ؕ لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۫
كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَلَمَّآ اَنْ جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْٓءَ
بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالُوْا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ ۫
اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَاَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۳۳﴾
اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰٓى اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ
بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَلَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَآ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ
يَّعْقِلُوْنَ ﴿۳۵﴾

ترجمہ: اور لوط کو (یاد کرو) جب کہا اس نے اپنی قوم کو کہ تم آتے ہو بے حیائی کے کام پر نہیں پہل کی تم سے اس میں کسی نے جہان والوں سے۔ کیا تم آتے ہو مردوں پر اور

کاٹتے ہو راہ کو اور آتے ہو اپنی مجلس میں برے کام پر۔ تو نہیں تھا اس کی قوم کا جواب مگر یہ کہ کہا قوم والوں نے تو لے آ ہم پر عذاب الٰہی اگر ہے تو سچوں میں سے۔ کہا لوط نے اے میرے رب مدد کر میری فسادی لوگوں کے خلاف۔ اور جب آئے ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) ابراہیم کے پاس خوشخبری لے کر (تو) کہا ہم ہلاک کرنے والے ہیں اس بستی والوں کو بلاشبہ اس کے رہنے والے ہیں ظالم۔ کہا (ابراہیم نے) اس میں تو لوط بھی ہے۔ (فرشتے) بولے ہم خوب واقف ہیں ان لوگوں سے جو اس میں ہیں۔ ہم ضرور بچا لیں گے اس کو اور اس کے گھر والوں کو سوائے اس کی عورت (یعنی بیوی) کے کہ ہے وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے۔ اور جب آئے ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) لوط کے پاس ناخوش ہوا ان سے اور تنگ ہوا ان کی وجہ سے دل میں اور (فرشتے) بولے نہ خوف کر اور نہ غم کر ہم بچائیں گے تجھ کو اور تیرے گھر والوں کو سوائے تیری عورت کے کہ ہے وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے۔ ہم اتارنے والے ہیں اس بستی والوں پر ایک آفت آسمان سے اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔ اور چھوڑا ہے ہم نے اس کا نشان ان لوگوں کے لیے جو سمجھ رکھتے ہیں۔

تفسیر: اور یاد کرو لوط علیہ السلام کو (جب انہوں نے اپنی قوم) کے لوگوں (سے کہا کہ تم) انتہائی (بے حیائی کا کام کرتے ہو جو تم سے پہلے جہان والوں میں سے کسی نے نہیں کیا)۔ اور پہلے کسی کا نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کی فطرت انسانی کو یہ کام قبول نہیں اور اس سے نفرت ہے ورنہ پہلے لوگوں کی فطرت کبھی تو اس کا تقاضا کرتی (کیا تم) اپنی شہوت پوری کرنے کے لیے (مردوں پر آتے ہو اور) توالد وتناسل کے فطری (راستہ کو کاٹتے ہو) کیونکہ مرد جب مردوں سے اپنی شہوت پوری کریں گے اور عورتوں سے شہوت پوری کرنے کو چھوڑیں گے اور ظاہر ہے کہ اس طرح کرنے سے توالد وتناسل کا سلسلہ کٹ جائے گا۔ اور تمہاری بے حیائی اس درجہ بڑھی ہوئی ہے کہ تم اپنی مجلسوں میں اعلانیہ یہ برائی کرتے ہو)۔ ان کی قوم کے لوگوں کا جواب یہ تھا کہ اگر تم سچے نبی ہو) اور واقعی سچ کہتے ہو (تو) دیر کیا ہے (تم ہم پر عذاب الٰہی لے آؤ)۔ پھر جب وہ لوگ حضرت لوط علیہ السلام کی نصیحت سے مزید تنگ ہوئے تو یہ فیصلہ دیا کہ لوط کے گھرانے کو اس بستی سے نکال دو یہ بڑے پاکباز بنتے ہیں۔ اور جب سمجھاتے سمجھاتے ایک طویل زمانہ گزر گیا تو ان سے اور ان کی آئندہ نسلوں سے بھی مایوس ہو کر (لوط علیہ السلام) نے یہ دعا کی اے میرے رب ان فسادی لوگوں کے مقابلہ میں میری مدد فرمائیے) اور ان پر اپنا عذاب نازل فرمائیے۔ لوط علیہ السلام کی دعا پر فرشتوں کو اس بستی کے تباہ کرنے کا حکم ہوا۔ فرشتے ہمارے حکم سے پہلے ابراہیم علیہ السلام کے پاس گئے اور ان کو بیٹے کی خوشخبری سنائی۔ (اور جب فرشتے خوشخبری لائے ابراہیم علیہ

السلام کے پاس لڑکے کی اور بتایا کہ وہ فرشتے ہیں اور وہ لوط علیہ السلام کی بستی والوں کو ہلاک کرنے والے ہیں کیونکہ بستی والے ظالم) یعنی گناہگار (لوگ ہیں تو ابراہیم علیہ السلام بولے کہ اس میں تو لوط بھی ہیں) ان کا بچاؤ ہوگا یا نہیں اور اگر بچاؤ ہوگا تو قوم پر عذاب ان کی موجودگی میں ہوگا یا انہیں وہاں سے علیحدہ کر کے قوم کو عذاب دینے کی کوئی صورت بنے گی۔ اگر ان کی موجودگی میں عذاب ہوگا تو اس کا ہولناک منظر دیکھنے سے وحشت وگھبراہٹ ہوگی۔ (فرشتے بولے ہم خوب جانتے ہیں ان کو جو اس بستی میں رہتے ہیں) اور جو ان میں خدا کے مجرم ہیں۔ تو ہم ضرور بچالیں گے لوط کو اور ان کے گھر والوں کو سوائے ان کی بیوی کے کہ جو ہوگی پیچھے رہ جانے والوں میں سے) کیونکہ اس پر بھی عذاب آنا ہے۔ (اور جب ہمارے) وہی (فرشتے لوط) علیہ السلام (کے پاس) نہایت حسین وجمیل امردوں کی شکل میں (آئے) تو حضرت (لوط) علیہ السلام نے شروع میں نہیں پہچانا اور سمجھے کہ کچھ مہمان ہیں اس لیے (ان کی وجہ سے پریشان ہوئے اور ان کی وجہ سے تنگ دل ہوئے) کہ اب ان مہمانوں کی عزت قوم کے ہاتھوں سے کیسے بچاؤں گا۔ اگر اپنے یہاں نہ ٹھہراؤں تو اخلاق ومروت اور مہمان نوازی کے خلاف ہے کہ اپنے مہمانوں کی دیکھ بھال نہیں کرتا اور اگر ٹھہراؤں تو مہمانوں کی آبرو کا مسئلہ بنتا ہے۔ لوط علیہ السلام کی پریشانی دیکھ کر (فرشتوں نے ان کو) اپنے فرشتے ہونے کا بتایا اور (تسلی دی کہ آپ نہ خوف کیجئے اور نہ غم کیجئے بلاشبہ ہم آپ کو بھی اور آپ کے گھر والوں کو بھی ضرور بچائیں گے سوائے آپ کی بیوی کے کہ وہ) کفر اور قوم کی حمایت کی وجہ سے (پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہوگی۔ بلاشبہ ہم اتارنے والے ہیں اس بستی والوں پر آسمان سے ایک آفت اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔ اور چھوڑا ہم نے الٹی ہوئی بستیوں کا واضح نشان ان لوگوں کے لیے جو عقل وسمجھ رکھتے ہیں) یہ الٹی ہوئی بستیاں مکہ والوں کو شام کی طرف سفر کرتے ہوئے دکھائی دیتی تھیں۔

شعیب علیہ السلام کا قصہ

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۙ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا
اللّٰهَ وَارْجُوا الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۳۶﴾
فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۳۷﴾

ترجمہ: اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب (کو بھیجا) تو کہا (شعیب نے) اے میری قوم عبادت کرو اللہ کی اور توقع رکھو یوم آخرت کی اور مت پھرو زمین میں فساد

کرتے ہوئے۔ تو جھٹلایا انہوں نے اس (شعیب) کو تو پکڑا ان کو زلزلہ نے اور ہو گئے وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے ہوئے۔

تفسیر: (اور) اہل (مدین کی طرف) ہم نے (ان کے) قومی (بھائی شعیب علیہ السلام کو) رسول بنا کر بھیجا تو انہوں نے (کہا اے میری قوم کے لوگو عبادت کرو صرف اللہ کی اور توقع رکھو) یعنی یقین رکھو (آخرت کے دن کے واقع ہونے کا) اس سے غافل نہ ہو (اور زمین میں فساد مچاتے مت پھرو) مثلاً لین دین میں دھوکہ نہ دو اور سود کا لین دین نہ کرو۔ (پھر جھٹلایا شعیب) علیہ السلام (کو ان کی قوم نے پھر عذاب الٰہی کے طور پر (زلزلہ نے ان کو آن پکڑا) جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ (وہ سب اپنے گھروں ہی میں) مردہ اور (اوندھے پڑے رہ گئے)۔

عاد وثمود قوموں کا قصہ

وَعَادًا وَّثَمُوْدَا۟ وَقَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ ۫ وَزَيَّنَ لَهُمُ
الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ ﴿۳۸﴾

ترجمہ: اور ہلاک کیا عاد کو اور ثمود کو اور کھل چکی ہے تم پر ان کے گھروں سے (ہلاکت)۔ اور مزین کیے ان کے لیے شیطان نے ان کے اعمال پھر روک دیا ان کو راہ سے اور تھے وہ ہوشیار۔

تفسیر: (اور) قوم (عاد کو اور) قوم (ثمود کو) ہم نے جھٹلانے پر ہلاک کیا (اور ان کی بربادی کا حال تم پر ان کے گھروں کے) کھنڈرات (دیکھنے سے کھل چکا ہے) لہٰذا ان سے عبرت حاصل کرو (اور شیطان نے ان قوم والوں کے بداعمال ان کی نظروں میں مزین کر دیے) اور اس طرح سے شیطان نے ان کو راہ راست سے روک دیا ورنہ دنیا کے کاموں میں (وہ بڑے ہوشیار تھے)۔

قارون، فرعون اور ہامان کا قصہ

وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ ۫ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ
فَاسْتَكْبَرُوْا فِى الْاَرْضِ وَمَا كَانُوْا سٰبِقِيْنَ ﴿۳۹﴾ فَكُلًّا اَخَذْنَا
بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ

اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ وَمِنْهُمْ
مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ
يَظْلِمُوْنَ ﴿۴۰﴾

ترجمہ: اور (ہم نے ہلاک کیا) قارون کو اور فرعون کو اور ہامان کو۔ اور آیا ان کے پاس موسیٰ کھلی نشانیاں لے کر پھر تکبر کیا انہوں نے زمین میں اور نہیں تھے وہ سبقت کرنے والے۔ تو ہر ایک کو پکڑا ہم نے اس کے اپنے اپنے گناہ پر۔ تو ان میں سے کوئی تھا بھیجا ہم نے جس پر پتھراؤ اور ان میں سے کوئی تھا پکڑا جس کو چیخ نے اور ان میں سے کوئی تھا کہ دھنسایا جس کو ہم نے زمین میں اور ان میں سے کوئی تھا جس کو غرق کیا ہم نے۔ اور نہیں تھا اللہ کہ ظلم کرتا ان پر ولیکن وہ لوگ خود اپنے اوپر ظلم کرتے تھے۔

تفسیر: (اور) ہم نے ہلاک کیا (قارون کو اور فرعون کو اور ہامان کو۔ لائے ان کے پاس موسیٰ) علیہ السلام (کھلی کھلی نشانیاں لیکن انہوں نے تکبر کیا زمین میں) کہ حق کے سامنے نہ جھکے اور تکبر و غرور نے ان کی گردن نیچے نہ ہونے دی۔ لیکن اس غرور و تکبر کا ان کو فائدہ کیا ہوا۔ جب اللہ کی پکڑ آئی (تو وہ سبقت نہ کر سکے) یعنی اللہ سے آگے بڑھ کر اپنے کو نہ بچا سکے۔ (تو ہم نے ہر ایک کو اس کے جرم کے موافق سزا دی۔ تو ان میں سے بعض پر پتھر برسائے) جیسے قوم لوط پر (اور بعض) وہ تھے جن (کو ایک زوردار چیخ نے پکڑا) جیسے قوم ثمود کو (اور ان میں سے بعض) وہ تھے جن (کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا) جیسے قارون کو (اور ان میں سے کچھ) وہ تھے جن (کو ہم نے) پانی میں (غرق کیا) جیسے فرعون اور ہامان کو۔ (اور اللہ) کی یہ شان (نہیں ہے کہ وہ بے انصافی) اور ظلم کریں لیکن بندے خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے) ہیں یعنی ایسے کام کرتے ہیں جن کا نتیجہ لامحالہ ان کے حق میں برا ہو۔

ربط: پچھلے چند قصوں میں تنبیہ کی گئی کہ سچوں کے مقابلے میں ہمیشہ سے جھوٹے فساد کرتے آئے ہیں لیکن بالآخر ناکام ہوئے۔ اس ناکامی کو ایک مثال سے سمجھاتے ہیں۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ
الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ۭ وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ
الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ

دُوْنِهٖ مِنْ شَیْءٍ ؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۴۲﴾ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ
نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا یَعْقِلُهَاۤ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ﴿۴۳﴾ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۴۴﴾

ترجمہ: مثال ان لوگوں کی جنہوں نے بنائے علاوہ اللہ کے حمایتی جیسے مثال مکڑی کی کہ بنایا اس نے ایک گھر اور بلاشبہ سب سے بودا گھروں میں مکڑی کا گھر ہوتا ہے اگر وہ جانتے ہوتے۔ بے شک اللہ جانتا ہے جس جس کو وہ پکارتے ہیں اس (اللہ) کے سوا کچھ بھی ہو۔ اور وہ زبردست ہے حکمت والا ہے۔ اور یہ مثالیں ہیں ہم بیان کرتے ہیں ان کو لوگوں کے لیے اور نہیں سمجھتے ان کو مگر علم والے۔ پیدا کئے اللہ نے آسمان اور زمین جیسے ہونے چاہئے تھے۔ بے شک اس میں نشانی ہے ایمان والوں کے لیے۔

تفسیر: گھر تو اس لیے ہوتا ہے کہ جان و مال کا بچاؤ ہو نہ مکڑی کا جال کہ ذرا سے جھٹکے سے ٹوٹ پھوٹ جائے۔ (وہ لوگ جنہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اور حمایتی بنا لیے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے مکڑی کی مثال جس نے) اپنے لیے (ایک گھر بنایا۔ (وہ) گھر کیا ہے باریک اور کمزور سے تار کا جالا ہے جو (گھروں میں سے سب سے بودا اور کمزور گھر ہے۔ کاش کہ ان کو خبر ہوتی) کہ گھر تو اسی لیے ہوتا ہے کہ جان و مال کی حفاظت ہو اسی طرح حمایتی تو وہ ہوتا ہے جو دوسروں کے مقابلہ میں تمہاری حفاظت کرے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کو اس بات کا شعور نہیں ہے ورنہ وہ اللہ کو چھوڑ کر ایسوں کو حمایتی نہ بناتے جو اللہ کے مقابلہ میں ان کی کچھ مدد نہ کر سکیں (بے شک اللہ جانتا ہے جس کسی شے کو وہ اللہ کے علاوہ پکارتے ہیں) اللہ کو ان میں سے کسی کی بھی رفاقت نہیں چاہئے کیونکہ (وہ خود زبردست ہے اور) کسی کا بھی مشورہ نہ چاہئے کیونکہ (وہ خود حکیم) مطلق (ہے) اور اللہ تعالیٰ کا مکھی اور مکڑی جیسی مثالیں دینا اس کی عظمت کے منافی نہیں کیونکہ مثال سے غرض اس کی حالت بیان کرنا مقصود ہوتا ہے جس کے لیے وہ مثال دی گئی ہے اس کے حالات مقصود نہیں ہوتے جس نے مثال دی ہے۔ اس لیے مکڑی کے جالے کی مثال ان لوگوں کے حالات بیان کرنے کے لیے ہے جنہوں نے ایسوں کو اپنا حمایتی بنایا ہے جو ان کی کچھ مدد نہیں کر سکتے۔ یہ مثالیں ہم لوگوں سے بیان کرتے ہیں لیکن ان کو وہی لوگ سمجھتے ہیں جو سمجھ والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان کو اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا) یعنی نہایت حکمت سے بنایا بیکار پیدا نہیں کیا اور ان کو اللہ نے اکیلے ہی پیدا کیا تو چھوٹے چھوٹے کاموں میں اسے شریک یا مددگار کی ضرورت کیوں پڑنے لگی۔ (اس تخلیق میں ایمان والوں کے لیے) توحید فی التصرف (کی بڑی نشانی ہے)۔

ربط: اوپر تصرف میں توحید کا ذکر ہوا۔ اس کے مقابلہ میں تصرف میں شرک کا بودا پن ظاہر کیا۔ ہر قسم کا تصرف صرف اللہ کے لیے ماننا اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ عبادت بھی صرف اللہ کے لیے ہو۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ کو اس کی تاکید کی گئی۔ عبادات میں سب سے اہم نماز ہے اور اس کا بھی جزو اعظم قرآن پاک کی تلاوت ہے۔ آگے ان دونوں کی اہمیت کا بیان ہے۔ تلاوت قرآن کی ایک غرض یہ بھی ہے کہ دوسروں کو سنایا جائے تاکہ وہ سن کر ایمان لائیں۔ لیکن بعض لوگ قرآن کو سن کر اثر لینے کے بجائے تلاوت کرنے والوں سے الجھتے ہیں۔ ان کا مقابلہ کرنے کے لیے ہدایت دی کہ جب ایسے لوگوں سے مناظرہ کرو تو ہر ایک کے حسب حال کرو۔ سب کے ساتھ ایک جیسا معاملہ کرنا درست نہیں۔

اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ۭ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ ۭ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ۝۴۵

ترجمہ: تو پڑھ جو وحی کی گئی تیری طرف کتاب اور قائم رکھ نماز کو بلاشبہ نماز روکتی ہے بے حیائی سے اور بری بات سے اور ذکر الٰہی تو بڑی بات ہے اور اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔

تفسیر: اے رسول عبادت کی اہمیت کے پیش نظر ہم آپ کو دو نصیحتیں کرتے ہیں:

پہلی نصیحت

(آپ قرآن کی تلاوت کرتے رہئے جو آپ کی طرف وحی کیا گیا ہے) کیونکہ اس کے بہت سے فائدے ہیں مثلاً:

i- اس سے دل مضبوط ہوتے ہیں۔

ii- اس کی تلاوت اور اس پر غور وفکر کرنے سے ثواب بھی ملتا ہے اور معارف وحقائق بھی کھلتے ہیں۔

iii- دعوت واصلاح کا فریضہ حسن وخوبی سے انجام پاتا ہے۔

دوسری نصیحت

(اور آپ نماز کو قائم رکھئے) اس کی اہمیت اس بات میں ہے کہ (وہ بے حیائی سے اور برے کاموں سے روکتی ہے)۔ یہ روکنا دو طریقوں سے ہوتا ہے:

پہلا طریقہ

سبب ومسبب کے طریقہ سے۔ جیسے آگ سبب ہے کپڑے کو جلانے کا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے

نماز میں تاثیر رکھی ہے کہ وہ نمازی کو گناہوں اور برائیوں سے روک دے جیسے کسی دوا کا استعمال بخار کو روک دیتا ہے۔لیکن یہ بات پیش نظر رہے کہ یہ ضروری نہیں کہ دوا کی صرف ایک خوراک بیماری کو روکنے کے لیے کافی ہو جائے۔بعض دوائیں خاص مقدار میں اور خاص مدت تک بلا ناغہ اور پورے اہتمام سے کھائی جاتی ہیں اور پرہیز بھی پوری کی جاتی ہے تب کہیں جا کر ان دواؤں کا نمایاں اثر سامنے آتا ہے۔ اسی طرح نماز بھی قوی الاثر دوا ہے جو روحانی بیماریوں کو روکنے میں اکسیر ثابت ہوتی ہے۔نماز اور اس کا اثر اپنی جگہ لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ روحانی اطباء کی تجویز کردہ ہدایات کے تحت ایک خاص مدت تک بلا ناغہ ادا کی جائے۔اس کے بعد مریض خود محسوس کرے گا کہ نماز کس طرح نمازی کی پرانی بیماریوں کو دور کرتی ہے۔

دوسرا طریقہ

نماز کا برائیوں سے روکنا خود نماز کا اپنا تقاضا ہے یعنی نماز کی ہر ایک ہیئت اور اس کا ہر ایک ذکر تقاضا کرتا ہے کہ جو انسان بھی ابھی بارگاہ الٰہی میں اپنی بندگی اور فرمانبرداری اور عاجزی کا اور اللہ تعالیٰ کی خدائی اور ربوبیت اور حکومت وشہنشاہی کا اقرار واظہار کر کے آیا ہے مصلے اور مسجد سے اٹھنے کے بعد نافرمانی، اور بدعہدی اور شرارت نہ کرے۔گویا نمازی کی ہر ایک ادا اس کو ہر روز پانچ وقت حکم دیتی ہے کہ او بندگی اور بندگی کا دعویٰ کرنے والے واقعی بندوں اور غلاموں کی طرح رہ اور نماز بزبان حال مطالبہ کرتی ہے کہ بے حیائی اور شرارت اور سرکشی سے باز آ۔اب کوئی باز آئے یا نہ آئے مگر نماز بلاشبہ اسے روکتی ہے۔

البتہ ہر نماز کا روکنا اور منع کرنا اسی درجہ تک ہوگا جہاں تک اس کے ادا کرنے میں خدا کی یاد سے غفلت نہ ہو کیونکہ نماز محض چند مرتبہ اٹھنے بیٹھنے کا نام نہیں ہے۔اس میں سب سے بڑی چیز خدا کی یاد ہے۔دوسری جگہ ارشاد ہے اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکۡرِیۡ یعنی نماز کو میری یاد کے لیے قائم کرو۔نمازی نماز کے ارکان ادا کرتے وقت اور قراءت اور دعا وتسبیح کرتے وقت جتنا حق تعالیٰ کی عظمت وجلال کو مستحضر رکھے گا اتنا ہی اس کا دل نماز کے برائی سے منع کرنے کی آواز کو سنے گا اور اسی قدر اس کی نماز برائیوں کو چھڑانے میں مؤثر ثابت ہوگی۔ورنہ وہ نماز جو غافل دل کے ساتھ پڑھی جائے وہ تو منافقوں کی نماز کے مشابہ ہوتی ہے۔

اور نماز برائی سے کیوں نہ روکے جب کہ وہ اللہ کو یاد کرنے کی بہترین صورت ہے (اور اللہ کی یاد بہت بڑی چیز ہے) یہ وہ چیز ہے جسے نماز اور جہاد وغیرہ تمام عبادات کی روح کہہ سکتے ہیں۔یہ نہ ہو تو

جسد بے روح ہے۔ اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ ذکر اللہ سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں اصلی فضیلت اسی کو ہے۔ (اور اللہ خوب جانتا ہے جو تم کرتے ہو) یعنی یہ کہ تم میں سے کون کتنا ذکر کرتا ہے اور کون غفلت میں وقت گزارتا ہے۔ لہٰذا ذاکر اور غافل میں سے ہر ایک کے ساتھ اللہ کا معاملہ بھی جدا جدا ہوگا۔

کافروں کے ساتھ مناظرہ کے آداب

وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ
اَحْسَنُ ۖ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ
اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۴۶﴾
وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ
يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۚ وَمِنْ هٰٓؤُلَاۗءِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ ۭ وَمَا يَجْحَدُ
بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ
كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۴۸﴾ بَلْ
هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ۭ وَمَا يَجْحَدُ
بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۹﴾

ترجمہ: اور مت جھگڑا کرو اہل کتاب سے مگر اس طرح سے جو بہتر ہو مگر جنہوں نے ظلم کیا ان میں سے۔ اور کہو ہم ایمان لائے اس پر جو نازل کیا گیا ہماری طرف اور جو نازل کیا گیا تمہاری طرف اور ہمارا معبود اور تمہارا معبود ایک ہے اور ہم اسی کے تابعدار ہیں۔ اور اسی طرح اتاری ہم نے تیری طرف کتاب۔ تو وہ لوگ دی ہم نے جن کو کتاب ایمان رکھتے اس پر۔ اور ان لوگوں میں سے کچھ وہ ہیں جو ایمان رکھتے ہیں اس (کتاب) پر۔ اور نہیں انکار کرتے ہماری آیتوں کا مگر نافرمان لوگ۔ اور نہ پڑھتا تھا تو اس سے پہلے کوئی کتاب اور نہ لکھتا تھا تو اپنے داہنے ہاتھ سے تب البتہ شبہ میں پڑ جاتے باطل (جھوٹے) لوگ۔ بلکہ یہ (قرآن) تو آیتیں ہیں کھلی ہوئی ان لوگوں کے سینوں میں جو دیئے گئے علم۔

اور نہیں انکار کرتے ہماری آیتوں کا مگر ظالم لوگ۔

تفسیر: مکہ کے بت پرستوں کا دین اصل ہی سے غلط تھا جب کہ اہل کتاب، یعنی یہودیوں اور عیسائیوں کا دین اصل میں تو سچا تھا لیکن ان کے علماء کے تحریف کرنے سے اب وہ سچا نہ رہا تھا۔ لہٰذا اے مسلمانو! تم اہل کتاب سے مکہ کے بت پرستوں کی طرح مناظرہ مت کرو کہ جیسے بت پرستوں کو کہتے ہو کہ تمہارے دین کی صحیح جڑ ہی نہیں ہے اسی طرح اہل کتاب کو بھی یہ کہنے لگو کہ تمہاری جڑ ہی باطل ہے تو بات غلط ہو جائے گی کیونکہ اصل سے تو ان کا دین بھی حق تھا۔ لہٰذا اے مسلمانو! (اہل کتاب سے مناظرہ کرو تو بھلے طریقے سے کرو) جو یہ ہے کہ تم ان کو نرمی، خیر خواہی اور صبر و تحمل سے حق بات سمجھاؤ۔ (مگر ان میں سے جو کھلی نا انصافی) یعنی دشمنی اور ہٹ دھرمی (کریں) ان کے ساتھ مناسب سختی کا برتاؤ کر سکتے ہو۔ (اور) اے مسلمانو! ان بے انصافوں سے (کہہ دو کہ) تم نہ مانو تو تم جانو (ہم تو ایمان لائے اس) قرآن (پر جو نازل کیا گیا ہماری طرف اور اس) تورات و انجیل پر جو نازل کی گئیں تمہاری طرف اور ہمارا معبود اور تمہارا معبود ایک ذات ہے اور ہم اس کے تابعدار ہیں)۔ غرض دو باتوں میں ہم مشترک ہیں یعنی (i) ہم دونوں پر ایک خدا کی کتابیں نازل کی گئی ہیں اور (ii) ہمارا معبود اور تمہارا معبود ایک ذات ہے۔ پھر ہم دونوں دو باتوں میں مختلف ہیں۔ وہ یہ کہ (i) ہم تنہا ایک ذات کے حکم پر چلتے ہیں جب کہ تم اس ایک ذات کے ساتھ دوسروں کے لیے بھی خدائی حقوق اور خدائی اختیارات مانتے ہو۔ مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام کے لیے یا اپنے احبار و رہبان کے لیے۔ اور (ii) ہم اس ایک خدا کے تمام احکام کو مانتے ہیں، سب پیغمبروں کی تصدیق کرتے ہیں، سب آسمانی کتابوں کو حق سمجھتے ہیں اور اس کے آخری دین کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہیں جب کہ اس کے برعکس تم کچھ کو مانتے ہو کچھ کو نہیں مانتے مثلاً تم میں سے یہودی تورات کو مانتے ہیں انجیل اور قرآن کو نہیں مانتے اور تم میں سے عیسائی تورات و انجیل کو مانتے ہیں قرآن کو نہیں مانتے جب کہ مسلمان تینوں کتابوں کو مانتے ہیں۔ اہل کتاب کا قرآن کو نہ ماننا حیرت انگیز ہے کیونکہ (اور) جیسے ہم نے گزشتہ انبیاء پر کتابیں اور صحیفے یکے بعد دیگرے اتارے (اسی طرح ہم نے آپ کی طرف) بھی قرآن نامی (کتاب اتاری) تو آپ ان سے کہہ دیجئے کہ پھر تمہیں اس کو قبول کرنے میں تردد کیوں ہے۔ اور تم نے پچھلی کتابوں کے مقابلہ میں اس قرآن میں کیا کمی دیکھی ہے؟

(تو جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی) مراد ہیں اہل کتاب جن کو تورات اور انجیل دی گئی اور ان لوگوں نے اپنی کتاب کو ٹھیک ٹھیک سمجھا اور وہ انصاف سے کام لیتے ہیں (وہ اس کتاب) یعنی قرآن (کو بھی مانتے ہیں) اور کیوں نہ مانیں جب کہ وہ انصاف پسند ہیں اور انصاف تقاضا کرتا ہے کہ قرآن کو مانا

جائے۔ (اور) نہ صرف اہل کتاب بلکہ (عرب کے بعض لوگ) جن کو سابقہ کتابوں کا کچھ علم نہیں ہے وہ (بھی اس قرآن کو مانتے جا رہے ہیں)۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن پاک میں (ہماری) آیتیں ہیں جو اتنی واضح ہیں کہ ان (آیتوں) کا انکار صرف وہ لوگ ہی کرتے ہیں جو سخت (کافر ہیں) اور جنہوں نے طے کر لیا ہے کہ خواہ کچھ بھی ہو وہ نہ مانیں گے۔

نزول قرآن سے پہلے آپ ﷺ نے اپنی زندگی کے چالیس سال مکہ والوں کے درمیان گزارے۔ وہ سب جانتے تھے کہ اس مدت میں آپ نے کسی استاد سے نہ پڑھنا سیکھا نہ لکھنا سیکھا۔ اس وجہ سے (نزول قرآن سے پہلے نہ آپ کوئی کتاب پڑھتے تھے اور نہ آپ اپنے داہنے ہاتھ سے لکھتے تھے)۔ مراد یہ ہے کہ آپ لکھنا پڑھنا سرے سے جانتے ہی نہ تھے۔ (ورنہ باطل پرستوں کو) یہ (شبہ نکالنے کا موقع حاصل ہو جاتا) کہ پہلے لوگوں کی کتابیں پڑھ کر ایک فلسفہ بنا لیا اور اس کو اپنی عبارت میں اور اپنے الفاظ میں لوگوں کے سامنے پیش کر دیا ہے حالانکہ اگر آپ نے لکھنا پڑھنا سیکھا ہوتا تب بھی اس شبہ کی گنجائش نہ ہوتی کیونکہ قرآن کا یہ چیلنج ہے کہ اس کی ایک سورت جیسی کوئی نہیں بنا سکتا اور دنیا میں بڑے بڑے تعلیم یافتہ انسان ہوتے رہے لیکن ان میں سے کوئی بھی اس چیلنج کا جواب نہ بنا سکا۔

(بلکہ) قرآن پاک کی ایک اور خوبی یہ ہے کہ (یہ صاف صاف آیتیں ہیں) جو ہماری طرف سے وحی ہے اور (ان لوگوں کے سینوں میں ہیں جو علم دیئے گئے) اور آگے بھی سینہ بسینہ چلیں گی اور حفاظ و قراء کے سینے اس قرآن کے الفاظ و معانی کی حفاظت کریں گے۔ یہ کتاب مسلمانوں کے اس کو حفظ کرنے سے باقی ہے اس کو لکھنا امر زائد ہے۔ پچھلی کتابیں حفظ نہ کی جاتی تھیں اس لیے ان میں تحریف آ گئی۔ (اور ہماری آیتوں کا انکار صرف وہی لوگ کرتے ہیں جو بے انصاف ہیں) کیونکہ جو شخص یہ ٹھان لے کہ میں کبھی سچی بات نہ مانوں گا تو اس کا تو کوئی علاج نہیں ہے۔

ربط: اوپر قرآن پاک کے معجزہ ہونے کو اجاگر کیا گیا اور اس پر ایمان لانے کی متعدد طریقوں سے ترغیب دی گئی۔ لیکن کافر ایمان لانے پر تیار نہیں اور وہ اس بڑے معجزے کی ناقدری کرتے ہیں اور دوسری نشانیوں کا مطالبہ کرتے ہیں۔ کافروں کے اس مطالبہ کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَقَالُوا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ
رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۰﴾
اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ

فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٥١﴾ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ
بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ شَهِيْدًا ۚ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوْا بِاللّٰهِ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿٥٢﴾

ترجمہ: اور کہتے ہیں کیوں نہیں نازل کی گئیں اس پر کچھ نشانیاں اس کے رب کی جانب سے۔تو کہہ نشانیاں ہیں صرف اللہ کے پاس اور میں تو صرف ڈرانے والا ہوں کھلا۔کیا کافی نہیں ہے ان کے لیے کہ اتاری ہم نے ان پر کتاب (جو) پڑھی جاتی ہے ان پر۔ بلاشبہ اس میں رحمت اور سمجھ ہے ان لوگوں کے لیے جو ایمان رکھتے ہیں۔تو کہہ کافی ہے اللہ میرے درمیان اور تمہارے درمیان گواہ۔ وہ جانتا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں۔اور وہ لوگ جو ایمان رکھتے ہیں باطل پر اور انکار کرتے ہیں اللہ کا وہی لوگ ہیں نقصان والے۔

تفسیر: (اور) کافر (کہتے ہیں کہ ان کے رب کی جانب سے ان پر کچھ) ایسی (نشانیاں کیوں نہیں اتاری جاتیں جن کا ہم مطالبہ کرتے ہیں۔ (آپ) جواب میں (کہئے کہ سب نشانیاں صرف اللہ کے قبضہ) و اختیار (میں ہیں) اور میرے قبضہ و اختیار میں نہیں ہیں۔ میں تو محض کھلا کھلا ڈرانے والا ہوں) کہ بدی کے نتائج سے تم کو صاف لفظوں میں آگاہ کرتا ہوں۔ باقی اللہ تعالیٰ میری تصدیق کے لیے جو چاہے نشانی دکھا دے یہ اس کے اختیار میں ہے۔آپ ان سے یہ بھی کہئے کہ (کیا ان کے لیے یہ نشانی کافی نہیں کہ ہم نے آپ پر کتاب نازل کی جو ان پر) رات دن (پڑھی جاتی ہے۔اور بلاشبہ اس کتاب میں ماننے والوں کے لیے رحمت اور سمجھ ہے) کیا دیکھتے نہیں کہ اس کتاب کے ماننے والے کس طرح سمجھ حاصل کرتے جاتے ہیں اور اللہ کی رحمت سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ (آپ) یہ بھی (کہہ دیجئے کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ کافی گواہ ہے کیونکہ (آسمانوں اور زمین کے درمیان جو کچھ ہے اللہ اس کو خوب جانتا ہے) جس میں یہ بھی شامل ہے کہ میں اللہ کے رسول ہونے کا کھلا دعویٰ کر رہا ہوں اور وہ میرے رفقاء کی تعداد روز بروز بڑھا رہا ہے۔ یہ میرے دعوے کی اللہ کی جانب سے عملی تصدیق ہے۔اسی طرح اللہ نے میری زبان پر (اور) میرے ہاتھوں پر بھی معجزے قائم کئے جو میری صداقت پر دلیل ہیں۔اس کے باوجود (جو لوگ باطل) اور جھوٹی بات کو خواہ اس کا جھوٹا ہونا کتنا ہی واضح ہو اس (کو فوراً مان لیتے ہیں اور اللہ) جیسی واضح ذات (کا انکار کرتے ہیں یہی لوگ نقصان والے ہیں)۔

ربط: جس قوم کی طرف رسول کو بھیجا گیا ہو اور انہوں نے قوم کو دنیا و آخرت کے عذاب سے

ڈرایا ہوتو قوم کے ہٹ دھرم لوگ دوطرح سے ہٹ دھرمی دکھاتے تھے۔ایک یہ کہ مختلف معجزے دکھانے کی فرمائش کرتے تھے لیکن مان کر نہ دیتے تھے اور دوسرے یہ کہ زچ کرنے کی خاطر رسول سے بار بار مطالبہ کرتے تھے کہ اگر تم سچے ہوتو جس عذاب کا ڈراوا دیتے ہو وہ جلدی لے آؤ۔عرب کے بت پرستوں نے بھی یہی روش اختیار کی ہوئی تھی۔

وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۭ وَلَوْلَآ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ ۭ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۳﴾ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۭ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۴﴾ يَوْمَ يَغْشٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَيَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۵﴾

ترجمہ: اور یہ جلدی مانگتے ہیں تجھ سے عذاب۔اور اگر نہ ہوتا ایک وقت مقرر تو آ چکا ہوتا ان پر عذاب اور وہ آتا ان پر اچانک اور ان کو پتا بھی نہ چلتا۔ یہ جلدی مانگتے ہیں تجھ سے عذاب اور بلاشبہ جہنم گھیرے ہوئے ہے کافروں کو۔جس دن ڈھانپ لے گا ان کو عذاب ان کے اوپر سے اور ان کے پیروں کے نیچے سے اور کہے گا (اللہ) چکھو اس کو جو تم کرتے تھے۔

تفسیر: (اور) کافر (جلدی مانگتے ہیں آپ سے) دنیوی عذاب اور کہتے ہیں اگر ہم باطل پر ہیں تو ہم پر دنیا میں کوئی آفت کیوں نہیں آتی۔آپ ان سے کہئے کہ جلدی مت کرو۔ہم نے ہر چیز کا وقت متعین کر رکھا ہے (اور اگر اس کے لیے وقت مقرر نہ ہوتا تو ان پر عذاب آ چکا ہوتا) لہٰذا وہ (عذاب) اپنے وقت متعین پر ان پر اچانک آ کے رہے گا اور ان کو پتہ بھی نہ چلے گا۔اس امت کا عذاب یہی تھا کہ مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوتے یا قیدی بنتے۔سو فتح مکہ کے موقع پر مکہ کے لوگ بے خبر رہے یہاں تک کہ مسلمانوں کا لشکر ان کے سر پر آ کھڑا ہوا۔یہ تفصیل دنیا کے عذاب کی ہوئی۔

آگے آخرت کے عذاب کا ذکر کرتے ہیں کہ (کافر آپ سے جلدی مانگتے ہیں) آخرت کا (عذاب) بھی۔آخرت کے عذاب کا مطالبہ تو کافر فضول ہی کرتے ہیں کیونکہ آخرت کے عذاب میں تو یہ اب بھی پڑے ہیں یہ اس طرح کہ کفر اور دیگر اعمال بد جو یہ کرتے ہیں یہ اعمال ہی سانپ اور بچھو بن کر ان سے لپٹیں گے۔تو یہ کہنا بھی بجا ہے کہ (جہنم ان کافروں کو) فی الحال بھی (گھیرے ہوئے ہے۔اور

قیامت کا دن بھی وہ دن ہے کہ (اس دن ڈھانپ لے گا ان کو عذاب ان کے اوپر سے بھی اور ان کے پاؤں کے نیچے سے بھی اور اللہ کہے گا کہ جو عمل تم دنیا میں کرتے تھے اب ان) کے وبال (کو چکھو)۔

ربط: اوپر ہٹ دھرم کافروں کی روش کا ذکر ہوا۔ آگے تقابل کے طور پر ان لوگوں کا ذکر کرتے ہیں جو رسول کے کہے پر ایمان لائے اور ہٹ دھرم کافروں کی دی ہوئی تکلیفوں کو برداشت کرتے رہے۔ ان کو ہجرت کی ترغیب دی گئی۔

يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ
وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۚ
ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ
خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿۵۸﴾ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى
رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَاۗبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۡ
اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۶۰﴾

ترجمہ: اے میرے بندو جو ایمان لائے بلاشبہ میری زمین وسیع ہے تو صرف میری عبادت کرو۔ ہر نفس چکھنے والا ہے موت کو پھر ہماری طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل کئے نیک ہم ضرور ٹھکانا دیں گے ان کو جنت کے بالا خانوں میں بہتی ہیں جن کے نیچے نہریں ہمیشہ رہیں گے ان میں۔ اچھا ہے اجر نیک عمل کرنے والوں کا جنہوں نے صبر کیا اور جو اپنے رب پر توکل کرتے ہیں اور کتنے ہی جانور ہیں جو نہیں اٹھائے پھرتے اپنا رزق۔ اللہ رزق دیتا ہے ان کو بھی اور تم کو بھی اور وہ سننے والا جاننے والا ہے۔

تفسیر: ایمان اختیار کرنے والوں کو ہٹ دھرم کافر سخت ایذا پہنچاتے تھے اور اللہ کی عبادت سے روکتے تھے ان سے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، (اے میرے بندو جو ایمان لائے) اگر کافر تم پر تشدد کرتے ہیں اور تم کو سخت تکلیفیں دیتے ہیں تو (بلاشبہ میری زمین وسیع ہے) اپنے ملک یا شہر کو چھوڑ کر کسی دوسرے ملک یا شہر کی طرف ہجرت کر جاؤ جہاں تمہیں اپنے طریقے پر عبادت کرنے کی آزادی ہو (اور) وہاں (صرف میری ہی عبادت کرنا) اور اگر اپنا وطن چھوڑنا اور رسول اللہ ﷺ کی جدائی اختیار کرنا تم کو

بھاری معلوم ہوتو یاد رکھو کہ (ہر شخص نے موت کو چکھنا ہے) یعنی ہر شخص کو موت آنی ہے اور موت آنے پر تم کو اپنے وطن اور اپنے رشتہ داروں کو چھوڑنا ہی پڑے گا۔ البتہ دونوں میں اتنا فرق ہے کہ ہجرت میں چھوڑنا اپنے اختیار سے ہوتا ہے جب کہ موت سے چھوڑنا غیر اختیاری ہوتا ہے۔ تو اے میرے بندو یہ سمجھ لو کہ بندگی اس کو کہتے ہیں کہ بندہ اپنی خوشی اور اپنے اختیار سے ان چیزوں کو چھوڑ دے جو اللہ تعالیٰ کی بندگی میں رکاوٹ بنتی ہیں مثلاً وطن اور رشتہ دار اور مال و جائیداد۔ اور تمہاری تھوڑی سی زندگی ہے جیسے ہو صبر و شکر کے ساتھ گزار لو۔ (پھر) بالآخر تم سب مسلمان ہو یا کافر ہر ایک کو موت آنی ہے اور قیامت کے دن دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے اور (ہماری طرف واپس لوٹائے جاؤ گے) تا کہ اعمال کی جزا و سزا پاؤ۔ (اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کو ہم جنت کے بالا خانوں میں ٹھکانا دیں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ کے لیے رہیں گے۔ کیا ہی اچھا ہے اجر نیک عمل کرنے والوں کا)۔ رہی یہ بات کہ ہجرت کے بعد ان کی روزی کا کیا سلسلہ بنے گا تو اس بارے میں تسلی دیتے ہیں کہ (کتنے ہی جانور ایسے ہیں جو) اگلے دن کی (اپنی روزی اٹھائے نہیں پھرتے) لیکن (اللہ تعالیٰ ان کو بھی) روزانہ کی (روزی دیتے ہیں اور تم کو بھی دیتے ہیں اور) وہی اس لائق ہے کہ اس پر بھروسہ کیا جائے کیونکہ (وہ سب کچھ سنتا ہے سب کچھ جانتا ہے)۔

ربط: اوپر بتایا کہ اللہ پر توکل کرنا چاہئے آگے بتاتے ہیں کہ توکل صرف اللہ پر کیا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو سب طرح کی قدرت بھی حاصل ہے اور وہ دیگر تمام صفات کمال سے متصف بھی ہے۔

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ
مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ
لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ ۖ فَأَنّٰى يُؤْفَكُونَ ﴿٦١﴾ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ
يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ۚ إِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿٦٢﴾
وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ
مِنْ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ ۚ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ
لَا يَعْقِلُونَ ﴿٦٣﴾ وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ إِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ۚ وَ
إِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۚ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿٦٤﴾

ترجمہ: اور اگر تو سوال کرے ان سے کس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو اور (کس نے) مسخر کیا سورج کو اور چاند کو تو یہ ضرور کہیں گے اللہ نے۔ تو کہاں الٹ جاتے ہیں۔ اللہ پھیلاتا ہے رزق کو جس کے لیے چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے اور تنگ کرتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے۔ بلاشبہ اللہ ہر چیز سے باخبر ہے اور اگر تو پوچھے ان سے کس نے اتارا آسمان سے پانی پھر زندہ کیا اس کے ذریعہ زمین کو بعد اس کی موت کے تو ضرور کہیں گے اللہ نے۔ تو کہہ دے تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔ پر ان کے اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔ اور نہیں ہے یہ حیات دنیوی مگر تماشہ اور کھیل اور بلاشبہ دار آخرت وہی ہے اگر یہ جانتے ہوتے۔

تفسیر: (اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ بتاؤ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا اور سورج اور چاند کو کس نے مسخر کیا) یعنی رزق کے آسمانی اور زمینی اسباب کو کس نے بنایا۔ یہ سب جانتے ہیں کہ ان کو پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور نہیں اس لیے یہ مجبور ہیں کہ جواب میں (کہیں کہ اللہ نے) ان کو پیدا کیا۔ پھر جب سب کچھ اللہ نے پیدا کیا ہے تو تمہارا رزق بھی اس نے پیدا کیا ہے جو وہ تم تک پہنچاتا بھی ہے تو تم اس پر توکل اور بھروسہ کیوں نہیں کرتے۔ اور اللہ جیسے خالق ہے اسی طرح رازق بھی ہے اس لیے وہ اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے رزق تنگ کرتا ہے۔ بلاشبہ اللہ ہر چیز) کے حال (سے واقف ہے) جیسی حکمت و مصلحت دیکھتا ہے ویسے ہی روزی دیتا ہے۔

(اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ بتاؤ کس نے آسمان سے پانی اتارا پھر اس پانی کے ذریعہ زمین کو اس کی موت) یعنی خشکی (کے بعد زندہ) اور تروتازہ (کر دیا تو یہ جواب میں (کہیں گے کہ اللہ نے) یہ سب کچھ کیا۔ اس پر (آپ کہئے کہ الحمد للہ) تم نے اتنا تو اقرار کیا (لیکن) (اس کے باوجود (ان میں سے اکثر عقل سے کام نہیں لیتے)۔ اور عقل سے کام نہ لینے کی وجہ یہ ہے کہ یہ دنیوی مشاغل اور کھیل تماشہ میں منہمک رہتے ہیں آخرت کی طرف کچھ توجہ نہیں ہے حالانکہ (یہ دنیوی زندگی تو کھیل تماشہ ہے اور اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے) جو دائمی بھی ہے اور اس کی سزا و جزا کا کوئی مقابلہ بھی نہیں ہے۔ (اگر ان کو سمجھ ہوتی) تو یہ یہاں کی چند روزہ زندگی سے زیادہ آخرت کی فکر کرتے اور اس کے لیے تیاری کرتے۔

ربط: چاہیے تو یہ تھا کہ سب لوگ آخرت کی فکر کرتے اور اس کو فراموش نہ کرتے لیکن ان میں سے بہت سوں کا حال یہ ہے کہ جب کوئی بڑی مصیبت آتی ہے تو صرف اللہ کو پکارتے ہیں اور جب اللہ اس مصیبت کو دور کر دیتے ہیں تو یہ لوگ فوراً ہی شرک کرنے لگتے ہیں۔

فَاِذَا
رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ
اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿٦٥﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۙ وَلِيَتَمَتَّعُوْا ۟ فَ
فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿٦٦﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّيُتَخَطَّفُ
النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ۭ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ
يَكْفُرُوْنَ ﴿٦٧﴾

ترجمہ: پھر جب وہ سوار ہوتے ہیں کشتی میں پکارتے ہیں اللہ کو خالص کرتے ہوئے اس کے لیے دین کو۔ پھر جب نجات دیتا ہے اللہ ان کو خشکی کی طرف تو وہ فوراً شرک کرنے لگتے ہیں تا کہ انکار کرتے رہیں ان نعمتوں کا جو ہم نے ان کو دیں اور تا کہ مزے کر لیں سو عنقریب جان لیں گے۔ کیا نہیں دیکھا انہوں نے کہ بنایا ہم نے حرم کو با امن اور اچک لیے جاتے ہیں لوگ ان کے اردگرد سے۔ کیا یہ جھوٹ پر یقین رکھتے ہیں اور نعمت الٰہیہ کا انکار کرتے ہیں۔

تفسیر: آخرت کی فکر میں لگنے کے بجائے ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ناشکری کو اپنی غرض بنا لیا ہے۔ یہاں اس کی دو مثالیں ذکر کی گئی ہیں۔

پہلی مثال

(جب یہ کشتی میں سوار ہوں) اور کشتی طوفان میں گھر جائے (تو اللہ کے لیے دین) واعتقاد (کو خالص کرتے ہوئے) شرک کو چھوڑ کر (صرف اللہ کو پکارتے ہیں۔ پھر جب اللہ ان کو خشکی کی طرف نجات دیتا ہے) اور ان سے خطرہ کو ٹلا دیتا ہے (تو یہ فوراً ہی) اللہ کے احسان کو بھول کر (شرک کرنے لگتے ہیں) اور پھر سے جھوٹے دیوتاؤں کو پکارنے لگتے ہیں گویا ان کی غرض یہ ہے (کہ جو نعمتیں ہم نے ان کو دی ہیں ان کے مزے اڑاتے رہیں لیکن ہماری ناشکری کرتے رہیں) اور اپنے جھوٹے معبودوں کی عبادت کر کے ان کا شکریہ ادا کریں۔ (عنقریب یہ لوگ) شرارت، احسان فراموشی اور ناشکری کا نتیجہ (جان لیں گے)۔

دوسری مثال

(کیا) مشرکین مکہ نے (نہیں دیکھا کہ ہم نے حرم کے علاقہ کو جس میں مکہ مکرمہ کا شہر واقع ہے خانہ کعبہ کے طفیل (امن والا بنایا ہے)۔ اسی لیے مکہ والے امن وچین کی زندگی گزارتے ہیں (جب کہ) حرم سے باہر کے علاقوں میں ایسا امن نہیں ہے اور (حرم والوں کے اردگرد سے لوگوں کو) دشمنی کی وجہ سے (اچک لیا جاتا ہے) اور قتل کر دیا جاتا ہے۔ (کیا یہ) بتوں کے (جھوٹے احسان کو مانتے ہیں اور اللہ کے سچے احسان نہیں مانتے)۔

ربط: پیچھے فرمانبرداروں اور نافرمانوں کی کشمکش دکھاتے رہے ہیں اب آخر میں ان کا نتیجہ سناتے ہیں:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ
كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى
لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۶۸﴾ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ
وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۶۹﴾

ترجمہ: اور کون زیادہ ظالم ہوگا اس شخص سے جس نے باندھا اللہ پر جھوٹ یا جھٹلایا حق کو جب وہ (حق) آیا اس کے پاس۔ کیا نہیں ہے جہنم میں ٹھکانا کافروں کے لیے۔ اور جن لوگوں نے محنت کی ہماری راہ میں ضرور ہم چلائیں گے ان کو اپنے راستوں پر اور بلاشبہ اللہ ہے ساتھ نیکوکاروں کے۔

تفسیر: (جس شخص نے اللہ پر جھوٹ باندھا) اور اس کی طرف ایسی باتیں منسوب کیں جو اس کی شان کے لائق نہیں (یا جس شخص نے) رسول کے واسطہ سے (اس کے پاس حق آنے کے بعد حق کو جھٹلایا ان سے بڑھ کر ظالم) اور بے انصاف (کون ہوگا)۔ کوئی بھی نہیں۔ یہی سب سے بڑھ کر ظالم اور بے انصاف ہیں اور ظالم لوگ جہنم میں جانے کے حقدار ہیں۔ یہ ظالم لوگ جو آخرت سے بے پروا ہیں (کیا انہوں نے یہ خیال کیا ہے کہ جہنم میں کافروں کے لیے ٹھکانا نہیں ہے)۔ ایسی بات نہیں ہے۔ جہنم میں جتنے بھی کافروں کو چاہو ڈال دو وہ کبھی نہیں بھرے گی بلکہ هَلْ مِنْ مَزِيْد. یعنی اور ہے۔ اور ہے پکارتی رہے گی۔ وہ تو اللہ تعالیٰ اس پر اپنا قدم رکھیں گے تب وہ مطالبہ ترک کرے گی۔

اس کے مقابلہ میں (وہ لوگ جنہوں نے ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کیں ہم ان کو اپنے) قرب وثواب کے یعنی جنت کے (راستوں پر ضرور چلائیں گے اور بلاشبہ اللہ) کی حمایت ونصرت (نیکو کاروں کے ساتھ ہے)۔

سورہ روم

اس زمانہ کی دو بڑی سلطنتیں تھیں یعنی فارس اور روم۔ یہ طویل مدت سے ایک دوسرے سے ٹکراتی رہتی تھیں۔ 602ء سے لے کر 614ء تک ان کی آپس کی جنگیں جاری رہیں 610ء میں جب رسول اللہ ﷺ کی عمر 40 برس تھی آپ کی بعثت ہوئی۔ مکہ والوں تک ان جنگوں کی خبریں پہنچتی رہتی تھیں۔ رسول اللہا کے دعوائے نبوت اور اسلامی تحریک نے مکہ والوں کے لیے ان جنگی خبروں میں ایک خاص دلچسپی پیدا کر دی۔ مشرکین مکہ فارس کے آتش پرستوں کو اپنے مذہب کے قریب سمجھتے تھے اور روم کے عیسائیوں کو مسلمانوں کے مذہب کے قریب خیال کرتے تھے۔ اس خیال کی وجہ سے جب کبھی فارس کے غلبہ کی خبر آتی تو مشرکین مکہ کو خوشی ہوتی اور اس سے مسلمانوں کے مقابلہ میں اپنے غلبہ کے لیے نیک فال سمجھتے تھے۔ رومیوں کے اہل کتاب ہونے کی وجہ سے جب کبھی ان کو شکست ہوتی تو مسلمانوں کو بھی طبعاً صدمہ ہوتا اور مشرکین کے ہنسی مذاق کا نشانہ بنتے تھے۔ 614ء میں جب نبی ا کی عمر مبارک 45 برس کی ہوئی تو خسرو پرویز کے عہد میں فارس نے روم کو ایک مہلک اور فیصلہ کن شکست دی۔ شام، مصر اور ایشیائے کوچک سب ممالک رومیوں کے ہاتھ سے نکل گئے۔ ہرقل قیصر روم کو فارس کے لشکر نے قسطنطنیہ میں پناہ گزین ہونے پر مجبور کر دیا اور رومیوں کا دارالسلطنت بھی خطرہ میں پڑ گیا۔ بیت المقدس سے عیسائیوں کی سب سے زیادہ مقدس صلیب بھی فارس والے لوٹ میں لے گئے۔ قیصر روم کا اقتدار تقریباً ختم ہو گیا اور ان کے دوبارہ ابھرنے کا کوئی سبب نظر نہ آتا تھا۔ یہ حالات دیکھ کر مشرکین نے بڑی خوشی منائی اور مسلمانوں کو چھیڑنے لگے کہ آج ہمارے مجوسی بھائیوں نے تمہارے عیسائی بھائیوں پر فتح حاصل کی ہے اب ہم بھی تمہیں شکست دیں گے اور تمہیں مٹا دیں گے۔ ایسے وقت میں قرآن پاک نے پیشین گوئی کی اس وقت رومی مغلوب ہوئے لیکن آئندہ نو سال کے اندر اندر رومی دوبارہ غالب ہوں گے۔ ادھر ہرقل قیصر روم نے اقتدار واپس لینے کا تہیہ کر لیا اور منت مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے فارس پر فتح دی تو شام کے شہر حمص سے پیدل بیت المقدس جاؤں گا۔ قرآن کی پیشنگوئی کے مطابق ٹھیک نو سال کے اندر یعنی ہجرت کا ایک سال

گزرنے پر عین جنگ بدر کے دن جب کہ مسلمان جنگ بدر میں فتح کی خوشی منا رہے تھے رومیوں کی فتح کی خبر سن کر اور زیادہ خوش ہوئے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓ ﴿١﴾ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ﴿٢﴾ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ
غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ﴿٣﴾ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ۭ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ
وَمِنْۢ بَعْدُ ۭ وَيَوْمَىِٕذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿٤﴾ بِنَصْرِ اللّٰهِ ۭ يَنْصُرُ
مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿٥﴾ وَعْدَ اللّٰهِ ۭ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ
وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٦﴾ يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا
مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۡ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ﴿٧﴾

ترجمہ: الٓمّٓ: مغلوب ہوئے رومی پاس والے ملک میں اور یہ اپنی مغلوبیت کے بعد غالب ہوں گے تین سے نو سالوں میں۔ اللہ کے لیے ہے سب اختیار پہلے بھی اور بعد میں بھی اور اس دن خوش ہوں گے ایمان والے بسبب مدد خداوندی کے۔ وہ مدد دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور وہ زبردست ہے رحم والا ہے۔ وعدہ خداوندی ہو چکا۔ نہیں خلاف کرتا اللہ اپنے وعدے کا ولیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ وہ جانتے ہیں ظاہر کو حیات دنیوی کے اور وہ آخرت سے غافل ہیں۔

تفسیر: الٓمّٓ۔ (رومی قریب کی زمین) یعنی ملک شام کے دو شہروں اذرعات اور بصریٰ کے درمیان کے علاقہ میں جو فارس کے مقابلہ میں مکہ مکرمہ کے زیادہ قریب تھا فارس کی فوج کے ہاتھوں بری طرح (مغلوب ہوئے)۔ آگے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ پیشین گوئی ہے کہ (رومی اپنی اس مغلوبیت کے بعد فارس والوں پر تین سے نو سال تک کے عرصہ میں دوبارہ غالب ہوں گے)۔ اور (سارا اختیار اللہ کا ہے پہلے بھی اور بعد میں بھی مثلاً پہلے فارس کو غالب کرنا اور رومیوں کو مغلوب کرنا پھر بعد میں رومیوں کو غالب کرنا اور فارس کو مغلوب کرنا یہ سب اللہ کے قبضہ و اختیار میں ہے۔ (اور) جس دن رومیوں کو غلبہ حاصل ہو گا (اسی دن اہل ایمان اللہ کی مدد سے) دوگنی (خوشی منائیں گے۔) ایک جنگ بدر میں

مسلمانوں کی فتح پر اور دوسرے فارس والوں پر رومیوں کے غلبہ پر۔ (اور اللہ مدد کرتا ہے) اور غالب کرتا ہے (جس کو چاہتا ہے کیونکہ وہ زبردست ہے) کوئی اس کا ہاتھ نہیں روک سکتا اور جس کو چاہتا ہے مغلوب کرتا ہے اور وہ ایمان والوں پر (مہربان) بھی (ہے)۔

فارس والوں پر رومیوں کو غالب کرنے اور مسلمانوں کو فتح دینے کا وعدہ (اللہ کا وعدہ ہے جو ہو چکا ہے) اور پورا ہو کر رہے گا کیونکہ (اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا) اس وجہ سے کہ اس کے ہر کام کے پیچھے بہت حکمتیں ہوتی ہیں (لیکن بہت سے لوگ) ان حکمتوں کو (نہیں جانتے)۔ یہ لوگ دنیاوی زندگی کی صرف ظاہری سطح کو جانتے ہیں) جو آرائش و آسائش پر، اچھے کھانے پینے پر، اچھے اوڑھنے بچھونے پر اور خوب مال کمانے پر مشتمل ہے (اور یہ لوگ) ایک دوسری زندگی جو کہ (آخرت) کی ہے اس (سے یکسر غافل ہیں) جس میں دنیاوی زندگی میں کئے گئے اعمال کا نتیجہ سامنے آئے گا۔

ربط: اوپر کافروں کے آخرت سے غافل ہونے کا ذکر ہوا۔ آگے اس غفلت کے اسباب بتاتے ہیں: جو یہ ہیں (i) اپنے دل میں غور وفکر نہ کرنا، (ii) مجرم قوموں کے انجام پر نگاہ عبرت نہ کرنا اور (iii) اللہ کی آیتوں کو جھٹلانا اور ان کا مذاق بنانا۔

أَوَلَمْ

يَتَفَكَّرُوا فِي أَنفُسِهِم ۗ مَّا خَلَقَ اللَّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ
وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَجَلٍ مُّسَمًّى ۗ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ
النَّاسِ بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ لَكَافِرُونَ ۝ أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ
فَيَنظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ كَانُوا أَشَدَّ
مِنْهُمْ قُوَّةً وَأَثَارُوا الْأَرْضَ وَعَمَرُوهَا أَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوهَا
وَجَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ ۖ فَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلَٰكِن
كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ۝ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِينَ أَسَاءُوا
السُّوأَىٰ أَن كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَكَانُوا بِهَا يَسْتَهْزِئُونَ ۝

ترجمہ: کیا نہیں غور کیا انہوں نے اپنے دلوں میں کہ نہیں پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو اور مابین کو ان دونوں کے مگر ٹھیک ٹھیک اور مدت مقرر کے لیے۔ اور بلاشبہ بہت سے لوگ اپنے رب سے ملاقات کے انکاری ہیں۔ اور کیا وہ نہیں چلے زمین میں کہ دیکھتے کیسا ہوا انجام ان لوگوں کا جو ان سے پہلے ہوئے۔ وہ تھے زیادہ سخت ان سے قوت میں اور جوتا انہوں نے زمین کو اور آباد کیا اس کو زیادہ اس سے جو آباد کیا اس کو انہوں نے (یعنی موجودہ کافروں نے) اور آئے ان کے پاس ان کے رسول کھلی نشانیاں لے کر تو نہیں تھا اللہ کہ ظلم کرے ان پر ولیکن وہ (خود) اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔ پھر ہوا انجام برا ان لوگوں کا جنہوں نے برائی کی اس طرح سے کہ انہوں نے جھٹلایا اللہ کی نشانیوں کو اور وہ ان کے ساتھ ٹھٹھا کرتے تھے۔

تفسیر: غفلت کا پہلا سبب: اپنے دل میں غور وفکر نہ کرنا

(کیا انہوں نے) یعنی موجودہ کافروں نے (اپنے دلوں میں غور نہیں کیا کہ اللہ نے آسمانوں کو اور زمین کو اور ان کے مابین کو پیدا نہیں کیا مگر حق) یعنی حکمت (کے ساتھ اور میعاد معین تک کے لیے)۔ اس عالم کا زبردست نظام یہ ظاہر کرتا ہے کہ اس کو بنانے والی ذات بڑے علم والی اور بڑی قدرت وحکمت والی ہے اور اس نے یہ عالم کسی خاص غرض سے بنایا ہے۔ پھر اس عالم کے حالات ہر وقت بدلتے رہتے ہیں۔ ان حالات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عالم کو بھی فنا ہے اور اس کے نتیجہ میں ایک اور عالم قائم کیا جائے گا جس میں ہر ایک کو اس کے کئے کا بدلہ ملے گا لیکن (بہت سے لوگ اپنے رب کی ملاقات سے انکاری ہیں)۔ وہ سمجھتے ہیں کہ خدا کے سامنے جانا ہی نہیں جو حساب کتاب دینا پڑے۔

غفلت کا دوسرا سبب: نگاہ عبرت نہ کرنا

(اور کیا یہ لوگ زمین میں نہیں چلے کہ دیکھیں کیسا انجام ہوا ان سے پہلے) کافر (لوگوں کا۔ جب کہ ان سے پہلے لوگ) مثلاً قوم عاد اور قوم ثمود کے لوگ (ان) موجودہ کافروں سے زیادہ زور والے تھے اور انہوں نے زمین کو) جوت کر اس کو سرسبز بنایا اسے کھود کر چشمے اور کانیں نکالیں اور انہوں نے موجودہ کافروں سے زیادہ تمدن کو ترقی دی لمبی عمریں پائیں اور زمین کو (ان سے زیادہ آباد کیا۔ جب اللہ کے پیغمبر ان کے پاس کھلی نشانیاں) اور احکام (لے کر آئے اور انہوں نے ان رسولوں کو جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو تباہ و برباد کیا۔ ان کے ویران کھنڈر آج بھی موجود ہیں (اللہ) تعالیٰ (نے ان پر ظلم نہیں کیا) کہ ان میں رسول بھیجے بغیر ان کو تباہ کیا ہو (لیکن یہ لوگ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے) کہ بھیجے ہوئے رسولوں کو جھٹلاتے تھے جس کا انجام ان کی تباہی تھا۔

غفلت کا تیسرا سبب: اللہ کی آیتوں کا مذاق بنانا

(پھر جن لوگوں نے برے کام کئے یعنی انہوں نے اللہ کی آیتوں کو (جھٹلایا) اور (ان کا) اور ان میں مذکور احکام کا (مذاق بنالیا)۔ ان کا انجام بھی برا ہوا۔

ربط: موجودہ کافروں اور مشرکوں کو چاہئے کہ وہ اپنی غفلت اور جہالت کو ترک کر دیں۔ اور سمجھ لیں کہ قیامت آ کر رہے گی۔

اَللّٰهُ

يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهٗ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ
يُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآئِهِمْ شُفَعٰٓؤُا وَكَانُوْا
بِشُرَكَآئِهِمْ كٰفِرِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ ﴿۱۴﴾
فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ ﴿۱۵﴾
وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ فَاُولٰٓئِكَ فِي
الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿۱۶﴾

ترجمہ: اللہ پہلی بار بناتا ہے پھر اعادہ کرے گا بنانے کا پھر اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ اور جس دن قائم ہوگی قیامت مایوس ہو جائیں گے مجرم لوگ۔ اور نہ ہوں گے ان کے شریکوں میں سے کوئی سفارشی اور وہ ہو جائیں گے اپنے شریکوں سے انکاری۔ اور جس دن قائم ہوگی قیامت اس دن لوگ متفرق ہوں گے۔ تو رہے وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل کئے نیک وہ باغ میں نوازے جائیں گے۔ اور رہے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور جھٹلایا ہماری آیتوں کو اور (جھٹلایا) آخرت کی ملاقات کو تو وہ لوگ عذاب میں حاضر کئے ہوئے ہوں گے۔

تفسیر: اے کافرو اور مشرکو! تم قیامت کے آنے کو کتنا ہی جھٹلاؤ لیکن یہ سن لو کہ اس کا آنا قطعی ہے کیونکہ کائنات کا مالک (اللہ) کہتا ہے کہ وہ مخلوق کو (پہلی بار پیدا کرتا ہے پھر) قیامت کے دن (اس کا اعادہ کرے گا پھر تم اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے) تا کہ تمہارے اعمال کا بدلہ دیا جائے۔ (اور جس

دن قیامت قائم ہوگی) شرک وکفر کے (مجرم) ہماری رحمت سے بالکل (مایوس ہو جائیں گے اور ان کے) بنائے ہوئے (شریکوں میں سے کوئی بھی ان کا سفارشی نہ ہوگا اور) ان کے شریک جب وقت پر ان کے کام نہ آئیں گے تو (وہ اپنے شریکوں سے انکاری ہو جائیں گے) اور یوں کہیں گے: وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ خدا کی قسم ہم مشرک نہ تھے۔ (اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن) نیک و بد ہر قسم کے (لوگ الگ الگ ہو جائیں گے) اور علیحدہ علیحدہ اپنے ٹھکانہ پر پہنچا دیئے جائیں گے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ (وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے وہ جنت کے باغ میں نوازے جائیں گے) اور ان کی آؤ بھگت کی جائے گی۔ (اور رہے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور ہماری نشانیوں کو اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا تو ان کو) جہنم کے دائمی (عذاب میں پیش کیا جائے گا)۔

ربط: اوپر جنت وجہنم والوں کا ذکر ہوا۔ آگے کافروں سے کہتے ہیں کہ اگر تم بھی جنت چاہتے ہو تو اللہ کے ذکر میں لگو دل سے بھی، زبان سے بھی اور اعضاء سے بھی اور نماز چونکہ ذکر کی ان تینوں قسموں کو شامل ہے اس لیے فرض نمازوں کے اوقات ذکر کئے۔

فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ﴿١٧﴾

وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ﴿١٨﴾

ترجمہ: سو تسبیح کرو اللہ کی جب تم شام کرتے ہو اور جس وقت تم صبح کرتے ہو۔ اور اس کے لیے حمد ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور پچھلے وقت اور جب تم دوپہر کرتے ہو۔

تفسیر: (اللہ کی تسبیح کرو) یعنی نماز پڑھو جس میں تینوں طرح کا ذکر موجود ہے۔ پھر نمازیں فرض بھی ہیں اور نفل بھی۔ فرض نمازوں کے اوقات وہ مقرر کئے جن میں اللہ کی رحمت کے آثار اور اس کی قدرت وعظمت کے آثار بہت زیادہ نمایاں ہوتے ہیں۔ اس لیے فرمایا کہ (نماز پڑھو جب تم شام کرتے ہو) یعنی جب شام ہوتی ہے اور جس وقت تم صبح کرتے ہو یعنی جب صبح ہوتی ہے۔ (صبح کے وقت میں) فجر کی نماز ہے (اور شام کے وقت میں) مغرب اور عشاء کی نمازیں ہیں (اور اس) اللہ (کے لیے تمام حمد وتعریف ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور پچھلے وقت) میں عصر کی نماز ہے (اور جس وقت تم دوپہر کرتے ہو) ظہر کی نماز ہے۔

ربط: اوپر ذکر ہوا تھا کہ اگر تم جنت کو حاصل کرنا چاہتے ہو تو اللہ کے ذکر کا اور خاص طور سے فرض نمازوں کا اہتمام کرو۔ آگے بتاتے ہیں کہ ذکر ونماز اور دیگر عبادتوں کے لائق صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے کیونکہ یہ کائنات اور اس کی ہر چیز اسی کی بنائی ہوئی ہے۔

يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِ
الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ
خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَاۤ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ
اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ
مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَمِنْ
اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ؕ
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ ﴿۲۲﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ
وَالنَّهَارِ وَابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ
يَّسْمَعُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنَزِّلُ
مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَيُحْيٖ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ
لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ
بِاَمْرِهٖ ؕ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ۖ مِّنَ الْاَرْضِ اِذَاۤ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ﴿۲۵﴾
وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَهُوَ الَّذِيْ
يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ؕ وَلَهُ الْمَثَلُ
الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۷﴾

ترجمہ: (اللہ) نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے اور نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے اور وہ زندہ کرتا ہے زمین کو پیچھے اس کی موت کے اور اسی طرح تم (قبروں سے) نکالے جاؤ گے۔ اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے پیدا کیا تم کو مٹی سے پھر اب تم ہو انسان پھیلے ہوئے۔ اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے پیدا کئے تمہارے لیے تمہاری جانوں

سے جوڑے تا کہ تم سکون حاصل کرو ان کے پاس اور بنائی تمہارے درمیان محبت اور مہربانی۔ بلاشبہ اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو غور کرتے ہیں۔ اور اس کی نشانیوں میں سے ہے پیدائش آسمانوں کی اور زمین کی اور اختلاف تمہاری زبانوں کا اور تمہاری رنگتوں کا۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں علم والوں کے لیے۔ اور اس کی نشانیوں میں سے ہے تمہارا سونا رات میں اور دن میں اور تمہارا تلاش کرنا ہے اس کے فضل کو۔ بلاشبہ اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو سنتے ہیں۔ اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ وہ دکھاتا ہے تم کو بجلی تمہارے خوف اور امید کی حالت میں اور اتارتا ہے آسمان سے پانی پھر زندہ کرتا ہے اس سے زمین کو پیچھے اس کی موت کے۔ بلاشبہ اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو عقل کرتے ہیں۔ اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کھڑا ہونا آسمان کا اور زمین کا اس کے حکم سے۔ پھر جب وہ پکارے گا تم کو ایک پکار تو زمین سے تم نکلو گے۔ اور اللہ کا ہے جو کوئی ہے آسمانوں میں اور زمین میں، سب اس کے تابعدار ہیں۔ اور وہی ہے جس نے ابتداءً پیدا کیا پھر دوبارہ پیدا کرے گا اس کو اور وہ آسان ہے اس پر اور اس کے لیے اعلیٰ شان ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور وہ زبردست ہے حکمت والا ہے۔

تفسیر: اللہ تعالیٰ بڑی قدرت اور عظمت والا ہے جس کے چند مظاہر یہ ہیں:

(1) (وہ نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے) جیسے انسان کو نطفہ سے (اور نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے) جیسے نطفہ کو انسان سے (اور زندہ کرتا ہے زمین کو اس کی موت کے بعد) یعنی زمین جب خشک ہو کر گویا مر جاتی ہے تو اللہ بارش کے ذریعے اس کو زندہ اور سرسبز و شاداب کر دیتا ہے۔ (اور اسی طرح تم) بھی زندہ کئے جا کر زمین کی قبروں میں سے (نکالے جاؤ گے) ایسا کرنا اللہ کے لیے کچھ مشکل نہیں ہے۔

(2) (اور اللہ کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تم کو مٹی سے بنایا) یعنی آدم علیہ السلام کو مٹی سے بنایا (پھر) اے اولاد آدم (تم) زمین میں (پھیلتے جاتے ہو)۔

(3) اور اللہ کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری جانوں سے جوڑے بنائے) وہ اس طرح سے کہ اولا مٹی سے آدم علیہ السلام کا جسم بنایا پھر ان کو گوشت پوست کا بنا دیا۔ پھر ان کی پسلی سے ایک ذرہ یا خلیہ لے کے اس سے ان کے جوڑے حوا علیہا السلام کو بنایا۔ زمین پر اتارے جانے کے بعد جنسی تولید کے ذریعہ ان کو اولاد عطا فرمائی لڑکے بھی اور لڑکیاں بھی اور ان کی شریعت میں بہن بھائیوں کے مابین ایک خاص ترتیب سے نکاح کو جائز رکھا۔ پھر نسل در نسل یہی سلسلہ چلتا رہا اور دنیا کے مختلف اطراف میں انسان پھیل گئے۔ اللہ نے تمہارے جوڑے بنائے (تا کہ تم) ان

سے نکاح کر کے (ان کے پاس سکون) اور چین (پاؤ۔ اور اللہ نے تمہارے درمیان محبت اور ہمدردی پیدا کی۔ بلاشبہ اس میں غور وفکر کرنے والوں کے لیے) بہت سی (نشانیاں ہیں)۔

(4) (اور اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں کی اور زمین کی تخلیق ہے اور تمہاری زبانوں اور لہجوں اور تمہاری رنگتوں کا اختلاف ہے) کہ تم سب کی بولیاں جدا جدا ہیں، دو آدمی بھی ایسے نہ ملیں گے جن کا لب ولہجہ، تلفظ اور طرز گفتگو بالکل ایک جیسی ہو۔ اسی طرح تمہاری رنگتوں کا معاملہ ہے کہ دو آدمی بھی ایسے نہ ملیں گے جن کے رنگ و روپ بالکل یکساں ہوں اور کچھ فرق نہ ہو۔ (بلاشبہ اس میں علم والوں کے لیے) بڑی (نشانیاں ہیں)۔

(5) (اور اس کی نشانیوں میں سے تمہاری نیند ہے رات کے اور دن کے وقت اور تمہاری جستجو ہے اللہ کے فضل) یعنی رزق (کی تلاش میں۔ بلاشبہ اس میں بڑی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو) نبی کی بات کو (سنتے ہیں) اور یاد رکھتے ہیں اور اس پر عمل بھی کرتے ہیں۔

(6) (اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ وہ تم کو آسمانی بجلی کی چمک دکھاتا ہے تمہارے خوف کی حالت میں) کہ کہیں کسی پر گر نہ پڑے (اور تمہاری امید کی حالت میں) کہ بارش ہو تو دنیا کا کام چلے (اور وہ اللہ اتارتا ہے آسمان سے بارش پھر اس سے زمین کو اس کی موت یعنی مکمل خشک ہونے کے بعد زندہ کرتا ہے۔ بلاشبہ اس میں بہت سی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو سمجھتے ہیں) کہ ایسی قدرت والی ذات کے لیے دوبارہ زندہ کرنا کچھ مشکل نہیں ہے۔

(7) (اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ جب تک اللہ کا حکم ہوگا آسمان اور زمین متعین مدت کے لیے قائم رہیں گے پھر) جب وہ مدت پوری ہو جائے گی تو (پکار لگائے گا) اللہ کا فرشتہ (ایک پکار تو تم سب زمین سے) یعنی قبروں سے اسی وقت (نکلتے چلے آؤ گے) میدان حشر کی طرف۔

(8) (اور) اسی اللہ کا مملوک ہے جو کوئی ہے آسمانوں میں اور زمین میں) یعنی آسمان وزمین کے رہنے والے اسی کی رعایا ہیں۔ کسی کی طاقت نہیں کہ اس کے حکم تکوینی سے سرتابی کر سکے (سب اسی کے تابع ہیں)۔

(9) (اور وہی اللہ ہے جو ابتدا میں پیدا کرتا ہے اور دوبارہ پیدا کرے گا اور اپنے مشاہدہ و تجربہ سے یہ بات تم بھی جانتے ہو کہ (دوبارہ پیدا کرنا) پہلی دفعہ کے مقابلہ میں (آسان تر ہوتا ہے بنانے والے پر)۔ پھر عجیب بات ہے کہ اول پیدائش پر اللہ کو قادر مانتے ہو اور دوسری مرتبہ پیدا کرنے کو مشکل مانتے ہو۔ (آسمان اور زمین میں اللہ کی شان سب سے اونچی ہے) کوئی اس کے برابر کا نہیں (اور وہ بڑا زبردست ہے حکمت والا ہے)۔

ربط: اوپر اللہ تعالیٰ کی قدرت وعظمت کی آفاقی نشانیاں ذکر آئیں۔ آگے انفس کی کچھ

نشانیاں ذکر کرتے ہیں:

ضَرَبَ

لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ؕ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ
مِّنْ شُرَكَآءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ
كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۸﴾
بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ فَمَنْ يَّهْدِيْ
مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ
حَنِيْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ
اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾
مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۳۱﴾
مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ
فَرِحُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِيْبِيْنَ
اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَاۤ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ
يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَاۤ اٰتَيْنٰهُمْ ؕ فَتَمَتَّعُوْا ۟ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾ اَمْ
اَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوْا بِهٖ يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَاِذَاۤ
اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا بِهَا ؕ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ
اَيْدِيْهِمْ اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ ﴿۳۶﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ
لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾

ترجمہ: بیان کی (اللہ نے) ایک مثال تمہارے اندر سے۔ کیا ہے تمہارے لیے ان میں سے جن کے مالک ہوئے تمہارے داہنے ہاتھ کوئی شخص شریک اس مال میں جو ہم نے تم کو دیا کہ تم اس مال میں برابر کے ہو۔ تم خوف کرتے ہو ان سے اپنے اس خوف کی طرح جو تم کرتے ہو اپنوں سے۔ اسی طرح ہم کھول کر بیان کرتے ہیں نشانیاں ان لوگوں کے لیے جو عقل سے کام لیتے ہیں۔ بلکہ پیروی کرتے ہیں وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا اپنی خواہشات کی علم کے بغیر۔ تو کون راہ دکھا سکتا ہے اسے جس کو گمراہ کیا ہو اللہ نے اور نہیں ہوگا ان کا کوئی مددگار۔ سو سیدھا رکھ تو اپنا چہرہ دین کی طرف یکسو ہو کر۔ (پیروی کر) فطرت الٰہی کی پیدا کیا (اللہ نے) انسانوں کو جس پر۔ نہیں ہے بدلنا اللہ کی تخلیق کو۔ یہی ہے دین سیدھا و لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ (اصل دین کو پکڑے رہو) رجوع کرتے ہوئے اس کی (یعنی اللہ کی) طرف اور ڈرو اس سے اور قائم کرو نماز اور مت ہو مشرکوں میں سے ان میں سے جنہوں نے پھوٹ ڈالی اپنے دین میں اور ہو گئے بہت سے فرقے۔ ہر فرقہ اس پر جو اس کے پاس ہے فریفتہ ہے۔ اور جب چھوتی ہے انسانوں کو کوئی تکلیف تو پکارتے ہیں اپنے رب کو رجوع کرتے ہوئے اس کی طرف۔ پھر جب چکھاتا ہے ان کو اپنی طرف سے کچھ مہربانی اسی وقت ایک جماعت ان میں سے اپنے رب کے ساتھ شریک بناتی ہے تاکہ انکار کر دیں اس مال کا جو دیا ہم نے ان کو۔ تو نفع اٹھا لو سو جلد جان لو گے۔ کیا اتاری ہم نے ان پر دلیل سو وہ بتاتی ہے جن کو یہ شریک بناتے ہیں۔ اور جب چکھاتے ہیں ہم انسانوں کو کچھ مہربانی خوش ہوتے ہیں اس پر۔ اور اگر پہنچے ان کو کچھ تکلیف ان اعمال کی وجہ سے جو آگے بھیجے ان کے ہاتھوں نے اسی وقت مایوس ہو جاتے ہیں۔ کیا نہیں دیکھا انہوں نے کہ اللہ پھیلاتا ہے رزق کو جس کے لیے چاہتا ہے اور تنگ کرتا ہے (جس کے لیے چاہتا ہے) بلاشبہ اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو یقین رکھتے ہیں۔

تفسیر: شرک کی قباحت اور بطلان کو سمجھانے کے لیے (اللہ تعالیٰ نے خود تمہارے اندر) کے احوال میں (سے ایک مثال نکال کر بیان کی)۔ وہ یہ کہ (تمہارے غلاموں میں سے کوئی شخص کیا تمہارے مال میں جو اللہ نے تمہیں دیا ہے تمہارا برابر کا شریک ہو سکتا ہے اور) کیا (تم ان سے اسی طرح خوف کرتے ہو جس طرح تم اپنے) واقعی اور آزاد (شریکوں سے خوف کرتے ہو) کہ تمہیں دھڑکا لگا رہتا ہے کہ مشترکہ شے کو اجازت لیے بغیر استعمال کیا تو کہیں وہ شریک ناراض نہ ہو جائے یا وہ شے کی تقسیم کا مطالبہ نہ کرنے لگے یا وہ یہی پوچھنے بیٹھ جائے کہ تم نے اس کو بغیر اجازت کیوں استعمال کیا۔ کیا ایسا

دھڑ کا اپنے غلام سے بھی ہوتا ہے۔ جواب ظاہر ہے یہی ہوگا کہ کوئی بھی شخص یہ گوارا نہیں کرتا کہ اس کا غلام اس کا شریک بن جائے کہ آزاد شریک کی طرح غلام شریک سے بھی دھڑ کا لگا رہے۔ مشرکوں کو جب یہ گوارا نہیں کہ ان کا غلام ان کا شریک بن جائے حالانکہ یہ دونوں اللہ کی مخلوق ہونے میں برابر ہیں تو یہ اللہ کی مخلوق کو اور اللہ کے غلاموں کو کیسے اللہ کا شریک بناتے ہیں۔(اس) مثال (کی طرح ہم اپنی نشانیوں کو ان لوگوں کے لیے کھول کر بیان کرتے ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں)۔ انصاف تو یہ تھا کہ لوگ توحید پر قرآن پاک کے دلائل کو اور ان کے کھلے بیان کو سن کر ان کو سمجھتے اور تسلیم کرتے لیکن (یہ) مشرک ایسے بے انصاف ہیں کہ سمجھنا ہی نہیں چاہتے (بلکہ) جہالت سے (اپنی خواہشات) اور وہمی باتوں (کی پیروی کرتے ہیں۔ تو جس کو اللہ نے) اس کی جہالت، بے انصافی اور خواہش پرستی کی وجہ سے (گمراہ کیا) اور راہ حق کو سمجھنے کی اور اس پر چلنے کی توفیق نہ دی (تو) اب (کون ہے جو اسے) سمجھا کر (راہ حق پر لے آئے اور ان کا کوئی مددگار بھی نہیں) جو ان کی مدد کر کے ان کو گمراہی سے بچالے۔ لہٰذا ایسے لوگوں پر رنج وغم نہ کیا جائے اور ان کو گمراہی میں پڑا رہنے دیں۔

اب جو لوگ سمجھ اور عقل سے کام لیتے ہیں ان میں سے ہر ایک کو کہا جاتا ہے کہ (تم) ہر باطل دین اور عقیدے سے منہ موڑ کر اور (یکسو ہو کر اپنا رخ دین حق کی طرف پھیرے رکھو اور اللہ کی دی ہوئی قابلیت کے پیچھے لگے رہو جس پر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کیا ہے)۔ اللہ کی دی ہوئی فطرت اور قابلیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص میں اس کی پیدائش سے یہ استعداد رکھی ہے کہ اگر حق کو سننا اور سمجھنا چاہے تو وہ سمجھ میں آجاتا ہے اور اس کے اتباع اور پیچھے لگنے کا مطلب یہ ہے کہ اس استعداد اور قابلیت سے کام لے اور اس کے تقاضوں پر عمل کرے۔ غرض اس فطرت و قابلیت کے پیچھے لگنا چاہیے اور (اللہ کی اس بنائی ہوئی چیز کو بدلنا نہ چاہئے۔ یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ) غور وفکر نہ کرنے کی وجہ سے اس نکتہ کو (جانتے نہیں ہیں)۔ یہاں تک ہر ہر مخاطب کو انفرادی طور پر دین حق یا اصل دین کو اختیار کرنے اور اس پر قائم رہنے کی ترغیب دی۔

آگے اصل دین کو اجتماعی طور پر اختیار کرنے کو کہتے ہیں اس لیے فرمایا کہ (اے مخاطبو خالص اللہ کی طرف رجوع کرتے ہوئے اصل دین کو پکڑے رہو)۔ اگر محض دنیوی مصلحت سے ایسا کیا تو دین درست نہ ہوگا۔ چونکہ دین حق کی چند اہم بنیادیں یہ ہیں: خدا خوفی کرنا، نماز قائم کرنا اور مشرکوں سے بیزاری کا اظہار کرنا اس لیے فرمایا کہ (اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو) اور اس کی نافرمانی سے بچتے رہو (اور) پوری پابندی کے ساتھ (نماز قائم کرو اور مشرکوں میں سے مت ہو) جس کے لیے شرک جلی اور شرک خفی دونوں سے بچو اور مشرکوں سے علیحدہ رہو کیونکہ یہ مشرک ہی ہیں (جنہوں نے اپنے دین میں پھوٹ ڈالی اور

بہت سے فرقے بن گئے)۔ ہر ایک کا عقیدہ الگ۔ جس کسی نے غلط کاموں کی وجہ سے یا خواہش پرستی کی وجہ سے کوئی عقیدہ قائم کیا یا کوئی طریقہ ایجاد کر لیا تو عوام مسلمانوں میں سے ایک جماعت اس کے پیچھے لگ جاتی ہے اور کچھ ہی عرصہ میں وہ ایک فرقہ بن جاتا ہے۔ پھر ہر (ہر فرقہ اپنے بنائے ہوئے) اصول و (عقائد پر) خواہ وہ کتنی ہی بے عقلی کے ہوں ایسا (فریفتہ ہے) کہ اپنی غلطی کا امکان بھی اس کے تصور میں نہیں آتا۔

تمام انسانوں کی خواہ وہ کتنے سرکش ہوں یہ فطرت ہے کہ جب خوف وسختی زیادہ ہوتی ہے تو وہ اپنے دیگر معبودوں کو بھول جاتے ہیں اور صرف اللہ کو پکارتے ہیں۔ توحید کی اس دلیل کو بیان فرماتے ہیں (جب انسانوں کو) سخت (تکلیف پہنچتی ہے تو) یہ ان کی فطرت میں سے ہے کہ (وہ اپنے رب کو خالص اس کی طرف رجوع کرتے ہوئے پکارتے ہیں۔ پھر جب اللہ ان کو اپنے پاس سے رحمت چکھاتا ہے) یعنی اپنی مہربانی سے تکلیف اور مصیبت کو دور کر کے (راحت پہنچاتا ہے (تو ان کا ایک گروہ اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتا ہے)۔ مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ پہلے کی طرح اللہ کو چھوڑ کر اپنے جھوٹے خداؤں کے لیے شکر کے ترانے گانے لگتے ہیں (تاکہ جو کچھ ہم نے ان کو دیا اس میں ہمارے دینے کا انکار کریں) کہ ہم نے ان کو نہیں دیا ان کے جھوٹے خداؤں نے ان کو دیا ہے۔ (تو چلو تم) کچھ وقت (مزے کر لو) آگے چل کر (جلد ہی تم جان لو گے) کہ اس ناشکری کا کیا انجام ہوتا ہے۔ اگر ان میں کچھ انسانیت ہوتی اور فطرت کی کچھ رمق باقی ہوتی تو سمجھتے کہ ان کے ضمیر جس خدا کو سختی اور مصیبت کے وقت پکار رہے تھے وہی اس لائق ہے کہ اس کو ہر وقت یاد رکھا جائے۔

جب عقل سلیم اور فطرت انسانی کی مذکورہ گواہی شرک کو صاف طور پر رد کرتی ہے تو اب اس کے علاوہ شرک کے جواز کے حق میں کونسی دلیل ہوگی۔ (کیا ہم نے ان پر کوئی دلیل نازل کی ہے جو ان کے بارے میں بولتی ہے جو یہ شریک ٹھہراتے ہیں۔) اور اگر ہم نے ایسی کوئی دلیل نہیں اتاری تو انہیں معبود بننے کا حق کیسے ہوا۔

اور ان لوگوں کی حالت عجیب ہے۔ (جب ہم ان کو کچھ مہربانی چکھاتے ہیں) اور یہ احسان وعیش میں ہوتے ہیں (تو اترانے لگتے ہیں) اور آپے سے باہر ہو جاتے ہیں اور اپنے محسن حقیقی کو بھی یاد نہیں رکھتے۔ (اور اگر کسی وقت شامت اعمال کی وجہ سے ان کو کوئی مصیبت پہنچے تو بالکل ہی مایوس ہو جاتے ہیں) گویا اب کوئی نہیں جو مصیبت دور کرنے پر قادر ہو جب کہ مومنوں کا حال ان کے برعکس ہوتا ہے۔ وہ عیش و راحت میں منعم حقیقی کو یاد رکھتے ہیں اور دل و زبان سے اس کا شکر ادا کرتے ہیں، اور کسی مصیبت میں پھنس جائیں تو صبر و برداشت کرتے ہیں اور مصیبت کے دور ہونے کے لیے صرف اللہ سے مدد مانگتے ہیں۔

فائدہ: ایک آیت پہلے ذکر تھا کہ مشرک لوگ مصیبت کے وقت خالص خدا کو پکارتے ہیں اور

یہاں یہ بات مذکور ہے کہ جب مصیبت آتی ہے تو امید توڑ دیتے ہیں۔ ان دونوں باتوں میں اختلاف نہیں ہے کیونکہ کبھی پہلی کیفیت ہوتی ہے اور کبھی دوسری کیفیت ہوتی ہے۔

جو لوگ مصیبت پڑنے پر بالکل مایوس ہو جاتے ہیں اور مصیبت کے دور ہونے کی امید چھوڑ دیتے ہیں ان کو سمجھایا جاتا ہے کہ (کیا انہوں نے) لوگوں کے مالی حالات بدلتے (نہیں دیکھا کہ) ایک وقت میں مالی کشادگی ہوتی ہے جو دوسرے وقت میں تنگی سے بدل جاتی ہے اور تنگی پھر کشادگی سے بدل جاتی ہے اور یہ تبدیلی خود بخود نہیں) ہوتی بلکہ یہ صرف اللہ ہی ہے جس کو ہر طرح کی قدرت ہے۔ روزی کو گھٹانا اور بڑھانا بھی اس کی قدرت میں ہے۔ (اللہ) جب اور جیسے (جس کے لیے چاہتا ہے روزی کشادہ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔ بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو یقین رکھتے ہیں) کہ سب کچھ اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے لہٰذا جو حالت پیش آئے صبر و شکر اور راضی بقضا رہے نعمت کے وقت شکر کرے اور مصیبت کے وقت صبر کرے۔

ربط: جب توحید کے مذکورہ دلائل سے یہ بات ثابت ہوئی کہ عالم کا حقیقی مالک صرف اللہ ہے دنیا کی نعمتیں سب اس کی عطا ہیں تو جو لوگ اللہ کی خوشنودی چاہتے ہیں ان کو چاہئے کہ وہ اللہ کے عطا کئے ہوئے مال میں سے اس کی راہ میں خرچ کریں۔

فَاٰتِ
ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ
يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَمَآ اٰتَيْتُمْ
مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَاْ فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَآ
اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ﴿۳۹﴾
اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ؕ هَلْ
مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى
عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۴۰﴾

ترجمہ: تو تو دے قرابت والے کو اس کا حق اور مسکین کو اور مسافر کو۔ یہ بہتر ہے

ان لوگوں کے لیے جو چاہتے ہیں اللہ کی رضا مندی۔ اور یہی لوگ ہیں فلاح پانے والے۔ اور جو تم دیتے ہو سود پر تا کہ وہ بڑھتا رہے لوگوں کے اموال میں تو نہیں بڑھتا اللہ کے یہاں۔ اور جو تم دیتے ہو زکوۃ سے ارادہ کرتے ہو اللہ کی خوشنودی کا تو یہی لوگ ہیں جو دوگنا لیں گے۔ اللہ ہی ہے جس نے پیدا کیا تم کو پھر رزق دیا تم کو پھر وہ موت دیتا ہے تم کو پھر وہ زندہ کرے گا تم کو۔ کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ہے جو کرتا ہے ان میں سے کوئی کام۔ پاک ہے وہ اور بلند و بالا ہے اس سے جو تم شریک ٹھہراتے ہو۔

تفسیر: جب فطرت کی گواہی سے ثابت ہوا کہ حقیقی مالک اور رب صرف اللہ ہے اور دنیا کی سب نعمتیں صرف اسی کی عطا سے ہیں تو جو شخص اللہ کی خوشنودی چاہتا ہے آپ اس سے کہئے کہ (تم اپنے) غریب (قرابت داروں کے حقوق ادا کرو اور مسکین کو اور) ضرورت مند (مسافر کو بھی دو۔ یہی بہتر ہے ان لوگوں کے لیے جو اللہ کی خوشنودی چاہتے ہیں اور ایسا کرنے والے) دنیا و آخرت کی (بھلائی لینے والے ہیں۔ اور جو تم سود دیتے ہو تا کہ وہ بڑھتا رہے لوگوں کے مال میں تو جان لو کہ) ظاہر میں وہ بڑھتا ہوا نظر آتا ہے لیکن حقیقت میں (وہ اللہ کے نزدیک بڑھتا نہیں ہے) گھٹتا ہے اور یہ گھٹنا اللہ تعالیٰ بہت سوں کو دنیا ہی میں دکھا دیتے ہیں اور آخرت میں تو سب ہی دیکھ لیں گے۔ (اور) اس کے برعکس (جو تم) اپنے مال کی (زکوۃ دیتے ہو اور اس سے تمہاری غرض اللہ کی خوشنودی حاصل کرنا ہے تو ایسے دینے والے اس کی جزا کئی گنا لیتے ہیں) ایک حدیث میں ہے ایک کھجور جو مومن صدقہ کرتا ہے قیامت کے دن بڑھ کر پہاڑ کے برابر نظر آئے گی۔

عالم کے اندر تمام تکوینی امور خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے سب اللہ کے قبضہ میں ہیں۔ (اللہ ہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا پھر تمہیں رزق دیا پھر تمہیں موت دیتا ہے پھر تمہیں دوبارہ زندہ کرے گا) تو خدائی کا حقدار تو صرف اللہ ہے۔ اب (کیا تمہارے) ٹھہرائے ہوئے (شریکوں میں سے کوئی یہ کام کر سکتا ہے) ظاہر ہے کہ نہیں کر سکتا (تو اللہ پاک ہے اور بلند ہے تمہارے) ٹھہرائے ہوئے (شریکوں سے) جو خدائی کام کرنے سے عاجز ہیں۔ کوئی ماہر طبیب ہو وہ کسی پنساری کو اپنے کام میں شریک نہیں کرتا تو اللہ جو ہر اعتبار سے کامل ہے وہ کسی ناقص و عاجز کو اپنے خدائی کے کاموں میں کیوں شریک کرنے لگا۔

ربط: اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو دین فطرت عطا فرمایا لیکن لوگ اس پر قائم نہ رہے۔ اس کے نتیجہ میں دنیا میں کفر اور ظلم پھیل گیا اور امن وسکون جاتا رہا۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي

النَّاسِ لِيُذِيقَهُم بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٤١﴾ قُلْ
سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلُ ۚ
كَانَ أَكْثَرُهُم مُّشْرِكِينَ ﴿٤٢﴾ فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ الْقَيِّمِ مِن
قَبْلِ أَن يَأْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهُ مِنَ اللَّهِ يَوْمَئِذٍ يَصَّدَّعُونَ ﴿٤٣﴾
مَن كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ ۖ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِأَنفُسِهِمْ
يَمْهَدُونَ ﴿٤٤﴾ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِن فَضْلِهِ ۚ
إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ ﴿٤٥﴾

ترجمہ: ظاہر ہوا فساد خشکی میں اور تری میں اس کمائی کی وجہ سے جو کی لوگوں کے ہاتھوں نے تا کہ چکھائے ان کو مزہ بعض ان کاموں کا جو انہوں نے کیے تا کہ وہ پلٹ آئیں۔ تو کہہ دے کہ چلو تم زمین میں اور دیکھو کیسا ہوا انجام لوگوں کا جو پہلے ہوئے۔ تھے ان میں سے اکثر مشرک۔ تو سیدھا کر اپنے چہرے کو دین صحیح کی طرف اس سے پہلے کہ آئے وہ دن نہیں ہے جس کا پھرنا (یعنی واپس ہونا) اللہ کی طرف سے۔ اس دن لوگ جدا جدا ہوں گے۔ جس نے انکار کیا سو اس کے سر ہے اس کا انکار۔ اور جس نے عمل کیا نیک تو وہ اپنے ہی لیے سنوارتے ہیں تا کہ جزا دے ان کو جو ایمان لائے اور عمل کئے نیک اپنے فضل سے۔ بے شک وہ نہیں محبت رکھتا کافروں سے۔

تفسیر: جب لوگ دین فطرت پر قائم نہ رہے اور (خشکی وتری میں) یعنی ساری دنیا میں کفر و ظلم اور فتنہ و (فساد) اور جنگ و جدال (پھیل گیا) اور اس کی نحوست سے نہ خشکی میں امن وسکون رہا نہ تری میں۔ اور یہ سب کچھ (لوگوں کی اپنے ہاتھ کی کمائی) یعنی بداعمالیوں (کی وجہ سے ہوا) تو اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ بندوں کی بداعمالیوں کا (تھوڑا سا مزہ) دنیا میں بھی ان کو (چکھا دیا جائے) اور پوری سزا تو آخرت میں ملے گی (ہوسکتا ہے) کچھ لوگ دنیا کی سزا سے ڈر کر کفر وشرک سے (پلٹ آئیں)۔

(آپ کہئے) کہ اے مشرکو (تم زمین میں چلو پھرو پھر دیکھو کہ تم سے پہلے لوگوں کا کیسا انجام ہوا ان میں سے اکثر مشرک تھے) اور شرک کی وجہ سے ان کی شامت آئی۔ دوسروں کی اور وجہ سے آئی۔ (سو آپ اپنا رخ دین قیم) یعنی دین حق (کی طرف رکھیں اس سے پہلے کہ قیامت کا دن آئے جس کا ٹلاؤ

نہیں ہے) نہ کوئی طاقت اس کو پھیر سکتی ہے اور نہ وہی اللہ اس کو ملتوی کرے گا۔ اور (اس دن لوگ الگ الگ ہوں گے) جنتی الگ ہوں گے اور جہنمی الگ ہوں گے تو اے مشرکو سمجھ لو کہ (جو کوئی راہ راست پر آنے سے انکار کرے گا اس کا وبال اسی کے سر ہوگا اور جو نیک عمل کرتے ہیں تو اپنے ہی فائدے کے لیے) جو کہ جنت میں داخلہ ہے (راستہ بناتے ہیں۔ تا کہ اللہ بدلہ دے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے اپنے فضل سے)۔ آدمی کتنا ہی نیک عمل والا ہو اس کو جنت بہر حال اللہ کے فضل سے ہی ملے گی۔ اور اے مشرکو یہ بات نہ سمجھو تو یہ سن لو کہ (اللہ کافروں) اور مشرکوں (سے بلاشبہ محبت نہیں کرتا) لہٰذا محبت کی وجہ سے معاف کرنے پر مجبور نہیں ہے۔

ربط: دین میں توحید کا موضوع بنیادی ہے۔ پھر توحید کی چند قسمیں ہیں جو یہ ہیں، اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں توحید، عبادت میں توحید، تصرف میں توحید اور روز مرہ کے کاموں کے دوران توحید۔ اس وجہ سے توحید کے حق میں بہت سے دلائل دینے کے باوجود کچھ ہی فصل کے بعد مزید دلیل ذکر کرتے ہیں۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرٰتٍ
وَّلِيُذِيْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَلِتَجْرِيَ الْفُلْكُ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ
فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا
اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا ؕ
وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ
فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهٗ فِي السَّمَآءِ كَيْفَ يَشَآءُ وَيَجْعَلُهٗ كِسَفًا
فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ
مِنْ عِبَادِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ
اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِيْنَ ﴿۴۹﴾ فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ
اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۚ
وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۵۰﴾ وَلَئِنْ اَرْسَلْنَا رِيْحًا فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا

ظَلُّوا مِنْ بَعْدِهٖ يَكْفُرُوْنَ ﴿۵۱﴾ فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ
الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿۵۲﴾ وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْيِ عَنْ
ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۵۳﴾
اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ
قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَيْبَةً ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ
وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ ﴿۵۴﴾

ترجمہ: اور اس کی نشانیوں میں سے (ایک) یہ ہے کہ وہ بھیجتا ہے ہوائیں خوشخبری لانے والی اور تا کہ چکھائے مزہ تم کو اپنی رحمت کا اور تا کہ چلیں کشتیاں (اور بحری جہاز اس کے حکم سے اور تا کہ تم تلاش کرو اس کے فضل میں سے اور تا کہ تم شکر کرو (یعنی حق بات کو تسلیم کرو) اور بھیجے ہم نے تجھ سے پہلے بہت سے رسول ان کی قوموں کی طرف تو وہ (رسول) آئے ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر پھر انتقام (بدلہ) لیا ہم نے ان لوگوں سے جنہوں نے جرم کیا۔ اور حق ہے ہم پر مدد کرنا ایمان والوں کی۔

اللہ ہی ہے جو بھیجتا ہے ہواؤں کو پھر وہ اٹھاتی ہیں بادلوں کو پھر پھیلا دیتا ہے ان کو آسمان میں جیسے چاہتا ہے اور کر دیتا ہے ان کو تہ بہ تہ پھر تو دیکھتا ہے بارش کو نکلتی ہے ان کے بیچ میں سے۔ پھر جب پہنچاتا ہے اس کو جسے چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے اسی وقت وہ خوشیاں کرتے ہیں اگرچہ اس سے پہلے کہ نازل کی جاتی (بارش) ان پر ہو جاتے تھے مایوس۔ سو دیکھو نشانیاں رحمت الٰہی کی کیسے زندہ کرتا ہے وہ زمین کو اس کی موت کے بعد۔ بلاشبہ وہی زندہ کرنے والا ہے مردوں کو اور وہی ہر چیز پر قدرت والا ہے۔ اور اگر بھیجیں ہم ایک ہوا (نقصان دہ) پھر لوگ دیکھیں اس کو (یعنی کھیتی کو) زرد تو ہو جاتے ہیں اس کے بعد ناشکری کرتے ہوئے۔

سو تو نہیں سنا سکتا مردوں کو اور نہیں سنا سکتا بہروں کو جب وہ مڑیں پیٹھ پھیر کر۔ اور نہیں ہے تو راہ دکھانے والا اندھوں کو ان کی گمراہی سے۔ صرف سنا سکتا ہے تو اس کو جو ایمان لایا ہماری آیتوں پر۔ تو یہ لوگ تابعدار ہیں۔

اور اللہ ہے جس نے بنایا تم (انسانوں) کو کمزوری سے پھر بنائی کمزوری کے بعد قوت پھر بنائی قوت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا۔ بناتا ہے جو چاہتا ہے اور وہ ہے علم والا قدرت والا۔

تفسیر: (اور اللہ کی نشانیوں میں سے ہے کہ اللہ بھیجتا ہے ہواؤں کو) جن سے پانچ فائدے حاصل ہوتے ہیں (i) باران رحمت کی خوشخبری لاتی ہیں (ii) اور تا کہ اللہ مزہ چکھائے ان کو اپنی مہربانی کا) یعنی بارش برساتا ہے (iii) (اور تا کہ کشتیاں) خصوصاً بادبانی کشتیاں اور جہاز چلیں اللہ کے حکم سے (iv) اور تا کہ تم تلاش کرو اللہ کا فضل) یعنی رزق جس کی صورت یہ ہے کہ تم اپنا مال تجارت کشتیوں اور جہازوں کے ذریعے دریا اور سمندر پار لے جاتے ہو اور ادھر فروخت کرتے ہو اور نفع کماتے ہو اور (v) تا کہ) صرف اللہ کے بنائے ہوئے نظام کو دیکھ کر تم میں شکر کا جذبہ پیدا ہو اور (تم اللہ کا شکر ادا کرو)۔

اے رسول! کفر اور شرک پر ہٹ دھرمی اختیار کرنا صرف موجودہ مشرکوں کا طریقہ نہیں ہے بلکہ پہلے کے مشرکوں کا بھی یہی شیوہ تھا۔ (آپ سے پہلے بھی ہم نے رسولوں کو ان کی قوموں کی طرف بھیجا تو وہ ان کی طرف کھلی نشانیاں لے کر آئے) اور جب قوم والوں نے رسول کی بات کو نہ مانا اور ہر طرح سے سمجھائے جانے کے باوجود نہ مانا (تو ہم نے مجرم) وگناہگار (لوگوں سے بدلہ لیا۔ اور رہے ایمان والے تو) کافروں اور مشرکوں کے مقابلہ میں (اہل ایمان کی مدد کرنا ہمارے ذمہ ہے) جو ہمارے اپنے اختیار سے ہے۔

(اللہ ہی ہے جو بھیجتا ہے ہواؤں کو پھر وہ اٹھاتی ہیں بادل کو۔ پھر اللہ بادل کو آسمان میں پھیلا دیتا ہے اور بادل کو تہ بہ تہ کر دیتا ہے پھر تم بارش کو دیکھتے ہو کہ وہ نکلتی ہے بادل کے بیچ میں سے۔ پھر جب پہنچاتا ہے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے تو وہ اچانک خوشی منانے لگتے ہیں حالانکہ اس سے پہلے جب تک ان پر بارش نہیں برسائی گئی وہ نا امید ہو رہے تھے)۔ انسان کا حال بھی عجیب ہے۔ ذرا دیر میں نا امید ہو کر بیٹھ جاتا ہے پھر ذرا سی دیر میں خوشی سے کھل پڑتا ہے۔ (سو اللہ کی رحمت کے آثار کو دیکھو۔ وہ کیسے زندہ کرتا ہے زمین کو اس کی موت کے بعد)۔ چند گھنٹے پہلے وہ بالکل خشک اور مردہ تھی بارش نے اس کو زندہ اور تر و تازہ کر دیا اور کچھ ہی دیر میں اس کی پوشیدہ قوتوں کو ابھار دیا۔ اللہ کے لیے یہ کام کرنا کچھ مشکل نہیں کیونکہ ایک تو وہ مردوں کو زندہ کرنے والا ہے اور) دوسرے (وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے)۔

پہلے نا امید تھے بارش آئی زمین میں زندگی آ گئی تو خوش ہو گئے اترانے لگے۔ (اب اگر اس کے بعد ہم ایک ہوا چلا دیں) جو کھیتی کو خشک کر دے (اور وہ اس کھیتی کو پیلی دیکھیں تو) ہمارے سارے احسان فراموش کر کے) ناشکری کرنے لگیں۔) حاصل یہ ہے کہ ان کا شکر اور ان کی ناشکری دونوں ہی دنیوی اغراض کے تابع ہیں۔

اللہ تعالیٰ کو سب قدرت ہے مردہ کو زندہ کر دے اور اس کو کوئی بات سنوا دے لیکن (آپ کو یہ قدرت نہیں کہ مردوں کو اور بہروں کو پکار سنوا سکیں جب کہ وہ پیٹھ پھیر کر پلٹیں۔ اور نہ ہی آپ راہ دکھا سکتے ہیں اندھوں کو ان کی گمراہی سے) جب کہ حال یہ ہے کہ یہ مردے اور بہرے اور اندھے دیکھنا سننا

نہ چاہتے ہوں۔اسی طرح جولوگ دین حق کے اعتبار سے مردے ہیں یا اندھے بہرے ہیں کہ حق بات کو سننے اور دیکھنے کا ارادہ بھی نہ رکھتے ہوں اپنی گمراہی میں مگن ہوں۔آپ ان کے کفر وشرک کو نہ چھوڑنے سے غمگین نہ ہوں۔آپ کی ذمہ داری حق کو ان تک پہنچا دینا ہے ان سے منوانا نہیں ہے۔(آپ تو صرف ان کو سنا سکتے ہیں۔جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے سو یہ لوگ مسلمان ہیں)۔

ضابطہ: دنیا میں کوئی بھی کام خواہ وہ کسی نے بھی کیا ہو وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت وارادے کے بغیر نہیں ہوتا۔مگر آدمی جو کام اسباب عادیہ (خواہ وہ اسباب جلی ہوں یا خفی مثلاً سحر وغیرہ) کے دائرہ میں رہ کر اپنے اختیار سے خود کرے وہ اس کی طرف منسوب ہوتا ہے اور جو کام اسباب عادیہ کے خلاف کسی سے صادر ہو اس کی نسبت براہ راست اللہ کی طرف کرتے ہیں مثلاً کسی نے گولی مار کر یا جادو کر کے دوسرے کو قتل کر دیا تو یہ اس قاتل کا فعل کہلائے گا اور فرض کیجئے ایک مٹھی بھر کنکریاں پھینکیں جس سے لشکر تباہ ہو گیا اس کی نسبت اللہ کی طرف کریں گے اور کہیں گے کہ اللہ نے اپنی قدرت سے لشکر کو تباہ کیا اگرچہ مجازاً یعنی فعل الٰہی کے صدور کا محل ہونے کی وجہ سے اس کی نسبت کنکریاں پھینکنے والے کی طرف بھی کر سکتے ہیں۔باوجودیکہ گولی اور جادو سے ہلاک کرنا بھی اللہ ہی کی قدرت کا کام ہے کیونکہ اس کے ارادہ کے بغیر گولی یا کنکری کچھ اثر نہیں کر سکتی اور کنکریوں سے ہلاک کرنا بھی اللہ ہی کا کام ہے۔قرآن پاک کی سورہ انفال میں ہے۔

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (اور جب آپ نے کنکریاں پھینکیں تو آپ نے نہیں پھینکیں بلکہ اللہ نے پھینکیں) یہاں اسباب عادیہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے پیغمبر سے رمی کی نفی کر کے براہ راست اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کی گئی۔ٹھیک اسی طرح یہ سمجھ لو کہ تم یہ نہیں کر سکتے کہ کچھ بولو اور اپنی آواز مردے کو سنا دو کیونکہ یہ چیز ظاہری اور عادی (یعنی عام معمول کے) اسباب کے خلاف ہے البتہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ظاہری اسباب کے خلاف تمہاری بات کوئی مردہ سن لے یہ ممکن ہے اور اس کو یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عام عادت کے برخلاف مردے کو سنوا دیا۔قرآن پاک اور حدیث میں جن باتوں کا غیر معمولی طریقوں سے سننا ثابت ہو اسی حد تک مردوں کے سماع کا اعتقاد رکھیں۔ان باتوں سے تجاوز کر کے مردوں کے لیے ایسی بات کے سننے کا اعتقاد رکھنا جس کا ذکر قرآن وحدیث میں نہیں ہے درست نہیں۔

(اللہ ہی ہے جس نے تم کو) اولاً (پیدا کیا کمزوری سے) یعنی جب تمہیں پیدا کیا تو تم بہت کمزور اور ناتواں بچے تھے۔(اس کمزوری کے بعد تمہارے اندر) درجہ بدرجہ (قوت پیدا کی) یہاں تک کہ تم جوانی کو پہنچے اور جوانی کے زمانہ میں جسمانی قوتیں اپنے کمال پر ہوتی ہیں۔(پھر قوت کے بعد) درجہ بدرجہ (کمزوری پیدا کی اور بڑھاپے کو لائے) جو کہ کمزوری کی آخری حد ہے۔اس وقت تمام اعضاء ڈھیلے پڑ جاتے ہیں اور قوتیں معطل ہو جاتی ہیں۔قوت وکمزوری کا یہ اتار چڑھاؤ صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

(وہ جو چاہتا ہے) اور جیسے چاہتا ہے (بناتا ہے اور وہ) جانے بغیر نہیں بناتا بلکہ وہ (بڑے علم والا ہے اور) خوب جانتا ہے کہ کس وقت کس چیز کو کس حالت سے گزارنا ہے اور وہ اپنے علم اور اپنی حکمت کے مطابق چیزوں کے بنانے پر (کمال قدرت والا ہے)۔

ربط: اوپر توحید کی بہت سی نشانیاں بیان کرنے کے دوران دنیا و آخرت کے انجام سے بھی ڈراتے رہے۔ پچھلی آیت میں توحید کی نشانی ذکر کی جو اس سورت کی آخری نشانی ہے۔ حسب معمول یہاں بھی آخرت میں پیش آنے والے ابتدائی حالات ذکر کرتے ہیں۔

وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۙ
مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ ۭ كَذٰلِكَ كَانُوْا يُؤْفَكُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ
اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِيْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ ۠
فَهٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَيَوْمَىِٕذٍ لَّا يَنْفَعُ
الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَلَقَدْ ضَرَبْنَا
لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۭ وَلَىِٕنْ جِئْتَهُمْ بِاٰيَةٍ
لَّيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ ﴿۵۸﴾ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ
عَلٰي قُلُوْبِ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۹﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ
لَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۶۰﴾

ترجمہ: (اور جس دن قائم ہوگی قیامت قسمیں کھائیں گے مجرم اس بات پر کہ نہیں ٹھہرے وہ مگر ایک گھڑی۔ اسی طرح وہ الٹے چلتے تھے۔ اور کہیں گے وہ لوگ جو دیئے گئے علم اور ایمان کہ تم ٹھہرے تھے کتاب الٰہی میں اٹھائے جانے کے دن تک، تو یہ اٹھائے جانے کا دن ہے اور لیکن تم لوگ نہیں جانتے تھے۔ تو اس دن نہ فائدہ دے گی ان لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا ان کی معذرت اور نہ ان سے مطالبہ ہوگا کہ (اللہ کو) راضی کرلیں۔ ہم نے لوگوں کے لیے اس قرآن میں ہر طرح کی مثال ذکر کی ہے۔ اور اگر تو لائے ان کے پاس کوئی نشانی تو ضرور کہیں گے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا نہیں ہو تم مگر جھوٹ بنانے والے۔ اسی

طرح مہر لگا دیتا ہے اللہ دلوں پر ان لوگوں کے جو سمجھ نہیں رکھتے۔ سو تو صبر کر بلاشبہ وعدہ الٰہی برحق ہے اور پھسلا نہ دیں تجھ کو وہ لوگ جو یقین نہیں رکھتے۔

تفسیر: (اور جس دن قیامت قائم ہو گی مجرم لوگ) یعنی کافر و مشرک اپنی قبروں سے زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے تو ان کو نظر آئے گا کہ سب سے بڑی مصیبت کی گھڑی آن پہنچی تو (قسمیں کھا کھا کر کہیں گے کہ ہم تو) دنیا اور برزخ میں (صرف ایک گھڑی ٹھہرے یعنی بہت تھوڑا وقت جس کو ایک دن یا دن کا کچھ حصہ بھی کہا گیا۔ اتنے تھوڑے وقت میں آدمی اچھی طرح غور و فکر نہیں کر سکتا۔ اگر کچھ زیادہ رہنا ہوتا تو ٹھیک طریقے سے غور و فکر کرتے اور حق کو اختیار کرتے۔ یہ ان کی بناوٹی بات ہے۔ جیسے اب یہ الٹی باتیں بنا رہے ہیں (اسی طرح یہ) دنیا میں بھی (الٹی چال چلتے تھے۔ اور وہ لوگ جن کو ایمان اور سمجھ بوجھ حاصل ہے) یعنی مومن انسان اور فرشتے (وہ) ان کی تردید کریں گے اور (کہیں گے کہ) تم جھوٹ کہتے ہو کہ تم دنیا اور برزخ میں صرف ایک گھڑی رہے ولیکن حق بات یہ ہے کہ (تم کتاب الٰہی) یعنی لوح محفوظ (کے مطابق قیامت کے دن تک رہے ہو) ایک منٹ کی کمی نہیں ہوئی۔ (آج) عین وعدہ الٰہی کے موافق (قیامت کا دن ہے)۔ (لیکن) اب وہ دن دیکھ لو جسے (تم جانتے) اور مانتے (نہ تھے)۔ اگر پہلے سے اس دن کا یقین کر لیتے تو تیار ہو کر آتے۔ (سو اس دن) کے عذاب سے بچاؤ کے لیے (نہ ان سے معذرت قبول کی جائے گی اور نہ ہی ان سے یہ کہا جائے گا کہ تم توبہ کر کے اللہ کو راضی کر لو) کیونکہ یہ دونوں باتیں دنیا میں رہتے ہوئے بندہ کرے تو قبول ہیں مرنے کے بعد نہیں۔

(ہم نے) یعنی اللہ (نے قرآن پاک میں) توحید کو (ہر ہر مثال سے) اور ہر ہر دلیل سے (سمجھایا) لیکن مجرموں کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی (اور ان کی یہ حالت ہے کہ آپ جب بھی ان کے پاس کوئی نشانی لے کر جائیں گے تو) مجرم اور (کافر یہ ضرور کہیں گے کہ تم لوگ یعنی پیغمبر اور مسلمان سب مل کر جھوٹ بنا لائے ہو) پیغمبر نے جھوٹی چند آیتیں بنا لیں اور دوسروں نے یعنی مسلمانوں نے ان کی جھوٹی تصدیق کر دی، پیغمبر نے جادو دکھایا اور دوسرے اس پر ایمان لے آئے اس طرح ملی بھگت کر کے تم اپنا جھوٹا مذہب پھیلانا چاہتے ہو۔

جو آدمی نہ سمجھے نہ سمجھنے کی کوشش کرے اور ضد اور دشمنی سے ہر حق بات کا انکار کرتا رہے تو تھوڑی تھوڑی کرتے ہوئے (اس کے پورے دل پر اللہ مہر لگا دیتا ہے) اور آخر کار دشمنی اور ضد کی وجہ سے دل اتنا سخت ہو جاتا ہے کہ قبول حق کی صلاحیت ہی ضائع ہو جاتی ہے۔ جب ان بدبختوں کا حال دشمنی اور ضد کے اس درجہ تک پہنچ گیا تو (آپ) ان کی شرارتوں سے تنگ دل نہ ہوں اور (صبر و تحمل کے ساتھ) دعوت و اصلاح کے کام میں (لگے رہئے اللہ نے جو آپ سے مدد کا وعدہ کر رکھا ہے وہ حق) اور بالکل (ہے) اور بدعقیدہ اور (اور بے یقین لوگ آپ کو) آپ کے مقام سے کچھ (پھسلا نہیں سکتے)۔

سورہ لقمان

ربط: پچھلی سورت میں توحید کی بہت سی آفاقی و انفسی آیات (نشانیاں) ذکر ہوئیں اور اس سورت کو قرآن پاک کی آیات کے ذکر سے شروع کیا لیکن ان دونوں قسم کی آیتوں سے صرف وہ لوگ ہدایت پاتے ہیں جن میں نیکی کی صلاحیت ہو۔

سُوْرَةُ لُقْمٰنَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعٌ وَّثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّاَرْبَعُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓ ﴿١﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ﴿٢﴾ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ ﴿٣﴾
الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ
هُمْ يُوْقِنُوْنَ ﴿٤﴾ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ
الْمُفْلِحُوْنَ ﴿٥﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ
عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۚ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ
عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿٦﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ
لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿٧﴾
اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ ﴿٨﴾ خٰلِدِيْنَ
فِيْهَا ۚ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٩﴾

ترجمہ: (الٓمّٓ) یہ آیتیں ہیں کتاب حکیم کی اس حال میں کہ یہ (کتاب) ہدایت ہے اور رحمت ہے نیکو کاروں کے لیے جو قائم رکھتے ہیں نماز کو اور ادا کرتے ہیں زکوۃ کو اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ یہ لوگ ہیں ہدایت پر اپنے رب کی جانب سے اور یہی لوگ ہیں

فلاح پانے والے۔ اور لوگوں میں سے کچھ وہ ہیں جو خریدتے ہیں کھیل کی باتیں تاکہ بھٹکائیں راہ خدا سے بغیر سمجھے اور تاکہ بنائیں اس کو مذاق۔ ان کے لیے ہے عذاب توہین کرنے والا۔ اور جب پڑھی جاتی ہیں اس پر ہماری آیتیں تو وہ پلٹتا ہے تکبر کرتے ہوئے گویا کہ اس نے سنا ہی نہیں ان کو، گویا کہ اس کے دونوں کانوں میں بوجھ ہے۔ سو خوشخبری دے اس کو عذاب دردناک کی۔ بلاشبہ جو لوگ لائے ایمان اور کئے نیک اعمال ان کے لیے باغات ہیں نعمت کے ہمیشہ رہیں گے ان میں۔ (تو پائے گا) وعدہ اللہ کا سچا اور وہ زبردست ہے حکمت والا ہے۔

تفسیر: (الٓمّٓ یہ حکمت والی کتاب) یعنی قرآن (کی آیتیں ہیں اور یہ کتاب) خاص (نیکوکار لوگوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے) کیونکہ یہی لوگ اس کتاب سے نفع اٹھانے والے ہیں ورنہ وعظ و نصیحت کے اعتبار سے تمام جن وانس کے لیے بھی یہ ہدایت و رحمت ہے۔ (نیکوکاروں سے یہاں مراد وہ لوگ ہیں جو) ایمان کو قبول کرتے ہیں اور (نماز کو قائم کرتے ہیں) اور قائم رکھتے ہیں (اور زکوۃ ادا کرتے ہیں اور یہی لوگ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ یہی لوگ اپنے رب کی ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہیں)۔ آگے ان کے برعکس لوگوں کا ذکر کرتے ہیں۔ (اور لوگوں میں سے کچھ وہ ہیں جو) نیکوکاروں کے برعکس قرآن پاک سے اعراض بھی کرتے ہیں اور (لہو الحدیث کو اختیار کرتے ہیں)۔ لہو الحدیث سے وہ باتیں اور چیزیں مراد ہیں جو خدا کی یاد اور اس کی عبادت سے ہٹانے والی ہیں۔ لہو الحدیث میں ان لوگوں کی مشغولیت اس غرض سے ہوتی ہے کہ جو لوگ اسلام قبول کرنے کی طرف مائل ہو رہے ہیں ان کو قصے کہانیاں سنا کر اور گانے بجانے میں مشغول کر کے (اصل حقیقت جانے بغیر ان کو راہ خداوندی سے بھٹکا دیں اور راہ خداوندی کو مذاق بنا لیں۔ ایسے لوگوں کے لیے توہین کرنے والا عذاب ہے۔ اور جب ایسے شخص پر ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو یہ تکبر کرتے ہوئے منہ موڑ لیتا ہے اور ایسا بن جاتا ہے گویا کہ اس نے ہماری آیتوں کو سنا ہی نہیں گویا کہ اس کے دونوں کانوں میں بوجھ ہے) جس کی وجہ سے یہ بہرا ہے۔ سو آپ ایسے شخص کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے)۔

تنبیہ: لہو الحدیث سے مراد کھیل کی وہ باتیں ہیں جو آدمی کو خدا کی یاد اور عبادت سے ہٹا دیں۔ کھیل کی کچھ باتیں کفر کی ہیں، کچھ گناہ کی ہیں، کچھ مباح لیکن لایعنی کی ہیں اور کچھ مباح اور ثواب کی ہیں جب کہ ثواب کی نیت سے ہوں۔ آگے لہو الحدیث کی اقسام اور ان کے حکم لکھے جاتے ہیں۔

پہلی قسم: وہ باتیں جن سے آدمی کفر میں جا سکتا ہے مثلاً ایسی کتابیں پڑھنا یا ایسی مجلسوں میں بیٹھنا جن میں اسلام کے بارے میں فرضی شکوک وشبہات اٹھائے گئے ہوں اور کسی دوسرے دین کی ترغیب

دی جارہی ہو اور ایسی مجلسوں میں شرکت کرنا اور دلچسپی لینا جن میں جنت و دوزخ سے متعلق ہنسی مذاق کیا جارہا ہو اور لطیفے سنائے جارہے ہوں۔

دوسری قسم: وہ باتیں جو آدمی کو گناہ کے کاموں پر لگا دیں اور شریعت کے احکام سے پھیر دیں مثلاً خود گانا بجانا یا گانے بجانے کی مجلس میں شریک ہونا، عشقیہ ناول اور افسانے لکھنا اور پڑھنا، اور بدعتیوں کی مجلسوں میں شریک ہونا۔

تیسری قسم: وہ باتیں جو بذات خود مباح ہیں لیکن ان میں نہ دین کا فائدہ ہو اور نہ دنیا کی مصلحت ہو۔ غرض لایعنی ہوں مثلاً کرکٹ کے کھیل پر رواں تبصرہ سننا۔

چوتھی قسم: وہ باتیں جو مباح بھی ہوں اور اچھی نیت کے ساتھ ہوں تو ثواب بھی ملے مثلاً

(i) میاں بیوی کا آپس میں ہنسی کھیل کرنا لیکن شریعت کے دائرے میں رہ کر اور نیت یہ ہو کہ خود کو عفت و پاکدامنی حاصل ہو اور نیک صالح اولاد ہو۔

(ii) وہ کام جن سے جہاد کی تیاری ہو مثلاً تیر اندازی، گھڑ سواری، تیراکی، اسی طرح ہاضمہ صحیح رکھنے کے لیے اور موٹاپے سے بچنے کے لیے اور دیگر بیماریوں سے بچاؤ کے لیے جسمانی ورزش کرنا اور دوڑ لگانا وغیرہ۔ یہ کام اگر جہاد کی نیت سے کیے جائیں تو ثواب بھی ملتا ہے۔

اوپر نیکوکاروں کے بارے میں بتایا کہ ان کو فلاح حاصل ہوگی۔ اب فلاح پانے والوں کے بنیادی اوصاف کو اور فلاح کی صورت کو ذکر کرتے ہیں کہ (وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کئے ان کے لیے نعمت کے باغ ہیں ہمیشہ رہیں گے ان میں۔ تم پاؤ گے اللہ کے وعدے کو سچا اور وہ زبردست ہے)، کوئی قوت اس کو اپنا وعدہ پورا کرنے سے نہیں ہٹا سکتی اور وہ (کمال حکمت والا ہے) اس لیے وہ بے موقع کوئی وعدہ نہیں کرتا۔

ربط: اوپر ذکر ہوا کہ یہ حکمت والی کتاب کی آیتیں ہیں۔ حکمت کا ایک اہم موضوع توحید ہے اس لیے توحید کو اختیار کرنے والوں کا نیک انجام ذکر ہوا۔ آگے توحید کے مزید دلائل ذکر کرتے ہیں۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ
وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۭ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَاَنْۢبَتْنَا
فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ۝ هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ

الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۱﴾

ترجمہ: پیدا کیا (اللہ نے) آسمانوں کو بغیر ستونوں کے تم دیکھتے ہو ان کو اور رکھ دیے زمین پر پہاڑ (مبادا) کہ جھک پڑے تم کو لے کر اور پھیلا دیے زمین میں ہر قسم کے جانور۔ اور اتارا ہم نے آسمان سے پانی کو پھر اگائیں ہم نے اس (زمین) میں ہر طرح کی عمدہ اقسام۔ یہ ہے مخلوق خداوندی تو تم دکھاؤ مجھے کہ کیا پیدا کیا ہے دوسروں نے اس کے سوا بلکہ ظالم لوگ ہی ہیں کھلی گمراہی میں۔

توحید کی پہلی دلیل سب کچھ اللہ تعالیٰ کا پیدا کردہ ہے

تفسیر: (اللہ) تعالیٰ (نے) بہت سی عجیب وغریب چیزیں بنائیں مثلاً

(i) (آسمانوں کو ستونوں کے بغیر پیدا کیا) جس کی دلیل یہ ہے کہ اگر ان کے ستون ہوتے تو تم ان کو دیکھتے۔

(ii) (اور زمین پر بڑے بڑے پہاڑ رکھ دیئے تاکہ) پہاڑوں کے بوجھ سے زمین ٹھہری رہے اور تند سمندری موجوں اور زور دار ہواؤں کے جھٹکوں سے اور دیگر طبعی اسباب سے مرتعش ہو کر تم سمیت زمین کسی ایک طرف کو (جھک نہ جائے)۔

(iii) (اور اللہ تعالیٰ نے زمین میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیئے)

(iv) (اور ہم نے آسمان) یعنی بلند بادلوں (سے) بارش کی صورت میں (پانی اتارا پھر ہم نے) اس پانی کے ذریعے (زمین میں) پر رونق اور خوش منظر اور کارآمد اور (عمدہ قسم کے درخت اگائے)۔

(یہ سب کچھ تو اللہ کی تخلیق کردہ ہیں تو اللہ کے سوا جن کو تم پوجتے ہو مجھے دکھاؤ کہ انہوں نے کیا پیدا کیا ہے)۔ جب وہ کچھ نہیں بنا سکتے تو ان کو خدائی میں شریک اور معبودیت کا مستحق کیسے مانتے ہو۔ معبود تو صرف وہی ہوسکتا ہے جس کے ہاتھ میں پیدا کرنا اور رزق دینا سب کچھ ہو جب کہ تمہارے ٹھہرائے ہوئے شریک ایک ذرہ تک کو بھی پیدا کرنے کا اختیار نہیں رکھتے۔

توحید اور ردشرک میں ہم نے مذکورہ بالا دلیل بیان کی (لیکن ظالم) یعنی مشرک لوگوں کو اس سے کچھ غرض نہیں کہ دلیل کو سمجھیں بلکہ وہ تو (کھلی گمراہی میں ہیں)۔

توحید کی دوسری دلیل: لقمان رحمہ اللہ کا تعارف اور ان کی نصیحت

اکثر اہل علم کی رائے یہ ہے کہ حضرت لقمان پیغمبر نہیں تھے ہاں ایک پاک باز متقی انسان تھے جن کو اللہ نے حکمت و دانائی سے خوب نوازا تھا۔ انہوں نے عقل کی راہ سے وہ باتیں کھولیں جو پیغمبروں کے احکام کے موافق تھیں۔

وَلَقَدْ
اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ
لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿۱۲﴾ وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ
وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۳﴾

ترجمہ: اور دی ہم نے لقمان کو حکمت کہ شکر ادا کر اللہ کا۔ اور جو کوئی شکر کرے تو وہ شکر کرتا ہے محض اپنے لیے۔ اور جو کوئی ناشکری کرے تو بلاشبہ اللہ بے پرواہ ہے سب تعریفوں والا ہے۔ اور جب کہا لقمان نے اپنے بیٹے کو جب کہ وہ نصیحت کر رہا تھا اس کو اے میرے بیٹے مت شرک کر اللہ کے ساتھ بلاشبہ شرک ظلم عظیم ہے۔

تفسیر: (اور ہم نے لقمان کو) جو غالباً حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے میں ہوئے (حکمت) و دانائی (عطا کی) حکمت و دانائی کی نعمت اور دیگر بہت سی نعمتوں کے جواب میں (اللہ کا شکر ادا کر) لیکن یہ واضح رہے کہ (جو کوئی شکر کرتا ہے تو اپنے فائدے کے لیے کرتا ہے) دنیا میں مزید انعام اور آخرت میں ثواب کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ خود اللہ کا اس میں کچھ فائدہ نہیں (اور جو کوئی ناشکری کرے تو) اس میں (اللہ) کا کچھ نقصان نہیں بندے کا نقصان ہے۔ اللہ کو اس کے شکریہ کی کیا پروا ہو سکتی ہے کیونکہ وہ تو (بے پروا ہے) اور بفرض محال کوئی اللہ کی تعریف کرنے والا نہ ہو تب بھی اپنی کامل صفات اور کمالات کی وجہ سے بذات خود (محمود ہے)۔ کسی کے حمد و شکر کرنے یا نہ کرنے سے اس کے کمالات میں ذرہ بھر کمی بیشی نہیں ہوتی۔ اور جب لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا (اے میرے بیٹے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا بلاشبہ شرک بہت بڑا ظلم) اور بے انصافی (ہے)۔ اس سے بڑھ کر ناانصافی کیا ہوگی کہ عاجز مخلوق کو خالق مختار کا درجہ دیا جائے اور اس سے زیادہ ظلم اپنی جان پر کیا ہوگا کہ انسان اشرف المخلوقات ہوتے ہوئے خود اپنے تراشیدہ ذلیل ترین بتوں کے آگے اپنے آپ کو رکوع میں جھکا دے اور سجدہ میں گرا دے۔

ربط: اوپر لقمان حکیم کی اپنے بیٹے کو یہ نصیحت ذکر ہوئی کہ اللہ کے حق کو پہچان کر اس کے ساتھ شرک نہ کیا جائے۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ اولاد کو نصیحت فرماتے ہیں کہ اپنے والدین کا حق پہچانے اور اس کو بجا لائے۔

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّ
فِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ؕ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴿۱۴﴾ وَ
اِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰۤى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا
وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ۫ وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ۚ
ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵﴾

ترجمہ: اور وصیت کی ہم نے انسان کو اس کے والدین کے بارے میں۔ (پیٹ میں) اٹھایا اس کو اس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری اٹھا کر اور دودھ چھڑانا ہے اس کا دو سال میں کہ شکر کر میرا اور اپنے والدین کا۔ میری ہی طرف واپسی ہے۔ اور اگر وہ جھگڑا کریں تجھ سے اس بات پر کہ تو شریک مان میرا (اس چیز کو) نہیں ہے تجھے جس کا علم تو مت اطاعت کر ان دونوں کی اور گزران کر ان کے ساتھ دنیا میں بھلے طریقے سے۔ اور پیروی کر اس شخص کی جو رجوع ہوا میری طرف۔ پھر میری طرف تم سب کی واپسی ہے پھر میں بتاؤں گا تم کو وہ اعمال جو تم کرتے تھے۔

تفسیر: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ (لقمان) حکیم نے اپنے بیٹے کو اللہ کا حق بتایا تو ہم نے اولاد کو اپنے والدین کا حق پہچاننے کی تاکید کی اور ماں باپ میں سے ماں کا حق باپ سے بھی زیادہ ہے کیونکہ (اس کی ماں نے) مہینوں (اس کو اپنے پیٹ میں اٹھائے رکھا کمزوری پر کمزوری کے ساتھ پھر) بچہ جننے کے بعد اس نے دودھ پلایا اور (دودھ چھڑانا دو سال ہونے پر) اور ان کے علاوہ کئی قسم کی تکلیفیں برداشت کیں اور اپنے آرام قربان کئے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ آدمی پہلے تو (میرا شکر ادا کرے پھر اپنے ماں باپ کا) خصوصاً ماں کا حق پہچانے۔ غرض صرف میری عبادت کرے اس میں کسی کو شریک نہ کرے اور جہاں تک ہو سکے والدین کی اطاعت گزاری کرے بشرطیکہ اس میں اللہ کی نافرمانی نہ نکلتی ہو کیونکہ اللہ کا حق سب پر مقدم ہے (اور میری ہی طرف) سب کی (واپسی ہے۔ (اور اگر تیرے والدین تجھ سے اس بات پر جھگڑا کریں کہ تو میرے ساتھ شریک ٹھہرا ایسے کو جس کا تجھے کچھ علم نہیں ہے تو ان کی اطاعت نہ کر) یعنی دین کے خلاف ماں باپ کا کہنا نہ مان (اور دنیا میں ان دونوں کے ساتھ بھلے طریقے سے گزارا کر) یعنی دنیوی معاملات میں ان کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک کرتا رہ (اور پیروی کر ان لوگوں کے راستہ کی جنہوں نے رجوع کیا میری طرف) یعنی پیغمبروں اور مخلص بندوں کی راہ پر چل دین کے

خلاف ماں باپ کی اطاعت بھی مت کر۔ (پھر) قیامت کے دن (میری طرف تم سب کی واپسی ہو گی اور جو جو عمل تم کرتے تھے وہ میں تمہیں بتاوں گا)۔

ربط: لقمان حکیم کا جب شرک کی مذمت میں تذکرہ ہوا تو آگے کچھ حکمت کی نصیحتیں جو انہوں نے اپنے بیٹے کو کیں حکمت کے طور پر ان کو ذکر کرتے ہیں۔

يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ
اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي
السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ﴿١٦﴾
يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ
عَلٰى مَآ اَصَابَكَ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿١٧﴾ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ
لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ
مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ﴿١٨﴾ وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ؕ
اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ﴿١٩﴾

ترجمہ: اے میرے بیٹے کوئی چیز اگر ہو برابر وزن دانہ رائی کے پھر ہو وہ کسی چٹان میں یا آسمانوں میں یا زمین میں لے آئے گا اس کو اللہ۔ بلاشبہ اللہ لطیف (یعنی چھپی چیزوں کا علم والا) ہے خبردار ہے۔ اے میرے بیٹے قائم رکھ نماز کو اور حکم دے بھلی بات کا اور منع کر برائی سے اور صبر کر اس پر جو (مصیبت) پہنچے تجھے۔ بے شک یہ ہیں ہمت کے کاموں میں سے۔ اور لوگوں کے سامنے مت پھلا (غرور سے) اپنے گالوں کو۔ اور میانہ روی اختیار کر اپنی چال میں اور نیچی رکھ اپنی آواز کو۔ بلاشبہ آوازوں میں سب سے بری آواز گدھے کی آواز ہے۔

تفسیر: لقمان حکیم کی کچھ اور نصیحتیں یہ ہیں:

1- (اے میرے بیٹے اگر کوئی چیز) یا کوئی اچھی یا بری خصلت (رائی کے دانے کے برابر وزن کی ہو اور) فرض کرو کہ (وہ پتھر کی) کسی سخت (چٹان کے اندر ہو یا آسمانوں کی بلندی پر ہو یا زمین) کی تاریک گہرائیوں (میں ہو وہ) بھی اللہ سے مخفی نہیں جب وقت آئے گا وہیں سے (اللہ نکال لائے گا اس کو)

اس لیے آدمی کو چاہئے کہ عمل کرتے وقت یہ بات پیش نظر رکھے کہ ہزار پردوں میں چھپ کر جو عمل کیا جاتا ہے اللہ کے سامنے ہے۔

2- (اے میرے بیٹے نماز کو قائم رکھ اور حکم دے بھلے کام کا اور منع کر برے کام سے)۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ کی توحید و بندگی پر خود قائم ہو کر دوسروں کو نیکی کے کام کا حکم دے اور برائی کے کام سے منع کر، پھر ان باتوں پر عمل کرنے میں یا ویسے بھی (جو تکلیفیں) اور سختیاں (تجھے پیش آئیں تو) بلند ہمتی سے (صبر کر) اور برداشت کر (کیونکہ یہ ہمت والے کام ہیں) جو سختیاں برداشت کرنے والے ہی کر سکتے ہیں۔

3- (اور) غرور کرتے ہوئے (لوگوں کے سامنے اپنے گال مت پھلا) یعنی ان کو غرور و تکبر سے مت دیکھ (اور) تکبر کرنے والوں کی طرح (زمین میں اکڑ کر مت چل)۔ ان حکموں کی ایک وجہ یہ ہے کہ (اللہ کسی بھی اترانے والے کو شیخیاں مارنے والے کو پسند نہیں کرتا) اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ان باتوں سے لوگوں میں عزت نہیں بنتی بلکہ ذلت بنتی ہے۔

4- (اور اپنی چال میں میانہ روی اختیار کر اور بات کرتے وقت اپنی آواز نیچی رکھ) بلا ضرورت چیخ کر مت بولو۔ اگر کسی کو خیال ہو کہ چیخ کر اور چلا کر بات کرنا خوبی ہے تو وہ گدھے کی آواز پر خیال کر لے کہ وہ بہت زور سے آواز نکالتا ہے لیکن اس کے چیخنے ہی کی وجہ ہے کہ (گدھے کی آواز سب سے بری) اور کرخت (ہوتی ہے)۔

ربط: لقمان حکیم کا کلام یہاں پورا ہوا۔ آگے پھر توحید کے مضمون کی طرف لوٹتے ہیں اور دلیل کے طور پر اللہ تعالیٰ اپنی عظمت و جلال اور احسان و انعام کو یاد دلاتے ہیں:

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ
مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ
بَاطِنَةً ؕ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى
وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ﴿۲۰﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ
مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ
السَّعِيْرِ ﴿۲۱﴾ وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗۤ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ

بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ؕ وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۲۲﴾ وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ
كُفْرُهٗ ؕ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ
الصُّدُوْرِ ﴿۲۳﴾ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿۲۴﴾

ترجمہ: کیا نہیں دیکھا تم نے کہ اللہ نے مسخر کیا تمہارے لیے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں اور پوری کر دیں تم پر اپنی نعمتیں کھلی اور چھپی۔ اور لوگوں میں سے کچھ وہ ہیں جو جھگڑتے ہیں اللہ کے بارے میں بغیر علم کے بغیر ہدایت کے اور بغیر کتاب روشن کے۔ اور جب کہا جاتا ہے ان سے کہ پیروی کرو اس کی جو نازل کیا اللہ نے (قرآن) کہتے ہیں (نہیں) بلکہ ہم پیروی کریں گے اس راہ کی جس پر پایا ہم نے باپ دادوں کو۔ کیا اگرچہ شیطان بلاتا ہو ان کو عذاب جہنم کی طرف۔ اور جو کوئی تابع کرے اپنا چہرہ اللہ کی طرف اور وہ نیکوکار ہو تو اس نے پکڑ لیا مضبوط کڑے کو۔ اور اللہ ہی کی طرف انجام ہے تمام کاموں کا۔ اور جو کوئی کفر کرے تو غمگین نہ کرے تجھ کو اس کا کفر کرنا۔ ہماری طرف ہے لوٹنا ان کا پھر ہم خبر دیں گے ان کو ان اعمال کی جو انہوں نے کئے۔ بے شک اللہ جانتا ہے سینوں کی باتوں کو۔ پھر ہم فائدہ دیں گے ان کو تھوڑا پھر ہم لاچار کر دیں گے ان کو سخت عذاب کی طرف۔

تفسیر: (کیا تم نے نہیں دیکھا) مراد یہ ہے کہ تم نے دیکھا تو ہے (کہ اللہ نے تمہارے لیے مسخر کیا) یعنی تمہارے کام پر لگا دیا (تمام مخلوق کو جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور پوری کر دیں تم پر اپنی نعمتیں کھلی) بھی جو ظاہری حواس سے معلوم کی جا سکتی ہیں یا وہ جو کسی تکلف کے بغیر سمجھ میں آ جائیں (اور چھپی) بھی جو عقلی غور و فکر سے معلوم ہوں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ظاہری سے مراد مادی اور معاشی نعمتیں ہوں اور باطنی سے مراد روحانی اور اخروی نعمتیں ہوں۔ اس کے مطابق پیغمبر بھیجنا، کتاب نازل کرنا اور نیکی کی توفیق دینا سب باطنی نعمتیں ہوں گی۔

ایسی کھلی نعمتوں اور ایسے کھلے احسانات کے باوجود (بعض لوگ وہ ہیں جو اللہ) کی وحدانیت یا اس کی صفات یا اس کے احکام (کے بارے میں جھگڑتے ہیں اور وہ بھی علم) وعقل کے کسی ضابطہ (کے بغیر اور کسی) برحق ہادی (کی رہنمائی کے بغیر اور) خدا کی نازل کردہ (کسی روشن کتاب کے) حوالہ کے (بغیر۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم پیروی کرو اس کی جو اللہ نے نازل کیا ہے) یعنی قرآن کی (تو کہتے ہیں) کہ نہیں ہم اس کی پیروی نہ کریں گے (بلکہ ہم اس دین کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کے باپ دادا بھی انسان تھے اور ان سے دونوں باتیں

ممکن تھیں۔ ایک یہ کہ وہ راہ ہدایت پر ہوں اور دوسری یہ کہ وہ گمراہی میں ہوں۔ (اور اگرچہ شیطان ان کو جہنم کے عذاب کی طرف بلا رہا ہو)۔ غرض حق و باطل کی تحقیق کئے بغیر تم اپنے اور اپنے باپ دادوں کے دین کو کیسے حق سمجھتے ہو۔ غرض یہ دو راہیں ہیں ایک نیکی کی اور دوسری کفر کی۔ (اور جو کوئی) نیکی کی راہ پر چلے اور (اپنا رخ اللہ کی طرف پھیر لے) یعنی جو اخلاص کے ساتھ نیکی کی راہ اختیار کرے (اور) اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دے اس حال میں کہ (وہ نیکوکار ہے تو) سمجھ لو کہ (اس نے بڑا مضبوط حلقہ) اور کڑا اپنے ہاتھ میں (پکڑ لیا ہے) اور جس نے یہ کڑا مضبوطی سے پکڑے رکھا وہ آخر اس کے سہارے سے اللہ تک پہنچ جائے گا (اور) خدا اس کا انجام درست کر دے گا کیونکہ (تمام کاموں کا انجام بنانا اللہ کے ہاتھ میں ہے اور) اس کے برعکس (جس نے کفر کیا تو اس کا کفر کرنا آپ کو غمگین نہ کرے) یعنی کسی کے انکار و تکذیب کی پروا نہ کریں۔ آخر کو (ان کافروں) اور منکروں (کی واپسی ہماری طرف ہی ہوگی پھر ہم ان کو ان کے تمام اعمال کی خبر دیں گے) اور وہ ہم سے ایک جرم بھی نہ چھپا سکیں گے کیونکہ (اللہ) تو ان کے (دلوں کی) تمام (باتوں) اور رازوں (سے واقف ہے۔ ہم ان کو تھوڑے دنوں کا عیش و فائدہ دیں گے پھر ہم ان کو لاچار کر دیں گے سخت عذاب کی طرف) اور یہ مجبور ہو کر اس کی طرف کھنچتے چلے آئیں گے۔

ربط: آگے توحید کے مزید دلائل دیتے ہیں:

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ
الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۵﴾ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۶﴾ وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ
وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ
اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۷﴾ مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ؕ اِنَّ
اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۲۸﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ
فِي الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۙ كُلٌّ يَّجْرِيْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّ
اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۹﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا
يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۳۰﴾

ترجمہ: اور اگر تو ان لوگوں سے پوچھے کہ کس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو تو یہ ضرور کہیں گے اللہ نے۔ تو کہہ الحمد للہ بلکہ ان کے اکثر نہیں جانتے۔ اللہ کے لیے ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں۔ بلاشبہ اللہ ہی بے پروا ہے تمام خوبیوں والا ہے اور اگر جو زمین میں ہیں درخت قلم ہوں اور سمندر ہو (سیاہی ink کا) بڑھاتے ہوں اس کو اس کے پیچھے سے سات سمندر نہ ختم ہوں گے کلمات خداوندی۔ بلاشبہ اللہ زبردست ہے حکمت والا ہے۔ نہیں ہے بنانا تم سب کا اور دوبارہ اٹھانا تم سب کا مگر ایک جان کی مانند۔ بے شک اللہ سب کچھ سننے والا سب کچھ دیکھنے والا ہے۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ داخل کرتا ہے رات کو دن میں اور داخل کرتا ہے دن کو رات میں اور مسخر کیا اس نے سورج کو اور چاند کو، ہر ایک چل رہا ہے وقت مقررہ کے لیے اور یہ کہ اللہ جو تم عمل کرتے ہو اس سے باخبر ہے۔ یہ اس لیے کہ اللہ ہی حق ہے اور جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں علاوہ اللہ کے باطل ہیں اور یہ کہ اللہ ہی بلند و بڑا ہے۔

تفسیر: (اور اگر آپ ان بندوں سے سوال کریں کہ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو یہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے) پیدا کیا ہے۔ (آپ کہئے کہ تمام خوبیاں اللہ کے لیے ہیں) اور شکر ہے کہ انہوں نے یہ اعتراف تو کیا کہ آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنا اللہ کے علاوہ کسی اور کا کام نہیں ہے۔ یہ اعتراف اس بات کو متضمن ہے کہ جتنی بھی خوبیاں ہیں وہ سب اللہ کی ذات میں موجود ہیں۔ اتنے بڑے نظام کو بنانا اور پھر اس کو چلانا علم وحکمت اور ارادہ وقدرت کے بغیر ممکن نہیں لہٰذا ان کو اللہ کی ذات میں تمام کمالات تسلیم کرنا پڑیں گے۔ اور جب ان کے نزدیک خالق تنہا اللہ ہے تو معبود دوسرے کیسے ہو گئے۔

جس طرح آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کرنے والا صرف اللہ ہے اسی طرح آسمانوں اور زمین میں جو چیزیں موجود ہیں وہ سب کسی دوسرے کی شرکت کے بغیر صرف اللہ کی مخلوق ومملوک ہیں (تو اللہ کو کیا پروا) کہ کوئی اس کی تعریف نہیں کرتا۔ (وہ تو خود ہی تعریف کیا ہوا ہے)۔ اللہ کی شان کا کیا پوچھنا۔ (زمین میں جتنے درخت ہیں وہ قلم ہو جائیں اور سمندر سیاہی بن جائے اور اس کے پیچھے مزید سات سمندر ہوں جو پہلے سمندر کو بڑھا رہے ہیں۔ ان قلموں اور سیاہی سے اللہ کے کلمات لکھے جائیں تو سارے قلم گھس جائیں گے اور سیاہی کے سمندر کے سمندر ختم ہو جائیں گے مگر (اللہ کی تعریفیں اور اس کی خوبیاں ختم نہ ہوں گی) اور اللہ کی قدرت کا کیا کہنا (اللہ کے لیے تم سب کو پیدا کرنا اور قیامت کے دن تم سب کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھا دینا ایسے ہے جیسے ایک جان کو پیدا کرنا۔ تو اللہ کے لیے یہ برابر ہیں۔ نہ اس میں کچھ دقت نہ مشقت۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ (اللہ سب کچھ سننے والا سب کچھ دیکھنے والا ہے)۔ اس لیے ایک آواز کا سننا اور بیک وقت تمام جہان کی آوازوں کو سننا، یا ایک چیز کو دیکھنا اور بیک وقت

تمام جہان کی چیزوں کو دیکھنا برابر ہے ایسے ہی ایک آدمی کو موت دینا، زندہ کرنا اور سارے جہان کو موت دینا زندہ کرنا اس کی قدرت کے سامنے یکساں ہے۔

(کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ رات) کے اوقات (کو دن میں داخل) کر کے دن کو لمبا (کرتا ہے اور دن کے اوقات (کو رات میں شامل) کر کے رات کو لمبا (کرتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو مسخر کیا) یعنی کام پر لگا دیا (ایک مقررہ مدت) یعنی قیامت تک (کے لیے ہر ایک چلتا رہے گا)۔

اب جو ذات ایسی ہے کہ رات کو دن کرتی ہے اور دن کو رات کرتی ہے اور چاند و سورج جیسے عظیم سیاروں کو ادنیٰ مزدور کی طرح کام میں لگائے رکھا ہے اسے تمہارے مرنے کے بعد زندہ کرنا کیا مشکل ہے اور جب وہ تمہارے ہر چھوٹے بڑے عمل سے واقف ہے تو حساب کتاب میں اسے دشواری کیوں ہو گی۔ اللہ تعالیٰ کی شیون اور صفات اس لیے ذکر کی گئی ہیں تا کہ سننے والے سمجھ لیں کہ:

(i) (ایک خدا کو ماننا ہی حق ہے اور صرف اس کی عبادت کرنا (ہی ٹھیک راستہ ہے۔

(ii) اس کے علاوہ یہ جس کو پکارتے ہیں وہ باطل) اور جھوٹ (ہے۔

(iii) یہ کہ اللہ سب سے بلند اور سب سے بڑا ہے)۔ اس لیے بندے کو چاہئے کہ وہ صرف اللہ کی عبادت کرے جو انتہائی تعظیم والے کے سامنے انتہائی عاجزی اور ذلت اختیار کرنے کو کہتے ہیں۔

اَلَمْ تَرَ
اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِيُرِيَكُمْ مِّنْ اٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ
ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۱﴾ وَاِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا
اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ؕ وَمَا
يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ﴿۳۲﴾

ترجمہ: کیا نہیں دیکھا تو نے کہ (بحری) جہاز چلتے ہیں سمندر میں نعمت خداوندی سے تا کہ وہ دکھائے تم کو اپنی کچھ نشانیاں۔ بلاشبہ اس میں) نشانیاں ہیں واسطے ہر صبر کرنے والے شکر کرنے والے کے لیے۔ اور جب ڈھانپ لیتی ہے ان کو (سمندر کی) موج جیسے بادل تو پکارتے ہیں اللہ کو خالص کرتے ہوئے اس کے لیے دین کو۔ پھر جب نجات دیتا ہے وہ (اللہ) ان کو خشکی کی طرف تو ان میں سے کچھ ہی بیچ کی راہ چلتے ہیں۔ اور نہیں انکار کرتا ہماری نشانیوں کا مگر جھوٹ بولنے والا ناقدری کرنے والا۔

تفسیر: اے مخاطب (کیا تم نے نہیں دیکھا کہ) بحری (جہاز چلتے ہیں سمندر میں) بھاری بھاری سامان اٹھا کر (اللہ کی نعمت) یعنی اس کے فضل (سے) کیسے وہ سمندر کی موجوں کو چیرتا پھاڑتا (چلتا ہے تاکہ اللہ دکھائے تم کو اپنی) قدرت کی (کچھ نشانیاں) تاکہ انسان ان پر غور کرے۔ بلاشبہ اس میں نشانیاں ہیں ہر صبر وتحمل کرنے والے شکر کرنے والے کے لیے کیونکہ وہی ان آیتوں سے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ (اور جب ڈھانپ لیتی ہے ان کو) سمندر کی طوفانی (موج تو اس وقت کٹر مشرکین بھی صرف اللہ کو پکارتے ہیں خالص کرتے ہوئے اس کے لیے دین کو)۔ معلوم ہوا کہ انسانی ضمیر اور فطرت کی اصل آواز یہی ہے۔ (پھر جب وہ نجات دیتا ہے ان کو خشکی کی طرف (تو ان میں سے کچھ اعتدال پر رہتے ہیں) اور اللہ کا حق عبادت صرف اسی کو دیتے ہیں ورنہ اکثر تو دریا یا سمندر سے نکلتے ہی شرارتیں اور شرک شروع کر دیتے ہیں۔ (اور ہماری نشانیوں) اور قدرتوں (کا انکار ہر وہ شخص کرتا ہے جو بات کا جھوٹا ہے اور حق کی ناقدری کرنے والا ہے)۔

ربط: طوفان کے وقت جہاز میں افراتفری مچی ہوتی ہے۔ ہر ایک کو اپنی جان کی فکر ہوتی ہے تاہم ماں باپ اولاد سے اور اولاد ماں باپ سے بالکلیہ غافل نہیں ہو جاتے ایک دوسرے کو بچانے کی تدبیر کرتے ہیں بلکہ بعض اوقات والدین کی شفقت چاہتی ہے کہ ہو سکے تو بچے کی مصیبت اپنے سر لے کر اس کو بچا لیں۔ لیکن ایک ہولناک دن ایسا آنے والا ہے جس میں ہر طرف نفسی نفسی ہوگی اولاد اور والدین میں سے کوئی بھی ایثار کر کے دوسرے کی مصیبت اپنے سر لینے پر قطعاً آمادہ نہ ہوگا۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱتَّقُوا۟ رَبَّكُمْ وَٱخْشَوْا۟
يَوْمًا لَّا يَجْزِى وَالِدٌ عَن وَلَدِهِۦ وَلَا مَوْلُودٌ هُوَ جَازٍ عَن وَالِدِهِۦ
شَيْـًٔا ۚ إِنَّ وَعْدَ ٱللَّهِ حَقٌّ ۖ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ ٱلْحَيَوٰةُ ٱلدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُم
بِٱللَّهِ ٱلْغَرُورُ ﴿٣٣﴾

ترجمہ: اے لوگو ڈرتے رہو اپنے رب سے اور ڈرو اس دن سے کہ نہ کام آئے گا باپ اپنی اولاد کے اور نہ اولاد اپنے باپ کے کچھ بھی۔ بلاشبہ وعدہ الٰہی حق ہے تو نہ دھوکہ میں ڈالے حیات دنیوی اور نہ دھوکا دے تمہیں اللہ کے نام سے دھوکہ باز۔

تفسیر: (اے لوگو بچتے رہو اپنے رب) کی نافرمانی (سے اور اس دن سے ڈرتے رہو جس میں) کوئی کسی کے کام نہ آئے گا یہاں تک کہ (نہ کوئی باپ اپنی اولاد کے کچھ کام آئے گا اور نہ اولاد اپنے

باپ کے کچھ کام آئے گی۔ بلاشبہ اللہ کا وعدہ سچ ہے لہٰذا دنیوی حیات) کی چند روزہ رونق اور چہل پہل (تم کو دھوکا نہ دے) کہ ہمیشہ اسی طرح رہے گی یا اس دنیا میں آرام سے ہو تو آخرت میں بھی آرام سے رہو گے (اور دغا باز) شیطان کے اغوا کرنے اور بھٹکانے سے بھی ہوشیار رہو (وہ بھی تمہیں اللہ کا نام لے کر دھوکہ نہ دے) کہ میاں اللہ بڑا بخشنے والا ہے رحم کرنے والا ہے اس لیے فی الحال مزے کر لو۔ بوڑھے ہو کر اکٹھی توبہ کر لینا اللہ سب معاف کر دے گا۔

ربط: اوپر ذکر ہوا کہ قیامت آ کر رہے گی؟ لیکن کب آئے گی یا تو اس کا علم صرف خدا کو ہے۔ اسی طرح کچھ اور باتیں ہیں جن کا علم صرف اللہ کو ہے۔ ان میں سے یہاں پانچ باتوں کا ذکر ہے اور یہ مغیبات خمسہ کہلاتی ہیں۔

إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَ
يَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ ۖ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۖ وَمَا تَدْرِي
نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴿٣٤﴾

ترجمہ: بے شک اللہ کے پاس ہے علم قیامت کا اور وہ نازل کرتا ہے بارش اور وہ جانتا ہے جو کچھ ہے رحموں میں اور نہیں جانتا کوئی شخص کہ کس زمین میں وہ مرے گا۔ بلاشبہ اللہ جاننے والا خبردار ہے۔

تفسیر: اس آیت میں مذکور پانچ چیزوں کا علم صرف اللہ کو ہے اور اللہ نے ان کا علم کسی اور کو نہیں دیا اس لیے ان کو مغیبات خمسہ کہا جاتا ہے۔ وہ چیزیں یہ ہیں:

(1) قیامت کب آئے گی؟ (اس کا علم صرف اللہ کو ہے)۔

(2) اللہ بارش اتارتا ہے۔ یعنی بارش آتی معلوم ہوتی ہے لیکن یہ کسی کو معلوم نہیں کہ پہلے سے کیا ایسے اسباب فراہم ہو رہے تھے کہ ٹھیک اسی وقت اسی جگہ اسی مقدار میں بارش ہو گی۔

(3) ماں بچہ کو پیٹ میں لیے پھرتی ہے لیکن (اسے معلوم نہیں کہ پیٹ میں کیا ہے) بچہ ہے یا رسولی ہے۔ بچہ ہے تو جنتی ہے یا جہنمی، اس کی عمر کتنی ہے اور اس کا رزق کتنا ہے۔

(4) (انسان) آئندہ کے واقعات پر حاوی ہونا چاہتا ہے مگر (یہ نہیں جانتا کہ کل میں خود کیا کام کروں گا)۔ پروگرام بناتا ہے لیکن معلوم نہیں کہ وہ اس کو کر بھی سکے گا یا نہیں۔

(5) (آدمی یہ نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں) یعنی کس جگہ (مرے گا)۔

(بلاشبہ اللہ بڑے علم والا بڑا خبردار ہے)۔

سورہ سجدہ

ربط: پچھلی سورت کے آخر میں اس بات کا ذکر ہوا کہ مغیبات خمسہ کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ علم غیب صرف اللہ کو ہے اور وہی عالم الغیب کہلانے کے لائق ہے۔ غرض اصل مضمون توحید کا ہے جس کی اقسام میں سے کہیں توحید فی العلم کو ذکر کرتے ہیں اور کہیں توحید فی التصرف کو اور کہیں توحید فی العبادۃ کو۔ یہاں بھی توحید فی العبادۃ کو چھوڑ کر شرک فی العبادۃ کو اختیار کرنے والوں کو عذاب الٰہی سے ڈراتے ہیں۔

سُوْرَةُ السَّجْدَةِ مَكِّيَّةٌ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — آيَاتُهَا ٣٠ رُكُوْعَاتُهَا ٣

الٓمّٓ ﴿١﴾ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٢﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ
افْتَرٰىهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ
مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿٣﴾

ترجمہ: آلم اتاری ہوئی کتاب ہے نہیں ہے کوئی شک اس میں منجانب رب العالمین کے ہے۔ کیا یہ کہتے ہیں گھڑ لیا ہے اس کو۔ بلکہ یہ حق ہے منجانب تیرے رب کے تاکہ تو ڈرائے ایسی قوم کو کہ نہیں آیا اس کے پاس کوئی ڈرانے والا پہلے تجھ سے شاید یہ ہدایت پر آجائیں۔

تفسیر: الم (یہ رب العالمین کی جانب سے اتاری ہوئی کتاب ہے جس میں کچھ) دھوکہ اور (شک وشبہ) کی گنجائش (نہیں ہے۔ کیا کافر) ایسی کتاب کے بارے میں یہ (کہتے ہیں کہ) مدعی نبوت (اس کو گھڑ لائے ہیں) اور اب اللہ کی طرف اس کی جھوٹی نسبت کر رہے ہیں۔ کافروں کی یہ بات غلط ہے کیونکہ آدمی اپنی طرف سے وہی چیز بنا کر لاتا ہے جس کی ماحول میں مانگ ہو اور لوگوں میں اس کی خواہش ہو۔ (بلکہ) صحیح بات یہ ہے کہ (یہ کتاب حق) سچ (ہے) اور (آپ کے رب کی طرف سے) اتاری ہوئی ہے (تاکہ) اس کے ذریعہ سے (آپ اس قوم کو) اللہ کی پکڑ اور آخرت کے عذاب سے

(ڈرائیں) اور راہ راست پر لانے کی محنت کریں جس میں بت پرستی شروع ہوئے ڈھائی سو سال کی مدت (میں آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا شاید کہ یہ لوگ ہدایت پر آ جائیں۔

ربط: آگے تصرف اور عبادت میں توحید کے دلائل کا اور آخرت کا ذکر کرتے ہیں۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ
الْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ؕ
مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا شَفِیْعٍ ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝۴ یُدَبِّرُ
الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ ثُمَّ یَعْرُجُ اِلَیْهِ فِیْ یَوْمٍ كَانَ
مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۝۵ ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ
الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ۝۶ الَّذِیْۤ اَحْسَنَ كُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ
الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ ۝۷ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ ۝۸
ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ
وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝۹

ترجمہ: اللہ ہے جس نے پیدا کیے آسمان اور زمین اور ان کے درمیان کی چیزوں کو چھ دنوں میں پھر قائم ہوا عرش پر۔ نہیں ہے تمہارے لیے اس کے علاوہ کوئی دوست اور نہ کوئی سفارشی۔ کیا پس تم سمجھتے نہیں ہو۔ وہ تدبیر کرتا ہے ہر کام کی آسمان سے لے کر زمین تک پھر چڑھتا ہے اس کی طرف ایک دن میں، جس کی مقدار ایک ہزار سال ہے اس سے جو تم شمار کرتے ہو۔ وہ ہے جاننے والا چھپے کا اور کھلے کا زبردست ہے رحمت والا ہے جس نے خوب بنائی ہر شے پیدا کیا اس نے جس کو، اور شروع کی انسان کی پیدائش گارے سے۔ پھر بنایا اس کی نسل کو نچوڑے ہوئے حقیر پانی سے۔ پھر برابر کیا اس کو۔ پھر پھونکی اس میں اپنی (بنائی ہوئی) روح سے اور بنائے تمہارے لیے کان اور آنکھیں اور دل۔ تھوڑا ہے جو تم شکر کرتے ہو۔

تفسیر: (اللہ ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو اور ان کے درمیان کی چیزوں کو چھ

دنوں میں) اور جیسا کہ قرآن پاک میں ہے وَ اِنَّ یَوۡمًا عِنۡدَ رَبِّکَ کَاَلۡفِ سَنَۃٍ مِّمَّا تَعُدُّوۡنَ یعنی انسانوں کے ہزار برس اللہ کے یہاں کے ایک دن کے برابر ہیں لہٰذا ہمارے چھ ہزار سال کے برابر کا وقت مراد ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ اللہ نے پہلے ان چیزوں کا مادہ پیدا کیا پھر اس کی استعداد کے مطابق بتدریج مختلف صورتوں میں منتقل کیا یہاں تک کہ چھ ہزار سال میں جا کر آسمان اور زمین اپنے تمام متعلقات سمیت موجودہ شکل میں ظاہر ہوئے۔ (پھر اللہ عرش پر) جو سلطنت کے تخت کے مشابہ ہے اس طرح (قائم) اور جلوہ فرما (ہوا) جو کہ اس کی شان کے لائق ہے جس کی ممکنہ صورت یہ ہے کہ عرش پر اللہ کی کوئی خاص تجلی قائم ہوئی اور اسی کے ذریعہ سے امور عالم کی تدبیر کی جاتی ہے۔

جب معلوم ہو گیا کہ عرش سے زمین تک ہر چیز اللہ کی بنائی ہوئی ہے اور اسی کے تکوینی حکم میں جکڑی ہوئی ہے تو اگر تم اللہ کے حکم کو اور اس کے رسول کو جھٹلاؤ گے تو (تمہارے لیے نہ کوئی حمایتی ہو گا اور نہ کوئی سفارشی ہو گا۔ تو کیا تم) اتنی موٹی بات کو (سمجھتے نہیں ہو)۔ اسی طرح پھر عرش سے زمین تک کا کوئی بھی معاملہ) اور کام (ہو) چھوٹے سے چھوٹا یا بڑے سے بڑا (اس کی تدبیر) بھی تنہا (اللہ ہی کرتا ہے)۔ اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہزار سال کے انتظامات اور تدابیر فرشتوں کو عطا فرماتا ہے۔ یہ ہزار سال اس دنیا کے ہیں ورنہ اللہ کے یہاں تو وہ ایک دن کے برابر ہیں۔ ہزار سال کے کام جب پورے ہو جاتے ہیں تو یہ سابقہ تدابیر اور احکام اللہ کی طرف چڑھتے ہیں یعنی اللہ ان کو اوپر اٹھا لیتا ہے اور اگلے ہزار سال کے لیے نئے احکام اور نئی تدبیریں فرشتوں کو دیتا ہے۔

پھر ایک وقت آئے گا جب یہ سارا قصہ ختم ہو کر اللہ کی طرف لوٹ جائے گا اور آخری فیصلہ کے لیے پیش ہو گا۔ اس کو قیامت کہتے ہیں۔ قیامت کا دن اس دنیا کے پچاس ہزار سال کے برابر کا ہو گا اور یہ پہلی مرتبہ صور پھونکنے کے وقت سے لے کر جنتیوں کے جنت میں اور جہنمیوں کے جہنم میں قرار پکڑنے تک ہو گا۔ ایسے عظیم الشان انتظام اور ایسی اعلیٰ تدبیر کو قائم کرنا صرف اس وجہ سے ہے کہ (وہ ہستی) ہر طرح کے کامل اوصاف کے ساتھ متصف ہے مثلاً وہ کامل علم والا ہے تو وہ (ہر چھپی اور کھلی چیز سے باخبر ہے، زبردست ہے اور مہربان ہے۔ پھر اللہ نے جو چیز بھی پیدا کی خوبی کے ساتھ پیدا کی اور انسان کی تخلیق کو گارے سے شروع کیا۔ پھر اس کی نسل کو نطفہ سے بنایا جو) غذاؤں کا نچوڑ ہے اور (حقیر پانی ہے۔ پھر اس کو برابر کیا) یعنی اس کے اعضا درست کئے (پھر اس میں اپنی) بنائی ہوئی (روح پھونکی اور تمہارے کان اور آنکھیں اور دل بنائے۔) ان نعمتوں کا شکرانہ یہ تھا کہ تم اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کی آیات تکوینیہ کو گہری نظر سے دیکھتے، اور اپنے کانوں سے آیات قرآنیہ توجہ اور شوق سے سنتے پھر دل سے دونوں کو ٹھیک ٹھیک سمجھنے کی کوشش کرتے اور اس پر عمل پیرا ہوتے مگر (تم لوگ بہت کم شکر ادا کرتے ہو)۔

ربط: اوپر توحید کے چند دلائل ذکر ہوئے آگے معاد یعنی آخرت کا ذکر کرتے ہیں کہ جب انسان زمین میں رل مل جائیں گے اور مٹی میں حل ہو جائیں گے تو وہ دوبارہ کس طرح زندہ کئے جائیں گے۔

وَقَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ
ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۭ بَلْ هُمْ بِلِقَاۗىِٕ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ۝ قُلْ
يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ۝
وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا
وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ۝ وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا
كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَاَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ
الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۝ فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَاۗءَ يَوْمِكُمْ
هٰذَا ۚ اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

ترجمہ: اور کہا انہوں نے جب ہم مٹی میں مل کر گم ہو جائیں گے کیا ہم ہوں گے تخلیق جدید میں بلکہ وہ اپنے رب کی ملاقات سے انکاری ہیں۔ تو کہہ قبض کر لیتا ہے تم کو موت کا فرشتہ جو مقرر کیا گیا ہے تم پر پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ اور اگر تو دیکھے جب مجرم لوگ جھکائے ہوئے ہوں گے اپنے سروں کو اپنے رب کے سامنے اور کہتے ہوں گے اے ہمارے رب ہم نے دیکھ لیا اور ہم نے سن لیا سو تو لوٹا دے ہم کو کہ ہم کر لیں نیک عمل ہم کو یقین آ گیا ہے۔ اور اگر ہم چاہتے تو عطا کرتے ہر جان کو اس کی ہدایت ولیکن پکی ہو چکی بات مجھ سے کہ ضرور بھروں گا میں جہنم کو جنوں اور انسانوں سے اکٹھے۔ تو چکھو بسبب اس کے کہ بھلایا تم نے اپنے اس دن کی ملاقات کو ہم نے بھی بھلا دیا تم کو اور چکھو عذاب ہمیشہ کا بسبب اس عمل کے جو تم کرتے تھے۔

تفسیر: لیکن آخرت کا انکار کرنے والے کافروں نے اس پر تو غور نہیں کیا کہ اللہ نے اول ان کو مٹی سے بنایا الٹے شبہات نکالنے لگے اور کہنے لگے کہ جب ہم) مٹی میں مل کر (مٹی میں گم ہو جائیں گے تو کیا ہم نئی پیدائش کے عمل سے گزریں گے)۔ یہ کیسے ممکن ہے؟ اور صرف شبہ کا اظہار ہی نہیں کر رہے

(بلکہ وہ تو) قیامت کے دن (اپنے رب کی ملاقات سے ہی انکاری ہیں۔آپ فرما دیجئے کہ تم) اپنے آپ کو محض بدن اور دھڑ سمجھ رہے ہو کہ خاک میں مل کر خاک ہو گئے۔ایسا نہیں ہے۔تم حقیقت میں روح ہو جسے تم (پر مقرر موت کا فرشتہ) موت کے وقت نکال کر اور وصول کر کے لے جاتا ہے۔پھر) قیامت کے دن (تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔اور اگر آپ وہ منظر دیکھیں جب مجرم لوگ) ذلت وندامت سے (اپنے رب کے سامنے اپنے سر جھکائے ہوں گے اور فریاد کریں گے کہ (اے ہمارے رب) ہمارے کان اور ہماری آنکھیں کھل گئیں اور (ہم نے) اس حقیقت کو (دیکھ لیا اور سن لیا) کہ اللہ کے یہاں صرف ایمان اور عمل صالح ہی کام آتا ہے۔(تو) اب (آپ ہمیں) صرف ایک مرتبہ اور دنیا میں لوٹا دیجئے (ہم نیک عمل کریں گے) اور انبیاء علیہم السلام جو باتیں فرمایا کرتے تھے ان پر (ہم کو یقین آ گیا ہے)۔لیکن قرآن پاک میں دوسری جگہ ہے کہ یہ لوگ اپنے اس دعوے میں جھوٹے ہیں (سورہ انعام رکوع 3) ان کو اگر دوبارہ دنیا میں بھیج دیا جائے تب بھی یہ وہی ممنوعہ کام اور شرارتیں کریں گے۔ان کی سرشت ہی ایسی بنی ہے کہ شیطان کی باتوں کو قبول کرتے ہیں اور اللہ کی رحمت سے دور بھاگتے ہیں۔(اور اگر ہم چاہتے تو ہر جان کو اس کی ہدایت عطا فرما دیتے) اور اس طرح زبردستی لوگوں کو اس راہ ہدایت پر قائم رکھتے جس پر انسان کا دل فطری طور پر رہنمائی کرتا ہے۔لیکن اس طرح سب کو ایک ہی طور وطریق اختیار کرنے کے لیے مجبور کر دینا ہماری حکمت کے خلاف ہے لہٰذا ہماری طرف سے وہ بات پوری ہوئی جو ابلیس کے دعوے لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ (میں ان سب کو ضرور بے راہ کروں گا سوائے تیرے مخلص بندوں کے) کے جواب میں ہم نے فرمائی تھی یعنی فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ منک و ممن تبعک منهم اَجْمَعِيْنَ یہ حق ہے اور میں حق بات ہی کہتا ہوں۔میں ضرور جہنم کو تجھ سے اور جنہوں نے تیری پیروی کی (جنوں اور انسانوں میں سے ان) سب سے بھروں گا۔(تو آج کے دن کی ملاقات کو بھلانے کی سزا چکھو۔ہم نے تمہیں بھلا دیا) اور تم کبھی رحمت سے یاد نہیں کئے جاؤ گے اور (ان اعمال کے سبب سے جو تم کرتے تھے ہمیشہ کا عذاب چکھو)۔

ربط: اوپر قیامت کے کچھ حالات ذکر کر کے آگے قیامت والوں کے دو گروہوں کا ذکر کرتے ہیں۔

اِنَّمَا
يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ
رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۱۵﴾ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ

يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۖ وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿١٦﴾ فَلَا تَعْلَمُ
نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٧﴾
اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ۭ لَا يَسْتَوٗنَ ﴿١٨﴾ اَمَّا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى ۭ نُزُلًۢا بِمَا كَانُوْا
يَعْمَلُوْنَ ﴿١٩﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ
يَّخْرُجُوْا مِنْهَآ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَقِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ
كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿٢٠﴾ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ
الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿٢١﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ
رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ۭ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ﴿٢٢﴾

ترجمہ: محض ایمان رکھتے ہیں ہماری آیتوں پر وہ لوگ جو جب نصیحت کئے جاتے ہیں ان کے ذریعہ تو گر جاتے ہیں سجدہ کرتے ہوئے اور وہ تکبر نہیں کرتے۔ جدا رہتے ہیں ان کے پہلو بستروں سے اور پکارتے ہیں اپنے رب کو خوف اور لالچ سے اور اس میں سے جو ہم نے ان کو دیا خرچ کرتے ہیں۔ سو نہیں جانتا کوئی نفس کیا کچھ چھپائی گئی ہے ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک۔ یہ ہم نے بنائی ہے جزا بعوض اس عمل کے جو وہ کرتے تھے۔ تو کیا وہ شخص جو مومن ہے مثل اس شخص کے ہے جو فاسق ہے۔ یہ برابر نہیں ہیں۔ رہے وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل کئے نیک تو ان کے لیے باغات ہیں رہنے کے۔ یہ ہم نے مہمانی بنائی ہے بعوض ان اعمال کے جو وہ کرتے تھے، اور رہے وہ لوگ جو نافرمان ہوئے تو ان کا ٹھکانا آگ ہے۔ جب بھی یہ لوگ ارادہ کریں گے کہ نکل آئیں آگ میں سے غوطا دیئے جائیں گے اس میں اور کہا جائے گا ان سے کہ چکھو آگ کا عذاب جس کو تم جھٹلاتے تھے۔ اور ہم ضرور چکھائیں گے ان کو تھوڑا عذاب پہلے بڑے عذاب سے تاکہ وہ پلٹ آئیں۔ اور کون زیادہ ظالم ہے اس سے جس کو سمجھایا گیا رب کی آیتوں کے ساتھ پھر منہ موڑا اس نے ان

سے۔ بلاشبہ ہم مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں۔

تفسیر: (ہماری آیتوں پر تو صرف وہ لوگ ایمان لاتے ہیں جو (i) جب ان آیتوں کے ذریعہ نصیحت کئے جاتے ہیں تو خوف اور امید سے سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور) زبان سے تسبیح کرتے ہیں اپنے رب کی حمد کے ساتھ اور) دل میں (تکبر) اور غرور (نہیں رکھتے) جو خدائی آیتوں کے سامنے جھکنے سے رکاوٹ ہو۔ (ii) تہجد کی نماز کے لیے (ان کے پہلو بستروں سے جدا رہتے ہیں)۔ مطلب یہ ہے کہ وہ میٹھی نیند اور نرم بستروں کو چھوڑ کر اللہ کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں اور (اپنے رب کو خوف اور امید سے پکارتے ہیں)۔ اللہ سے خوف اور امید بری نہیں ہے خواہ دنیا کی ہو یا آخرت کی اور اس غرض سے عبادت کرے تو مقبول ہے، ہاں اگر کسی اور کے خوف اور امید سے اللہ کی عبادت کرے تو ریا ہے اور مقبول نہیں۔ (اور (iii) اس رزق میں سے جو ہم نے ان کو دیا ہے ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں)۔

جس طرح راتوں کی تاریکی میں لوگوں سے چھپ کر انہوں نے بے ریا عبادت کی اس کے بدلہ میں اللہ نے جو نعمتیں چھپا رکھی ہیں ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ (کسی شخص کو معلوم نہیں کہ ان سے ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کی کیا کیا چیزیں ان سے مخفی رکھی ہیں)۔ یہ چیزیں ہم نے بنائی ہیں (ان اعمال کی جزا کے طور پر جو وہ کرتے تھے)۔

یہ جو ہم نے ایمان والوں اور نافرمانوں کی جزا مختلف بنائی ہے اس کی وجہ میں تم خود بتاؤ کہ (کیا جو مومن ہے وہ فاسق) یعنی کافر و نافرمان (کی مثل ہے)۔ جواب ظاہر ہے یہی ہوگا کہ (یہ دونوں ایک جیسے اور برابر کے نہیں ہیں)۔ اسی بنیاد پر دونوں کے عمل اور ان کی جزا ذکر کرتے ہیں کہ (رہے وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے تو ان کے لیے رہنے کے باغ ہوں گے بایں طور کہ یہ مہمانی ہوگی ان اعمال کے سبب سے جو وہ کرتے تھے) یعنی اللہ کے فضل سے ان کے عمل جنت کی مہمانی کا سبب بن جائیں گے۔

(اور رہے وہ لوگ جنہوں نے کفر و نافرمانی کی ان کے رہنے کی جگہ جہنم کی آگ ہوگی۔ جب بھی آگ کے شعلے ان کو جہنم کے دروازے کی طرف پھینکیں گے موقع دیکھتے ہوئے (جب بھی وہ ارادہ کریں گے کہ) کچھ آگے بڑھ کر (جہنم) کے دروازے (سے نکل جائیں تو) جہنم کے فرشتے ان کو واپس آگ میں دھکیل دیں گے اور یوں وہ (آگ میں لوٹا دیئے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ چکھو اس آگ کا عذاب جس کو تم جھٹلاتے تھے۔ اور ہم ان کو آخرت کے بڑے عذاب سے پہلے دنیا کا ذرا کم درجہ کا عذاب) مثلاً بیماری، قتل، قید اور کسی حادثہ میں مال و اولاد کی تباہی وغیرہ (ان پر ڈالیں گے شاید کہ یہ) ڈر کر خدا کی طرف (رجوع کریں)۔

اور اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم) اور گناہگار (ہوگا جس کو اس کے رب کی آیتوں سے سمجھایا گیا پھر) سمجھ لینے کے بعد (اس نے ان آیتوں سے منہ موڑا)۔ یہ سوال انکار کے لیے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہی سب سے بڑا ظالم اور گناہگار ہے اس سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے۔ (اور) ظالم خواہ چھوٹا ہو یا سب سے بڑا ہو (ہم تو تمام مجرموں) اور ظالموں (سے انتقام لینے والے ہیں)۔

ربط: کافروں کے ظلم اور اعراض سے رسول اللہ ﷺ کو دلی صدمہ ہوتا تھا تو آپ کو تسلی دیتے ہیں کہ آپ دلگیر نہ ہوں۔ آپ سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کو ہم نے کتاب تورات دی تھی جس سے بنی اسرائیل کو ہدایت ہوئی اور پیروی کرنے والوں میں بڑے بڑے دینی پیشوا اور امام ہوئے۔ اسی طرح آپ کو بھی ہم نے ایک عظیم الشان کتاب قرآن عطا فرمائی جس سے بہت زیادہ لوگ ہدایت پائیں گے اور آپ کی امت میں بنی اسرائیل سے بڑھ کر مجدد اور مجتہد ہوں گے۔

وَلَقَدْ
اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ وَجَعَلْنٰهُ
هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿٢٣﴾ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا
لَمَّا صَبَرُوْا ۖ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ﴿٢٤﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿٢٥﴾ اَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ
اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ۗ اِنَّ
فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ ۗ اَفَلَا يَسْمَعُوْنَ ﴿٢٦﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ اِلَى
الْاَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ وَاَنْفُسُهُمْ ۗ
اَفَلَا يُبْصِرُوْنَ ﴿٢٧﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٢٨﴾
قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿٢٩﴾
فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ ﴿٣٠﴾

ترجمہ: اور دی ہم نے موسیٰ کو کتاب تو نہ ہو تو شک میں اس کی ملاقات سے اور بنایا ہم نے اس کو ہدایت واسطے بنی اسرائیل کے اور بنائے ہم نے ان میں سے امام جو راہ دکھاتے تھے ہمارے حکم سے جب وہ صبر کرتے رہے۔ اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے۔ بلاشبہ تیرا رب ہی فیصلہ کرے گا ان کے درمیان روزِ قیامت ان باتوں میں جن میں یہ اختلاف کرتے تھے۔ کیا رہنمائی نہ کی ان کی اس بات نے کہ کتنے ہی ہلاک کئے ہم نے ان سے پہلے زمانوں والے چلتے ہیں یہ ان کے گھروں میں۔ بے شک اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔ تو کیا یہ سنتے نہیں ہیں۔ اور کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم چلاتے ہیں پانی کو طرف چٹیل زمین کے پھر ہم نکالتے ہیں اس کے ذریعہ کھیتی کو کھاتے ہیں اس میں سے ان کے چوپائے اور خود وہ بھی۔ پھر کیا یہ دیکھتے نہیں ہیں۔ اور یہ کہتے ہیں کب ہوگا یہ فیصلہ اگر تم سچے ہو۔ تو کہہ کہ فیصلہ کے دن نہ نفع دے گا ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا ان کا ایمان لانا اور نہ وہ مہلت دیے جائیں گے۔ تو تو اعراض کر ان سے اور انتظار کر یہ بھی منتظر ہیں۔

تفسیر: اور حقیقت یہ ہے کہ (ہم نے) آپ سے پہلے (موسیٰ کو کتاب) تورات (دی تھی) اور چونکہ ہم یہ بات کہہ رہے ہیں اور ہماری ہر بات سچی اور حق ہوتی ہے لہٰذا موسیٰ کو کتاب ملنے میں) اور خود کو کتاب ملنے میں بھی (شک میں نہ پڑیں۔ اور ہم نے اس کتاب) تورات (کو بنی اسرائیل کے لیے ہدایت بنایا اور) اسی طرح (ہم نے) قرآن کو بھی کتاب ہدایت بنایا ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ ہم نے اس کتاب یعنی تورات کے ذریعہ (کچھ لوگوں کو جب انہوں نے) دنیا کی سختیوں پر اور کافروں کے ظلم و ستم پر (صبر کیا ایسا پیشوا بنایا جو ہمارے حکم سے لوگوں کی رہنمائی کرتے تھے)۔ اسی طرح جو کتاب آپ کو ملی ہے اس سے بھی بہت زیادہ لوگ ہدایت پائیں گے اور بنی اسرائیل سے بڑھ کر آپ کی امت میں مجتہد اور مجدد ہوں گے (اور وہ ہماری باتوں پر) یعنی ہمارے وعدوں پر (یقین رکھتے تھے۔ بے شک آپ کا رب ان) اہل حق اور منکروں (کے درمیان ان امور میں جن میں یہ اختلاف کرتے تھے دوٹوک) اور عملی (فیصلہ قیامت کے دن کریں گے)۔

(اور کیا ان کافروں کو اس بات سے کوئی رہنمائی نہیں ملی کہ ہم ان سے پہلے کتنی ہی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں) مثلاً قوم عاد اور قوم ثمود کو کہ ان کی بستیوں کے تباہ شدہ کھنڈرات اور نشانیاں ہیں (جن) پر سے شام کے سفر میں ان کا گزر ہوتا رہتا تھا اور ان میں یہ خود چلتے پھرتے ہیں۔ بلاشبہ اس میں بڑی نشانیاں ہیں۔ سو کیا یہ لوگ) ان کی ہلاکت کی داستانیں (سنتے نہیں ہیں۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم) نہروں کے، دریاؤں کے اور بارش کے پانی کو چٹیل زمین کی طرف ہنکاتے ہیں) یعنی لے جاتے

ہیں (پھر اس پانی کے ذریعہ سے ہم کھیتی اگاتے ہیں جس سے تمہارے چوپائے بھی کھاتے ہیں اور تم خود بھی کھاتے ہو)۔

اوپر یہ بات گزری تھی کہ ان کا فیصلہ قیامت کے دن کیا جائے گا۔ اس پر (کافر کہتے ہیں کہ) قیامت قیامت کہے جاتے ہو۔ یہ سب خالی خولی دھمکیاں ہیں اور قیامت کچھ نہیں ہے (اگر تم واقعی سچے ہو تو بتاؤ اس فیصلہ کا دن کب ہوگا)۔

(آپ فرما دیجئے کہ فیصلہ کے دن کافروں کو ان کا ایمان لانا فائدہ نہ دے گا اور نہ ہی وہ ڈھیل دیئے جائیں گے)۔ یعنی ابھی موقع ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے کہنے پر یقین کرلو ورنہ اس دن کے آنے پر ایمان لانا کام نہ دے گا اور اس دن سے بچنے کی تیاری کرلو۔ اور اگر یہ کافر کتاب الٰہی اور رسول خدا کا مذاق ہی بناتے رہے اور انکار پر اڑے رہے (تو آپ ان سے اعراض کیجئے) کیونکہ ان کے راہ راست پر آنے کی توقع نہ رہی۔ لہٰذا آپ فرض دعوت وتبلیغ ادا کرنے کے بعد ان کا خیال چھوڑئے (اور) ان کی تباہی کے (منتظر رہئے۔ جیسے (وہ) اپنے زعم میں معاذ اللہ آپ کی بربادی کے (منتظر ہیں)۔

سورہ احزاب

ربط: پچھلی سورتوں میں تکرار اور تفصیل کے ساتھ توحید اور اللہ کی فرماں برداری کا مضمون ذکر ہوا۔ اس مضمون کا تقاضا ہے کہ مسلمان اللہ کے حکموں پر چلیں نافرمانی نہ کریں۔

سُوْرَةُ الْاَحْزَابِ مَدَنِيَّةٌ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۷۳ رُكُوْعَاتُهَا ۹

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۙ﴿۱﴾ وَّاتَّبِعْ مَا يُوْحٰۤى اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۙ﴿۲﴾ وَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۳﴾

ترجمہ: اے نبی ڈر اللہ سے اور مت کر اطاعت کافروں کی اور منافقوں کی۔ بلاشبہ اللہ ہے علم والا حکمت والا۔ اور تو پیروی کر اس کی جو وحی کی گئی تیری طرف تیرے رب کی جانب سے۔ بلاشبہ اللہ اس سے جو تم عمل کرتے ہو باخبر ہے اور بھروسہ رکھ اللہ پر اور کافی ہے اللہ کارساز۔

تفسیر: (اے نبی) جیسا کہ اب تک معمول رہا ہے آپ آئندہ بھی ہمیشہ (ایک اللہ سے ڈرتے رہیے اور کافروں اور منافقوں کی) کبھی (اطاعت نہ کیجئے) خواہ یہ سب مل کر کتنا ہی بڑا جتھا بنا لیں، سازشیں کریں، جھوٹے مطالبات منوانا چاہیں، عیارانہ مشورے دیں اور اپنی طرف جھکانا چاہیں، آپ سرے سے ان کی پروا نہ کریں اور خدا کے سوا کسی کا ڈر پاس نہ آنے دیں اور صرف اسی کے آگے جھکئے (بلاشبہ وہ) سب احوال کا (جاننے والا ہے) اور (حکمت والا ہے)۔ اس لیے وہ جس وقت جو حکم دے گا انتہائی حکمت اور خبرداری سے دے گا۔ (اور جو حکم اس کی طرف سے آپ کو وحی کیا گیا ہو صرف اسی کی پیروی کیجئے۔) اسی میں تمہاری اصل بہتری ہے (بلاشبہ اللہ اس سے جو تم عمل کرتے ہو باخبر ہے) (اور اللہ پر بھروسہ رکھو) کیونکہ جب تم اس کے حکم پر چلتے رہو گے (اور) اس پر بھروسہ رکھو گے تو (وہ) اکیلا (کافی ہے کام بنانے والا) اپنی قدرت سے تمہارے سب کام بنا دے گا۔

انسان کے دوسروں کے ساتھ تعلقات

مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ ۚ وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ
الّٰٓـِٔيْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ؕ
ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ ۝۴
اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ
فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ ؕ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَآ
اَخْطَاْتُمْ بِهٖ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝۵

ترجمہ: نہیں بنائے اللہ نے کسی شخص کے لیے دو دل اس کے اندر اور نہیں بنایا تمہاری بیویوں کو جن سے تم ظہار کرتے ہو تمہاری مائیں۔ اور نہیں بنایا تمہارے لے پالکوں کو تمہارے بیٹے۔ یہ تمہاری بات تمہارے منہ سے ہے اور اللہ کہتا ہے حق بات اور وہ دکھاتا ہے راہ۔ تم پکارو لے پالکوں کو ان کے باپوں کی طرف (نسبت کر کے) یہ زیادہ انصاف کی بات ہے اللہ کے نزدیک۔ اور اگر تم نہیں جانتے ان کے باپوں کو تو وہ تمہارے بھائی ہیں دین میں اور تمہارے رفیق ہیں۔ اور نہیں ہے تم پر گناہ جس بات میں تم خطا کر جاؤ ولیکن جن کا قصد کیا ہو تمہارے دلوں نے اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان۔

تفسیر: (اللہ نے) کسی (انسان کے لیے اس کے سینے میں دو دل نہیں بنائے)۔ کافر اور منافق آپ کو یہ تجویز دیتے ہیں کہ آپ اللہ کو بھی خوش رکھیں اور کافروں اور منافقوں کے مطالبات مان کر ان کو بھی خوش کر دیجئے۔ حالانکہ اللہ نے انسان کے سینے میں صرف ایک ہی دل بنایا ہے۔ جب وہ دل اللہ کا ہو رہے تو اس کی مرضی کے خلاف کسی اور کو خوش رکھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس لیے یہ ممکن نہیں کہ انسان ایک دل سے اللہ کو راضی کرے اور دوسرے دل سے کسی اور کو راضی کرے۔

جس طرح ایک آدمی کے سینہ میں دو دل نہیں ہوتے اسی طرح ایک آدمی کی دو حقیقی مائیں نہیں ہوتیں اور دو باپ نہیں ہوتے۔ جاہلیت کے زمانہ میں کوئی شخص اگر اپنی بیوی کو کہتا کہ تو مجھ پر میری ماں کی پشت کی طرح ہے تو پھر ساری عمر بیوی کو ماں کی طرح حرام سمجھتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ (جن بیویوں سے تم ظہار کرتے ہو) اور مذکورہ بالا جملہ بولتے ہو (ان کو اللہ نے تمہاری) حقیقی (مائیں نہیں بنایا) کیونکہ حقیقی ماں تو وہ ہوتی ہے بچہ بننے میں جس کا نطفہ استعمال ہوا ہو اور یہ بات واضح ہے کہ شوہر کا وجود

اس کی حقیقی ماں کے نطفہ پر تو موقوف ہوتا ہے بیوی کے نطفہ پر موقوف نہیں ہوتا۔

اسی طرح کسی نے زید کو اپنا لے پالک اور منہ بولا بیٹا بنا لیا تو وہ زید کا حقیقی باپ نہیں بن گیا کیونکہ ایک تو اللہ نے فرمایا کہ (تمہارے لے پالکوں کو تمہارے) حقیقی (بیٹے نہیں بنایا) اور دوسرے حقیقی باپ تو وہ ہوتا ہے جس کا نطفہ اولاد کی تخلیق میں کام آتا ہے اور وہ صرف ایک ہی مرد ہوتا ہے دو نہیں ہو سکتے۔ جب حقیقت یہ ہے تو حقیقی ماں باپ اور اولاد کے احکام منہ بولے بچے پر اور منہ بولے کو اختیار کرنے والے پر جاری نہیں کئے جا سکتے۔ لے پالک کو اپنا حقیقی بیٹا کہنا (یہ ان کے منہ کی بات ہے) حق بات نہیں ہے (اور حق) اور سچی (بات تو اللہ کرتا ہے اور وہی راہ) راست (دکھاتا ہے)۔

لے پالک کا حکم

(اللہ کے نزدیک انصاف کی بات یہ ہے کہ) ہر شخص کی نسبت اس کے حقیقی باپ کی طرف کی جائے۔ کسی نے لے پالک بنا لیا تو وہ واقعی باپ نہیں بن گیا لہٰذا جب تمہیں ان کے واقعی باپ کا نام معلوم ہو تو (تم ان کو ان کے حقیقی) اور واقعی (باپ کی طرف نسبت کر کے پکارو)۔ ابتدائے اسلام میں رسول اللہ ﷺ نے زید بن حارثہ کو آزاد کر کے لے پالک بنا لیا تو اس وقت کے دستور کے مطابق لوگ انہیں زید بن محمد کہہ کر پکارنے لگے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو سب زید بن حارثہ کہنے لگے۔ (اور اگر ان کے باپوں کا نام تمہیں معلوم نہ ہو تو وہ تمہارے دینی بھائی اور تمہارے رفیق ہیں) ان ہی یعنی بھائی یا رفیق کے القاب سے ان کا ذکر کرو۔ (اور) اس حکم میں اتنی گنجائش ہے کہ (اگر تم نے بھول کر یا نادانستہ غلط کہہ دیا) مثلاً زید بن حارثہ کے بجائے زید بن محمد کہہ دیا حالانکہ محمد ﷺ ان کے حقیقی باپ نہیں ہیں صرف زید کو پالنے والے ہیں تو وہ معاف ہے۔ بھول چوک کے گناہ پر پکڑ نہیں۔ (مگر جو تم جان بوجھ کر قصداً کرو) تو اس پر پکڑ ہے لیکن اگر اس کو بھی اللہ چاہے تو بخش دے (اور اللہ ہے بخشنے والا رحم کرنے والا)۔

تنبیہ: شفقت و محبت سے کوئی کسی کو مجازاً بیٹا یا بیٹی کہے تو جائز ہے۔

رسول کے ساتھ تعلق

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ

ترجمہ: نبی قریب تر ہے مومنوں کے ان کی جانوں سے اور اس کی بیویاں مائیں ہیں ان کی۔

تفسیر: (ایمان لانے والوں کی جانیں خود ان سے جتنی قریب ہیں ان سے بھی زیادہ قریب نبی) کی ہستی (ہے۔) مطلب یہ ہے کہ نبی کو اپنی خواہشات پر مقدم رکھو اور ان کی مکمل اطاعت کرو کیونکہ:

(1) ان کا تم پر بڑا احسان ہے کہ ان سے تم تک ایمان پہنچا جو دنیا اور آخرت کی سعادتوں تک پہنچاتا ہے۔

(2) ایک حدیث ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انما انا لکم بمنزلة الوالد یعنی میں تمہارے لیے بمنزلہ والد کے ہوں بلکہ اس سے بڑھ کر ہوں اور والد کا درجہ اولاد پر مقدم ہوتا ہے۔ اور جب آپ ﷺ بمنزلہ باپ کے ہیں تو (آپ کی بیویاں) تعظیم و احترام میں اور مرتبہ میں (ان کی مائیں ہیں)۔ اور امتیوں پر یہ مرتبہ اسی وقت ثابت رہ سکتا ہے جب رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد کسی امتی کے لیے ان سے نکاح کرنا جائز نہ ہو۔

(3) اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو بڑا درجہ دیا ہے۔ امتی کو اپنی جان و مال میں تصرف کرنے کا مثلاً اپنے آپ کو ہلاک کرنے کا اختیار نہیں دیا لیکن اگر نبی امتی کو خودکشی کرنے کا کہیں تو امتی پر اس کو عمل میں لانا فرض ہوتا ہے کیونکہ نبی اللہ کا نائب ہوتا ہے اور وہ جو حکم دیتا ہے وہ درحقیقت اللہ ہی کا حکم ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے بھی نبی امتی پر مقدم ہوتا ہے۔

ایک دوسرے کے ساتھ تعلق

وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ اِلَّآ اَنْ تَفْعَلُوْٓا اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۝

ترجمہ: اور رحمی رشتوں والے بعض زیادہ قریب ہیں بعض سے کتاب الٰہی میں مومنوں سے اور مہاجروں سے مگر یہ کہ تم کرو اپنے رفیقوں سے احسان۔ ہے یہ کتاب میں لکھا ہوا۔

تفسیر: جن صحابہ نے ہجرت کی اور اپنے رشتہ داروں کو چھوڑا رسول اللہ ﷺ نے ان مہاجرین اور انصار مدینہ میں سے دو دو آدمیوں کو آپس میں بھائی بنا دیا تھا۔ بعد میں جب مہاجروں کے دوسرے قرابت دار مسلمان ہو گئے تب آپ ﷺ نے فرمایا کہ (کتاب الٰہی کی رو سے مومنوں اور مہاجروں میں سے قدرتی رشتہ ناطہ والے ایک دوسرے سے زیادہ قریب ہیں)۔ آئندہ میراث وغیرہ رشتہ ناطہ کے موافق تقسیم ہوگی (مگر یہ کہ تم اپنے رفیقوں سے احسان) اور حسن سلوک (کئے جاؤ یہ حکم) ہمیشہ کے لیے (کتاب) یعنی لوح محفوظ (میں لکھا ہوا ہے)۔

ربط: اوپر پیغمبر کے حق میں فرمایا تھا کہ وہ مومنوں پر ان کی جان سے زیادہ تصرف رکھتے ہیں۔ اب بتاتے ہیں کہ یہ درجہ نبیوں کو اس وجہ سے ملا کہ ان پر محنت اور ذمہ داری بھی سب سے زیادہ ہوتی ہے۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَ
مِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۪ وَاَخَذْنَا
مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۝ لِّيَسْـَٔلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ وَاَعَدَّ
لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝

ترجمہ: اور جب لیا ہم نے نبیوں سے ان کا عہد اور تجھ سے اور نوح سے اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم سے اور لیا ہم نے ان سے عہد پکا تا کہ پوچھے (اللہ) سچوں سے ان کے سچ کے بارے میں اور تیار کیا ہے (اللہ نے) کافروں کے لیے عذاب دردناک۔

تفسیر: اور یاد کرو اس وقت کو (جب ہم نے نبیوں سے عام طور پر اور آپ سے اور نوح) علیہ السلام (سے اور ابراہیم) علیہ السلام (اور موسیٰ) علیہ السلام (اور عیسیٰ بن مریم) علیہ السلام (سے) خاص طور پر (ان کا عہد لیا) کہ ایک دوسرے کی تائید و تصدیق کریں گے اور دین کے قائم کرنے میں اور اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے میں کچھ کوتاہی نہ کریں گے۔ (اور ہم نے ان سے یہ بڑا پکا عہد لیا) تا کہ ان کی ذمہ داری بھی بہت سخت ہو اور یہ سخت ذمہ داری اس وجہ سے ڈالی تا کہ لوگوں تک اللہ کا پیغام ٹھیک ٹھیک پہنچ جائے اور ان پر حجت پوری ہو جائے اور (پھر) قیامت کے دن اللہ ہر ایک سے (پوچھ گچھ کرے گا سچوں سے بھی تا کہ ان کا سچائی) پر قائم رہنا (ظاہر ہو جائے) اور منکروں کو سچائی سے انکار کرنے پر سزا دی جائے اور کافروں (اور منکروں) کو سزا دینے (کے لیے اللہ نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے)۔

تنبیہ: یہ پانچ پیغمبر جن کا نام خصوصیت سے لیا گیا ہے اولوالعزم پیغمبر کہلاتے ہیں۔ ان کی تبلیغ و ہدایت کا اثر ہزاروں سال رہا اور جب تک دنیا ہے رہے گا۔ ان میں سے بھی پہلا ذکر حضرت محمد ﷺ کا ہے حالانکہ آپ کی بعثت سب کے آخر میں ہوئی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کا درجہ اور مرتبہ باقی چار سے بھی بڑا ہے۔

ربط: دشمنان اسلام اور منافقوں کے ساتھ معاملہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ
عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ۭ

وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ۝٩ اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ
اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَ
تَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ۝١٠ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا
شَدِيْدًا ۝١١ وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ
مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا ۝١٢ وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ
يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ
النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۛ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ
اِلَّا فِرَارًا ۝١٣ وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا
الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَآ اِلَّا يَسِيْرًا ۝١٤ وَلَقَدْ كَانُوْا
عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ۭ وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ
مَسْئُوْلًا ۝١٥ قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ
الْقَتْلِ وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝١٦ قُلْ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَعْصِمُكُمْ
مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ۭ وَ
لَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝١٧ قَدْ
يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَالْقَآئِلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ
اِلَيْنَا ۚ وَلَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝١٨ اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ۚ فَاِذَا
جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ
يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ

حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ؕ
وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۱۹﴾ يَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ
يَذْهَبُوْا ۚ وَاِنْ يَّاْتِ الْاَحْزَابُ يَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِي
الْاَعْرَابِ يَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَآئِكُمْ ؕ وَلَوْ كَانُوْا فِيْكُمْ مَّا قٰتَلُوْٓا
اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۲۰﴾

ترجمہ: اے ایمان والو یاد کرو نعمت الٰہی کو اپنے اوپر جب چڑھ آئیں تم پر فوجیں تو بھیجی ہم نے ان پر ہوا اور لشکر نہیں دیکھا تم نے جن کو اور ہے اللہ اس عمل کو جو تم کرتے ہو دیکھنے والا۔ جب وہ چڑھ آئے تم پر تمہارے اوپر سے اور تمہارے نیچے سے اور جب پھرنے لگیں آنکھیں اور پہنچ گئے دل حلق تک اور تم گمان کرنے لگے اللہ کے بارے میں طرح طرح کے گمان۔ وہاں آزمائے گئے ایمان والے اور ہلائے گئے سخت ہلانا۔ اور جب کہنے لگے منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے نہیں وعدہ کیا ہم سے اللہ اور اس کے رسول نے مگر فریب کا۔ اور جب کہا ایک جماعت نے ان میں سے اے یثرب والو نہیں ہے ٹھکانہ تمہارے لیے سو لوٹ چلو۔ اور اجازت مانگتا تھا ایک فریق ان کا نبی سے یہ کہتے ہوئے کہ ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں حالانکہ وہ نہیں ہیں کھلے پڑے۔ نہیں ارادہ کرتے وہ مگر فرار کا۔ اور اگر گھس آئیں ان پر (شہر کے) اطراف سے پھر مطالبہ کئے جائیں فتنہ کا تو یہ اختیار کریں گے اس کو اور نہ توقف کریں گے اس میں مگر بہت تھوڑا۔ اور یہ کر چکے تھے معاہدہ اللہ سے پہلے کہ نہ پھیریں گے پشت۔ اور ہے عہد الٰہی پوچھا جانے والا۔ تو کہہ ہرگز نفع نہ دے گا تم کو بھاگنا اگر بھاگو گے تم موت سے یا قتل سے اور اس وقت نہ فائدہ دیے جاؤ گے تم مگر تھوڑا۔ تو کہہ کون ہے وہ جو بچائے ہم کو اللہ سے اگر وہ ارادہ کرے تم پر برائی کا یا ارادہ کرے تم پر مہربانی کا اور نہیں پائیں گے وہ اپنے لیے اللہ کے سوا کوئی حمایتی اور نہ کوئی مددگار۔ جانتا ہے اللہ رکاوٹیں ڈالنے والوں کو تم میں سے اور کہنے والوں کو اپنے بھائیوں سے آؤ ہماری طرف اور نہیں آتے جنگ میں مگر تھوڑا۔ بخل کرتے ہیں تم سے۔ پھر جب آئے خوف تو تو دیکھے گا ان کو کہ دیکھتے ہیں تیری طرف گھومتی ہیں ان کی آنکھیں مثل اس شخص کے پڑ گئی ہو غشی جس پر موت کی۔ پھر جب چلا جاتا ہے خوف تو طعنے دیتے ہیں تم کو تیز تیز زبانوں سے حرص لیے

ہوئے خیر پر۔ یہ لوگ نہ لائے ایمان تو ضائع کر دیے اللہ نے ان کے اعمال اور یہ ہے اللہ پر آسان۔ یہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ لشکر نہیں گئے اور اگر لشکر آ جائیں تو یہ لوگ آرزو کریں گے کہ کاش وہ باہر ہوتے دیہاتیوں میں پوچھتے رہتے تمہاری خبریں۔ اور اگر وہ رہتے تم میں نہ جنگ کرتے مگر تھوڑی۔

تفسیر: (اے ایمان والو اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو جب چڑھ آئے تم) مدینہ والوں (پر لشکر) عیینہ کا، ابوسفیان کا اور یہود کے بنوقریظہ کا۔ اس کی صورت یہ بنی کہ ہجرت کے چوتھے پانچویں سال بنونضیر نے جو کہ یہودیوں کا ایک قبیلہ تھا اور مدینہ منورہ سے جلا وطن کیا جا چکا تھا اس قبیلہ والے دوسرے قبیلہ والوں کے پاس گئے اور ان کو مسلمانوں سے جنگ کرنے پر ابھارا اور قریش مکہ، بنوفزارہ، بنو غطفان وغیرہ قبائل یعنی عرب کی متحدہ قوت کو مدینہ منورہ پر چڑھا لانے میں کامیاب ہوئے۔ تقریباً بارہ ہزار کا لشکر تھا جو پورے ساز و سامان سے لیس تھا۔ یہود کا ایک اور قبیلہ بنوقریظہ تھا۔ اس کا مدینہ کی مشرقی جانب ایک مضبوط قلعہ تھا۔ اس قبیلہ والوں کا مسلمانوں کے ساتھ پہلے ہی سے ایک صلح کا معاہدہ چلا آ رہا تھا۔ بنونضیر کی ترغیب و ترہیب سے بنوقریظہ نے بھی معاہدہ کو نظر انداز کر دیا اور مسلمانوں کے خلاف کھڑے ہو گئے۔ مسلمانوں کی کل تعداد تین ہزار کی تھی جن میں سے ایک بڑی تعداد منافقوں کی تھی جو سختی کا وقت آنے پر جھوٹے حیلے بہانے کر کے میدان جنگ سے کھسکنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے مشورہ کیا کہ کیا حکمت عملی اختیار کی جائے۔ آخر حضرت سلمان فارسیؓ کی تجویز پر شہر کے گرد جدھر سے حملہ ہونے کا اندیشہ تھا خندق کھودی گئی۔ سخت سردی کا موسم تھا اور غلہ کی گرانی تھی۔ بھوک کی وجہ سے صحابہ اور خود رسول اللہ ﷺ نے پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے تھے۔ خندق تیار ہو گئی تو اسلامی لشکر نے دشمن کے مقابلہ میں مورچے جمائے۔ تقریباً بیس پچیس دنوں تک دونوں فوجیں آمنے سامنے پڑی رہیں۔ درمیان میں خندق حائل تھی۔ کثیر تعداد میں ہونے کے باوجود کافروں کو شہر پر عام حملہ کرنے کا حوصلہ نہ ہوا۔ البتہ دور سے تیر اندازی ہوتی رہی اور کبھی کبھی فریقین کے خاص خاص افراد میں مقابلہ ہو جاتا تھا۔

پھر ایک رات اللہ نے ہوا کا سخت خوفناک جھکڑ چلایا جس سے ریت اور سنگریزے اڑ اڑ کر کافروں کے منہ پر لگتے تھے۔ ان کے چولہے بجھ گئے، ان کے دیگچے زمین پر جا پڑے۔ کھانا پکانے کی کوئی صورت نہ رہی۔ ہوا کے زور سے خیمے اکھڑ گئے، گھوڑے چھوٹ کر بھاگ گئے۔ سردی اور اندھیرے ناقابل برداشت ہو گئے اور لشکر پریشان ہو گئے۔ آخر کار ابوسفیان نے جن کے ہاتھ میں تمام لشکروں کی اعلیٰ کمان تھی واپس جانے کا اعلان کر دیا اور یوں سب کافر ناکام ہو کر واپس چلے گئے۔ یہ جنگ احزاب کہلاتی ہے اور جنگ خندق بھی۔ احزاب جمع ہے حزب کی اور حزب کا مطلب ہے جماعت یا لشکر۔ اس

جنگ کے لیے کافروں کے سب لشکر جمع ہو کر آ گئے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (تو ہم نے بھیجی ان پر) سخت تیز (ہوا اور) فرشتوں کے (لشکر کو جن کو تم نے نہیں دیکھا) وہ کافروں کے دلوں میں رعب ڈالتے تھے (اور) جو کچھ تم کرتے تھے اللہ اس کو دیکھتا تھا۔ (جب وہ لشکر آئے تمہارے اوپر سے) یعنی مدینہ کی مشرقی جانب سے جو اونچی تھی (اور تمہارے نیچے سے) یعنی مغربی جانب سے جو نیچی تھی۔ اوپر کی جانب سے متحدہ محاذ کا لشکر آیا اور نیچے کی جانب سے بنوقریظہ چڑھ آئے تھے۔ (اور جب) دہشت و حیرت سے (آنکھیں پھرنے لگیں اور) لوگوں کے تیور بدلنے لگے دوستی جتانے والے آنکھیں چرانے لگے اور خوف و ہراس سے دل دھڑکنے لگے گویا (دل) اپنی جگہ سے اٹھ کر (حلق میں آ گئے اور تم اللہ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے) کوئی کچھ اٹکل لگاتا تھا کوئی کچھ (اس موقع پر اہل ایمان سخت آزمائش میں جھنجھوڑے گئے)۔

(اور یاد کرو جب منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض تھا کہنے لگے کہ اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے محض دھوکہ کا وعدہ کیا) ہم سے کہتے تھے کہ دین اسلام مشرق و مغرب میں پھیلے گا اور فارس و روم کے محلات مجھ کو دیے گئے جب کہ اب یہ حالت ہے کہ مسلمان قضائے حاجت کے لیے بھی نہیں نکل سکتے۔ وہ وعدے کہاں ہیں۔

منافقوں نے اس موقع پر یہ بھی خیال کیا کہ مشرکین عرب کی متحدہ فوج آئی ہے اور مسلمان اس کا مقابلہ نہ کر سکیں گے اور ضرور شکست کھائیں گے۔ اور ہم اگر مسلمانوں کے ساتھ رہے تو عرب فاتح ہمارے دشمن بن جائیں گے اور پھر ہمارے لیے کوئی ٹھکانہ نہ رہے گا اس لیے (ان میں سے ایک گروہ نے کہا اے یثرب والو) یعنی اے مدینہ والو کیونکہ مدینہ کا سابقہ نام یثرب تھا (تمہارے لیے کوئی ٹھکانہ نہ رہے گا اس لیے) میدان جنگ اور مسلمانوں سے علیحدہ ہو کر مدینہ (واپس لوٹ چلو اور) واپس جانے کے لیے (ان میں سے کچھ لوگ نبی ﷺ سے اجازت مانگتے ہیں اور) بہانہ تراش کر (کہتے ہیں کہ ہمارے گھر کھلے اور غیر محفوظ ہیں حالانکہ وہ غیر محفوظ نہیں تھے) کیونکہ عورتوں کو مضبوط حویلیوں میں جمع کر دیا گیا تھا اور شہر کے اندر جانے کے تمام راستے بند کر دیئے گئے تھے اور خود رسول اللہ ﷺ شہر کے باہر ہی تو تھے۔ شہر کو بے آسرا چھوڑ کر کہیں دور تو نہیں گئے تھے۔ (کچھ نہیں یہ تو صرف یہ چاہتے ہیں کہ) میدان جنگ سے (بھاگ جائیں۔ اور اگر فرض کرو) یہ لوگ شہر میں ہوں اور (دشمن شہر کے کناروں سے اس میں گھس آئے پھر ان سے فتنہ کا یعنی اسلام کو چھوڑنے کا یا مسلمانوں سے لڑنے کا یا فساد پھیلانے کا مطالبہ کیا جائے تو یہ اس کو فوراً کر ڈالیں گے اور اس میں توقف نہ کریں گے مگر تھوڑا وقت) جس میں وہ کافروں سے بات چیت کر کے کچھ طے کر لیں اور پھر ہتھیار اٹھالیں۔ مطلب یہ ہے کہ اسلام کے ظاہری

دعوے سے دستبردار ہو کر فوراً فتنہ وفساد پھیلانے میں لگ جائیں گے اور اس وقت ان کو اپنے گھروں کے غیر محفوظ ہونے کا کچھ خیال بھی نہ رہے گا۔

(اور ان منافقوں نے) جنگ احد کے بعد (اللہ سے عہد کیا تھا کہ آئندہ بے وفائی کی حرکت نہ کریں گے اور اللہ سے کئے ہوئے عہد کے بارے میں پوچھ ہوگی) کہ اس عہد کا کیا بنا اور کیا تم نے اس کو پورا کیا تھا یا نہیں۔

(آپ فرما دیجئے کہ تم موت کے یا قتل کے خوف سے بھاگتے ہو تو تمہیں بھاگنا) مطلوبہ (فائدہ ہر گز نہ دے گا) کیونکہ جس کی قسمت میں موت ہے وہ کہیں بھاگ کر جان نہیں بچا سکتا۔ قضائے الٰہی ہر جگہ پہنچ کر رہے گی۔ اور اگر اس جنگ میں موت مقدر نہیں ہے تو پھر بھاگنا کس لیے۔

اور اگر فرض کرو بھاگنے سے موت سے بچ جاؤ گے تو (اس صورت میں) دنیا میں کچھ دن اور رہ لو گے اور (تھوڑا فائدہ دے دیئے جاؤ گے) پھر بالآخر موت آنی ہی ہے اور نہ معلوم کس سختی اور ذلت سے آئے۔

(آپ فرما دیجئے کہ کون ہے جو تم کو اللہ سے بچائے گا اگر وہ ارادہ کرے تمہارے ساتھ برائی کا یا ارادہ کرے تمہارے ساتھ مہربانی کا)۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کوئی بچانے والا نہیں ہے کیونکہ اللہ کے ارادے کو کوئی طاقت نہیں روک سکتی اور دنیا کی بھلائی یا برائی جس کا اللہ نے ارادہ کیا ہے وہ تو یقیناً پہنچ کر رہے گی اس لیے ان کو چاہئے کہ مشرکین عرب کی مخالفت کرنے سے نہ ڈریں قتل ہونا ہوگا اور کافروں کے ہاتھوں قتل نہ ہوئے تو اللہ ان کو مسلمانوں کے ہاتھوں قتل کروا دیں گے اس لیے ان کو چاہئے کہ ہر حال میں اللہ پر بھروسہ کریں (اور) جان لیں کہ (اللہ کے علاوہ ان کا کوئی حمایتی اور مددگار نہ ہوگا)۔

جنگ اور جہاد کے اعتبار سے منافقوں کے کردار کے ایک اور پہلو کو بیان کرتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ اے مسلمانو (تم میں ایسے لوگ بھی ہیں جو) جہاد کی راہ میں تمہارے نکلنے میں (رکاوٹیں ڈالتے ہیں اور اپنے) مخلص مسلمان (بھائیوں کو) ورغلانے کے لیے (کہتے ہیں کہ ہمارے پاس آؤ اور) آرام سے بیٹھ کر کھاؤ پیو اور خود ان کا یہ حال ہے کہ محض دکھاوے کو اور شرما شرمی سے (تھوڑی دیر کے لئے میدان جنگ میں آ جاتے ہیں۔ اللہ ان لوگوں کو خوب جانتے ہیں یہ تم سے) ہمدردی کرنے میں (بھی بخیل ہیں) ہاں مال غنیمت کا موقع آئے تو حرص کے مارے چاہیں گے کہ کسی کو کچھ نہ ملے سارا ہی ہم سمیٹ کر لے جائیں اور مال غنیمت میں حرص کی وجہ سے یہ لڑائی میں کچھ تھوڑی سی شرکت کر لیتے ہیں۔ (پھر اگر خوف کا موقع آ جائے تو آپ دیکھیں گے ان کو کہ وہ دیکھتے ہیں آپ کی طرف اس حال میں کہ چکراتی ہیں ان کی آنکھیں اس شخص کی طرح جس پر ڈھانپ دی گئی ہو موت۔ پھر جب خوف جاتا رہے اور فتح حاصل ہو جائے تو تم پر اپنی تیز زبانوں سے بڑھ بڑھ کر بولتے ہیں) اور سب سے زیادہ اپنی مردانگی جتاتے ہیں

اس حال میں کہ مال غنیمت میں حرص کے مارے گرے پڑتے ہیں۔ (یہ لوگ) اللہ اور اس کے رسول پر (ایمان نہیں لائے تو ضائع کر دیے اللہ نے ان کے اعمال) کیونکہ اللہ نے اپنے ہاں کا یہ ضابطہ بتایا ہے کہ اعمال کی قبولیت کے لیے ایمان شرط ہے۔ (اور) ایمان نہ ہونے پر (اللہ کے لیے) اعمال کو ضائع کرنا (یہ آسان ہے)۔

ان منافقوں کے کردار کا ایک اور نقص یہ ہے کہ یہ ڈرپوک ہیں۔ کافروں کی فوجیں ناکام ہو کر واپس جا چکیں لیکن ان ڈرپوک منافقوں کو ان کے چلے جانے کا یقین نہیں آتا اس لیے (یہ خیال کرتے ہیں کہ) کافر (فوجیں واپس نہیں گئیں اور اگر وہ فوجیں پلٹ کر آ جائیں تو یہ چاہیں گے کہ) جب تک جنگ رہے (یہ) شہر میں نہ رہیں بلکہ (گاؤں میں دیہاتیوں میں رہیں اور) آنے جانے والوں سے (تم مسلمانوں کی خیر خبر) اور کہ تمہاری لڑائی کا نقشہ پوچھ لیا کریں (اور اگر) یہ ڈرپوک منافق (تم میں ہوں تو یہ جنگ نہ کریں مگر تھوڑی سی)۔

ربط: پیچھے منافقوں کی فتنہ پردازیوں کو اور ان کے کردار کی خامیوں کو ذکر کر کے آگے بتاتے ہیں کہ اللہ کے رسول کا نمونہ اپنے سامنے رکھو کہ وہ کیسے تکلیفوں کو برداشت کرتے ہیں۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ
كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ﴿۲۱﴾ وَلَمَّا رَاَ
الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَ
صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۫ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّاۤ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ﴿۲۲﴾ مِنَ
الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ ۫ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ
قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ﴿۲۳﴾ لِّيَجْزِيَ
اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ
اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۲۴﴾

ترجمہ: بے شک ہے تمہارے لیے رسول خدا میں نمونہ اچھا اس کے لیے جو امید رکھتا ہے اللہ کی اور یوم آخرت کی اور ذکر کرتا ہے اللہ کا بہت اور جب دیکھا مسلمانوں نے

فوجوں کو کہا یہ ہے جس کا وعدہ دیا تھا ہم کو اللہ نے اور اس کے رسول نے اور سچ کہا اللہ اور اس کے رسول نے اور نہیں بڑھایا ان کو مگر ایمان میں اور اطاعت میں۔ مسلمانوں میں سے بہت سے مرد ہیں جنہوں نے سچ کر دکھایا وہ عہد جو انہوں نے کیا تھا اللہ سے۔ پھر ان میں سے کچھ وہ ہیں جنہوں نے پورا کر دیا اپنا نذرانہ اور کچھ وہ ہیں جو (اپنا نذرانہ پیش کرنے کے) منتظر ہیں اور انہوں نے (اپنے ارادوں میں) کچھ تبدیلی نہیں کی۔ تاکہ بدلہ دے اللہ سچوں کو ان کی سچائی کا اور عذاب دے منافقوں کو اگر چاہے یا متوجہ ہو ان پر۔ بے شک اللہ ہے بخشنے والا مہربان۔

تفسیر: اے مسلمانو اور اے منافقو پیغمبر کو دیکھو۔ ان سختیوں میں کیسی مستقل مزاجی سے دشمنوں کے مقابلہ میں کھڑے ہیں حالانکہ سب سے زیادہ اندیشہ اور فکر ان ہی کے بارے میں ہے مگر مجال ہے جو ان کے پائے استقلال میں ذرا سی بھی کمی آئے۔ (سو جو لوگ اللہ) سے ملنے (کی اور یوم آخرت) کا ثواب حاصل کرنے (کی امید رکھتے ہیں اور کثرت سے خدا کو یاد کرتے ہیں ان کے لیے رسول خدا کی ذات میں بہترین نمونہ ہے)۔ چاہئے کہ ہر معاملہ میں، ہر ایک حرکت و سکون میں اور ہر نشست و برخاست میں ان کے نقش قدم پر چلیں اور ہمت و استقلال میں بھی ان کے طریقے پر رہیں۔ منافقوں کے حالات کے برعکس پکے مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے نقش قدم پر چلتے ہیں اس لیے (جب انہوں نے) کفر کی (فوجوں کو دیکھا) کہ اکٹھی ہو کر چاروں طرف سے ٹوٹ پڑی ہیں (تو) بجائے مذبذب اور پریشان ہونے کے ان کی اطاعت شعاری کا جذبہ اور اللہ و رسول کے وعدوں پر ان کا یقین اور بڑھ گیا اور (انہوں نے کہا کہ یہ وہی حالت ہے جس کا اللہ نے اور اس کے رسول نے ہمیں وعدہ دیا تھا اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ ہی کہا تھا) جیسا کہ سورہ بقرہ میں فرمایا:

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا يَاْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَ زُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ اَلَا اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ.

ترجمہ: اے مسلمانو! کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تم جنت میں (یونہی) داخل ہو جاؤ گے۔ حالانکہ ابھی تمہیں اس جیسے حالات پیش نہیں آئے جیسے ان لوگوں کو پیش آئے جو تم سے پہلے ہو گزرے ہیں۔ ان پر سختیاں اور تکلیفیں آئیں اور انہیں جھنجھوڑا گیا یہاں تک کہ رسول اور ان کے ایمان والے ساتھی بول اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی۔ یاد رکھو اللہ کی مدد قریب ہے۔

اور سورہ ص میں فرمایا:

جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِنَ الْاَحْزَابِ.

ترجمہ: یہ مخالف گروہوں کا ایک لشکر سا ہے جو یہیں شکست کھائے گا۔

مسلمانوں اور منافقوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ وہ پیٹھ نہیں موڑیں گے۔ لیکن منافق بڑی بے حیائی سے یہ عہد توڑ کر میدان جنگ سے ہٹ گئے جب کہ مسلمانوں نے اپنا عہد سچا کر دکھایا۔ بڑی بڑی سختیوں کے وقت دین کی حمایت اور رسول کی رفاقت سے ایک قدم پیچھے نہیں ہٹایا۔ (پھر ان مسلمانوں میں سے کچھ تو وہ ہیں جو اپنی جان کا نذرانہ دے چکے) یعنی جہاد میں جان دے دی جیسے بدر اور احد کے شہداء (اور بہت سے مسلمان وہ ہیں جو) انتہائی شوق کے ساتھ اللہ کی راہ میں شہادت کے (منتظر ہیں) کہ کب کوئی معرکہ پیش آئے جس میں ہمیں بھی شہادت کا مرتبہ نصیب ہو۔ غرض دونوں قسم کے مسلمانوں نے جو شہادت پا چکے اور جو شہادت کے منتظر ہیں انہوں نے اپنے عہد و پیمان کی پوری حفاظت کی (اور) اپنی بات کو (ذرہ برابر نہیں بدلا) اس پر پورا پورا عمل کیا (تا کہ اللہ سچوں کو ان) کے عہد (کی سچائی کا بدلہ دے اور) دغا باز (منافقوں کو چاہے سزا دے اور چاہے) توبہ کی توفیق دے کر (معاف فرما دے بے شک اللہ بڑا بخشنے والا بڑا مہربان ہے)۔

ربط: آگے مختصر لفظوں میں جنگ احزاب کا نتیجہ بتاتے ہیں:

وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ۭ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ۭ
وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ﴿٢٥﴾ وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ
الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا
تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ﴿٢٦﴾ وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَ
اَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَـــُٔوْهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿٢٧﴾

ترجمہ: اور پھیر دیا اللہ نے کافروں کو ان کے غصہ میں۔ نہ پائی انہوں نے کچھ بھلائی اور کافی ہو گیا اللہ مسلمانوں کے لیے لڑائی میں۔ اور ہے اللہ قوت والا زبردست۔ اور اتارا (اللہ نے) ان کو جو پشت پناہ ہوئے تھے ان کافروں کے اہل کتاب سے ان کے قلعوں سے اور ڈال دیا ان کے دلوں میں رعب پھر ایک فریق کو تم قتل کرنے لگے اور ایک فریق کو قید کرنے لگے۔ اور (اللہ نے) وارث بنایا تم کو ان کی زمین کا اور ان کے گھروں کا اور ان کے

اموال کا اور اس زمین کا جس کو نہیں روندا تم نے اور ہے اللہ ہر چیز پر قدرت والا۔

تفسیر: جنگ احزاب میں مختلف فوجوں کا مختلف انجام ہوا۔ ان میں سے مسلمانوں اور منافقوں کا انجام اوپر ذکر ہوا۔ آگے مشرکین عرب اور یہودیوں کا ذکر کرتے ہیں۔

مشرکین عرب

(اور جو کافر) اور مشرک (تھے ان کو اللہ نے ان کے غم وغصہ سمیت واپس لوٹا دیا) تو یہ میدان چھوڑ کر واپس ہوئے (کہ کچھ بھلائی نہ پائی) یعنی نہ فتح ملی اور نہ کچھ مال غنیمت پایا (اور اللہ مسلمانوں کے لیے لڑائی میں کافی ہو گیا) اور مسلمانوں کو عام لڑائی لڑنے کی نوبت نہ آنے دی (اور) اپنی قدرت سے ہوا کا طوفان اور فرشتوں کا لشکر بھیج کر وہ اثر پیدا کیا کہ کافر پریشان حال ہو کر بھاگ گئے۔ بلاشبہ (اللہ بڑی قوت والا اور زبردست ہے)۔ اس کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا۔

یہود بنو قریظہ کا انجام

مدینہ منورہ کی مشرقی جانب ان کا مضبوط قلعہ تھا اور پہلے سے مسلمانوں کے ساتھ صلح کا معاہدہ کئے ہوئے تھے۔ جنگ احزاب کے موقع پر حیی بن اخطب کے ورغلانے پر تمام معاہدوں کو نظر انداز کر کے مشرکین کی مدد کے لیے کھڑے ہو گئے۔ جب کفار قریش وغیرہ عاجز ہو کر چلے گئے تو بنو قریظہ اپنے مضبوط قلعوں میں گھس گئے۔ رسول اللہ ﷺ جنگ احزاب سے فارغ ہو کر غسل میں مشغول تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے۔ ان کے چہرے پر گرد وغبار کا اثر تھا۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ آپ نے ہتھیار اتار دیئے حالانکہ فرشتے ابھی تک ہتھیار بند ہیں۔ اللہ کا حکم ہے کہ بنو قریظہ پر حملہ کیا جائے۔ اسلامی لشکر میں فوراً منادی ہو گئی کہ بنو قریظہ کی بدعہدیوں پر ان کے خلاف چڑھائی کرنی ہے۔ اسلامی فوج نے انتہائی تیزی سے ان کے قلعوں کا محاصرہ کر لیا۔ محاصرہ بیس پچیس دن جاری رہا۔ آخر کار یہودی تنگ آ گئے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو پیغام بھیجنے شروع کئے۔ آخر میں بات اس پر ٹھہری کہ ہم قلعوں سے باہر آتے ہیں اور قبیلہ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو حکم ٹھہراتے ہیں کیونکہ وہ ان کے حلیف تھے۔ وہ جو فیصلہ دیں گے وہ ہمیں منظور ہو گا۔ اس کو فرمایا کہ (وہ اہل کتاب جو مشرکوں کی پشت پناہی کر رہے تھے ان کو اللہ نے ان کے قلعوں سے اتارا اور ان کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دیا)۔ بنو قریظہ کے اس مطالبہ کو رسول اللہ ﷺ نے بھی قبول فرما لیا۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ آئے اور بحیثیت تسلیم شدہ حکم کے فیصلہ دیا کہ بنو قریظہ کے سب جوان قتل کر دیئے جائیں اور عورتیں اور بچے سب غلام بنا لیے جائیں اور ان کے اموال و جائیداد کے مالک مہاجرین ہوں۔ غرض اس فیصلہ پر عمل ہوا

اور (ایک فریق) یعنی ان کے جوانوں (کو تم قتل کرنے لگے اور ایک فریق) یعنی عورتوں اور بچوں (کو تم قید کرنے) اور غلام باندی بنانے لگے۔ اور اللہ نے تمہیں بنوقریظہ کی زمین کا اور ان کے گھروں کا اور ان کے اموال کا اور ایک اور زمین کا جس پر تم نے قدم بھی نہیں رکھا ان سب کا تم کو وارث بنا دیا)۔ بنوقریظہ کی زمین مہاجروں میں تقسیم کی گئی اور دوسری زمین سے مراد ایک قول کے مطابق خیبر کی زمین ہے جو پورے دو سال کے بعد مسلمانوں کو ملی۔ (بلاشبہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے)۔

تنبیہ: حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا دیا ہوا فیصلہ تورات کے عین مطابق تھا۔ تورات کی کتاب استثناء میں ہے ''جب کسی شہر پر حملہ کرنے تو جائے تو پہلے صلح کا پیغام دے۔ اگر وہ صلح کو تسلیم کر لیں اور تیرے لیے دروازے کھول دیں تو جتنے لوگ وہاں موجود ہوں سب تیرے غلام ہو جائیں گے لیکن اگر صلح نہ کریں تو تو ان کا محاصرہ کر اور جب تیرا خدا تجھ کو ان پر قبضہ دلا دے تو جس قدر مرد ہوں سب کو قتل کر دے۔ باقی بچے، عورتیں، جانور اور جو چیزیں شہر میں موجود ہوں سب تیرے لیے مال غنیمت ہوں گی''۔

ازواج مطہرات سے متعلق حکم

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا
فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۲۸﴾ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ
اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا
عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ
يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۳۰﴾
وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ
اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۙ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ
كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ
الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿۳۲﴾ وَقَرْنَ فِيْ

بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ
الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ
اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ
تَطْهِيْرًا ﴿۳۳﴾ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ﴿۳۴﴾

ترجمہ: اے نبی تو کہہ اپنی بیویوں کو کہ اگر تم چاہتی ہو حیات دنیوی اور اس کی زینت تو آؤ میں کچھ فائدہ دے دوں تم کو اور رخصت کر دوں تم کو رخصت بھلی۔ اور اگر تم چاہتی ہو اللہ کو اور اس کے رسول کو اور دار آخرت کو تو بلاشبہ اللہ نے تیار کیا ہے نیکو کاروں کے لیے تم میں سے اجر بڑا۔ اے نبی کی عورتو جو کوئی کر لائے تم میں سے بے حیائی کھلی بڑھا دیا جائے گا اس کے لیے عذاب دو گنا۔ اور ہے یہ اللہ پر آسان۔ اور جو کوئی اطاعت کرے تم میں سے اللہ کی اور اس کے رسول کی اور عمل کرے نیک ہم دیں گے اس کا اجر دوبار اور تیار کیا ہے ہم نے اس کے لیے رزق عزت والا۔ اے نبی کی عورتو نہیں ہو تم جیسے کوئی ایک (عام) عورتوں میں سے اگر تم ڈرتی رہو۔ سو مت نرم کرو بات کو کہ طمع کرنے لگے وہ شخص جس کے دل میں بیماری ہے اور تم کہو بات بھلی۔ اور قرار پکڑو اپنے گھروں میں اور مت دکھاتی پھرو دکھانا پہلی جاہلیت کا۔ اور قائم کرو نماز اور ادا کرو زکوۃ اور اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی۔ محض ارادہ کرتا ہے اللہ کہ دور کر دے تم سے گندگی کو اے نبی کے گھر والو اور پاک صاف کر دے تم کو مکمل پاکیزگی۔ اور یاد کرو تم جو پڑھی جاتی ہیں تمہارے گھروں میں آیات الٰہی اور حکمت سے۔ بلاشبہ اللہ باریک بین اور باخبر ہے۔

تفسیر: (اے نبی آپ اپنی بیویوں سے) صاف صاف (کہہ دیجئے کہ) وہ دو راستوں میں سے ایک کا انتخاب کر لیں:

ایک راستہ۔ (اگر تم دنیوی زندگی اور اس کی زینت) یعنی اس کا عیش اور اس کے مزے (چاہتی ہو تو) میرے ساتھ تمہارا نباہ نہیں ہو سکتا کیونکہ میں نے ان چیزوں کو اپنے اختیار سے ترک کیا ہوا ہے سو (آؤ میں تم کو سامان) یعنی کپڑوں کا ایک جوڑا (دے کر تمہیں خوبصورتی کے ساتھ رخصت کر دوں) یعنی شرعی طریقہ سے طلاق دے دوں۔

دوسرا راستہ۔ (اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول) کی خوشنودی (کو اور دار آخرت) کے اعلیٰ مرتبے (کو چاہتی ہو تو) رسول کے پاس رہنے میں ان کی کوئی کمی نہیں۔ جو آپ کی خدمت میں نیکی سے رہے گی تو (اللہ نے تم میں سے نیکوکاروں کے لیے بڑا اجر تیار کیا ہے)۔

اس آیت کے نزول کے بعد رسول اللہ ﷺ گھر میں تشریف لائے اور سب سے پہلے حضرت عائشہؓ کو خدا کا حکم سنایا۔ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی کو اختیار کیا۔ پھر دوسری سب ازواج نے بھی ایسا ہی کیا۔ دنیا کی عیش وعشرت کا خیال ہی دل سے نکال دیا۔ رسول اللہ ﷺ کے ہاں ہمیشہ اختیاری فقر و فاقہ رہتا تھا۔ جو مال آتا وہ ضرورتمندوں میں جلد ہی تقسیم کر دیتے تھے۔ پھر مجبوری سے کبھی قرض بھی لینا پڑتا تھا۔

چونکہ سب ازواج نے نبی کی معیت کو اختیار کیا تو آگے ان سے خطاب کرتے ہوئے ان کے اونچے مقام کی لحاظ داری کی طرف توجہ دلائی۔ فرمایا کہ بلند درجہ کی وجہ سے چاہئے کہ ان کی اخلاقی اور روحانی زندگی اس معیار پر ہو جو اس بلند مقام کے مناسب ہو۔ پھر بڑوں کی غلطی بھی بڑی ہوتی ہے اس لیے فرمایا (اے نبی کی بیویو) جب تم اس بلند مقام پر فائز ہو تو یاد رکھو:

(i) (اگر تم میں سے کسی نے کھلی بے حیائی کا کام کیا تو اس کی سزا کو تمہارے لیے بڑھا کر دوگنا کر دیا جائے گا اور ایسا کرنا اللہ کے لیے) بہت (آسان ہے) کچھ مشکل نہیں۔

(ii) (اور تم میں سے جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اور نیک عمل کرے تو ہم اس کا اجر بھی دوگنا دیں گے اور اس کے لیے ہم نے ایک خاص عزت دار روزی تیار کی ہے۔

اے نبی کی بیویو اگر تم تقویٰ اختیار کرو تو) تمہاری حیثیت اور تمہارا مرتبہ عام عورتوں میں سے کسی ایک کی طرح نہیں ہے بلکہ اللہ نے تمہیں سید المرسلین ﷺ کی زوجیت کے لئے منتخب کیا اور تمہیں تمام مومنوں کی مائیں بتایا۔ تمہاری اس حیثیت کی وجہ سے لوگ تم سے مسائل پوچھنے بھی آئیں گے جن میں تمہارے اپنے مرد بھی ہوں گے اور غیر بھی ہوں گے تو (تم ان سے بات کرتے ہوئے نرم) اور دلکش (لہجہ اختیار نہ کرنا) بلکہ روکھا پھیکا رویہ اختیار کرنا (تاکہ وہ شخص جس کے دل میں بیماری ہو وہ) تمہارے التفات کی (طمع نہ کرنے لگے۔ اور) یہ بھی ہدایت ہے کہ غیر مردوں سے بات کرو تو (بھلی) اور معقول (بات کرو)۔ (اور) اے نبی کی بیویو (اپنے گھروں میں قرار پکڑو اور) بغیر مجبوری کے گھر سے مت نکلو اور کسی شرعی یا طبعی مجبوری سے نکلنا بھی ہو تو زیب و زینت کے بغیر عام کام کاج کے کپڑوں میں نکلو اور (پہلی جاہلیت کی طرح) جو کہ اسلام سے پہلے کی تھی اپنے بدن اور لباس کا (دکھلاوا نہ کرتی پھرو اور نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو اور) دوسرے احکام میں بھی (اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو) بلکہ

دوسروں سے بڑھ کر ان کا اہتمام کرو کیونکہ تم نبی سے زیادہ قریب بھی ہو اور امت کے لیے نمونہ بھی ہو۔

(اے نبی کے گھر والو اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ تم سے) نافرمانی کی (گندگی کو دور کر دے اور تمہیں مکمل پاک صاف کر دے) اور تمہارے رتبہ کے موافق ایسی قلبی اور اخلاقی صفائی عطا فرمائے جو دوسروں سے ممتاز اور فائق ہو۔

(اور قرآن وسنت میں اللہ کے احکام اور دانائی کی باتیں ہیں۔ انہیں سیکھو، یاد کرو) اور دوسروں کو سکھاؤ اور اللہ کے عظیم احسان کا شکر ادا کرو کہ تم کو ایسے گھر میں رکھا جو حکمت کا خزانہ اور ہدایات کا سرچشمہ ہے (بے شک اللہ تعالیٰ باریک بین ہے باخبر ہے) اور وہی جانتا ہے کہ کون اس امانت کو اٹھانے کا اہل ہے۔ اس نے اپنے لطف اور مہربانی سے حضرت محمد ﷺ کو وحی کے لیے اور تم کو ان کی زوجیت کے لیے چن لیا کیونکہ باخبر اور باریک بین ہونے کی وجہ سے وہ ہر ایک کے احوال اور صلاحیتوں سے باخبر ہے کوئی کام بے جوڑ نہیں کرتا۔

ربط: پیچھے امہات المومنین کا ذکر ہوا۔ ان میں سے کسی نے کہا تھا کہ قرآن میں اکثر جگہ مردوں کا ذکر ہے عورتوں کا کہیں نہیں ہے۔ اب جب ان آیتوں میں امہات المومنین کا ذکر ہوا تو عام عورتوں میں سے بعض نیک بخت عورتوں کو خیال ہوا کہ عام عورتوں کا تو پھر بھی کچھ ذکر نہ ہوا۔ اس پر یہ آیت اتری۔

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ
وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِينَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِينَ
وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِينَ وَالْخَاشِعَاتِ
وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَاتِ وَالْحَافِظِينَ
فُرُوجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ
اللَّهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ﴿۳۵﴾

ترجمہ: بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، اور مومن مرد اور مومن عورتیں، عبادت گزار مرد اور عبادت گزار عورتیں، اور سچے مرد اور سچی عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور تواضع کرنے والے مرد اور تواضع کرنے والی عورتیں اور خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں حفاظت کرنے والے مرد اپنی شرمگاہوں کی

اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور ذکر کرنے والے مرد اللہ کا کثرت سے اور ذکر کرنے والی عورتیں، تیار کی ہے اللہ نے ان کے لیے معافی اور اجر عظیم۔

تفسیر: اس آیت میں بتایا کہ مرد ہو یا عورت اللہ کے یہاں کسی کی محنت ضائع نہیں جاتی۔ اور جس طرح مردوں کو روحانی اور اخلاقی ترقی کرنے کے ذرائع حاصل ہیں عورتوں کے لیے بھی یہ میدان کھلا ہے۔ فرمایا۔

(بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور مومن مرد اور مومن عورتیں اور عبادت گزار مرد اور عبادت گزار عورتیں اور سچے مرد اور سچی عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں) جو تکلیفیں اٹھا کر اور سختیاں جھیل کر احکام شریعت پر قائم ہیں اور تواضع اختیار کرنے والے مرد اور تواضع اختیار کرنے والی عورتیں اور ان کا دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نماز خشوع سے ادا کرنے والے مرد اور نماز خشوع سے ادا کرنے والی عورتیں اور صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور روزہ دار مرد اور روزہ دار عورتیں اور (حرام تعلقات سے) اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرنے والے مرد اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرنے والی عورتیں۔ ایسے سب مردوں اور عورتوں کے لیے ہم نے مغفرت اور بڑا اجر تیار کیا ہے۔)

ربط: آگے امہات المومنین میں سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے متعلق کچھ احکام ذکر کرتے ہیں۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی امیمہ کی بیٹی تھیں اور قریش کے اعلیٰ خاندان سے تھیں۔ آپ ﷺ نے چاہا کہ ان کا نکاح زید بن حارثہ سے کر دیں۔ زید بن حارثہ بھی معزز عرب قبیلہ کے تھے لیکن زینب کا خاندان عالی شان تھا اور زید کے لڑکپن میں کوئی ظالم ان کو اغوا کر کے مکہ کے بازار میں لے آیا۔ حضرت خدیجہ نے ان کو خرید لیا اور کچھ دنوں کے بعد آپ ﷺ کو ہدیہ کر دیا۔ جب یہ کچھ بڑے ہوئے اور سمجھ بوجھ آئی تو ایک تجارتی سفر میں جاتے ہوئے اپنے وطن کے قریب سے گزرے۔ وہاں ان کے رشتہ داروں کو معلوم ہو گیا۔ ان کے والد، چچا اور بھائی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے اور درخواست کی کہ آپ مالی معاوضہ لے کر ہمارے لڑکے کو چھوڑ دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا معاوضہ کی ضرورت نہیں۔ اگر زید تمہارے ساتھ جانا چاہے تو خوشی سے اسے لے جاؤ۔ انہوں نے زید سے بات کی تو زید نے کہا کہ میں کسی صورت آپ کو نہیں چھوڑ سکتا۔ آپ مجھے اولاد سے بڑھ کر عزیز رکھتے ہیں اور ماں باپ سے زیادہ چاہتے ہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے ان کو آزاد کر دیا اور منہ بولا بیٹا بنا لیا۔ اب زید رواج کے مطابق زید بن محمد کہلانے لگے۔ زید کے رشتہ دار بھی اس صورت حال پر راضی ہو گئے پھر رسول اللہ ﷺ نے چاہا کہ زینبؓ کا نکاح زید بن حارثہ سے کر دیں۔ زینبؓ کی اور ان کے بھائی کی مرضی اس

نکاح کی نہ تھی۔لیکن اللہ اور اس کے رسول کو یہی منظور تھا کہ یہ نکاح ہو اور اس کے ذریعہ سے مطلوب اصلاح کی جائے اس لیے آپ ﷺ نے زینب اور ان کے بھائی پر زور دیا کہ وہ اس نکاح کو قبول کر لیں۔اس وقت یہ آیت اتری۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا
مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ
مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا
مُّبِيْنًا ﴿۳۶﴾ وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْۤ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ
اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ
مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰهُ ؕ فَلَمَّا قَضٰى
زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ
فِيْۤ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ
مَفْعُوْلًا ﴿۳۷﴾ مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيْمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ؕ
سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا
مَّقْدُوْرَا ﴿۳۸﴾ الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ
اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ﴿۳۹﴾

ترجمہ: اور نہیں ہے کسی مومن مرد کے لیے اور نہ کسی مومن عورت کے لیے جب طے کر دے اللہ اور اس کا رسول ایک کام کو پھر ہو ان کے لیے اختیار اپنے کام کا۔اور جو کوئی نافرمانی کرے اللہ اور اس کے رسول کی تو وہ گمراہ ہوا کھلی گمراہی میں۔اور جب تو کہنے لگا اس کو کہ احسان کیا اللہ نے جس پر اور احسان کیا تو نے جس پر روک رکھ اپنے اوپر اپنی بیوی کو اور ڈر اللہ سے اور تو چھپاتا تھا اپنے جی میں وہ بات جس کو اللہ کھولنا چاہتا تھا اور تو ڈرتا تھا

لوگوں سے حالانکہ اللہ زیادہ حقدار ہے کہ تو ڈرے اس سے۔ پھر جب پوری کر چکا زید اس عورت سے ضرورت نکاح کر دیا ہم نے تیرا اس عورت کے ساتھ تا کہ نہ ہو مسلمانوں پر تنگی ان کے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں میں جب وہ پوری کر لیں ان عورتوں سے غرض۔ اور ہے حکم الٰہی کیا ہوا۔ نہیں ہے نبی پر کوئی تنگی اس چیز میں طے کر دیا جس کو اللہ نے اس کے لیے جیسے دستور رہا ہے ان لوگوں میں جو گزرے اس سے پہلے اور ہے حکم الٰہی نپا تلا۔ وہ لوگ جو پہنچاتے تھے پیغامات خداوندی اور ڈرتے تھے اس سے اور نہیں ڈرتے تھے کسی سے سوائے اللہ کے اور کافی ہے اللہ حساب لینے والا۔

تفسیر: 1- اللہ اور اس کے رسول جب کسی کے لیے کوئی حکم طے کر دیں تو اس شخص کا اختیار جاتا رہتا ہے

(جب اللہ اور اس کے رسول کسی مومن مرد یا مومن عورت کے لیے کوئی کام کرنا طے کر دیں تو اس مومن کا اس کام میں اختیار نہیں رہتا) کہ چاہے کرے چاہے نہ کرے۔ اس آیت کے نازل ہونے پر حضرت زینب اور ان کے بھائی نے اپنی مرضی کو اللہ اور اس کے رسول کی مرضی پر قربان کر دیا اور حضرت زینب کا نکاح حضرت زید بن حارثہ سے ہو گیا۔ (اور جو کوئی) پھر بھی اپنی مرضی چلائے اور (اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو وہ کھلی گمراہی میں پڑ گیا)۔ اب یہ ہوا کہ حضرت زینب اور حضرت زید بن حارثہ کے درمیان مزاج کی موافقت نہ ہوئی اور جب ان کی آپس میں لڑائی ہوتی تو زید آ کر رسول اللہ ﷺ سے زینب کی شکایت کرتے اور کہتے کہ میں انہیں چھوڑنا چاہتا ہوں۔ نبی ﷺ فرماتے کہ زینب نے میری خاطر اللہ اور اس کے رسول کے حکم سے تم کو اپنی مرضی کے خلاف قبول کیا۔ اب تمہارے چھوڑ دینے کو وہ اور ان کے رشتہ دار دوسری ذلت سمجھیں گے اس لیے (آپ ﷺ زید کو جس پر اللہ نے انعام) واحسان (کیا) کہ انہیں نبی ﷺ کی خدمت میں پہنچایا اور اسلام لانے کی توفیق دی۔ (اور آپ نے انعام) واحسان (کیا) کہ ان کے ساتھ انتہائی عمدہ سلوک کیا ان کو آزاد کیا اور ان کو اپنا منہ بولا بیٹا بنایا اور اپنی پھوپھی زاد بہن سے ان کا نکاح کیا۔ (کہتے تھے کہ تم اپنی بیوی کو اپنے پاس روکے رکھو اور) چھوٹی چھوٹی باتوں پر بگاڑ مت کرو (اور اللہ سے ڈرو) اور جہاں تک ہو سکے نباہ کی کوشش کرتے رہو۔ لیکن جب معاملہ کسی طرح نہ سلجھا اور بار بار جھگڑا پیش آتا رہا تو آپ کے دل میں یہ خیال آنے لگا کہ زید زینب کو طلاق دے دیں اور پھر زینب کی دلجوئی کی خاطر آپ ان سے نکاح کر لیں لیکن منافقوں کی اس طعن وتشنیع کا خوف بھی کرتے تھے کہ اپنے بیٹے کی بیوی کو اپنے گھر میں ڈال لیا حالانکہ یہ بات پہلے طے پا چکی تھی کہ منہ بولے بیٹے کے احکام حقیقی بیٹے کی طرح نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو بھی منظور ہوا کہ منہ بولے

بیٹے کے مسئلہ کو عملی صورت میں لوگوں کے سامنے لے آئیں اس لیے فرمایا:

2- آدمی کا لے پالک یعنی منہ بولا بیٹا جب اپنی بیوی کو طلاق دے دے یا وفات پا جائے تو عدت گزرنے کے بعد آدمی اس سے نکاح کر سکتا ہے۔

اور یہ خیال کہ ''زید کے طلاق دینے کے بعد آپ زینب سے ان کی دلجوئی کی خاطر خود نکاح کر لیں'' (اس کو آپ اپنے دل میں چھپاتے تھے جب کہ اللہ اس کو ظاہر کرنے والے تھے اور آپ) جاہل اور منافق (لوگوں سے ڈرتے تھے) کہ وہ طعن و تشنیع کریں گے کہ اپنی بہو سے خود نکاح کر لیا (حالانکہ اللہ اس کا زیادہ حقدار ہے کہ آپ اس سے ڈریے) اور اللہ کے حکم کے آگے کسی اور سے نہ ڈریے۔ (پھر جب زید بن حارثہؓ نے زینب رضی اللہ عنہا سے اپنی ضرورت پوری کر لی) اور زینب کو طلاق دے دی اور عدت گزر گئی تو ہم نے ان سے نکاح کرنے کو آپ پر نہیں چھوڑا بلکہ (ہم نے) خود (آپ کا نکاح زینب سے کر دیا تاکہ مسلمانوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں سے جب کہ منہ بولے بیٹوں نے ان سے اپنی غرض پوری کر لی ہو) اور طلاق دے دی ہو (نکاح کرنے میں کچھ تنگی) اور وحشت (محسوس نہ ہو اور) جب (اللہ کا حکم) اٹل ہے اور ضرور (پورا ہو کر رہے گا تو اللہ نے جو نبی ﷺ کے لیے طے کر دیا اس کے کرنے میں نبی پر تنگی) اور اعتراض کی بات نہیں ہوتی۔ یہی اللہ کا طریقہ رہا ہے ان نبیوں میں جو پہلے ہو گزرے اور اللہ کا فیصلہ نپا تلا مقدر ہوتا ہے۔ یہ نبی ہیں جو اللہ کے احکام لوگوں کو پہنچاتے ہیں اور اس تبلیغ پر صرف اللہ سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرتے) اور خود آپ نے بھی پیغام رسانی میں آج تک کسی چیز کی پروا نہیں کی۔ نہ کسی کے کہنے سننے سے متاثر ہوئے، پھر اس نکاح کے معاملہ میں رکاوٹ کیوں ہے۔ (اور حساب لینے کے لیے اللہ کافی ہے)۔

ربط: اوپر زید بن حارثہ کا ذکر ہوا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو منہ بولا بیٹا کہا۔ اس سے وہ حقیقی بیٹے نہیں بن گئے۔ آگے بتاتے ہیں کہ ایک زید کیا آپ تو مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ
رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ
شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۴۰﴾

ترجمہ: نہیں ہیں محمد باپ کسی کے تمہارے مردوں میں سے ولیکن رسول خدا ہیں اور خاتم النبیین ہیں۔ اور ہے اللہ ہر شے کو جاننے والا۔

تفسیر: (محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں) کیونکہ آپ کی اولاد میں جو لڑکے ہوئے وہ بچپن ہی میں وفات پا گئے اور بعض اس آیت کے نزول کے وقت پیدا ہی نہیں ہوئے تھے یا بیٹیاں تھیں جن میں سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد دنیا میں پھیلی۔ غرض کسی کو ان کا بیٹا نہ جانو (ہاں اللہ کے رسول ہیں) اس حساب سے سب ان کے روحانی بیٹے ہیں (اور آپ خاتم النبین ہیں) کہ آپ نبیوں کے سلسلہ کی مہر ہیں۔ وہ مہر جس کو انگریزی میں Seal کہتے ہیں اس لیے اب آپ ﷺ کے بعد کسی نئے آدمی کو نبوت نہیں ملے گی۔ آپ کے بعد جو بھی نبوت کا نیا دعویٰ کرے وہ یقیناً جھوٹا ہے (اور اللہ ہر شے کو جاننے والا ہے) جس میں یہ بات بھی شامل ہے کہ کون نبوت کا اہل ہے کون نہیں۔

ربط: اوپر رسول اللہ ﷺ کی نبوت اور ختم نبوت کا ذکر ہوا اب اس کو احسان بتاتے ہیں کہ ہم نے تمہیں ان کی امت میں سے بنایا۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴿۴۱﴾ وَّ
سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۴۲﴾ هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ
لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ﴿۴۳﴾
تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ۚۖ وَّاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا ﴿۴۴﴾

ترجمہ: اے ایمان والو ذکر کرو اللہ کا ذکر بہت اور تسبیح کرو اس کی صبح اور شام۔ وہی ہے جو رحمت بھیجتا ہے تم پر اور اس کے فرشتے تا کہ وہ نکالے تم کو اندھیروں سے روشنی کی طرف اور ہے وہ مومنوں پر رحمت والا۔ ان کی دعا جس دن وہ ملیں گے اس سے سلام ہے اور تیار کیا ہے اس نے ان کے لیے اجر عزت والا۔

تفسیر: (اے ایمان والو) اللہ تعالیٰ نے تم پر بڑا احسان کیا کہ عظیم الشان پیغمبر حضرت محمد ﷺ کو تمہاری ہدایت کے لیے بھیجا۔ اس پر (اللہ کا) شکر بھی ادا کرو اور اس کا (ذکر) بھی (خوب کثرت سے کرو) اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، رات دن اس کو یاد رکھو (اور صبح و شام اس کی تسبیح کرو)۔ اللہ کو بکثرت یاد کرنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ (اللہ تم پر اپنی رحمت نازل کرتا ہے) فرشتوں کے واسطہ سے (اور فرشتے خود بھی تمہارے لیے دعاء رحمت کرتے ہیں تا کہ اللہ) کی نازل کردہ رحمت و برکت تمہارا ہاتھ پکڑ کر (تمہیں) گمراہی اور جہالت کے (اندھیروں سے) علم و تقویٰ کی (روشنی کی طرف لے جائے۔ اور اللہ ایمان والوں پر مہربان ہے)۔ اور اگر ایمان والوں پر اللہ کی خاص مہربانی نہ ہوتی تو ان کو ایمان کی دولت

کہاں سے ملتی اور اس کی حفاظت کیسے ہوتی۔ اس کی مہربانی سے ایمان والے ایمان، احسان اور ہدایت کی راہوں میں ترقی کرتے ہیں۔ اللہ کی مہربانی کا یہ اثر تو دنیا میں ہوا اور آخرت میں اللہ کی مہربانی سے جو اعزاز و اکرام ہوگا اس کا بیان یہ ہے کہ (جس دن وہ اللہ سے ملیں گے اس دن ان کا دعائیہ کلمہ سلام ہو گا)۔ اللہ بھی ان پر سلام بھیجے گا اور فرشتے بھی سلام کرتے ہوئے ان کے پاس آئیں گے اور ایمان والوں کی آپس کی ملاقات میں بھی یہی دعا ہوگی یعنی السلام علیکم تم پر سلامتی ہو جیسے دنیا میں تھی (اور ایمان والوں کے لیے اللہ نے عزت والا اجر تیار کیا ہے)۔

ربط: اوپر اللہ تعالیٰ کی مہربانی کے اثرات جو دنیا اور آخرت میں ظاہر ہوں گے انہیں میں سے ایک جس کا ذکر پچھلی آیتوں میں بھی ہوا یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو لوگوں کے لیے ہادی بنا کر بھیجا گیا آگے اس کی کچھ تفصیل بتاتے ہیں۔

يَٰٓأَيُّهَا
النَّبِيُّ إِنَّآ أَرْسَلْنَٰكَ شَٰهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ﴿٤٥﴾ وَدَاعِيًا إِلَى
اللَّهِ بِإِذْنِهِۦ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا ﴿٤٦﴾ وَبَشِّرِ ٱلْمُؤْمِنِينَ بِأَنَّ لَهُم مِّنَ
ٱللَّهِ فَضْلًا كَبِيرًا ﴿٤٧﴾ وَلَا تُطِعِ ٱلْكَٰفِرِينَ وَٱلْمُنَٰفِقِينَ وَدَعْ
أَذَىٰهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى ٱللَّهِ ۚ وَكَفَىٰ بِٱللَّهِ وَكِيلًا ﴿٤٨﴾

ترجمہ: اے نبی ہم نے بھیجا تجھ کو بطور بتانے والے کے اور خوشخبری دینے والے کے اور ڈرانے والے کے اور بلانے والے کے اس کے حکم سے اور روشن چراغ کے۔ اور خوشخبری دے ایمان والوں کو کہ ان کے لیے ہے اللہ کی طرف سے فضل بڑا۔ اور مت اطاعت کر کافروں کی اور منافقوں کی اور چھوڑ دے ان کا ایذا دینا اور بھروسہ کر اللہ پر اور کافی ہے اللہ کام بنانے والا۔

تفسیر: (اے نبی ہم نے آپ کو بھیجا ہے اس حال میں کہ آپ لوگوں کو) اللہ کی توحید سکھاتے ہیں اور (اس کا راستہ بتاتے ہیں)۔ جو کچھ کہتے ہیں دل سے اور عمل سے اس پر گواہ ہیں اور قیامت کے دن بھی امت کی نسبت گواہی دیں گے کہ خدا کے پیغام کو کس نے کس قدر قبول کیا (اور) فرمانبرداروں کو (خوشخبری سناتے ہیں اور) نافرمانوں کو اللہ کے عذاب سے (ڈراتے ہیں۔ اور) اللہ نے آپ کو بھیجا اس حال میں کہ (آپ اللہ کے حکم سے اس کی طرف) یعنی اس کے دین کی طرف (بلانے والے ہیں اور)

اس حال میں کہ (آپ) ہدایت کے (روشن چراغ ہیں) جن کی دعوت کے عمل کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو راہ ہدایت پر لگاتے ہیں۔ اور جن لوگوں نے آپ ﷺ کی دعوت کو قبول کیا اور ایمان لے آئے (تو آپ ایمان والوں کو اللہ کی طرف سے بڑے فضل وشرف کی خوشخبری دے دیجئے) بڑے فضل سے یہ مراد ہے کہ اللہ نے اس امت کو حضرت محمد ﷺ کے طفیل دیگر سب امتوں پر برتری دی۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسے کمالات والی اور ایسی برگزیدہ جماعت عنایت فرمائی ہے تو آپ دعوت واصلاح کے فریضہ کو حسب معمول پوری مستعدی سے ادا کرتے رہئے (اور) اللہ جو حکم دے اس کے کہنے یا کرنے میں (کافروں اور منافقوں کی اطاعت نہ کریں) (اور) یہ لوگ آپ کو زبان وعمل سے تکلیف دیں تو (ان کی تکلیف دہی کی پروا نہ کریں اور) ان کا خیال چھوڑ کر (اللہ پر بھروسہ رکھیے اور) پوری مضبوطی کے ساتھ اس بات کو پیش نظر رکھئے کہ (کافی ہے اللہ) اپنی قدرت ورحمت سے (سب کام بنانے والا)۔

ربط: پیچھے رسول اللہ ﷺ کی بیویوں کا ذکر اور ان سے متعلق احکام کا تذکرہ ہوا تھا۔ درمیان میں چند آیتیں ضمنی مناسبت سے آ گئی تھیں۔ آگے پھر ازواج مطہرات سے متعلق کچھ مضمون کی طرف لوٹتے ہیں۔ پہلا حکم عام ہے نبی اور غیر نبی کے لیے جب کہ دوسرا خاص نبی ﷺ کے لیے ہے۔

پہلا حکم عام

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ
تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ فَمَتِّعُوْهُنَّ
وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۴۹﴾

ترجمہ: اے ایمان والو جب تم نکاح کرو مومن عورتوں سے پھر طلاق دو ان کو اس سے پیشتر کہ تم ہاتھ لگاؤ ان کو تو نہیں ہے تمہارے لیے ان عورتوں کے ذمہ کچھ عدت کہ تم شمار کرو جس کو۔ سو تم ان کو کچھ فائدہ پہنچاؤ اور رخصت کر دو ان کو رخصت بھلی۔

تفسیر: اے نبی اور (اے مومنو جب تم مومن عورتوں سے) مہر مقرر کئے بغیر (نکاح کرو) پھر (رخصتی) اور خلوت صحیحہ (سے پہلے) کسی بھی وجہ سے (تم ان کو طلاق دے دو تو تمہارے لیے ان کے ذمہ کچھ عدت نہ ہوگی جس کو تمہیں شمار کرنا پڑے۔ سو تم ان کو کچھ فائدہ دے کر) یعنی لباس کا ایک جوڑا دے کر (بھلے طریقہ سے ان کو رخصت کر دو)۔

دوسرا حکم خاص

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ
الّٰتِيْٓ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ
وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ
الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ ۫ وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ
اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ۗ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ
قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ
لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۵۰﴾ تُرْجِيْ
مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ ؕ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ
مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ تَقَرَّ اَعْيُنُهُنَّ
وَلَا يَحْزَنَّ وَيَرْضَيْنَ بِمَآ اٰتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ
مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَلِيْمًا ﴿۵۱﴾ لَا يَحِلُّ لَكَ
النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ
اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى
كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا ﴿۵۲﴾

ترجمہ: اے نبی ہم نے حلال کیں تیرے لیے تیری بیویاں دیئے تو نے جن کے مہر اور وہ لونڈیاں، مالک ہوا تیرا دایاں ہاتھ اس مال میں سے جو غنیمت کے طور پر دیا اللہ نے اور تیرے چچا کی بیٹیاں اور تیری پھوپھیوں کی بیٹیاں اور تیرے ماموں کی بیٹیاں اور تیری خالاؤں کی بیٹیاں جنہوں نے ہجرت کی تیرے ساتھ اور مسلمان عورت اگر وہ ہدیہ کر دے

اپنے آپ کو نبی کے لیے اگر ارادہ کیا ہو نبی نے نکاح کرنے کا اس کے ساتھ۔ یہ خالص ہے تیرے لیے علاوہ مسلمانوں کے۔ معلوم ہے ہمیں جو مقرر کیا ہم نے ان پر ان کی بیویوں کے بارے میں اور ان (لونڈیوں) کے بارے میں مالک بنے ان کے داہنے ہاتھ تا کہ نہ ہو تجھ پر کوئی تنگی اور ہے اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا۔ پیچھے کر دے تو جس کو چاہے ان میں سے اور جگہ دے تو اپنی طرف جس کو چاہے اور جس کو تو بلائے ان میں سے جن کو تو نے الگ کر رکھا ہے تو نہیں ہے کچھ گناہ تجھ پر۔ یہ قریب تر ہے اس بات کے کہ ٹھنڈی رہیں ان کی آنکھیں اور نہ غمگین ہوں اور راضی رہیں اس پر جو تو نے دیا ان کو سب کی سب (راضی رہیں) اور اللہ جانتا ہے جو بات تمہارے دلوں میں ہے اور ہے اللہ علم والا حلم والا۔ نہیں ہیں حلال تیرے لیے عورتیں اس کے بعد اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ بدل جائیں ان کے عوض میں اور عورتیں اگرچہ پسند آئے تجھ کو ان کا حسن مگر وہ باندیاں جن کا مالک ہوا تیرا داہنا ہاتھ۔ اور ہے اللہ ہر چیز پر نگہبان۔

تفسیر: (اے نبی ہم نے آپ کے لیے حلال کیں:

1- آپ کی وہ بیویاں جن کو آپ ان کے مہر ادا کر چکے ہیں) خواہ وہ قریشی ہوں اور ہجرت بھی کی ہو یا نہ ہو۔

2- (اور وہ جو آپ کی مملوکہ باندیاں ہیں اس مال غنیمت میں سے جو اللہ نے آپ کے ہاتھ لگوا دیا۔

3- اور آپ کی چچا زاد بہنیں اور پھوپھی زاد بہنیں اور ماموں زاد بہنیں اور خالہ زاد بہنیں اس شرط کے ساتھ کہ انہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی ہو۔ رہی قریشی ہونے کی شرط تو مذکورہ رشتے قریشی ہی بنتے تھے۔

4- اور وہ مومن عورت جو اپنے آپ کو نبی ﷺ پر ہدیہ کر دے اگر نبی اس سے نکاح کرنا چاہیں)۔ اور اگر نبی اس سے نکاح کرنا نہ چاہیں تو ان کو اختیار ہے۔

(اے نبی یہ اجازت) کہ آپ بغیر مہر کے نکاح کر سکتے ہیں اور چار سے زیادہ بیویاں رکھ سکتے ہیں (خاص آپ کے لیے ہے دوسرے مسلمانوں کے لیے نہیں۔ ہم جانتے ہیں جو احکام ہم نے مسلمانوں پر جاری کئے ہیں ان کی بیویوں کے حق میں (جو یہ ہیں کہ وہ نکاح میں چار سے زیادہ بیویاں نہیں رکھ سکتے اور ان کا کوئی بھی نکاح مہر کے بغیر نہیں ہو سکتا (اور جو احکام ہم نے جاری کئے مسلمانوں کی باندیوں کے حق میں) کہ وہ نکاح کے بغیر چار سے زیادہ بھی ہو سکتی ہیں۔

مذکورہ بالا تمام عورتوں کی حلت آپ ﷺ کے لیے اس وجہ سے ہے کہ آپ ﷺ کسی مصلحت سے چار

سے زیادہ نکاح کی ضرورت محسوس کریں تو آپ کو حلت کا دائرہ وسیع ملے تنگ نہ ہو۔

(پھر آپ) کی جو بیویاں ہیں (ان میں آپ کو اختیار ہے کہ ان میں سے جس کو چاہیں پیچھے کر دیں اور جس کو چاہیں اپنی طرف جگہ دیں) مطلب یہ ہے کہ آپ پر بیویوں کی باری میں برابری کرنا واجب نہیں ہے آپ جس کو چاہیں باری دیں اور جس کو چاہیں نہ دیں۔ باری کے واجب نہ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ ازواج باری کو اپنا حق نہ سمجھیں نبی ﷺ کا احسان سمجھیں۔ (اس صورت میں ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور اس پر یہ غمگین نہ ہوں) کہ ہمیں باری کیوں نہیں ملی۔ اور نبی ﷺ جو وقت اور باری ان کو دیں یہ اس کو خوشی سے قبول کریں۔ اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اور اللہ علم والا ہے حلم والا ہے)۔

اے نبی (آج) یہ آیت نازل ہونے کے بعد سے یہ حکم ہے کہ (آپ کے لیے پیچھے مذکورہ عورتوں کے علاوہ عورتیں حلال نہیں اور جو اب موجود ہیں ان کو بدلنا جائز نہیں دوسری عورتوں سے اگرچہ ان کا حسن آپ کو اچھا لگے سوائے آپ کی باندیوں کے کہ ان کو بدل سکتے ہیں اور ان میں اضافہ کر سکتے ہیں۔ نبی ﷺ کی دو باندیاں مشہور ہیں۔ ایک ماریہ قبطیہ جن سے حضرت ابراہیم پیدا ہوئے اور دوسری ریحانہ رضی اللہ عنہما۔ (اور اللہ ہر شے پر نگہبان ہے) یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کے احکام و حدود کی پابندی کرتے ہیں اور جو ان کی پابندی نہیں کرتے سب اللہ کی نگاہ میں ہیں۔ اس لیے سب لوگوں کو چاہیے کہ اس بات کو پیش نظر رکھیں۔

ربط: پچھلی دو آیتوں کے نازل ہونے کے کچھ عرصہ کے بعد یہ نیا حکم نازل ہوا کہ پہلے عورتوں کی جتنی قسموں کے حلال ہونے کا ذکر ہوا تھا ان سے زیادہ حلال نہیں اور جو اب موجود ہیں ان کو بدلنا یعنی ان میں سے ایک کو طلاق دے کر کسی اور عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں فرماتے ہیں۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ
النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ وَلٰكِنْ
اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ
لِحَدِيْثٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ۫ وَاللّٰهُ
لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ؕ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ
وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ؕ وَمَا كَانَ لَكُمْ
اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ؕ

اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ﴿۵۳﴾ اِنْ تُبْدُوْا شَيْـًٔا اَوْ تُخْفُوْهُ
فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۵۴﴾ لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْٓ اٰبَآئِهِنَّ
وَلَآ اَبْنَآئِهِنَّ وَلَآ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ
اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآئِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ۚ وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ ۭ
اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ﴿۵۵﴾ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ
يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۭ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا
تَسْلِيْمًا ﴿۵۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي
الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۵۷﴾ وَالَّذِيْنَ
يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا
بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۵۸﴾

ترجمہ: اے ایمان والو مت داخل ہو نبی کے گھروں میں مگر یہ کہ اجازت دی گئی ہو کھانے کے لیے اس حال میں کہ نہ انتظار کرنے والے ہوں اس کے پکنے کا۔ اور لیکن جب تمہیں بلایا جائے تو تم داخل ہو پھر جب تم کھا چکو تو منتشر ہو جاؤ اور مت ہو آپس میں انس کرنے والے باتوں سے۔ یہ بات تکلیف دیتی ہے نبی کو لیکن وہ شرماتا ہے تم سے اور اللہ نہیں شرماتا حق بات سے۔ اور جب تم مانگو ان سے کچھ سامان تو مانگو ان سے پردہ کے پیچھے سے۔ (اے مسلمانو) یہ بات زیادہ صفائی والی ہے تمہارے دلوں کے لیے اور ان کے دلوں کے لیے۔ اور (اے مسلمانو) نہیں ہے جائز تمہارے لیے کہ تم ایذا دو رسول خدا کو اور نہ یہ بات (جائز ہے) کہ تم نکاح کرو نبی کی بیویوں سے ان کے بعد کبھی بھی۔ بلاشبہ یہ بات ہے اللہ کے نزدیک بڑی۔ اگر تم ظاہر کرو کوئی بات یا چھپاؤ اس کو سو اللہ ہے ہر بات کو جاننے والا۔ نہیں ہے کچھ گناہ ان پر ان کے باپوں میں اور نہ ان کے بیٹوں میں اور نہ ان کے بھائیوں میں اور نہ ان کے بھائیوں کے بیٹوں میں اور نہ ان کی بہنوں کے بیٹوں میں اور نہ

ان کی عورتوں میں اور نہ ان میں جن کے مالک ہوئے ان کے داہنے ہاتھ اور ڈرو اللہ سے۔ بلاشبہ اللہ ہے ہر چیز پر حاضر۔ بلاشبہ اللہ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں نبی پر تو اے ایمان والو! تم رحمت بھیجو نبی پر اور سلامتی بھیجو ان پر سلام کہہ کر۔

بے شک وہ لوگ جو اذیت دیتے ہیں اللہ کو اور اس کے رسول کو لعنت کرتا ہے ان کو اللہ دنیا میں اور آخرت میں اور تیار کیا ہے ان کے لیے عذاب رسوا کن۔ اور جو لوگ ایذا دیتے ہیں مومن مردوں کو اور مومن عورتوں کو بغیر کسی برائی کے جو انہوں نے کی ہو تو اٹھایا انہوں نے بہتان اور کھلا گناہ۔

تفسیر: (اے ایمان والو مت داخل ہو نبی کے گھروں میں الا یہ کہ تم کو اجازت دی جائے) یا حکم دیا جائے کہ تم کھانے کے لیے گھر میں داخل ہو۔ اور جب تک بلایا نہ ہو پہلے سے جا کر بیٹھنا اور کھانے کے پکنے کا انتظار کرنا ایسا نہ کرنا چاہئے۔ (لیکن جب تمہیں بلایا جائے اس وقت داخل ہو اور جب کھانا کھا چکو تو) فارغ ہوتے ہی وہاں سے چلے جاؤ اور وہاں آپس میں دل لگا کر باتوں میں مت لگو تمہارا وہاں بیٹھ کر باتیں کرنا نبی کو ایذا دیتا ہے لیکن وہ تمہیں اپنے گھر سے اٹھاتے ہوئے (شرم محسوس کرتے ہیں لیکن اللہ حق بات بتانے سے شرم نہیں کرتے) کیونکہ ان کو تمہاری تادیب اور اصلاح میں کوئی چیز رکاوٹ نہیں ہے۔

2- (اے مسلمانو جب تمہیں ازواج) مطہرات (سے کوئی چیز مانگنی ہو تو ان سے پردہ کے پیچھے سے مانگو۔ اس میں تمہارے دلوں کے لیے اور ان کے دلوں کے لیے زیادہ صفائی اور پاکیزگی ہے) کیونکہ اس طرح کی احتیاط کرنے سے شیطانی وسوسے پیدا نہیں ہوتے۔

3- کافر اور منافق تو جو چاہیں کہتے پھریں لیکن (اے مسلمانو) تم رسول اللہ ﷺ کی انتہائی راست بازی اور پاکبازی کو جان چکے ہو اس وجہ سے (تمہارے لیے جائز نہیں کہ تم رسول اللہ ﷺ کو) ان کی زندگی میں یا ان کی وفات کے بعد (ایذا دو) یعنی کوئی بات ایسی کہو یا کوئی کام ایسا کرو جو کسی بھی درجہ میں آپ ﷺ کی ایذا کا سبب بنے۔ ان تکلیف دہ حرکتوں میں سے ایک یہ ہے کہ کوئی شخص آپ کی وفات کے بعد آپ کی ازواج سے نکاح کرے) یا نکاح کا ارادہ کرے (یہ حرکت اللہ کے نزدیک بڑا گناہ ہے) کیونکہ اس نکاح کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ قرآن پاک کے ایک اور مقام میں ازواج مطہرات کو امہات المومنین یعنی مومنین کی مائیں کہا گیا ہے۔ ماں ہونا تقاضا کرتا ہے کہ اولاد اس کی تابعداری کرے جب کہ بیوی ہونا تقاضا کرتا ہے کہ وہ شوہر کی فرمانبرداری کرے۔ تو کوئی مسلمان ان میں سے کسی سے نکاح کرے گا تو ان کا درجہ گھٹائے گا۔ گناہ کی اس بات کو زبان پر لانا تو درکنار دل میں کبھی قصداً ایسا

خیال نہ لانا کیونکہ تم کسی بات کو زبان سے ظاہر کرو یا اس کو دل میں چھپاؤ اللہ ہر کھلی اور چھپی بات کو جانتا ہے۔کوئی راز اس سے پوشیدہ نہیں۔

4- اوپر ازواج مطہرات کے سامنے مردوں کے جانے کی ممانعت ہوئی تھی۔اب بتاتے ہیں کہ ان کے محرم مردوں کا ان کے سامنے جانا منع نہیں ہے:

(ازواج مطہرات پر کچھ گناہ نہیں ہے جب ان کے محرم مردان کے سامنے آئیں جیسے ان کے باپ اور بیٹے اور بھائی اور بھتیجے اور بھانجے اور اپنی میل جول والی عورتیں) خواہ مسلمان ہوں یا کافر ہوں (اور اپنی مملوکہ باندیاں۔اور اے نبی کی بیویو اللہ سے ڈرتی رہو) کیونکہ اگر تمہارے دل میں خوف خدا ہوگا تو پردے کا اصل مقصد جو کہ قلب ونظر کی طہارت ہے وہ بھی حاصل ہوگا اور پردے کے جو احکام ذکر ہوئے اور ان میں جو استثناء کیا گیا ان کا پوری طرح لحاظ رکھو گی یعنی ظاہر و باطن میں جو خداوندی ضابطے ہیں ان سے مت نکلو (اور جان لو کہ) اللہ سے تمہارا کوئی حال چھپا ہوا نہیں (ہر شے اللہ کے سامنے ہے)

5- (بلاشبہ اللہ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں) صلوٰۃ اور درود کا مطلب ہے نبی کی تعریف و تعظیم کرنا مہربانی اور شفقت کے ساتھ۔ پھر جس کی طرف صلوٰۃ منسوب ہوگی اس کی نشانی اور درجہ و مرتبہ کے مطابق ثنا و تعظیم اور شفقت و مہربانی مراد لیں گے مثلاً یہ کہا باپ بیٹے پر مہربان ہے، بیٹا باپ پر مہربان ہے اور بھائی بھائی پر مہربان ہے۔ یہ تین قسم کی مہربانیاں ہیں جن میں سے ہر ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ایسے ہی یہاں سمجھو۔اللہ تعالیٰ آپ پر درود بھیجتا ہے اس کا مطلب ہے کہ اللہ رحمت و شفقت کے ساتھ آپ کی ثنا اور آپ کا اعزاز و اکرام کرتا ہے، فرشتوں کی صلاۃ استغفار کرنا ہے اور مومنوں کی صلاۃ دعائے رحمت ہے۔(تو اے ایمان والو تم بھی نبی پر درود بھیجو) اس کا مطلب ہے کہ تم نبی کے لیے دعائے رحمت کرو (اور سلام کے لفظ کے ساتھ سلام بھیجو)۔

6- اوپر مسلمانوں کو حکم تھا کہ وہ نبی کی ایذا کا سبب نہ بنیں بلکہ ان کی انتہائی تعظیم وتکریم کریں جس کی ایک صورت نبی پر صلاۃ وسلام بھیجنا ہے۔اب بتاتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دینے والے دنیا اور آخرت میں سزا بھگتیں گے۔

(اور جو لوگ ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو) اللہ کو ایذا دینا ایک تو یہی ہے کہ اس کے رسولوں کو ایذا دینا اور دوسرے یہ ہے کہ خود اللہ تعالیٰ کے بارے میں نازیبا باتیں کہی جائیں۔(اللہ لعنت کرتا ہے ان پر دنیا میں اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لیے ذلت والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔اور وہ لوگ جو مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ایذا دیتے ہیں بغیر کسی جرم کے جو مومنوں نے کیا ہو تو انہوں نے اٹھایا بہتان کا اور کھلے گناہ کا بوجھ۔

ربط: منافقوں نے رسول اللہ ﷺ کو اور عام مسلمانوں کو ایذا دینے کی ایک صورت یہ نکالی کہ ازواج مطہرات سمیت جب دیگر مسلمان عورتیں قضائے حاجت کے لیے باہر نکلتیں تو ان سے چھیڑ چھاڑ کرتے۔ پھر پکڑے جاتے تو یہ بہانہ بناتے کہ ہم ان عورتوں کو باندیاں سمجھے تھے شریف عورتوں کو کیوں چھیڑتے۔ اس ایذا کے انسداد کے لیے فرمایا:

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ
وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ
اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۵۹﴾
لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ
فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا
قَلِيْلًا ﴿۶۰﴾ مَّلْعُوْنِيْنَ ۚ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ﴿۶۱﴾
سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ
تَبْدِيْلًا ﴿۶۲﴾

ترجمہ: اے نبی تو کہہ اپنی بیویوں سے اور اپنی بیٹیوں سے اور مومنوں کی عورتوں سے کہ وہ جھکا لیں اپنے اوپر کچھ اپنی چادروں سے۔ یہ زیادہ قریب ہے اس کے کہ وہ پہچانی جائیں اور تکلیف نہ دی جائیں اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان۔ اگر باز نہ آئے منافق اور وہ جن کے دلوں میں مرض ہے اور جھوٹی خبریں اڑانے والے مدینہ میں تو ہم ابھاریں گے تجھ کو ان کے پیچھے پھر وہ پڑوسی نہ رہیں گے تیرے اس میں مگر تھوڑا۔ لعنتی ہیں جہاں پائے جائیں گے پکڑے جائیں گے اور قتل کیے جائیں گے خوب۔ یہ طریقہ رہا ہے اللہ کا ان لوگوں میں جو گزرے پہلے۔ اور ہرگز نہ پائے گا تو اللہ کے طریقہ میں تبدیلی۔

تفسیر: (اے نبی آپ اپنی ازواج کو اور اپنی بیٹیوں کو اور مسلمانوں کی عورتوں کو کہہ دیجئے کہ بدن کو ڈھانپنے کے ساتھ (اپنی چادر کا کچھ حصہ) سر سے نیچے چہرہ پر (لٹکا لیں۔ اس طریقے میں اس بات کی زیادہ توقع ہے کہ یہ عورتیں پہچان میں آ جائیں) کہ یہ شریف عورتیں ہیں باندیاں نہیں ہیں (اور) اہتمام

کے باوجود اگر کچھ کمی رہ جائے تو (اللہ بخشنے والا مہربان ہے)، اس کی مہربانی سے بخشش کی امید ہے۔

(اگر منافق اور وہ لوگ) جن کو بدنظری کا مرض ہے اور (جن کے دلوں میں) شہوت پرستی کا (روگ ہے اور مدینہ کے یہود جو) کافروں کی قوت اور فتح کا اور مسلمانوں کی کمزوری اور شکست کا جھوٹا (پروپیگنڈا کرتے ہیں۔ اگر یہ لوگ اپنی حرکتوں سے (باز نہ آئے تو ہم آپ کو ان کے پیچھے لگا دیں گے پھر یہ مدینہ میں آپ کے ساتھ نہ رہ سکیں گے مگر تھوڑے دن)۔ پھر مدینہ سے نکال دیئے جائیں گے۔ اس عرصہ میں (ان پر) اللہ کی طرف سے (لعنت ہوگی اور جہاں کہیں پائے جائیں گرفتار کئے جائیں گے اور ایک ایک کر کے قتل کیے جائیں گے)۔ تم دیکھو گے (طریقہ خداوندی کو کہ یہ جاری رہا ان لوگوں میں جو پہلے گزرے) اور وہ یہ ہے کہ پیغمبروں کے مقابلہ میں جن لوگوں نے شرارتیں کیں اور فتنے فساد پھیلائے وہ اسی طرح ذلیل، وخوار یا ہلاک کئے گئے (اور آپ اللہ کے طریقہ میں کچھ تبدیلی نہ پائیں گے)۔ جو پہلے شریروں کا انجام ہوا وہی موجودہ شریروں کے ساتھ ہوگا۔

ربط: اوپر منافقوں کی کچھ ایذا رسانی کا ذکر ہوا۔ اب ان کی اور کھلے کافروں کی ایک اور ایذا کا ذکر کرتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ قیامت کے بارے میں دنیا میں کسی کے پاس اس بات کا کوئی جواب نہیں ہے کہ وہ کب واقع ہوگی۔ یہ لوگ تکذیب واستہزاء کے لیے بار بار یہی سوال کرنے لگے کہ قیامت اور آخرت کب آئے گی جس کی دھمکیاں دی جاتی ہیں۔ آخر اس کا کچھ وقت تو بتاؤ۔

يَسْـَٔلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ
اللّٰهِ ۭ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا ﴿٦٣﴾ اِنَّ اللّٰهَ
لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا ﴿٦٤﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۚ
لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿٦٥﴾ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي
النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ﴿٦٦﴾ وَقَالُوْا
رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ﴿٦٧﴾ رَبَّنَآ
اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ﴿٦٨﴾

ترجمہ: پوچھتے ہیں تجھ سے لوگ قیامت کے بارے میں۔ تو کہہ محض ہے اس کا علم

اللہ کے پاس اور کیا چیز تجھے بتائے کہ شاید قیامت ہو قریب۔ بے شک اللہ نے لعنت کی کافروں پر اور تیار کی ان کے لیے آگ۔ رہیں گے اس میں ہمیشہ۔ نہ پائیں گے حمایتی اور نہ مددگار۔ جس دن اوندھے ڈالے جائیں گے ان کے چہرے آگ میں کہیں گے اے کاش اطاعت کی ہوتی ہم نے اللہ کی اور اطاعت کی ہوتی ہم نے رسول کی۔ کہیں گے وہ اے ہمارے رب اطاعت کی ہم نے اپنے سرداروں کی اور اپنے بڑوں کی تو بھٹکایا انہوں نے ہمیں راہ سے۔ اے ہمارے رب دے ان کو دوگنا عذاب اور لعنت کر ان پر بڑی لعنت۔

تفسیر: کافر اور منافق (لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں) کہ کب واقع ہو گی۔ (تو آپ فرما دیجئے کہ قیامت) کے وقوع کے وقت (کا علم تو صرف اللہ کو ہے اور آپ کو کیا پتہ شاید کہ قیامت قریب ہو)۔ شاید کے لفظ کا استعمال شاہانہ اسلوب ہے ورنہ مراد ہے کہ قیامت کا وقوع تو اب قریب ہے۔ جو لوگ کفر پر اڑے ہوئے ہیں اللہ نے ان پر لعنت کی ہے اور اس لعنت کا اثر ہے کہ یہ لوگ فضول سوالوں میں لگے رہتے ہیں انجام کی فکر نہیں کرتے جو کافروں کا یہ ہے کہ (اللہ نے ان پر لعنت کی ہے اور ان کے لیے) جہنم کی دہکتی (آگ تیار کی ہے وہ اس آگ میں ہمیشہ کے لیے رہیں گے۔ نہ پائیں گے اپنے لیے کوئی حمایتی اور نہ مددگار جس دن کہ اوندھے ڈالے جائیں گے ان کے چہرے آگ میں اور کہتے ہوں گے کہ اے کاش ہم دنیا میں (اللہ و رسول کے کہنے پر چلتے) تو یہ دن دیکھنا نہ پڑتا۔ (اور) شدت غیظ میں (کہیں گے اے ہمارے رب ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے مذہبی پیشواؤں) کو سچا اور حقیقت حال سے باخبر سمجھتے ہوئے ان (کی پیروی کی لیکن انہوں نے ہمیں) دھوکے دے کر اور جھوٹ فریب کہہ کر (راہ حق سے بھٹکا دیا۔ اے ہمارے رب) اگر آپ ہمیں سزا دیتے ہیں تو ہمارے (ان) سرداروں اور مذہبی پیشواؤں (کو دوگنی سزا دیجئے اور) جو لعنت ہم پر ہے (ان پر) اس سے (بڑی لعنت ڈال)۔ گویا ان کو بڑی سزا دلوا کر اپنا دل ٹھنڈا کرنا چاہتے ہیں۔

ربط: انبیاء کو ایذا دینے کا تذکرہ ہوا تو اب اس کی واقعی مثال دیتے ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا
قَالُوْا ۭ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ﴿۶۹﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا
اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ﴿۷۰﴾ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ

ذُنُوبَكُمْ ۗ وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝

ترجمہ: اے ایمان والو! مت ہوتم ان لوگوں کی طرح جنہوں نے ایذا دی موسیٰ کو پھر بری کیا اللہ نے ان کو اس الزام سے جو انہوں نے لگایا اور تھا وہ اللہ کے نزدیک آبرو والا۔ اے ایمان والو ڈرو اللہ سے اور کہو بات سیدھی تو درست کر دے گا اللہ تمہارے لیے تمہارے اعمال اور بخش دے گا تم کو تمہارے گناہ۔ اور جو کوئی اطاعت کرے اللہ کی اور اس کے رسول کی تو وہ کامیاب ہوا عظیم کامیابی کے ساتھ۔

تفسیر: (اے ایمان والو تم ان لوگوں کی طرح مت ہونا جنہوں نے موسیٰ) علیہ السلام (کو اذیتیں دیں) مطلب یہ ہے کہ تم ایسا کوئی کام یا کوئی بات نہ کرنا جس سے تمہارے نبی کو ایذا پہنچے۔ تمہارے نبی کا تو کچھ نہیں بگڑے گا کیونکہ اللہ کے ہاں ان کی بڑی عزت ہے اور اللہ نبی کو اذیت دینے والی سب باتوں کو باطل کر دیں گے اور نبی کا بے عیب ہونا ثابت کر دیں گے۔ جیسا کہ جب موسیٰ پر عیب لگائے گئے (اللہ نے ان سب جھوٹے الزاموں کا باطل ہونا اور موسیٰ علیہ السلام کا بری ہونا اور بے عیب ہونا ثابت کیا)۔ اس کی ایک مثال یہ تھی کہ قارون نے ایک عورت کو کچھ دے دلا کر مجمع میں کہلوایا کہ موسیٰ علیہ السلام اس کے ساتھ برے کام میں ملوث ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آخر کار قارون کو زمین میں دھنسا دیا اور اس عورت سے اس تہمت کی تردید کروائی۔ (اور) اللہ نے ایسا اس لیے کیا کہ (موسیٰ اللہ کے نزدیک بڑی عزت و آبرو والے تھے)۔

(اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور کہو سیدھی بات تو درست کر دے گا اللہ تمہارے عمل) اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ سے ڈر کر سیدھی بات کہنے والے کو بہترین اور مقبول توفیق ملتی ہے اور اس کی کوتاہیاں معاف کی جاتی ہیں۔ (اور بخش دے گا تم کو تمہارے گناہ۔ اور جو کوئی اطاعت کرے اللہ کی اور اس کے رسول کی تو اس نے بڑی کامیابی پائی) کیونکہ اللہ و رسول کی اطاعت ہی میں حقیقی کامیابی کا راز ہے جس نے یہ راستہ اختیار کیا وہ مراد کو پہنچ گیا۔

ربط: اس سورت میں بہت سے احکام دیئے گئے جن پر عمل کرنے کا انسان کو مکلّف بنایا گیا۔ صرف انسانوں اور جنوں کو مکلّف بنانے کی کیا وجہ ہے اس کو اب ذکر کرتے ہیں۔

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ
اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ۖ اِنَّهٗ كَانَ

ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ﴿۷۲﴾ لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ
وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ
وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۷۳﴾

ترجمہ: بے شک ہم نے پیش کی امانت آسمانوں پر اور زمین پر اور پہاڑوں پر تو انہوں نے انکار کیا اس کو اٹھانے سے اور وہ ڈر گئے اس سے اور اٹھا لیا اس امانت کو انسان نے۔ بے شک وہ ہے ظلوم وجہول تا کہ عذاب دے اللہ منافق مردوں کو اور منافق عورتوں کو اور مشرک مردوں کو اور مشرک عورتوں کو اور تا کہ معاف کرے مومن مردوں کو اور مومن عورتوں کو اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان۔

تفسیر: (i) امانت سے مراد ہے اپنی خواہش کو روک کر کسی دوسرے کی چیز کو تھامنا اور رکھنا۔ آسمانوں اور زمین میں ان کی اپنی خواہش کچھ نہیں ہوتی یا ہوتی ہے تو وہی جس پر اللہ نے انہیں قائم کیا ہے۔انسان میں خواہش علیحدہ چیز ہے اور حکم خداوندی مختلف چیز ہے۔ دوسرے کی چیز یعنی اللہ کے حکم کو اپنی خواہش کے برخلاف تھامنا اور اس پر عمل کرنا بڑا زور چاہتا ہے۔

(ii) ظلوم کا مطلب ہے بڑا ظالم اور ظالم کہہ کر کسی کی مذمت اس وقت مراد ہوتی ہے جب اس سے ظلم چھوڑ کر عدل اختیار کرنے کی توقع ہو۔ اس طرح جہول کا مطلب ہے بڑا جاہل اور جاہل کہہ کر کسی کو ملامت اسی وقت مراد ہوتی ہے جب اس سے توقع ہو کہ وہ علم حاصل کر لے گا۔غرض ظالم و جاہل وہ کہلاتا ہے جو بالفعل عدل اور علم سے خالی ہو لیکن ان کو حاصل کرنے کی استعداد و صلاحیت اس میں موجود ہو۔

(iii) احکام دو قسم کے ہوتے ہیں: تکوینی اور شرعی

اللہ تعالیٰ کے تکوینی احکام جس شے سے متعلق ہوں اس شے سے ان احکام کا پورا ہونا لازمی ہے مثلاً اللہ کا حکم ہو کہ زید فلاں وقت مر جائے یا فلاں جگہ اتنی بارش ہو یا بکر کے ہاں لڑکی کی ولادت ہو تو ان اشیاء سے مذکورہ احکام کا پورا ہونا ناگزیر ہے۔ان احکام میں مخلوق کو کچھ اختیار نہیں ہوتا۔

تکوینی احکام کے برخلاف شرعی احکام میں بندے پر اس حکم کے واجب ہو جانے کے باوجود بندے کو آزادی اور اختیار ہوتا ہے کہ وہ چاہے تو شرعی حکم کو پورا کرے اور ثواب حاصل کرے اور چاہے تو اس پر عمل نہ کرے اور اپنے سر پر گناہ لادے۔شرعی احکام کے مکلّف انسان اور جن ہیں۔

(iv) شرعی احکام کے مکلّف انسان اور جنات ہیں عالم کے جمادات، نباتات اور دیگر حیوانات نہیں ہیں۔اس فرق کی کیا وجہ ہے؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ امانت کی یہ تعریف ذکر ہوئی تھی ''اپنی خواہش کو روک کر اللہ کے حکم کو لینا اور اس پر عمل کرنا۔'' اللہ کے احکام کو لینے کے لیے علم کی ضرورت ہے اور اس پر عمل کرنے کے لیے عدل کی ضرورت ہے یعنی پورے اہتمام کے ساتھ مستقل طور پر عمل کرنا۔ انسان اور جنات کو چھوڑ کر باقی مخلوقات میں علم و عدل نہیں ہے اور نہ ہی وہ ان کو حاصل کر سکتے ہیں۔ دوسرے ان میں خواہش موجود نہیں جس کی مخالفت میں شرعی احکام کو اختیار کریں جب دیگر مخلوقات میں علم و عدل مفقود ہیں اور خواہش بھی موجود نہیں جو شرعی حکم پر عمل کرنے سے روکے تو ان کے اندر مکلّف ہونے کی صلاحیت و استعداد نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

(بے شک ہم نے امانت کو آسمانوں پر اور زمین پر اور پہاڑوں پر پیش کیا) کہ وہ اس امانت کو اٹھالیں اور خواہی نخواہی اللہ تعالیٰ کے شرعی احکام کو اپنے اوپر جاری کریں (لیکن انہوں نے) اپنے اندر اس کی صلاحیت نہ دیکھتے ہوئے (امانت کو اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے) کہ عمل میں کوتاہی کی صورت میں نہ جانے کیا انجام ہوگا (اور انسان نے اس امانت کو اٹھا لیا) کیونکہ اس میں بار امانت کو اٹھانے کی صلاحیت تھی جس کی ایک دلیل یہ ہے کہ انسان میں طبعی طور پر کسی اختیاری کام کو کرنے نہ کرنے کی خواہش بھی ہوتی ہے اور دوسری دلیل یہ ہے کہ (وہ ظلوم و جہول ہے) کہ احکام شرعیہ کا علم حاصل کر سکتا ہے اور عدل کے ساتھ ان پر عمل کر سکتا ہے۔ انسان میں بار امانت کو اٹھانے کی صلاحیت ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کو احکام شرعیہ کا مکلّف بنایا (تاکہ) جو احکام شرعیہ کے موافق عمل نہ کریں اور شرک و فسق کریں تو (اللہ تعالیٰ منافق مردوں اور منافق عورتوں کو اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دیں اور مومن مردوں اور مومن عورتوں پر) جو احکام پر عمل کریں ان پر (نظر عنایت کریں اور) پھر بھی ان سے جو کوتاہی ہو جائے تو اللہ اس کو معاف کر دیں اور (اللہ ہی معاف کرنے والا مہربان ہے)۔